

تذکرہ سیرتِ آن

مع

حل لغات و ترکیب

از:

مولانا حسین احمد صاحب کھر واری

استاذ دارالعلوم دیوبند

ترجمہ

تشریح

لغات

ترکیب

اجراء



ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

بِمَلَاقَةِ أَحْسَنِ مَوَالِفٍ مَفُوظَةٍ

مدرسہ قرآن

مع حل لغت و ترکیب

تہجہ جس نخل کی تڑپاتی تھی اے بلبل تجھے • خوبی قسمت سے آخزل گیا وہ نخل تجھے

پارہ ۳ عمَّ يَتَسَاءَلُونَ

محقق و مدلل علماء کبار کی پسند فرمودہ طلبہ عزیز کی ہر دل عزیز
ضعیف اقوال و آراء سے پاک عوام و خواص ہر ایک کے لیے عام فہم
ذہین طلبہ کے لیے قیمتی مواد اور عمدہ نکات مشتمل، مختصر بے نظیر تفسیر

تالیف

مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہر دواری

استاذ دارالعلوم دیوبند Mobile:- 09412873974

نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبۃ الاطہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اقتباسات از تقریظات اکابر

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مجھے بے حد خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب ہر دواری زید مجدہم نے ایک اہل اصول تفسیر مرتب کی، جس سے امت کی ضرورت بخوبی پوری ہو سکتی ہے۔ آپ نے کام آخری پارہ سے شروع کیا ہے، کیوں کہ اس کے لغات اہم ہیں، اور جملے مختصر ہیں، جن کی ترکیب آسان ہے جب قارئین کرام یہ حصہ محفوظ کر لیں گے تو طویل آیات کی ترکیب آسان ہو جائے گی۔

مولانا موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے آیات کا ایک حصہ لیا، پہلے اس کی عام فہم تفسیر کی ہے، پھر حل لغات اور ترکیب دی ہے اور آپ نے اس تفسیر کا نام: ”تدریس قرآن، مع حل لغات و ترکیب“ رکھا ہے، یہ نہایت موزوں نام ہے، اس سے تفسیر کی تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے، مجھے امید ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح یہ تفسیر بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور امت اس سے خوب خوب استفادہ کریں گی، و سائلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

موجودہ دور میں طلبہ کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت تھی کہ مختصر آسان زبان میں ایسی کتاب مرتب کی جائے، جو ترجمہ قرآن کریم کی تعلیم میں طلبہ کے لیے پریشانیوں کو دور کرنے والی ہو، اللہ تعالیٰ مولانا حسین احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے پیش قدمی فرمائی اور مناسب انداز میں طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ تفسیر حل لغات اور نحوی و صرفی ضرورت کو پورا کیا، زبان بھی آسان ہے، جس سے امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب طلبہ عزیز کے لیے مفید ثابت ہوگی چونکہ مولانا انشاء درس طلبہ کی ضرورتوں اور پریشانیوں سے واقف ہیں، اس لیے ان کا یہ عمل ضرور انشاء اللہ طلبہ کی ضرورت و احتیاج کے مطابق ثابت ہوگا۔ راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

ارشد مدنی ر خاد م دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا ریاست علی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس جناب مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہر دواری زید مجدہم نے تدریس قرآن کے نام سے قرآن کی ایک مبارک خدمت انجام دی ہے، پارہ عم کے کچھ اوراق کا راقم الحروف نے مطالعہ کیا، موصوف محترم نے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ حل لغات اور آیت کی ترکیب نحوی کا التزام کیا ہے، اس لیے امید ہے کہ موصوف محترم کی یہ کاوش طلبہ کے لیے بہت فائدہ بخش ہوگی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے اس عمل صالح کو شرف قبول عطا کرے اور علمی طبقوں میں اس کو قبول عام حاصل ہو۔ والحمد لله اولاً و آخراً۔ ریاست علی غفرلہ

عرض مؤلف

الحمد للرب العلمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین اما بعد: چند سال قبل احقر نے قرآن کریم کی تفسیر مع حل لغات و ترکیب بنام ”تدریس قرآن“ لکھنا شروع کیا تھا جس کے قلیل مدت میں تقریباً پچیس ایڈیشن طبع ہو کر ہندو بیرون ہند کے چپے چپے پر پھیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے تدریس قرآن کو وہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے زبان قاصر اور الفاظ نادر ہیں، اب جو تدریس قرآن آپ کے سامنے ہے اس میں ترجمہ تحت اللفظ کر دیا گیا ہے، اور ذہین طلبہ کے لیے ”اختیاری مطالعہ“ کا عنوان بڑھا کر قیمتی مواد اور عمدہ تحقیقات کو شامل کتاب کر دیا گیا، ہمہ دست کتاب پہلے ہی بالغ انظر علماء کرام اور تحقیق کے طالب طلبہ عزیز کی نظروں میں محبوبیت اور بارگاہ الہ میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے اب مزید افادیت کی وجہ سے اس میں اور چار چاند لگ گئے۔ اور اس میں میرا ذرہ برابر بھی کوئی کمال نہیں ہے بلکہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔

حسین احمد ہر دواری مدرس دارالعلوم دیوبند

اس سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فہرست مضامین

- نکتہ: مضارع کے بجائے ماضی، ماضی کے بجائے مضارع (حاشیہ) ————— ۲۵
- فا کی چند قسمیں (حاشیہ) ————— ۲۶
- تحقیق مفید: السماء مؤنث کس طرح، مذکر کس طرح ————— ۲۶
- تحقیق مفید: جار مجرور فاعل و نائب بن جاتا ہے ————— ۲۶
- اعتراض جواب، حُثْب کی مقدار ————— ۲۷
- لائین جگہ زائد ہوتا ہے بظمن لغات ————— ۲۸
- اِلَّا کے چند معانی بظمن لغات ————— ۲۸
- نکتہ: قصر کی قسمیں (حاشیہ) ————— ۲۹
- نکتہ: حال کی اقسام (حاشیہ) ————— ۲۹
- لانا فیہ پانچ قسم کا ————— ۳۰
- قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں (اختیاری مطالعہ) ۳۴
- مردوں کو حور طلیس گی، عورت کو کیا ملے گا (اختیاری مطالعہ) ————— ۳۴
- کیا جنت میں جماع ہوگا (اختیاری مطالعہ) ————— ۳۴
- تقویٰ کے تین درجے (حاشیہ) ————— ۳۴
- آخرت میں رویت اعمال کس طرح؟ ————— ۳۹
- تحقیق مفید: ایک عام غلطی ————— ۴۱
- سورة النازعات
- ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ — ۴۲
- نزع روح میں سختی و آسانی سے مراد ————— ۴۲
- قاعدہ: عطف معطوف علیہ قریب پر یا بعید پر — ۴۵
- تحقیق لطیف: حرف عطف کہیں واؤ، کہیں فا — ۴۵
- تحقیق مفید: اِذ کے چند معانی ————— ۵۱
- لام مفردہ کی تین قسمیں (حاشیہ) ————— ۵۲
- لام غیر عالمہ کے اقسام (حاشیہ) ————— ۵۳
- تقاریر علمائے کبار و عرض مؤلف ————— ۲
- قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف، مزید نام ————— ۸
- وحی کے معنی و طریقے، مکی و مدنی آیات ————— ۸
- شان نزول کا مطلب و عموم و خصوص ————— ۸
- سورة و آیت کی تعریف ————— ۹
- علم تفسیر کی تعریف، موضوع، غرض و غایت ————— ۹
- اسم مصدر، مصدر، مصدر میسی، مصدر صناعی، لام مزحلقة ۱۰
- لام مؤطر، لام تبلیغ ————— ۱۰
- لام تقویہ، لام حمد، لام تاریخ ————— ۱۱
- رعایت فواصل، استفہام ————— ۱۱
- استفہام حقیقی، انکار ابطالی ————— ۱۱
- انکار توہینی، استفہام تقریری ————— ۱۱
- استفہام لفظی، استفہام مقدر، فاصیہ ————— ۱۱
- سورة النبأ
- اعتراض و جواب ————— ۱۵
- قاعدہ: ما استفہامیہ کے الف کا حذف ————— ۱۵
- کلاً کے چار معانی (بظمن لغات) ————— ۱۶
- جملہ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں (حاشیہ) ————— ۱۶
- تحقیق مفید: افعال قلوب کا ایک مفعول پراکتفا ۱۷
- صفت اور فعل کے صیغوں میں ضمیر مشترک تفصیل — ۱۷
- لطیفہ: نکاح دن میں بہتر یارات میں ————— ۱۹
- بارش بادل سے برتی ہے یا آسمان سے (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰
- اہم قاعدہ ————— ۲۲
- جعل کے تین استعمال (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲
- تشبیہ، تشبیہ بلغ (حاشیہ) ————— ۲۲
- تحقیق مفید: بظمن اختیاری مطالعہ ————— ۲۳

- لفظ بتل کی تحقیق و تفصیل (حاشیہ) ————— ۹۷
- **سورة المطففين**
- پہلی آیت میں صرف کیل، دوسری میں
- کیل اور وزن دونوں کیوں؟ ————— ۱۰۲
- علی کی دو قسمیں اسی اور حرنی (حاشیہ) ————— ۱۰۳
- علی حرنی کے آٹھ معانی ہیں (حاشیہ) ————— ۱۰۳
- سجین کیا چیز ہے ————— ۱۰۴
- **فائدہ:** مقام یقین میں ظن کا استعمال ————— ۱۰۴
- **سوال:** سجین کو مفرد، علیین کو جمع کیوں لایا گیا — ۱۰۵
- جملہ معترضہ کے چند مواقع استعمال (حاشیہ) ————— ۱۰۶
- کیا کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق ہوگا ————— ۱۰۸
- دیدارِ خداوندی کس دن ہوگا ————— ۱۰۸
- ایک شبہ اور اس کا جواب ————— ۱۱۳
- **سورة الانشقاق**
- دنیا کے اندر ہر انسان مشقت میں ہے (حاشیہ) ۱۲۱
- ایک شبہ اور اس کا جواب خوشی کی دو قسمیں ————— ۱۲۲
- عن کے تین معنی، عن جارہ کے دس معنی (حاشیہ) — ۱۲۷
- **تحقیق:** بسلسلہ لفظ الیم (اختیاری مطالعہ) ————— ۱۳۱
- **سورة البروج**
- سوال و جواب ————— ۱۳۹
- **سورة الطارق**
- ماہِ رات کی مراد ————— ۱۴۵
- بارش کا نامہرجع کیوں (حاشیہ) ————— ۱۵۰
- **سورة الاعلي**
- اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں ————— ۱۵۲
- **نکتہ:** جہنم میں مسلمانوں کو موت آجائے گی — ۱۵۶
- **سورة الفاشية**
- **نکتہ:** ناراً کے بعد حامیہ کی قید کیوں؟ ————— ۱۶۱

- **نکتہ:** زمین کی تخلیق مقدم یا آسمان کی ————— ۵۶
- خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف (حاشیہ) ————— ۵۶
- **تحقیق مفید:** قیامت کے متعدد نام ————— ۵۸
- **ان** بماذا اور لَو کا استعمال (حاشیہ) ————— ۶۰
- **نکتہ:** شرط، وجزا میں مقصود کون؟ (حاشیہ) — ۶۱
- **فائدہ:** إذا کا عامل ناصب کون؟ (حاشیہ) — ۶۱
- **تحقیق مفید:** لفظ دنیا و آخرت اسم یا صیغہ صفت ۲۶
- **سورة عَبَس**
- **تحقیق مفید:** لَعَلَّہ یَزَّكُّہِ اَوْ یَذَّكَّرُہِ کی صحیح تفسیر — ۶۶
- لغات اور اسکی صورتیں (حاشیہ) ————— ۶۶
- لَعَلَّ کا استعمال ————— ۶۸
- **ان** چار قسم کا (اختیاری مطالعہ) ————— ۶۸
- **اشکال:** اللہ کے کلام میں بددعا کا مطلب — ۷۳
- **اہم اشکال:** اللہ کے کلام میں تعجب کا مطلب — ۷۳
- انسان کو انسان کیوں کہتے ہیں (حاشیہ) — ۷۴
- **آئی** کے پانچ معانی (بضم لغات) ————— ۷۴
- **لما** تین قسم پر (حاشیہ) ————— ۷۴
- **سورة التکویر**
- باپ کے بجائے زندہ درگور لڑکی سے سوال کیوں؟ — ۸۳
- زندہ درگور لڑکی ہی کی کیا خصوصیت ہے — ۸۳
- اسقاط حمل بحکم قتل کب (اختیاری مطالعہ) — ۸۴
- ایک اشکال (اختیاری مطالعہ) ————— ۸۴
- **لَا اُقْسِمُ** کے لآکی وضاحت (حاشیہ) ————— ۸۸
- **فائدہ:** اللہ کے قسم کھانے کا مطلب (حاشیہ) — ۸۸
- **تحقیق:** باز آمد ہونے کی صورتیں ————— ۹۱
- عالمین کو جمع مذکر سالم کیوں لایا گیا (حاشیہ) — ۹۲
- **ان** چار قسم کا ہوتا ہے (حاشیہ) ————— ۹۲
- **سورة الانفطار**

- سورة الليل**
- خلق الذکرو الانثی میں خنثی مشکل نہیں آیا ————— ۲۰۶
 - نکتہ: توحید کے چار درجے ————— ۲۰۶
 - زمانہ رسالت کے مؤمنین جہنم میں نہ جائیں گے (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰۹
 - فائدہ: بسلسلہ نون تاکید ————— ۲۱۱
- سورة الضحی**
- مسئلہ: سائل کو جھڑکنا کب جائز ہے ————— ۲۱۶
- سورة الانشراح**
- ان مع العسر یسرأ: چار قواعد ————— ۲۱۹
- سورة التین**
- انجیر و زیتون کے فوائد (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۳
 - اعتراض و جواب (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۳
- سورة العلق**
- آپ کے امی ہونے کی وضاحت ————— ۲۲۷
 - چند علمی نکات (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۸
 - قلم تین ہیں، فضیلت قلم ————— ۲۲۹
 - خاطر و خطی میں فرق (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۳۳
- سورة القدر**
- لیل القدر کی تعیین، مخصوص دعا ————— ۲۳۷
- اہم اشکال**
- نکتہ: انزال و تنزیل کے معنی ————— ۲۳۷
- سورة البینہ**
- سوال و جواب: سب سے بدتر کفار یا شیطان ————— ۲۳۵
- سورة الزلزال**
- مرتد و کافر کے نیک عمل کا ثواب؟ ————— ۲۳۹
 - تمیز کے بعض احکام (حاشیہ) ————— ۲۵۱
- سورة العادیات**

- جہنم میں درخت جلیں گے نہیں؟ ————— ۱۶۲
 - ایک شبہ اور اس کا جواب ————— ۱۶۳
 - عمدہ تحقیق: بسلسلہ لفظ لاغیبة ————— ۱۶۶
 - کیف کا استعمال (بظمن لغات) ————— ۱۶۷
 - تحقیق لطیف: (اختیاری مطالعہ) ————— ۱۷۰
- سورة الفجر**
- نکتہ: عذاب کو سوط سے کیوں تعبیر کیا ————— ۱۷۵
 - علم چھ مقامات میں غیر منصرف بنتا ہے (حاشیہ) ————— ۱۷۶
 - وصف تین مقام میں غیر منصرف (حاشیہ) ————— ۱۷۶
 - خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے ————— ۱۸۰
 - جہنم کہاں ہے؟ بظمن تشریح ————— ۱۸۳
 - آنی کا استعمال بظمن لغات ————— ۱۸۳
 - سوال: کافر کو سخت سزا کیوں ملے گی ————— ۱۸۶
- سورة البلد**
- وانت جہل کی متعدد مرادیں ————— ۱۸۹
 - نکتہ: مشقت میں تو جانور بھی انسان کی تخصیص کیوں ————— ۱۸۹
 - فائدہ: کس کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہے ————— ۱۹۲
 - نکتہ: آنکھیں دو، زبان ایک کیوں ————— ۱۹۳
 - ماضی پر دخول لاکہ شرط (حاشیہ) ————— ۱۹۵
- سورة الشمس**
- لفظ تقویٰ کی اصل کیا تھی (حاشیہ) ————— ۱۹۹
 - ناقدا للہ کی اضافت کس طرح کی ہے (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰۲
 - کیفیت عذاب ————— ۲۰۳
 - قاعدہ مفیدہ نحویہ ————— ۲۰۳
 - اونٹنی کا بچہ کہاں گیا؟ ————— ۲۰۳
 - فائدہ: بسلسلہ تحذیر ————— ۲۰۴

- ۲۵۳ • اصل ناشکر اکافر انسان ہے (اختیاری مطالعہ)۔
- ۲۵۶ • مافی القبور میں ماکا استعمال کیوں؟
- سورة القارعة**
- ۲۵۹ • سوال: اعمال کو تو لاکس طرح جائے گا۔
- ۲۵۹ • موازین جمع کیوں؟
- ۲۶۰ • بعض کے اعمال تو لے نہیں جائیں گے۔
- سورة التكاثر**
- ۲۶۳ • علم الیقین کے تین درجے (اختیاری مطالعہ)۔
- ۲۶۳ • انسان سے چار سوال (اختیاری مطالعہ)۔
- سورة العصر**
- ۲۶۶ • تو اسی بالحق، تو اسی بالصبر۔
- سورة الهمزة**
- ۲۶۷ • تین خطرناک گناہ بظمن تشریح۔
- سورة الفيل**
- ۲۷۲ • ابرہہ کا کنیہ۔
- ۲۷۳ • فائدہ: شاہ حبشہ نے کتنے ہاتھی بھیجے تھے۔
- سورة القريش**
- ۲۷۵ • فائدہ: حضور ﷺ کا تعلق کس خاندان سے تھا۔
- سورة الماعون**
- ۲۷۹ • عن صلاتہم میں عن کا مفہوم (اختیاری مطالعہ)۔
- سورة الكوثر**
- ۲۸۰ • فائدہ: کوثر کا معنی۔
- ۲۸۱ • اولاد رسول ہاشمی۔
- ۲۸۱ • اعطینا و آتینا میں فرق۔
- سورة الكافرون**
- ۲۸۳ • فضیلت سورت۔
- سورة النصر**
- ۲۸۶ • انہ کان توابنا: غفازا کیوں نہیں کہا؟
- سورة الذهب**
- ۲۸۷ • فائدہ: البولہب کا اصل نام۔
- ۲۸۹ • اچھے برے نام، غلط نسبت۔
- سورة الاخلاص**
- ۲۹۱ • لفظ احد اور واحد میں فرق (حاشیہ)۔
- ۲۹۲ • ایک اعتراض اور جواب (اختیاری مطالعہ)۔
- سورة الفلق**
- ۲۹۲ • جادو سے انبیاء مستثنیٰ نہیں ہوتے (بظمن تشریح)۔
- ۲۹۳ • اہم بات: حسد کی تعریف۔
- ۲۹۳ • نکتہ: حاسد و غاسق کمرہ بالنفائات معروف کیوں؟
- سورة الناس**
- ۲۹۶ • انسان و شیطان دونوں دشمنوں کا علاج۔
- ۲۹۶ • دشمن کی نگاہ سے بچنے کی دعا۔
- ۲۹۶ • نکتہ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں لایا گیا۔
- امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ۔

مؤلف کی دیگر تالیفات

نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: بقول حضرت مفتی سعید احمد صاحب فتح الہدیت دارالعلوم دیوبند، میں نے اس شرح کا نام نجوم الحواشی رکھا ہے، اس شرح کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں اختیاری مطالعہ کے عنوان سے طلبہ کے لیے نہایت مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔

مشکل ترکیبوں کا حل: علم نجومی مطلق تراکیب، پریشان کن سوالات کے جوابات اور عجیب و غریب علمی نکات پر مشتمل مشہور و معروف کتاب ہے۔

دریں نحو میر: صحیح تعریفات پیش کر کے لفظ سلسلہ اور ناقص تعریفات کی بعنوان "مخاطب" نشان دہی کی گئی ہے، جبکہ جگہ جو میر کی جگہ اہل نصاب ہے۔

تدریس قرآن: پارہ: ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰۔ قواعد الصرف، مصطلحات النحو، آپ ترکیب نحو کیسے کریں،

امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ تاکہ بصیرت فی الامتحان حاصل ہو

السؤال: وَأَزَلْنَا مِنْ الْمُخْصِرَاتِ مَاءَ فَجَاجٍ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۖ وَجَعَلْنَا الْفَالِقَانَ إِنْ يَوْمَ الْفُضْلِ كَانَ مِنْهَا كَأَنَّ يَوْمَ يُنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا آیات کا عمدہ ترجمہ کر کے اپنے جواس کا مطلب سمجھا ہے، تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کے معانی، صیغے ابواب بیان کریں۔

السؤال: إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ يَازُجُونَ إِنَّهُ طَلِي ۖ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزُولِي ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشِي ۖ فَآرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَى ۖ آیات کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق بیان کریں، اس آیت کریمہ میں بڑی نشانی سے کیا مراد ہے؟

السؤال: ۚ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءِ بَنَاهَا ۖ رَفَعَ سَمَكُهَا فَسَوَّاهَا ۖ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ طُفْهًا وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۖ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۖ ترجمہ تحریر کریں، والارض بعد ذلك دحها میں الارض کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں، سمک، اغطش، دحها کے لغوی معنی اور صیغے تحریر کریں۔

السؤال: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۖ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۖ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقَاقًا ۖ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۖ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۖ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۖ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۖ مَتَاعًا لَكُمْ ۖ وَإِنَّا لَإِنْعَامِكُمْ ۖ آیات مبارکہ کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ صببا، شققا اور متاعا کیوں منصوب ہیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

السؤال: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۖ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۖ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۖ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۖ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُيِّرَتْ ۖ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۖ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۖ آیات کا ترجمہ کریں، مطلب بیان کریں، اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے و ابواب لکھیں اگر جمع ہے تو اس کا مفرد لکھیں، نیز آیات میں ذکر کی ہوئی شرطوں کی جزا کیا ہے؟

السؤال: فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُفِ ۖ الْجَوَارِ الْكُنُفِ ۖ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۖ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ ذِي قُوَّةٍ ۖ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۖ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۖ آیات کریمہ کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کریں، ان آیتوں میں جواب قسم کیا ہے؟ اور رسول کریم سے کون مراد ہیں۔

السؤال: إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۖ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَدَرَتْ ۖ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۖ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۖ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۖ مذکورہ آیات کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں، خط کشیدہ افعال کے صیغے اور ابواب لکھیں، اور یہ بھی لکھیں کہ اس میں جواب شرط کیا ہے؟

السؤال: وَيَلِّ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۖ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۖ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۖ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۖ آیات کریمہ کا ترجمہ و تفسیر تحریر کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق بھی کریں، یوم عظیم سے کیا مراد ہے، اور شروع آیت سے پنجسزون تک ترکیب لکھیں۔

السؤال: إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۖ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۖ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۖ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا فَتَلْقِيهِ ۖ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۖ ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کے صیغے، اور ابواب، اور مادے لکھیں، آخری دو آیتوں کی ترکیب کریں۔

السؤال: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۖ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۖ يَخْرُجُ مِنْ مَبْثَنٍ الضُّلْبِ وَالنَّوَابِ ۖ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۖ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۖ فَمَنَالَهُ مِنَ قُوَّةٍ وَلَا كَاصِرٌ ۖ وَالسَّمَاءُ ذَاتِ الرَّجْعِ ۖ وَالْأَرْضُ ذَاتِ الصُّدُجِ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۖ وَمَا هُوَ بِالْمُهْزَلِ ۖ آیات کریمہ کا ترجمہ اور مطلب تفصیل کے ساتھ لکھیں، قسم اور جواب قسم کی تعیین کر کے خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق لکھیں۔

چند بنیادی باتیں

قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف: لفظ قرآن لغت کے اعتبار سے مصدر ہے، قرء الكتاب (ف) قراءۃ و قرآنا، بمعنی اسم مفعول یعنی وہ شئی جو پڑھی جائے۔ (یہ کتاب چونکہ بکثرت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں)

اصطلاحی تعریف: القرآن المنزل علی الرسول ﷺ المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلاً متواتراً بلا شبهة (قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی ہے، جو بغیر شبہ کے حضور ﷺ سے منقول ہو کر نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) فوائد قیود اور مزید تفصیل احقر کی کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں مذکور ہے۔

قرآن کے مزید نام: صحیح معنی میں قرآن کے کل پانچ نام ہیں (۱) القرآن (۲) الفرقان (۳) الذکر (۴) الکتاب (۵) التزیل۔

وحی کے معنی: وحی کے معنی لغت میں ہے جلدی سے اشارہ کر دینا، وحی کے معنی دل میں کوئی بات ڈالنے کے بھی آتے ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے واوحی ربک الی النحل اصطلاح میں وحی اس الہام کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہو۔

حضور ﷺ پر وحی کے طریقے: حضور ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی، ایک حدیث میں دو طریقوں سے وحی نازل ہونے کا ذکر ہے (۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو آواز نے جو کچھ کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، (۲) کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں آ جاتا ہے دیگر احادیث سے نزول وحی کے اور بھی طریقے ثابت ہیں مثلاً فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا لیکن ایسا آپ کی عمر میں صرف تین دفعہ ہوا (۱) جب آپ نے خود حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی (۲) معراج میں (۳) نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں، مگر یہ تیسرا طریقہ سنداً کمزور ہے (تفصیل در فتح الباری ج ۱، ص ۱۸/۱۹) وحی کی چوتھی صورت رؤیائے صادقہ ہے ایک طریقہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے براہ راست بمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، وحی کا چھٹا طریقہ یہ تھا کہ حضرت جبرئیل کسی کی شکل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں کوئی بات القا فرمادیتے تھے۔

مکی اور مدنی آیات: مکی آیات وہ ہیں جو قبل ہجرت مدینہ نازل ہوئیں اور مدنی آیات وہ ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئیں، کسی سورت کا مکی یا مدنی ہونا عموماً اس کی آیات کی اکثریت کے اعتبار سے ہوتا ہے چنانچہ بعض سورتیں تو پوری کی پوری مکی ہیں جیسے سورہ مدثر، اور بعض پوری مدنی ہیں جیسے سورہ آل عمران، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پوری سورت مکی ہے لیکن اس میں ایک یا چند آیات مدنی آگئی جیسے سورہ اعراف کی ہے مگر اس میں واسألہم عن القرینا لیس کانت حاضرۃ البحر سے لے کر واذا اخذ ربک من بنی آدم النبح تک کی آیات مدنی ہیں، یا مثلاً سورہ حج مدنی ہے لیکن اس کی پار آیتیں یعنی وما ارسلنا من قبلك من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک مکی ہیں۔

شان نزول کا مطلب: ایسی آیات کہ جن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی سوال کے جواب میں ہوا ہو جس کو ان آجوں کا پس منظر کہنا چاہئے مفسرین کی اصطلاح میں شان نزول یا سبب نزول کہلاتا ہے۔

شان نزول کا موموم و خصوص: پہلی قسم بعض آیات وہ ہیں کہ جو کسی خاص شخص کا نام لے کر نازل ہوئیں، چنانچہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت کا مضمون اسی متعین شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا، جیسے نسبت پیدا ابی لہب آیتوں کی ۵ و سورہ قسم وہ ہے کہ جس میں کسی شخص کا نام نہیں لیا گیا مگر اس کے کچھ اوصاف بیان کر کے ان پر حکم مرتب کر دیا گیا، اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے مراد فلاں متعین شخص ہے لہذا تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ آیت کا مضمون اسی متعین شخص کیلئے مخصوص رہے گا، جیسے وسب جنبہ الانقی

الذی یوتی مالہ یتزکی (سورۃ اللیل) یہ آیت بالاتفاق حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مفلس غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے (اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ آیت میں مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں)

تیسری قسم وہ آیات ہیں کہ جو نازل تو کسی خاص واقعہ کے تحت ہوئیں لیکن الفاظ عام ہیں، اور کسی خارجی یا صریح الفاظ قرآن سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آیت کا حکم صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو علماء متفق ہیں کہ اس صورت میں آیت کا حکم اس کے الفاظ کے تابع ہو کر عام رہے گا جیسے سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات ظہار حضرت خولہ زوجہ حضرت اوس بن الصامتؓ کے بارے میں نازل ہوئیں مگر ان کا حکم عام ہے، لہذا حضرت خولہ کے شوہر کے علاوہ بھی اگر کوئی اپنی بیوی کو انت علی کظہر اہی کہہ دے تو ظہار ہوگا، اور شوہر کو جماع سے پہلے کفارہ دینا ہوگا۔ **چوتھی قسم** یہ ہے کہ آیت تو کسی خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے، اور کسی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے، یا اس نوعیت کے ہر واقعہ کے لئے عام ہے، تو اس صورت میں تھوڑا سا اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں آیت کو صرف سبب نزول کے واقعہ کے ساتھ مخصوص رکھا جائے گا لیکن جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ مشہور جملہ ہے العبرة للفظ لا لخصوص السبب اس چوتھی قسم کی مثال سورۃ البقرۃ کی آیت وان کان ذو عسرۃ فنظر الی میسرۃ ہے۔ (اگر قرض دار تنگ دست ہو تو اسے کشادگی تک مہلت دو)

سورۃ: سورۃ البلد سے ماخوذ ہے کہ جس طرح شہر کی چہار دیواری بلند، اور شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح قرآن کی صورت بھی بلند مرتبہ اور اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: قرآن کا وہ حصہ جس کا اول و آخر ہو اور اس کو اس کے مخصوص توفیقی نام کے ساتھ جانا جاتا ہو۔ (صاوی)

آیت: اس کی اصل آیتہ ہے، بروزن شجرۃ یا متحرک ماقبل مفتوح یا کوالف سے بدل دیا، بمعنی نشانی کیونکہ یہ اپنے ماقبل کلام کے اپنے مابعد کلام سے جدا ہونے پر نشانی ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: ۱۲)

اصطلاحی تعریف: عرف میں کلمات قرآن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو فصل کر کے دوسرے حصہ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ (صاوی)

تفسیر: لفظ تفسیر دراصل لفظ فشر سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا، اور اس علم میں چونکہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے علم تفسیر کہتے ہیں۔

ظاہرہ: قدیم زمانہ میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح ہی پر ہوتا تھا، لیکن جب اس نے ایک مدون علم کی صورت اختیار کر لی اور مختلف پہلوؤں (حل لغات و ترکیب نحوی وغیرہ) سے اس کی خدمت کی گئی تو یہ ایک نہایت وسیع علم بن گیا، اب اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

علم تفسیر کسی اصطلاحی تعریف: علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقوں سے الفاظ کے مفہوم اور ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا کلمہ یعنی تاسخ و منسوخ، شان نزول اور مبہم تصوں کو توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

علم تفسیر کا موضوع: علم تفسیر کا موضوع علم قرآن کریم ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ مراد خداوندی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ہے۔

علم تفسیر کی فرض و غایت: علم تفسیر کی فرض قرآن کریم کی صحیح فہم حاصل کرنا اور مراد خداوندی کو واضح کرنا ہے، اور اس کی غایت

قدیم عربی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قراءتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے، دوسری بات یہ ہے کہ تعریف میں بیان کردہ "الفاظ کے مفہوم" سے مراد الفاظ کے لغوی معنی ہیں، اور انفرادی احکام سے مراد لغوی حقیقی یعنی مادہ، باب وغیرہ ہے، اور ترکیبی احکام سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ کہ دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے، اس کی نحوی ترکیب کیا ہے؟

صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور سعادت دارین حاصل کرنا ہے۔

اسم مصدر: وہ اسم ہے جو معنی پر دلالت کرنے میں مصدر کے مساوی ہو، لیکن اس اعتبار سے وہ مصدر کے مخالف ہو کہ اسم مصدر میں مصدر کے حروف میں سے بعض حروف لفظاً و تقدیراً کم ہوں، اور حرف کم ہونے کے بدلہ میں اسم مصدر کے اندر اس کا کوئی عوض بھی نہ لایا گیا ہو، جیسے أعطی باب افعال کا مصدر اعطاء ہے اور اسم مصدر اعطاء ہے (دیکھئے اعطاء کے اندر جو ہمزہ ہے وہ عطاء اسم مصدر میں کم ہو گیا، اور اس ہمزہ کا لفظاً و تقدیراً کوئی عوض بھی نہیں لایا گیا)۔

مصدر: هو الاسم الذي يدل على حدث دون تقييد بزمان مثل الصدق، والكذب۔ مصدر وہ اسم ہے کہ جو معنی حدثی پر دلالت کرے کسی زمانہ کے ساتھ مقید ہوئے بغیر جیسے صدق مصدر ہے۔

مصدر میمی: هو الذي يكون مبدؤاً بميم زائدة ولا يكون منتهياً بتاء زائدة مصدر میمی وہ مصدر ہے جو معنی حدثی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کا ہو کہ اس کے شروع میں میم زائدہ ہو (مفاعلت کے میم کے علاوہ) اور آخر میں تائے زائدہ نہ ہو، جیسے مزمی، ملقب۔

مصدر صنائی: هو الذي ينتهي بياء مشددة بعدها تاء تانيث مربوطية مثل انسان، انسانية مصدر صنائی وہ مصدر ہے جو ایسی یا مشدودہ پر ختم ہو جس کے بعد گول تاء تانیث ہو، جیسے انسان۔ سے انسانی۔

لام مؤخر: وہ لام غیر عاملہ ہے جس کو اس کے مقام سے پھسلا دیا گیا ہو، جیسے ان فی ذلک لعبرة لیسن یتخشی دیکھئے شروع میں ان خود تا کید کلام کے لئے ہے تو اگر اس لام کو بھی شروع کلام میں رکھیں تو ابتداء کلام میں دو تا کیدوں کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے اس لئے اس لام کو تھوڑا سا آگے کو پھسلا دیا گیا۔

لام مؤننه ومؤننه: وہ لام ہے جو اداة شرط پر داخل ہو کر اس بات کا فائدہ دے کہ بعد میں آنے والا جواب، جواب قسم ہے نہ کہ جواب شرط، جیسے لان أخر جوا لا یخز جؤن مقہم (لا یخز چون معہم جواب قسم ہے اور قسم لان أخر جوا سے پہلے مخذوف ہے، اور جواب شرط مخذوف ہے اور وہ جواب قسم جیسا جملہ ہی ہے)۔

لام تالیف: وہ لام ہے جس کا مابعد مفعول بہ کے درجہ میں ہو اگر چہ جار مجرور ہی ہو جسے اللہ تعالیٰ کا قول ان ابی یذعوک لیجزیک أجر ما سقیئت لنا تقدیر عبارت ما سقیئتنا ہے۔ (اس کو لام تعدیہ بھی کہتے ہیں) (المعجم المفصل)

۱۔ یاد رکھئے جس طرح مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا اسی طرح اسم مصدر کے اندر بھی کوئی زمانہ نہیں ہوتا، عربی کی تعریف ملاحظہ ہو، اسم المصدر هو اسم مساوٍ للمصدر فی الدلالة علی المعنی المجرد دون تقييد بزمان ولكنه یخالفه بنقص بعض حروفه لفظاً و تقدیراً دون تعویض مثل الفعل أعطی مصدره الاصلی "اعطاء" فاذا قلنا "عطاء" كان مساوياً للفظ "اعطاء" وینقص عنه الهمزة فی اوله دون أن یعوض منها بشئ لفظاً و تقدیراً (المعجم المفصل فی النحو: ۱۲۷، ج: ۱)۔

۲۔ اگر حرف کی کمی لفظاً ہے تو وہ مصدر کہلائے گا نہ کہ اسم مصدر جیسے قائل قائلنا لکامل قینتالاً ہے، لہذا مثال مصدر میں یا کی کمی لفظاً ہے کیوں کہ یا مقدر ہے، اور اگر حرف کی کمی لفظاً ہے اور اس کا کوئی عوض لایا گیا ہے تو وہ مصدر ہوگا نہ کہ اسم مصدر جیسے: و عذ یعدو عذاً و عذدہ دیکھئے، عذہ میں شروع کا واؤ مخذوف ہے اور اس کے عوض آخر میں تالایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ یاد رکھئے کہ اسم مصدر سماع پر موقوف ہے اور اصل مصدر سماعی و قیاسی دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ (انوار الوبائی: ۱۶۵)

۳۔ مؤننہ کے معنی ہے خبر و اطلاع دینے والا، یہ لام چوں کہ اس بات کی خبر و اطلاع دیتا ہے کہ آنے والا جملہ اس قسم کا جواب ہے جو قسم لفظاً یا تقدیراً حرف شرط سے مقدم ہے اور شرط کا جواب نہیں ہے، اور موطنہ کے معنی ہے تیار کرنے والا، چوں کہ یہ لام اپنے مابعد آنے والے جواب کو قسم کے لئے تیار کرتا ہے اس لئے اس کو لام موطنہ کہتے ہیں۔

لام لغویہ: وہ لام ہے جو ایسے عامل کی تعویث کے لئے آئے جو اپنے معمول سے موخر ہو، جیسے: **بِأَن كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ**۔

لام جہد: وہ لام ہے جو کان منفیہ کی خبر پر داخل ہو پس اس کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور مشتق کی تاویل میں ہو کر کان کی خبر بنتا ہے، جیسے: **وَمَا كَانَ لِلَّهِ لِيُظْلِمَهُمْ** ای ما كان لله ظالماً (المعجم المفصل)

لام تدریج: وہ لام ہے جو عندئذ کے معنی میں ہو جیسے قول باری تعالیٰ **هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأُولِ الْحَشْرِ** ای عند اول الحشر۔

رہایت فواصل: رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں، جیسے **وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَاها** اس کو جمع بھی کہتے ہیں۔ (سجع کی تین قسمیں ہیں: دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۱۸)

استفہام: کسی شئی کی حقیقت یا نام یا عدد یا صفت کے بارے میں سوال کرنا جیسے **أَزِيدُ قَانِمٌ**۔
قاعدہ: کبھی ہمزہ، استفہام حقیقی سے نکل جاتا ہے تو پھر آٹھ معانی کے لئے آتا ہے جن میں زیادہ مشہور تین ہیں: (۱) انکار ابطالی کے لئے (۲) انکار توہنجی کے لئے (۳) استفہام تقریری کے لئے۔

استفہام حقیقی: وہ استفہام ہے کہ جس میں ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے کہ جو متکلم کو معلوم نہ ہو، جیسے **أَزِيدُ قَانِمٌ**۔

انکار ابطالی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ ثابت اور واقع نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے، اور یہ ہمزہ چونکہ اپنے مابعد کا ابطال و انکار کرتا ہے تو اگر اس ہمزہ کا مابعد مثبت ہوگا تو منفی بن جائے گا، جیسے **الرَّيَّةُ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ** (دیکھئے اللہ کے لئے کوئی بیٹی وغیرہ نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے) اور اگر ہمزہ کا مابعد منفی ہوگا تو مثبت بن جائے گا کیونکہ یہ ہمزہ انکاری ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے جیسے **أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهادًا أَمْ جَعَلْنَا الْأَرْضَ مِهادًا**، اسی طرح **أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ**، **أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ**، **أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآزَى** ہے۔ (انکار ابطالی کو استفہام انکاری بھی کہتے ہیں)

انکار توہنجی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ واقع تو ہے البتہ اس کا فاعل قابل ملامت ہے، جیسے **أَغْيَرَ اللَّهُ تَذَعُونَ**، **أَتَا تُونَ الذِّكْرَانَ** (انکار توہنجی کو استفہام توہنجی بھی کہتے ہیں)

استفہام تقریری: وہ استفہام ہے کہ جس میں مخاطب کو کسی ایسی چیز کے اقرار پر ابھارنا ہوتا ہے کہ جس کا اس کے نزدیک ثبوت ہے یا نفی جیسے **أَصْرَنْتَ زَيْدًا**، **أَأَنْتَ ضَرَبْتَ زَيْدًا** (اول مثال میں فعل کی تقریر ہے اور ثانی میں فاعل کی)

استفہام کی دو قسمیں ہیں: (۱) استفہام لفظی (۲) استفہام مقدر۔

استفہام لفظی: وہ استفہام ہے کہ جس میں کسی چیز کے بارے میں سوال ادوات استفہام میں سے کسی ایک اداة کے واسطے سے ہو جیسے **أَيْنَ أَنْتَ** (آپ کہاں ہیں)

استفہام مقدر: وہ استفہام ہے کہ جس میں بغیر اداة استفہام کے سوال ہو یعنی محض لہجہ اور انداز آواز سے جیسے **قَدِيمٌ أَخُوكَ** نفی السفر؟ (کیا تیرا بھائی سفر سے آگیا)

ظانہ صیغہ: وہ قانہ ہے جو عبارت مقدرہ پر دلالت کرے خواہ وہ عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو، یا شرط ہو، عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو جیسے **وَإِذَا اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ نَبِيعًا** (پ) دیکھئے فانفجرت کی

قانہ معطوف علیہ مقدرہ کا افصح و اظہار کر دیا ای **فَأَمْثَلُ الْأَمْرَ بِالضَّرْبِ فَضَرَبَتْ** خواہ وہ عبارت مقدرہ شرط ہو، اب یہی قانہ جزائیہ کہلائے گی جیسے **فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا يَتَّخِذُ** ای **إِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَمَا ذُكِرَ مِنْ تَحْقِيقِ الْأُمُورِ الْمَذْكُورَةِ** (روح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لغات: با، مصاحبت، استعانت اور تبرک تینوں کے لئے ہو سکتا ہے، مصاحبت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اور استعانت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی مدد سے اللح اور تبرک کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی برکت سے اللح۔ اسم اسم ہے بمعنی نام، بصرین کہتے ہیں کہ یہ سُمُو سے مشتق ہے، بمعنی العلو جمع اسماء اصلهٗ اَسْمَاءُ و تَصْغِيرُ سَمْعِيْ اور کوفین کہتے ہیں کہ یہ مشتق من التَّسْمِيَةِ ہے بمعنی العلامۃ اور یہ دونوں باتیں معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ اللہ (سچا معبود) یہ علم ہے اور اکثر حضرات کے نزدیک غیر مشتق ہے اور سیبویہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے اس کی اصل الاء ہے بروزن لفعال، آية (س) الْاِلَهَةِ اَيْ عِبَادَةً: کثرت استعمال کی بناء پر الاء کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور شروع میں الف لام داخل کر کے لام کلام میں ادغام کر دیا گیا۔ (اعراب القرآن: ص ۲۳، ج ۱، القاموس الوحید)

فائدہ: واضح رہے کہ لفظ اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا تشنیہ و جمع نہیں آتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ شانہ کا نام غایت احترام اور نہایت ادب کے ساتھ لینا چاہئے:۔

اس زباں سے تیرا نام پاک لوں، سخت میں گستاخ ہوں بے باک ہوں
آپ کوثر سے اگر دھوؤں اُسے، تو بھی وہ لائق نہ ہو اس کام کے

الرحمن بروزن فعلان (اسم مبالغہ، قاموس القرآن، لغات القرآن) وہ ذات جس کی رحمت عام ہو چونکہ اللہ کے سوا ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی رحمت عام ہو اس لئے اس کا تشنیہ و جمع نہیں آئے گا، قرآن شریف میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے۔ ۱۔ الرحیم (مبالغہ کا صیغہ) لغات القرآن صفحہ ۶۶، ج ۲ (اعراب القرآن و صرفہ) وہ ذات جس کی رحمت

فائدہ: الرحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ رحیم میں وہ رحمت محفوظ ہے جو آخرت میں ہوگی یعنی صرف مومن کے لئے، اور رحمن میں وہ رحمت محفوظ ہے جو دنیا میں ہے یعنی مومن و کافر سب کے لئے۔

فائدہ: صاحب تہذیب نے تصریح کی ہے کہ رحمن صفت مشبہ نہیں اس لئے کہ اس کا فعل متعدی ہے، اسی طرح صاحب کشف نے بھی مفصل میں تصریح کی ہے کہ رحمن الدنیا و رحیم الآخرۃ سلف سے منقول ہے جس میں مفعول کی طرف اضافت ہے اور فعل لازم کا مفعول بہ نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ رحمن صفت مشبہ نہیں کیونکہ صفت مشبہ فعل لازم سے آتا ہے، سیبویہ کے نزدیک رحمن صفت مشبہ ہے لیکن رحیم اسم فاعل ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، روح المعانی میں ہے مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں صفت مشبہ ہیں، جو مبالغہ کا قاعدہ دیتے ہیں مگر اس پر اشکال کیا گیا ہے، علامہ آلوسی نے تحقیق و تہذیب کے بعد فرمایا کہ فالاصح انہما من ابنیۃ المبالغۃ بالحقۃ باسم الفاعل و اخذنا من فعل متعدی صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں مبالغہ کے معنی ہیں جو اسم فاعل کے ساتھ ملحق ہیں اور فعل جہدی سے مشتق ہیں نہ کہ لازم سے۔ (امداد الباری ص ۷۸ ج ۲)

نام ہو، اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی آتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دوسرے پر پورا پورا رحم کرے، چنانچہ حضور ﷺ کے لئے قرآن میں فرمایا گیا یا المؤمنین رؤف رحیم (رحم رقت قلب کا نام ہے لہذا جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد احسان اور فضل کرنا ہوگا)

فائدہ: بسم اللہ میں جار مجرور کا عامل محذوف ہے جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ بوقت شروع صرف اللہ کا نام زبان پر آئے۔
ترکیب: با حرف جر اسم مضاف اللہ موصوف، الرحمن صفت اول الرحیم صفت ثانی، موصوف با صفت مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار با مجرور متعلق اشترع یا ابتدی کے اور وہ پھر جملہ فعلیہ خبریہ، معنی انشائیہ، یا جار مجرور مصلوق یا مستعان مقدر کے متعلق ہو کر خبر مقدم اور ابتدائی محذوف مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، پھر سورۃ جملہ خبریہ اور معنی انشائیہ۔ (اعراب القرآن) یا جار مجرور متعلق متبرکاً کے، اور وہ اشترع کی ضمیر سے حال (زینی زادہ)

ایک اہم بحث

جملہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب نہ ہو یعنی وہ کسی کا معمول نہ ہو۔ (۲) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب ہو، یعنی وہ حالت رفعی یا حالت نصبی یا حالت جری یا حالت جزی میں ہو، پہلے جملہ کی ۹ قسمیں ہیں اور دوسرے کی ۱۸۔ (۱) جملہ مستانفہ یعنی جو شروع کلام میں ہو یا اگر وسط کلام میں ہو تو ما قبل سے تعلق نہ ہو۔ (۲) جملہ معترضہ، جو دو متلازم چیزوں کے درمیان میں آئے مثلاً مبتدا و خبر کے درمیان، قسم و جواب قسم کے درمیان، شرط و جزا کے درمیان۔ مکمل تعریف ص ۱۰۶ پر (۳) جملہ مینہ (جملہ تفسیریہ) (۴) جملہ معککہ یعنی جو پہلے کلام کی علت ہو (۵) جملہ جواب قسم (۶) وہ جملہ جو شرط غیر جازم کا جواب ہو مثلاً اذا، لو، لولا، کَلَّمَا، کیف وغیرہ کا۔ (۷) وہ جملہ جو پہلے کلام کا نتیجہ ہو جیسے الخفض من خواص الاسماء فلیس فی الافعال خفض (۸) وہ جملہ جو پہلے جملہ پر معطوف ہو اور معطوف علیہ کا کوئی محل اعراب نہ ہو (۹) وہ جملہ جو موصول کا صلہ ہو۔

جملہ کی دوسری قسم کی ۱۸ قسمیں: (۱) وہ جملہ جو مبتدا کی خبر ہو۔ (۲) وہ جملہ جو حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہو۔ (۳) وہ جملہ جو مبتدا بنے۔ (۴) وہ جملہ جو مفعول مالم یسم فاعلہ ہو۔ (۵) وہ جملہ جو افعال ناقصہ کی خبر ہو۔ (۶) وہ جملہ جو افعال مقاربہ کی خبر ہو۔ (۷) وہ جملہ جو ما ولا المشبہتین کی خبر ہو۔ (۸) وہ جملہ جو قول کا مقولہ محکی ہو۔ (۹) وہ جملہ جو باب علمت کا مفعول ثانی ہو۔ (۱۰) وہ جملہ جو باب علمت کا تیسرا مفعول ہو۔ (۱۱) وہ جملہ جو حال واقع ہو۔ (۱۲) وہ جملہ جو مستثنیٰ ہو، جیسے لست علیہم بمصیطر الا من تولیٰ و کفراخ (۱۳) وہ جملہ جو مضاف الیہ ہو۔ (۱۴) وہ جملہ جو کرہ کی صفت بنے۔ (۱۵) وہ جملہ جو ایسے معطوف علیہ پر معطوف ہو جو محل اعراب رکھتا ہو۔ (۱۶) وہ جملہ جو بدل ہو (۱۷) وہ جملہ جو شرط جازم یعنی ابن وغیرہ کا جواب ہو (یہ جملہ محل جزم میں ہوگا) جبکہ جواب شرط مضارع مجزوم بحرف شرط نہ ہو۔ (۱۸) وہ جملہ جو جواب شرط ہو جازم مضارع مجزوم کا (تمام جملوں کی مثالیں مشکل ترکیبوں کا حل ص ۳۰۳، پرنڈ کوڈ ہیں)

سورۃ النبا

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝۱ عَنِ النَّبَا الْعَظِيمِ ۝۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝۳ كَلَّا

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں • اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں • جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں • ہرگز ایسا نہیں

سَيَعْلَمُونَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝۵

انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے • پھر ہرگز ایسا نہیں انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے •

ربط سابقہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا امکان، وقوع اور جزا و سزا کا بیان مذکور ہے۔

تشریح ان آیات میں کفار مکہ کا ذکر ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کو قیامت کی خبر دی تو یہ لوگ بطور انکار و مذاق دریافت کرنے لگے کہ جناب وہ قیامت جس کی آپ خبر دیتے ہیں کب آئے گی، دیر کیوں ہو رہی ہے اور اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی چہ می گوئیاں کرتے، کوئی قیامت کا قطعی طور سے انکار کرتا اور کوئی شک کرتا، مذکورہ آیات میں ان کے اسی سوال کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝۱“ یہ لوگ (یعنی کفار مکہ) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں (لفظ عَمَّ کی اصل عَنْ مآ ہے اور ما استفہامیہ ہے، مگر یہاں استفہام حقیقی نہیں ہے کیوں کہ استفہام حقیقی کے لیے مُسْتَفْهِم کا نا واقف ہونا ضروری ہے، اور یہ خدائے عالم الغیب کے لیے محال ہے۔ بلکہ استفہام تغنیم شان کے لیے ہے یعنی جس چیز کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے اس کی عظمت، شان اور اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، اور دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی استفہام کا یہ اسلوب نہایت پر شوکت سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ مذکورہ ترجمہ کے اعتبار سے يَتَسَاءَلُونَ بمعنی يَسْأَلُونَ ہے، اور دریافت کرنے یعنی سوال کرنے سے مراد بطور انکار و مذاق سوال کرنا ہے، اور اگر يَتَسَاءَلُونَ کو يَسْأَلُونَ کے معنی میں نہ لیں بلکہ باب تفاعل ہی میں رکھیں تو چوں کہ باب تفاعل کی ایک خاصیت تشارک ہے تو اب ترجمہ ہوگا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

يَتَسَاءَلُونَ کی ضمیر کا مرجع | یہ ضمیر کفار مکہ کی طرف راجع ہے اور ما قبل میں لفظاً مرجع کے مذکور ہونے سے بے نیاز ہے کیوں کہ کفار مکہ حتماً موجود و مشاہد تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے سوال کی وضاحت فرمائی یعنی ”عَنِ النَّبَا الْعَظِيمِ ۝۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ

تشارک باب تفاعل کی خاصیت ہے جیسا کہ مشارکت باب مفاعلت کی خاصیت ہے، تشارک اور مشارکت میں فرق یہ ہے کہ تشارک یعنی باب تفاعل میں دونوں شریک لفظاً قائل بنتے ہیں جب کہ باب مفاعلت میں ایک شریک قائل ہے گا اور دوسرا مفعول بہ۔

مُخْتَلِفُونَ ﴿۱۰﴾ ”یہاں ایک پتساء لون محذوف ہے اور اس کو جار مجرور کے بعد محذوف مانا جائے تاکہ ترتیب سوال کی رعایت باقی رہے، یہ لوگ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق یعنی پیغمبر خدا اور مؤمنین سے) اختلاف کر رہے ہیں نہایت عظیم سے مراد قیامت ہے، گویا یہ لوگ قیامت کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، اور وہ اختلاف اس طرح کہ اہل حق تو اس پر ایمان رکھتے تھے اور یہ لوگ اس کا انکار اور استہزاء کرتے تھے۔

”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۲﴾“ ہرگز ایسا نہیں، ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اس آیت میں ان اختلاف کرنے والوں کو سخت دھمکی اور وعید سنائی گئی کہ اہل حق کے ساتھ ان کا اختلاف یعنی قیامت کا انکار کرنا اور اس کو محال سمجھنا بے وجہ اور باطل ہے، اور محال سمجھنے والوں کے جواب میں ایک ہی جملہ کو بطور مبالغہ دو مرتبہ فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ کفار و مشرکین کا خیال ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور یہ چیز محض سوال و جواب اور بحث و مباحثہ سے سمجھ میں آنے والی نہیں، بلکہ وہ عنقریب جان لیں گے یعنی جب ان کو دنیا سے جدا ہو کر عذابِ قبر اور عذابِ آخرت اور اس کے ہولناک مناظر کا سامنا کرنا پڑے گا تب ان کی آنکھ کھلے گی اور قیامت کی حقیقت ان پر خود ہی منکشف ہو جائے گی۔ (سَيَعْلَمُونَ کا مفعول بہ محذوف ہے اِی مایتحل بہم، یعنی وہ عذابِ جوان پر نازل ہونے والا ہے)

اختیاری مطالعہ

لفظیتساء لون کا تکرار کیوں؟ ایک یتساء لون تو آیت کے اندر مذکور ہے اور دوسرا محذوف ہے اور یہ تکرار بایں وجہ ہے کہ جوش کے موقع پر جملوں کا تکرار بلاغت کی جان ہوتی ہے۔

اعتراض: ”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۲﴾“ کے اندر جو مفہوم معطوف علیہ کا ہے وہی مفہوم بعینہ معطوف کا بھی ہے اور یہ عطف الشی علی نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں، بلکہ معطوف و معطوف علیہ میں تغایر ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہاں تغایر بایں طور ملحوظ ہے کہ وعید ثانی اشد اور سخت ہے وعید اول یعنی معطوف علیہ سے، لہذا اعطف الشی علی نفسہ کا اعتراض لازم نہ آئے گا (وقیل الاول فی القبور والثانی فی النشور، روح المعانی)۔

نوٹ واضح رہے کہ ہم باب نصر کے لئے (ن) اور باب ضرب کے لئے، (ض) اور باب سجع کے لئے (س) اور باب فتح کے لئے (ف) اور باب کسوم کے لئے (ک) استعمال کریں گے۔

لغات عَمَّ دراصل ”عن ما“ تھا، عن حرف جار اور ما اسم استفہام بمعنی آئی شیبی، عن کے نون کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیا، پھر ما استفہامیہ کے الف کو آخر سے حذف کر دیا۔

قاعدہ: سات حروف جارہ ایسے ہیں کہ جن کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو کثرت استعمال اور ما استفہامیہ و خبریہ میں فرق کرنے کی وجہ سے وجوہاً حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ حروف یہ ہیں عن، حتی، لام، علی، فی، الی، باء جیسے فیتم

نیز بلاغت کے اعتبار سے ”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۱۲﴾“ کا تکرار از قبیل اطناب ہے جو بغرض انذار ہے۔

أَنْتَ مِنْ ذُكْرَاهَا (پ ۳۰) ل

يَتَسَاءَلُونَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، ایک دوسرے سے پوچھنا، مجرد میں باب فتح سے ہے
سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَبَكَدَا (ف) سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً: پوچھنا، مانگنا (مادہ سأل ہے) التَّسَاءُلُ، اسم بمعنى اہم خبر، جمع انبَاء
(مراد قیامت ہے) الْعَظِيمِ (ک) صیغہ صفت، عَظَمَ (ک) عِظْمًا وَعِظَامَةً بڑا ہونا، عَظِيمٌ کی جمع عِظَامٌ
وَعِظْمَاءٌ وَعِظَامٌ، مُخْتَلِفُونَ، (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِخْتَلَفَ اِخْتِلَافًا: اختلاف کرنا (مادہ خَلَفَ ہے ل)
کَلَّا چار معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے رد یعنی زجر اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے، جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے نفی
واثبات مئی آخر جیسے کوئی مریض کہے جس نے اپنے طبیب کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو شربتِ ماء، طبیب کہے کلابل
میرت لبنا او اکلت خبزًا (۳) بمعنی آلا برائے تشبیہ جیسے کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافِرٌ اسْتَعْلَىٰ كَ الْاَنْدَرَعَنْد
الْبَحْسِ (جبکہ اس سے پہلے زجر اور نفی کا قول نہ ہو) (۴) بمعنی حَقًّا جیسے وماہی الا ذکری للبشر کلا والقمر۔ کَلَّا
قرآن شریف میں ۳۳ مقامات میں آیا ہے اور اس میں بڑا اختلاف ہے۔ (لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانی)۔ يَتَعَلَّمُونَ
(س) مضارع جمع مذکر غائب، عَلَّمَ الشَّيْءَ وَبِهِ (س) عَلَّمًا: جانا۔

ترکیب عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ... عَمَّ، جار مجرور متعلق مقدم يَتَسَاءَلُونَ کے، (اور وجہ تقدیم ما استفہامیہ کا صدر کلام
کا مقصود ہونا ہے) يَتَسَاءَلُونَ، فعل، واو ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے ای الرسول والمؤمنین، فعل اپنے
فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (روح المعانی) (لامحل لها من الاعراب) لَعَنَ
النَّبَأَ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ... عَنْ حَرْفِ جَارٍ، النَّبَأُ مَوْصُوفُ الْعَظِيمِ، صِيغَةُ صِفْتٍ، ضَمِيرٌ هُوَ مُسْتَرٌ
فَاعِلٌ، صِيغَةُ صِفْتٍ اپنے فاعل سے مل کر صفت اول الَّذِي اسم موصول، هُمْ مبتدأ فِيهِ جار مجرور متعلق مقدم مُخْتَلِفُونَ
کے، (اہتمام اور رعایت فواصل کی بناء پر اس کو مقدم کیا گیا ہے اور رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری

۱۔ مزید مثالیں، فنظر قابہ يرجع المرسلون (پ ۱۹) لَعَنَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ (پ ۲۸) مزید امثلہ در مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۸۰)
کبھی ضرورت شعری کی وجہ سے مذکورہ حروف کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو باقی رکھنا بھی جائز ہے جیسے عَلَّ مَا قَامَهُ يَشْتُمُنِي لَيْبِيْمُ كَوْنُوْرٍ تَمْرُغُ فِي
رَهَابٍ اور اگر ما استفہامیہ ڈاکے ساتھ استعمال ہو تو پھر الف کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے لَمَّا دَا جِئْتِ لِأَنَّ الْفِقْهَاءَ قَدْ صَارَتْ حَشْوًا (اعراب القرآن) ما
خبریہ کا الف سا قائل نہیں ہوتا جیسے يَوْمَئِذٍ نَسُوا مَا آتَاهُمُ الْبُرْجَانُ

۲۔ مجرد میں باب نصر سے ہے خَلَفَ خَلْفًا بِيحْرٍ مَاءً خَلَفَ خَلْفًا وَخِلَافَةً: جانشین ہونا۔

۳۔ قائمہ جملہ ابتدائیہ کو جملہ مستانفہ بھی کہتے ہیں جملہ ابتدائیہ کے بارے میں معنی المصیب کی عبارت ہے "وتسنن ايضا المستانفہ وهو اوضح
لأن الجملة الابتدائية تطلق ايضا على الجملة المصترفة بالابتداء" اور جملہ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں (۱) جس سے نطق اور گفتگو شروع کی جائے
جیسے ابتداء پ کلمہ زید قائم (۲) وہ جملہ جو اپنے مائل سے منقطع ہو جیسے مات فلان رحمہ اللہ، میں رحمہ اللہ اسی طرح قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا
إِنَّمَا مَكَّنَّا لَهُ الْاَرْضَ، میں اِنَّمَا مَكَّنَّا۔ (امل بیان اسحقیانف کو سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص فرماتے ہیں مگر دوسرے حضرات جملہ مستانفہ کو
سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص نہیں فرماتے اور جو جملہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے اس کو جملہ مستانفہ بیانہ کہتے ہیں)

حرف میں موافق ہوں جیسے والشمس وضھالقمرا إذا لقیھا اس کو جمع بھی کہتے ہیں، تفصیل در ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۳۱۸) مُخْتَلِفُونَ، شبہ فعل اپنے فاعل (ہم ضمیر مستتر) اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، (لا محل لھا من الاعراب) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل محذوف یَسْئَلُونَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ بیانیہ ہوا (کاآہ قبیل عن ای شی یسائلون هل اُخبر کم بہ ثم قبیل بطریق الجواب عن النبا العظیم، روح المعانی) کَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ... کَلَّا حرف ردع، دونوں جگہ (آئی لیس الامر کما زَعَمَ المشرکون من انکار البعث) سین برائے استقبال قریب دونوں جگہ یَعْلَمُونَ فعل، واو ضمیر فاعل (والضمیر للمتسانلین) اور مفعول بہ محذوف ہے۔ آئی ما یجیل بہم پھر مکمل جملہ معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف کَلَّا سَيَعْلَمُونَ حسب سابق مکمل جملہ معطوف (عطف صرف سیعلمون پر نہیں بلکہ کلا سیعلمون پر ہے اور عطف برائے زیادت و عید و تہدید ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لھا)

تحقیق مفید کَلَّا سَيَعْلَمُونَ میں یَعْلَمُونَ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے دو مفعول بہ آتے ہیں جب کہ کلا سیعلمون میں صرف ایک مفعول بہ محذوف نکالا گیا ہے تو یاد رکھئے کہ بعض افعال قلوب کبھی دوسرے افعال کے معنی میں ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے: رأیت بمعنی أَبْصَرْتُ، ظَنَنْتُ بمعنی اِسْتَهْمْتُ، عَلِمْتُ بمعنی عَزَفْتُ، وَجَدْتُ بمعنی اَصْبَحْتُ دریں صورت ان افعال کے لئے صرف ایک مفعول بہ ہوگا نہ کہ دو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم، یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے اور صرف ایک مفعول پر اکتفا کر لیا جاتا ہے (رضی) لہذا کلا سیعلمون میں ایک مفعول بہ آیا ہے اور وہ بھی محذوف، کیوں کہ مفعول بہ کو حسب موقعہ و مقام حذف کرنا جائز ہے۔

اجراء ہم فیہ الخ عزیز طلبہ! اجرا کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ ہُمْ معرفہ ہے کیوں کہ معرفہ کی سات اقسام میں سے یہ ایک قسم ہے، یعنی ضمیر مرفوع منفصل ہے، مگر آنکھ بند کر کے ہر ضمیر کو معرفہ کہنا صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ وہ ضمیر کہ جو فعل مدح کے اندر ہوتی ہے اسی طرح وہ ضمیر جو مدخول رُبِّ ہو وہ نکرہ مبہم ہوتی ہے، جن کا ابہام ان کے مابعد کی تیز دور کرتی ہے۔ (کافیہ)

دوسری بات یاد رکھئے کہ مختلفون اسم فاعل ہے اور اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفصیل کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے خواہ واحد کا صیغہ ہو یا تشنیہ و جمع کا جب کہ یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں اور ضمیر ہمیشہ غائب ہی کی مستتر ہوگی اور ان صفت کے صیغوں سے پہلے موصوف محذوف ہوگا مثلاً انت عالم کی اصل انت رجل عالم ہے۔ اور ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم اور امر حاضر کے صرف واحد مذکر حاضر میں ضمیر مستتر ہوگی، باقی میں ضمیر بارز ہوگی۔

الْمُ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۝ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۝ وَجَعَلْنَا

کیا ہم نے زمین کو فرش • اور پہاڑوں کو میٹھیں نہیں بنایا • اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا • اور ہم ہی نے تمہارے

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۱۱ وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۱۲ وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۱۳ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

سونے کو راحت کی چیز بنایا • اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا • اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا • اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات

سَبْعًا سِدَادًا ۱۴ وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا ۱۵ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۱۶

مضبوط آسمان بنائے • اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا • اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا •

لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَ نَبَاتًا ۱۷ وَ جَنَّتِ الْأَفَاكُ ۱۸

تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی • اور گنجان باغ پیدا کریں •

تشریح کفار مکہ چون کہ قیامت کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے حالاں کہ اس کو محال و ناممکن سمجھنا گویا قدرت خداوندی

کا انکار کرنا ہے، لہذا مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت و صنعت کے چند مناظر کا ذکر فرمایا ہے

جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے لیے یہ بات کوئی مشکل اور محال نہیں ہے کہ وہ تمام عالم کو فنا کرنے کے بعد

بعینہ اس کو دوبارہ پیدا کر دے، لہذا فرمایا: "أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۱۱ وَ الْجِبَالَ أَوْتَادًا ۱۲" کیا ہم نے

زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔ اَلَمْ نَجْعَلْ كَا هَمَزَ، استفہام حقیقی کے لیے نہیں ہے کہ حقیقت ہی میں اللہ تعالیٰ

سوال کر رہے ہوں، بلکہ ہمزہ انکار نفی کے لیے ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے، لہذا اَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا کے معنی

ہوں گے جَعَلْنَا الْأَرْضَ مِهَادًا یعنی ہم نے زمین کو پچھونا بنا دیا، یعنی تمام مخلوق کے لیے اس کو مطیع کر کے ایسا بنا دیا کہ وہ

خاموشی کے ساتھ قدموں کے نیچے جمی ہوئی پڑی ہے، اور ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنا دیا جس سے زمین کی

حرکت اور کپکپاہٹ دور ہوگئی، یعنی جس طرح کسی چیز میں اگر میخیں گاڑ دیں تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی تو اسی طرح ہم نے

زمین کو پہاڑوں سے مستقر کر دیا تاکہ وہ پہلے کی طرح ہلے نہیں، اب یہ پہاڑ اپنے ثقل اور بوجھ سے زمین کو ڈانوا ڈول

ہونے سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں جس سے زمین پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا، مکان بنانا، کھیتی باڑی کرنا، سب آسان ہو گیا۔

حدیث: آن حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے اور لرزنے لگی

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کی حرکت اور اس کی کپکپی کو دور کر دیا۔

وَ خَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۱۹ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا یعنی مرد و عورت بنایا، تاکہ بذریعہ توالد و تناسل نسل

انسانی کا سلسلہ قائم رہے، اور یوں بھی کہ مرد اپنی بیوی سے سکون حاصل کرے کما فی قولہ تعالیٰ: لِيَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا (پ ۲)

دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ مرد و عورت کی روح ایک جیسی مگر بدن اور شکل و صورت جدا جدا۔

وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۱۱ اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔ سُبَاتًا سُبَاتٌ سے مشتق

ہے جس کے معنی باب نَصَرَ وَ صَوَّرَ سے مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں، نیند کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنایا ہے کہ اس کے

ذریعہ دن بھر کی تھکن اور تمام ہمووم و غمووم قطع ہو کر راحت میسر ہوتی ہے اور آئندہ کام دھام کے لیے بدن تازہ دم ہو جاتا ہے، اور یہ نعمت امیر و غریب، بادشاہ اور فقیر سب کے لیے عام کر دی گئی، اس کی قدر ان لوگوں سے پوچھئے جو بے خوابی کے شکار ہیں اور نیند حاصل کرنے کے لیے خواب آور گولیاں کھاتے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی ٹیل ہو جاتی ہیں اور ان کی راتیں بے قراری سے کروٹیں بدلتے بدلتے گزر جاتی ہیں۔

”وَجَعَلْنَا الْيَلَّ لِبَاسًا“ اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا مطلب یہ ہے کہ ہم نے صرف نیند کی کیفیت ہی عطا نہیں کی بلکہ سارے عالم میں ایسے حالات بھی پیدا کر دیئے کہ جو نیند کے لیے سازگار ہوں لہذا جس طرح لباس بدن کو چھپالیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور اس میں ہر کام چھپا رہتا ہے اور رچا روں طرف سناٹا چھا جاتا ہے تاکہ آدمی راحت و آرام سے سو جائے کیوں کہ نیند عموماً اسی وقت اچھی آتی ہے جب کہ شب تاریک ہو یا کم از کم روشنی زیادہ نہ ہو۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں، فرمایا رات میں اس لیے کہ رات کو بھی قرآن نے لباس فرمایا ہے اور زوجین کو بھی ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، کقولہ تعالیٰ: هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

”وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا“ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ معاش مصدر میسی ہے اور مَعِيشَةٌ کے معنی میں ہے اور معیشت کے معنی ہے ”سامان زندگی“ یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا معاشا سے پہلے مضاف محذوف ہے آئی وقت معاش سامان زندگی کا وقت، یعنی کمائی کرنے کا وقت، اب مطلب واضح ہو گیا کہ ہم ہی نے دن کو کمائی کرنے کا وقت بنایا کہ دن کے اجالے اور روشنی میں آدمی کاروبار کرے اور روزی کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی ضرورت پوری کرے۔

”وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا سِدًّا“ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے سبعا سے پہلے یا تو موصوف محذوف ہے ای سبط سبعا یا سبعا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے آی سبع سموت، واقعی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ بغیر کسی ستون اور سہارے کے ہمارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے جن میں مدت دراز گزر جانے کے بعد بھی نہ کوئی جھول آیا نہ شکاف، لہذا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی کاریگری کو دیکھ کر اور سمجھ کر اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ ”وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا“ اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا (سراج کے معنی ہے چراغ، یہاں اس سے مجازاً سورج مراد ہے کقولہ تعالیٰ: وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مخلوق کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لیے آفتاب بنایا) ”وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا“ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا“ اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ الْمُعْصِرَاتِ سے پہلے السحاب موصوف محذوف ہے، لفظی ترجمہ ہوا

ایسے بادل جو نچرنے کے قریب ہوں اور نچرنے کے قریب وہی بادل ہوں گے جن میں پانی بھرا ہوا ہو، لہذا ترجمہ ہوا پانی بھرے بادل۔ الغرض مذکورہ تمام چیزوں سے ہمارا کمال قدرت ظاہر ہے تو پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے لہذا جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ کے بعد آخرت کا وجود ہوگا۔ (بلاشبہ وہ ایسا قادر ہے کہ کائنات کے پورے نظام کو چشم زدن میں درہم برہم کر سکتا ہے)

اختیاری مطالعہ

قولہ وانزلنا من المعصرات اس سے معلوم ہوا کہ بارش بادل سے نازل ہوتی ہے اور جن آیات میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے تو یا تو ان میں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے یعنی بادل، یا یہ کہا جائے کہ کسی وقت براہ راست آسمان سے بھی بارش آسکتی ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (معارف)

- تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ☆ کیسی زمین بنائی کیا آسماں بنایا
 پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرشِ خاکی ☆ اور سر پہ لاجوردی اک سائبان بنایا
 سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی ☆ کیا خوب چشمہ تونے اے مہرباں بنایا
 سورج بنا کے تونے رونق جہاں کو بخشی ☆ رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکان بنایا
 پیاسی زمیں کے منہ میں مینہ کا چوایا پانی ☆ اور بادلوں کو تونے مینہ کا نشاں بنایا
 ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی ☆ یہ کارخانہ تونے کب رائیگاں بنایا

لغات لَمْ يَجْعَلْ (ف) نفی، محمد بلم در فعل مضارع معروف جمع متکلم، جَعَلَ اللهُ الشَّيْءَ (ف) جَعَلًا: پیدا کرنا، بنانا، الْأَرْضُ، زَمِين (مؤنث سماعی ہے) جمع أَرْضُونَ، أَرْضِ، أَرْضُ، مِهَادًا، اسم بروزن فِعَالٌ، بچھونا، فرش، جمع مُهْدٌ وَأَمْهِدَةٌ، الْجِبَلُ، الْجِبَالُ، الجبل کی جمع، پہاڑ، أَوْتَادًا، وَتَدٌ وَتِدٌ، کی جمع، میخ، (تاء کا کسرہ زیادہ مشہور ہے) خَلَقْنَا، (ن) ماضی جمع متکلم، خَلَقَ الشَّيْءَ (ن) خَلَقًا، پیدا کرنا، زَوْجٌ، جمع، جوڑا (مراد مرد و عورت) نَوْمٌ، باب سَمْعٌ کا مصدر، بمعنی سونا، نام (س) نَوْمًا وَنِيَامًا: سونا سبنا، اسم بمعنی راحت و آرام۔ یعنی سبب سبت سے مشتق ہے جس کے معنی موٹنے اور قطع کرنے کے ہیں اور نیند چوں کہ تمام ہوموم و غموم کو قطع کر کے انسان کو راحت بخشی ہے اس لیے سبب کا ترجمہ بعض حضرات نے راحت سے بھی کیا ہے (معارف) اعراب القرآن و صرفہ پارہ ۱۹، میں لکھا ہے کہ سبب باب نصر کا مصدر ہے بمعنی کاٹنا۔

اللَّيْلُ، رات، اللَّيْلَةُ، ایک رات، جمع لَيْلَالٍ۔ لَيْبَاتًا، پوشاک جمعُ اللَّيْسَةِ، لَيْسَ الثَّوْبُ (س) لَيْبَاتًا: پہننا۔ النَّهَارُ، دن، جمع أَنَهَارٌ، وَنَهْرٌ۔ مَعَاشًا، مصدر مَعِيشَةٍ (سماں زندگی، روزی) یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا مضاف محذوف مانا جائے گا، اِی وَقْتًا مَعَاشٍ، (کمانی کرنے کا وقت) عَاشَ (ض) عَیْشًا وَعَیْشَةً وَمَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) بَنَيْنَا (ض) ماضی جمع متکلم، بَنَى، (ض) بِنَاءً وَبُنْيَانًا: بنانا،

تعمیر کرنا۔ فَوْقَ، ظریف مکان (ضد تحت) بلند و ارتفاع کے بیان کے لئے۔ سَبْعًا، ای سَبْعَ سَطْرَاتٍ، شِدَادًا: شَدِيدًا
وَشَدِيدَةً صفت مشبہ کی جمع، مضبوط و مستحکم، شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شَدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا۔ سِرَّاجًا، چراغ، مجازاً اس کا
استعمال سورج اور ہر روشن چیز کے لئے بھی ہوتا ہے جمعہ سُرُج۔ یہاں سورج مراد ہے۔ وَهَاجًا، (روشن) صفت مشبہ،
وقد يُقْصَدُ بِهِ الْمَبَالِغَةُ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) وَهَجَ الشَّمْسُ (ض) وَهَجًا: آفتاب روشن ہونا۔ أَنْزَلْنَا،
(افعال) ماضی جمع متکلم، أَنْزَلَ الشَّيْءَ انْزَالًا: اتارنا، نَزَلَ (ض) نَزُولًا: اترنا۔ الْمُعْصِرَاتِ، الْمُعْصِرَةُ کی جمع (لفظی
معنی ہے نچوڑنے والیاں یعنی بارش برسانے والے بادل) باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اور مجرد میں ہے عَصَرَ
الشَّيْءَ (ض) عَصْرًا: نچوڑنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) ماء اسم جامد پانی، جمعہ مِيَاءٌ، وَأَمْوَاءٌ۔ (در اصل مَوَّءٌ
تھا، قاعدہ نمبر ۷ سے تعلیل ہوئی پھر آخر کی ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا) تَصْغِيرُ مَوْنَةٍ نِسْبَتِ كَيْ لِي مَائِي وَمَائِي فَجَاءَ جَاءَ، اسم
مبالغہ (موسلا دھار برسنے والا) ثَجَّ الْمَاءُ (ض) ثَجُّوا: پانی کا بہنا، ثَجَّ الْمَاءُ (ن) بہانا۔ (لازم و متعدی) نُخْرِجُ
(افعال) مضارع جمع متکلم أخرج الشيء إخراجاً: نکالنا، نُخْرِجُ (ن) خُروجاً: نکلتا۔

حَبًّا اسم جامد دانہ، غلہ، جمعہ حَبُوبٌ (ایک دانہ کے لئے حَبَّةٌ استعمال ہوتا ہے) بَاتًا، گھاس، سبزی، جمع
نباتات نبت الزرع (ن) نَبْتًا وَنَبَاتًا: اُكْنَا جَعَلْنَا، جَنَّةٌ کی جمع، باغ (جَنٌّ کے مادہ میں سَثْر کے معنی پائے جاتے
ہیں ومنه الجِنُّ والجِنُونَ) الْفَأْفَاءُ (گنجان) قیل لا واحد له (۲) لِفٌّ کی جمع ہے جیسے سِرٌّ کی جمع اَسْرَارٌ یا لَفِيفٌ کی
جمع ہے (بمعنی ملفوف) جیسے شَرِيفٌ کی جمع اَشْرَافٌ (كلُّهُ من روح المعاني) لَفٌّ (ن) لَفًّا: گنجان ہونا۔

ترکیب اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا... ہمزہ حرف استفہام برائے انکاری (وانکار التثنی اثبات آئی جَعَلْنَا
الْاَرْضَ مِهْدًا وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ (ای حَقْلُ الْمُخَاطَبِ عَلَى الْاِقْرَارِ) تفسیر مظہری) ۱

لَمْ نَجْعَلِ فعل، ضمیر نَحْنُ مستتر فاعل الْاَرْضُ مفعول بہ اول مِهْدًا مفعول بہ ثانی (اگر جَعَلِ بجائے صَيَّرَ کے
بمعنی خَلَقَ ہو تو اب متعدی بدو مفعول نہ ہوگا بلکہ مِهْدًا حال ہوگا الْاَرْضُ سے، اور اب ترجمہ دوسرا ہوگا) وَالْجِبَالُ
اَوْ تَادًا، الْاَرْضُ مِهْدًا، پر عطف ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، بعد کی چند آیتیں یعنی
وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَبَنَيْنَا
فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَجَعَلْنَا سِرَّاجًا وَهَاجًا وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً فَجَاءَ جَاءَ، معطوفات، (وخلقناكم
ازواجاً میں ازواجاً حال ہے کُم ضمیر مفعول بہ سے اور ازواجاً بمعنی متجانسیں ہے یا بمعنی مُزْدَوِجِينَ ذَكَرْنَا
وانشئ۔ اور وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا میں، نَوْمَكُمْ، مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ اول، اور سُبَاتًا، مفعول بہ ثانی،

۱ بنینا میں زَعْنَا کے معنی کی تفسیر ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲ استفہام انکاری و ابطالی و غیرہ کی تعریف صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا میں اللَّيْلَ مفعول بہ اول، لِبَاسًا مفعول بہ ثانی، اسی طرح وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا میں النَّهَارَ مفعول بہ اول، مَعَاشًا مفعول بہ ثانی اور وَبَدَّيْنَا فَوْقَكُمْ السَّمَاءَ میں فَوْقَكُمْ مفعول بہ (و تقدیم الظرف علی المفعول للتشویق الیہ مع رعایة الفواصل) اور سَبَّحًا بِشَدَادًا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، اور وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا میں سِرَاجًا وَهَاجًا مرکب توصیفی ہو کر جَعَلْنَا بمعنی خَلَقْنَا کا مفعول بہ اور أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَبَّاجًا میں مِنَ الْمُعْصِرَاتِ متعلق أَنْزَلْنَا کے اور مَاءً ثَبَّاجًا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، اور لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا و وَجَنَّتِ الْأَفَاقُ میں لَام تَمَّ کے بعد أَنْ مقدر ہے اور جملہ بتاویل مفرد مجرور ہے اور جار مجرور متعلق ہے أَنْزَلْنَا کے بہ متعلق لِنُخْرِجَ کے، حَبًّا وَنَبَاتًا و وَجَنَّتِ الْأَفَاقُ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ نُخْرِجَ کا، اور الْأَفَاقُ صفت ہے جَنَّتِ کی، (ای بَسَاتِينَ مُلْتَقَاتًا) الغرض معطوف علیہ اول یعنی الْم نجعل الارض اپنے جملہ معطوفات سے مل کر جملہ متانفہ ہوا (ان سب جملوں کا کوئی محل اعراب نہیں ہے) (استیناف مسوق لیتحقیق النبأ ببعض الشواهد)

اہم قاعدہ: الْم نجعل الارض مہادًا والجبال اوتادًا میں الجبال کا الارض پر عطف ہے اور اوتادًا کا مہادًا پر، اور حرف عطف صرف ایک لایا گیا ہے چنانچہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعہ ایک عامل کے دو معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے۔ معنی الملیب ص: ۲۸۶ ج ۲۔

البلاغہ: قولہ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا، وجہ الشبہ السؤل لان کلاً من اللباس واللیل یسؤل الملتبس بہ۔ اس آیت میں تشبیہ بلوغ ہے، تفصیل در حاشیہ ۲

اختیاری مطالعہ

جَعَلَ کے تین استعمال ہیں (۱) افعال قلوب میں سے ہو، (۲) افعال شروع میں سے ہو، (۳) جَعَلَ بمعنی خَلَقَ و أَوْجَدَ ہو، جو جَعَلَ افعال قلوب میں سے ہو وہ دو معنی کے لیے آتا ہے: (۱) برائے رجحان: جیسے قول باری تعالیٰ: وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ آثَانًا۔ جَعَلُوا یہاں بمعنی اعتقدوا ہے، یہ جَعَلَ مبتدأ و خبر کو نصب دیتا ہے جو اس کے دو مفعول بہ ہوتے ہیں (۲) برائے

۱۔ یہ بھی درست ہے کہ مفعول بہ اول محذوف مانا جائے اور جَعَلْنَا بمعنی صَيَّرْنَا ہو آئی جَعَلْنَا الشمس سراجًا و ہاجًا۔

۲۔ تشبیہ کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں کسی غرض کے لئے اداۃ تشبیہ کے ذریعہ لائق کرنا، جس کو لائق کریں اس کو مشبہ کہتے ہیں اور جس کے ساتھ لائق کریں اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں جیسے زید کا لاسد اس میں زید مشبہ ہے اور لاسد (شیر) مشبہ بہ، اور وجہ تشبیہ یعنی وہ وصف جو دونوں میں مشترک ہے وہ شجاعت ہے اور اداۃ تشبیہ کاف ہے، اگر اداۃ تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کر دیا جائے جیسے زید لاسد تو اس کو تشبیہ بلوغ کہتے ہیں کیونکہ اس تشبیہ میں بلاغت زیادہ ہے، وجعلنا اللیل لباسا میں کاف حرف تشبیہ اور فی الستر (وجہ تشبیہ) دونوں کو حذف کر دیا، تشبیہ کے لئے عموماً کاف اور کان استعمال ہوتے ہیں جبکہ کان کی خبر اسم جامد ہو، اور اگر کان کی خبر فعل، ظرف، جار مجرور یا اسم شتق ہو تو کان شک کے لئے ہوگا، جیسے کانک فاہم (شاید کہ تو کجمدار ہے) حرف تشبیہ اور بھی ہیں مثلاً مثل شبنہ، نحی مماثلہ، مشابہہ وغیرہ، کبھی فعل بھی تشبیہ کا معنی دیتا ہے، جیسے وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ جَسَبْتُمْ أُلُوْلَاءَ مَنْشُورًا (جب تو ان ظلمان جنت کو دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا)

تصیر یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تحویل جیسے: فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْشُورًا یہ بھی متعدی بدو مفعول ہوگا اور جو جَعَلَ افعال شروع میں سے ہو وہ کماؤ کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اُن کے ہوتی ہے اور یہ نہ متعدی ہوتا ہے اور نہ دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے جیسے: جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ (زید کہنے لگا) اور جب جَعَلَ بمعنی خلق و او جَدَّ ہوا اس وقت متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ (المعجم)

تحقیق مفید قولہ معاشا: امام راغب فرماتے ہیں کہ عیش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیات سے انحصار ہے کیوں کہ حیات کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور ملائکہ سب کے لیے ہوتا ہے (لغات القرآن) قولہ من المعصرات: اِعْصَارٌ میں ہمزہ صینوت کا ہے اور صین کے معنی وقت کے ہیں یعنی فاعل کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا، لہذا معنی ہوئے نچڑنے کے وقت کو پہنچنا، (روح) بالفاظ دیگر نچڑنے کے قریب ہونا، اور نچڑنے کے قریب وہی ہوگا جو پانی سے بھرا ہوا ہولہذا ترجمہ کر دیا گیا ”پانی بھرے بادلوں سے“ و فی بیان القرآن المعصرات من اَعْصَرَ الْجَارِ تَبْدِئًا اِذَا دُنْتُ اَنْ تَحِيضَ یعنی وہ عورت جس کا حیض کا زمانہ قریب آ گیا ہو سَمِيَتْ السَّحَابُ بِذَلِكَ بِمَعْنَى حَانَ اَنْ تَحِيضَ۔

اِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿۱۹﴾ . يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ اَفْوَاجًا ﴿۲۰﴾ وَفُتِحَتْ

بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے • یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے • اور آسمان کھل جائے گا

السَّمَاءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَ سِيْرَتِ الْجِبَالِ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے • اور پہاڑ ٹھانڈے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے •

تشریح ما قبل میں دلائل قدرت اور قیامت کے ممکن ہونے کا بیان تھا، اب یہاں سے وقوع قیامت اور اس کے احوال کا ذکر ہے، یعنی قیامت صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ”اِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿۱۹﴾“ بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہم نے بیکار پیدا نہیں کیا کہ یوں ہی اس کو چھوڑ دیا جائے گا بلکہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کا ایک وقت معین ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اور جس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی، ”يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ اَفْوَاجًا ﴿۲۰﴾“ یہ یوم الفصل سے بدل ہے، یعنی وہ دن وہ ہے جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔ صور کو اردو میں نرسنگھا کہتے ہیں، یعنی سینگ کے مانند ایک چیز جس کو پھونک مار کر بجایا جائے یعنی اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے تو پہلی مرتبہ پھونک مارنے سے جس کو نوحہ اولیٰ کہتے ہیں سارا عالم فنا ہو جائے گا، اور پھر چالیس سال بعد جب دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے جس کو نوحہ ثانیہ کہتے ہیں سب زندہ ہو جائیں گے، یہاں اسی نوحہ ثانیہ کا ذکر ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی اس میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ رب العظیم کی بارگاہ میں یعنی میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے اور سب لوگ گروہ گروہ یعنی جماعت جماعت بن کر

آئیں گے، یعنی ہر امت جدا، پھر مومن جدا اور کافر جدا، نیک لوگ جدا اور گناہگار جدا اور اتنا بڑا ہجوم ہوگا کہ دنیا کے اندر آنکھوں نے کبھی اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا ہوگا، اللہ اکبر اس کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ ہوگا کہ ”وَفُتِحَتْ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا“ اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے، مطلب یہ ہے کہ آسمان جسے آج تک کسی نے نہ کھلتے دیکھا نہ بند ہوتے دیکھا مگر اس روز اتنا زیادہ کھل جائے گا اور پھٹ جائے گا جیسے بہت سے دروازے کھل کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے اور یہ کھلنا نزول ملائکہ کے لیے ہوگا۔ (بیان القرآن)

سوال: ابھی آسمان کھلا نہیں بلکہ آئندہ کھلے گا تو پھر فُتِحَتْ ماضی کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ جواب یہ ہے کہ آسمان کا کھلنا چوں کہ تحقیقی و یقینی بات ہے اور ماضی تحقق و وقوع پر دلالت کرتی ہے اس لیے ماضی کا صیغہ لایا گیا اور ترجمہ مستقبل ہی کا کیا جائے گا۔

فائدہ: فَكَانَتْ أَبْوَابًا ای ذابواب آسمان میں چوں کہ بکثرت دروازے ہو جائیں گے اس لیے بطور مبالغہ آسمان ہی کو ابواب قرار دے دیا گیا اور یہ کلام حقیقت پر محمول نہیں کہ یہ مطلب ہو کہ اسی دن آسمان میں دروازے بنیں گے بلکہ تشبیہ پر محمول ہے کہ گویا آسمان کھل جانے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوگا جیسے بہت سے دروازے بن گئے ہوں۔ لہذا اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اس دن دروازے ہونے کے کیا معنی۔

”وَسَيُوتِرُ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا“ اور پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے اور چلا دیئے جائیں گے، سو وہ نہایت مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سَرَاب اسم جامد ہے بمعنی چمکدار ریت یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو، یہاں مجازاً مقید بول کر مطلق مراد ہے یعنی چمکدار ریت بول کر مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن حاشیہ) لہذا جب ایسے ایسے احوال اور ہولناکیاں سامنے آنے والی ہیں تو اس بات کا یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کا دن آنے والا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید: یہاں جن واقعات کا ذکر ہے مثلاً لوگوں کا گروہ گروہ بن کر میدان قیامت میں آنا، اور آسمان کا کھلنا تو یہ نوحہ ثانیہ کے وقت ہوگا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا اور یہ حساب و کتاب شروع ہونے کا وقت ہوگا یہ وہ پھٹنا نہیں جو نوحہ اولیٰ کے وقت اس کو فنا کرنے کے لیے ہوگا، کیوں کہ نزول غم یعنی بدلی کا اترنا جس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، بعد نوحہ ثانیہ کے ہے جس وقت سب زمین و آسمان دوبارہ درست ہو چکے ہوں گے، اور رہا پہاڑ کا چلنا اور ہٹنا تو یہاں بھی اور جہاں جہاں بھی اس کا ذکر آیا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں یا تو نوحہ ثانیہ کے بعد کہ اگرچہ نوحہ اولیٰ سے سب چیزیں فنا ہو گئی تھیں مگر نوحہ ثانیہ کے بعد کل عالم اپنی ہیئت پر عود کر آئے گا لہذا پہاڑ بھی دوبارہ اپنی ہیئت پر آجائیں گے تو اب جب حساب کا وقت آئے گا تو پہاڑوں کو ہٹا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا

۱۔ صورتی شکل و صورت کیسی ہوگی اور اس میں پھونک کس طرح ماری جائے گی اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں اور ان تمام احوال سے واقف ہونا کوئی ضروری بھی نہیں ہے۔

تاکہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ نہ رہے سب ایک ہی میدان میں نظر آئیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہاڑ کا ہٹنا فتحِ اولیٰ کے وقت ہوگا جس سے خود فنا کرنا مقصود بالذات ہوگا۔ واللہ اعلم (بیان القرآن پارہ ۱۹، آیت: ۳۰)

لغات یَوْمَ، دن جمع ایام، الْفَضْلُ، بمعنی فیصلہ، مصدر، فَصَلَ الشَّيْءَ (ض) فَضْلًا جھکڑوں کا فیصلہ کرنا، تَمَانٌ، فعل ناقص واحد مذکر غائب، كَانَ الشَّيْءُ (ن) كَوْنًا وَ كَيْفِيَّةً: وجود میں آنا، ہونا، واقع ہونا، مِيقَاتًا، بروزن اسم آلہ، مگر یہاں برائے ظرف زمان ہے (کسی کام کا معین وقت) جمع مَوَاقِيتُ، وَقَّتْ (ض) وَقَّتًا: کسی کام کا مقررہ وقت پر کرنا۔ يُنْفَعُ (ن) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَفَعَ (ن) نَفْعًا: منہ سے پھونک مارنا۔

الصُّور، ترتیبی ہیئت کی مجوف شے جس میں حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے، صور کو اردو میں نرسنگھا کہتے ہیں۔ جمع أَصْوَارٌ - تَأْتُونَ (ض) مضارع جمع مذکر حاضر، آئی، (ض) اِثْبَانًا وَ اِثْبَاتًا: اَنَا أَفْوَاجًا، فَوْجٌ کی جمع، (گروہ، جماعت) جمع الجمع أَفْوَجٌ وَ أَفْوِجٌ - فُتِحَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فَتَحَ (ف) فَتْحًا: کھولنا۔ السَّمَاءُ آسَمَانٌ، جمع سَمَوَاتٍ - (در اصل سَمَاؤُتھا، الف ساکنہ کے بعد واو کنارہ میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل گئی) أَبْوَابًا، بَابٌ کی جمع، دروازہ۔ سَيَّرَتْ، (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی چلانا، اور سَارَ (ض) سَيَّرًا: چلنا۔ الْجِبَالُ، الْجَبَلُ کی جمع، پہاڑ۔ سَرَّابًا، اسم جامد بمعنی چمکدار ریت (یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو) مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن) ۱

البلاغۃ: قوله فُتِحَتْ، ماضی کا صیغہ تحقق پر دلالت کرنے کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ (باقی تفصیل حاشیہ ۱ میں)

ترکیب اِنَّ يَوْمَ الْفَضْلِ كَانَ مِيقَاتًا..... اِنَّ حَرْفِ مِشْبَهٍ بِالْفِعْلِ، يَوْمَ الْفَضْلِ مَرْكَبٌ اِضَافِيٌّ هُوَ كَرِئْتِ الْاِسْمِ، كَانَ مِيقَاتًا، جملہ ہو کر حرفِ مشبہ بالفعال کی خبر، (فی محل رفع) يَوْمَ يُنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَاتُونَ اَفْوَاجًا..... (يَوْمَ الْفَضْلِ) سے بدل ہے مگر پہلے ضمنی ترکیب ملاحظہ فرمائیں۔ يَوْمَ مِضَافٌ يَنْفَعُ فِعْلٌ مَجْهُولٌ، فِي الصُّورِ جَارٌ مَجْرورٌ يَنْفَعُ كَيْفِيَّةً لِنِزَالِهِ بِمَنْزِلَةِ نَائِبِ فَاعِلٍ (وَالنَّاسُ اسْرَافِيْلُ) فِعْلٌ اِسْمٌ نَائِبٌ فَاعِلٌ سَلَّطَ عَلَيْهِ، (فِي مَحَلِّ جَزْءٍ) فَاَعَاظُهُ، تَأْتُونَ

۱۔ سراب کے لفظی معنی ذہاب یعنی چلے جانے کے ہیں جنگل کا وہ ریت جو دور سے چمکتا ہو پانی کی طرح نظر آتا ہے اسکو بھی اسی مناسبت سے سراب

کہتے ہیں۔ کہ وہ قریب پہنچنے ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے والمراد بہنہنا صارت بالجبال شیئنا لاحتیقا لہا لتفتت اجزائہا (مظہری)

۲۔ نکتہ: کبھی کلام کو ظاہر کے تقاضے کے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شے کے وقوع اور تحقق کو عینی طور سے بتلانے کے

لئے بجائے مضارع کے ماضی کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی نیک فالی کی غرض سے بجائے مضارع کے ماضی استعمال کرتے ہیں، جیسے اِنْ شَفَاكَ اللهُ الْيَوْمَ

تذہب معنی غذا (اگر اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو شفا دیدی تو آپ کل میرے ساتھ چلیں گے، دیکھئے یہاں ماضی کے بجائے شفا کو استعمال ہوا، اور مقصد نیک

قال لیتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے شفا دے ہی دی، اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں، کبھی اس غرض سے کہ سامع کے ذہن میں کسی عجیب

وغریب منظر کی تصویر کشی اور عکاسی کرنا ہوتی ہے، جیسے واللہ الذی أرسل الریح فتشیر سبحاناً، آئی فائنا رث (اور اللہ ایسا ہے جس نے ہوائیں چلائی، پھر

وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع لانے کی غرض اوقات ماضیہ میں استمرار کو بتلانا ہوتی ہے، جیسے اللہ کا قول لَوِ يُطِيعُكُمْ فِي كَيْدِهِمْ

الامر لعينهم (اگر وہ رسول بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی معرت پہنچے)

أَفْوَا جَا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) (اور أفوا جَا حال ہے تائون کی ضمیر فاعل سے، بمعنی مُقْتَحِمِينَ اِقْتِحَام (افتعال) ہجوم کرنا) وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا..... واو، عاطفہ فُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ ہو کر پھر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر) (کانٹ کے اندر ضمیر اسم، اور أَبْوَابًا خبر، اور أَبْوَابًا کا حمل مبالغہ ہے یا پھر تقدیر عبارت ذَا أَبْوَابٍ ہے اور فَكَانَتْ كَا فَتَعْقِيبِهِ ہے) وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا..... واو عاطفہ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا معطوف و معطوف علیہ ہو کر پھر ماقبل کے لئے معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر يُنْفَخُ پر عطف اور وہ يَوْمَہ کا مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی يَوْمَہ الفصل سے بدل ہے اور وہ اسْمِ اِنِّ، اِنِّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (جلالین میں ہے اِنَّہ کلام مستانف و واقع فی جواب سوال مقدر تقدیرہ ما وقت البعث فقال اِنَّ يَوْمَ الفصل الخ وَاَنَّہُ بَانَ لِتَرْدِّدِ الْكُفَّارِ فِيہ (جلالین حاشیہ)

فائدہ فا کی چند قسمیں حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق و تفسیر قولہ: وفتحت السماء الخ وہ سماء جوز میں کا مقابل ہے مؤنث ہے وقد ید کرو استعمال للواحد والجمع لقولہ تعالیٰ ثم استوی الی السماء فسوھن، وقال السماء منفطرة اور وہ سماء جس کے معنی بارش کے ہیں مذکر ہے، جمع أشمیتہ (المجم)

تحقیق و تفسیر یوم ینفخ فی الصور میں فی الصور جار مجرور کو نائب فاعل بنایا گیا تو یاد رکھئے کہ کبھی جار مجرور نائب فاعل بن جاتا ہے، لیکن اب متعلق نہیں کیا جائے گا اسی طرح جار مجرور کبھی فاعل بھی بنتا ہے جیسے: کفی باللہ میں باللہ۔ ما اصاب من مصیبة. میں من مصیبة.

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۱۱ لِّلطَّٰغِیْنَ مَآبًا ۱۲ لِّبِئْسَ فِیہَا أَحْقَابًا ۱۳ لَا یَذُوقُونَ

بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے • سرکشوں کا ٹھکانا • جس میں وہ بے انتہاء زمانوں رہیں گے • اس میں نہ وہ کسی

فِیہَا بَرْدًا ۱۴ وَلَا شَرَابًا ۱۵ إِلَّا حَمِیْمًا ۱۶ وَغَسَّاقًا ۱۷

ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا • بجز گرم پانی اور پیپ کے •

۱ قولہ فتانوں، یہ فاصیہ بھی ہو سکتا ہے آئی فتحیون فتبعثون من قبور کم فتاتون أفواجا (روح المعانی)
فائدہ: فا کی تین قسمیں ہیں (۱) فا عاطفہ (۲) فا رابطہ (۳) فا زائدہ۔

فاء عاطفہ: تین چیزوں کا فائدہ دیتی ہے، نمبر ایک ترتیب کا ترتیب معنوی ہو جیسے قام زید فعمرو یا ترتیب ذکری ہو اور وہ مفصل کا مجمل پر عطف کرنا ہے جیسے تو صاف غسل و جہنم و دیدہ و مستح راستہ و رجائیہ نہر و تعقیب کا فائدہ دیتی ہے یعنی فاء کے مابعد کا تحقق ماقبل کے بعد محصل ہے جیسے دَخَلْتُ الْبَصْرَةَ فَبغداد اور ہر چیز میں تعقیب اسی کے اعتبار سے ہوگی لہذا تزوج زید فولدہ میں فاتھیہ ہے نمبر تین فاقبھی سبب کا فائدہ دیتی ہے وذلک غالب فی العاطفہ جملة اوصاف جیسے "فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه" لا کلون من شجر من زقوم فعاتون منها البطون فشاربون عليه من الحمیم وقد تجیش فی ذلک لمجرد الترتیب جیسے فراع غالی اهل فجاء بمجمل مسین فقترت الیہم فاء رابطہ تا ان تکون ذابطة للذباب، یعنی جو شرط کے جواب میں ہو، خواہ جواب جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ۔

فاء زائدہ: کبھی فاء زائدہ ہوتی ہے آئی دخولہا فی الکلام کخروجہا جیسے أخوک فوجدتہ۔ (فاکبھی اسعیانہ، تعلیمیہ، فصیحی، اور تفریحی بھی ہوتی ہے)

تشریح ماقبل میں یوم الفصل کا ذکر تھا اب یہاں سے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۱۱﴾“ بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے مرصاد بروزن مفعول اسم ظرف مکان ہے بمعنی ”گھات کی جگہ“ یعنی جہنم کے بل پر جو عذاب کے فرشتے مقرر ہیں وہ انتظار اور گھات میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب دینے لگیں۔ ”لِلطَّاغِثِينَ مَا بَأْسًا ﴿۱۲﴾“ سرکشوں کا ٹھکانا (للطاغیثین، ما بَأْسًا، کا متعلق مقدم ہے اور ما بَأْسًا، کانت کی خبر ثانی ہے، مطلب یہ ہے کہ دوزخ گھات کی جگہ ہے اور سرکشوں کا ٹھکانا ہے، طاغی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سرکش اور نافرمانی میں حد سے گذر جائے اور یہ جبری ہو سکتا ہے جب کہ وہ ایمان سے نکل جائے اس لیے طاغیثین سے مراد یہاں کفار ہوں گے (معارف) ”لِبِئْسَ مَا آخَرُ ﴿۱۳﴾“ جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے (لابئسین الخ حال ہے ماقبل الطاغیثین کی ضمیر سے، اور آخراً، حُقْبٌ وَحُقْبٌ کی جمع ہے جس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک حُقْب چالیس سال کا ہوتا ہے، بعض نے کہا ستر سال کا، بعض نے کہا اسی سال کا، بعض نے کہا ستر ہزار سال کا، بعض نے کہا کہ حُقْب زمان غیر محدود کو کہتے ہیں یعنی بے انتہا زمانہ کو (روح) مطلب یہ ہے کہ زمانوں پر زمانے گزرتے چلے جائیں گے، مگر ان کافروں، سرکشوں کی مصیبت کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔

اعتراض: حُقْب کی مقدار ستر سال ہو یا اسی یا کم و بیش اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت طویلہ کے بعد کفار جہنم سے نکل جائیں گے حالاں کہ یہ قرآن کی دوسری واضح آیتوں کے خلاف ہے مثلاً قرآن میں ہے تَحَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، وفى العذاب هم خالدون۔

جواب: بہت سے محققین و مفسرین نے حُقْب کے معنی زمان غیر محدود مراد لیے ہیں یعنی ایسا زمانہ جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو، لہذا آیت کے اندر کفار کے جہنم سے نکلنے اور عدم خلود پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ نیز آخراً کو جمع کے ساتھ استعمال کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جہنم کفار کے لیے شروع ہو کر پھر کبھی ختم نہ ہوگا۔

”لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿۱۴﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿۱۵﴾“ اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے (بَرْدًا کے معنی ہے ٹھنڈک یعنی ایسی چیز جس سے کلیجے کو ٹھنڈک و راحت میسر ہو، لہذا اس سے زمہریر کی نفی نہیں ہوتی یعنی جہنم کا وہ حصہ جس میں بہت سرد ہواؤں کے ذریعہ ٹھنڈک اور جاڑے کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اور شراب بمعنی مشروب ہے یعنی پینے کی چیز، مطلب یہ ہے کہ جہنم کے

۱۔ جہنم کے بل پر ثواب کے فرشتے بھی انتظار کرتے ہیں اور وہ اہل جنت کو ان کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں، اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ دوزخ سب لوگوں کی گزرگاہ ہوگی جیسا کہ دوسری آیت ہے وَأَنْ يَذُوقُوا الْعَذَابَ۔

۲۔ آہوار کے بارے میں فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْوَدُوا الْأَرْضَ الْمَعْرُوفَةَ إِلَّا زَاهِدِينَ فِيهَا وَأَنْ تَرْوَدُوا إِلَّا عَابِدِينَ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ جاڑا

اندر جہنیوں کو پینے کی ایسی کوئی خوشگوار چیز نہیں ملے گی جو پیاس بجھائے ہاں حمیم و غساق پینا پڑے گا۔ حمیم کے معنی ہے کھولتا ہوا گرم پانی جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو، اور غساق کے معنی ہے جہنمی لوگوں کے بدن سے بننے والا خون پیپ، حال یہ ہوگا کہ حمیم کے بے انتہا گرم اور غساق کے نہایت بدبودار ہونے کی وجہ سے جہنمی لوگ اس کو پینا نہیں چاہیں گے مگر فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے، جس وقت اس گرم پانی کو منہ کے قریب کریں گے تو شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی، پھر وہ منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت و کراہت سے ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتارے گا۔ اور جوں ہی وہ پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر استنجے کی راہ سے باہر آ جائیں گی، کما فی قولہ تعالیٰ: **وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَہُمْ۔**

لغات جہنم، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بر بنائے علمیت و تانیث غیر منصرف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل فارسی لفظ تھا یعنی جہنم معرب کر لیا گیا۔ (بجم) (ابن جریج سے مروی ہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں، جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ) **مِرْصَادًا** اسم ظرف مکان، گھات کی جگہ، مفعول کا وزن جس طرح اسم آلہ کے لئے آتا ہے اسی طرح اسم ظرف کے لئے بھی آتا ہے جیسے **مِضْمَارًا** (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو دوڑ کے لئے سداھا جائے) **رَضَدًا** (ن) **رَضَدًا** و **رَضَدًا**: گھات میں بیٹھنا۔ **الطَّغْيُونُ** (ف) اسم فاعل جمع مذکر الطاغی کی جمع (سرکش) **طَغْيِي** **يَطْغِي** (ف) **طَغْيِيًا** و **طَغْيِيَاتًا**: ظلم اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانا۔ **مَأْتًا** اسم ظرف، لوٹنے کی جگہ یعنی ٹھکانا، جمع **مَأْوِب**، دراصل **مَأْوِبٌ** ہے، واو کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دی اور چونکہ واو دراصل متحرک تھا اور ما قبل اب مفتوح ہے اس لئے واو کو الف سے بدل دیا، آب (ن) **أَوْتًا** و **مَأْتًا** و **إِيَابًا**: لوٹنا، (مہوز الفاء و اجوف واوی ہے) **الْبَيْتُونُ** (س) اسم فاعل جمع مذکر، **لَيْبَتٌ** (س) **لَيْبَتًا** و **لَيْبَاتًا**: ٹھہرنا، (فیہا کی ضمیر کا مرجع جہنم ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے) **أَخْقَابًا**: خُفَّتْ (بضم تین) و **خُفَّتْ** کی جمع، بے انتہاء زمانے (بیان القرآن) **لَا يَذُوقُونَ** وہ نہیں چکھیں گے، (ن) **مِضَارِعٌ** منفی جمع مذکر غائب، **ذَاقَ** (ن) **ذَاقًا**، و **مَذَاقًا**: چکھنا۔ **بَرْدًا**، اسم بمعنی ٹھنڈک، مراد راحت (بیان القرآن) **لَا شَرَابًا** میں لا زائدہ ہے، حروف زیادت آٹھ ہیں: یعنی جن کو کلام کے اندر زینت کے لئے لایا جاتا ہے، وہ یہ ہیں **إِنْ** **أَنْ** **مَا** **لَا** **مِنْ** **ك** **بَل** واضح رہے کہ **لَا** تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) واو عاطفہ کے بعد، جب کہ وہ نفی کے بعد آیا ہو جیسے آیت مذکورہ میں، (۲) **أَنْ** مصدریہ کے بعد جیسے **مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ؟** (۳) قسم سے پہلے جیسے **لَا أَقْسَمُ بِهَذَا الْبَلَدِ**۔ مزید تفصیل **اختیاری مطالعہ میں شہر آہا**، بمعنی مشروب، پینے کی چیز، شربت، شراب وغیرہ، جمع **أَشْرِبَتُهُ**، شربت (س) **أَشْرِبَتًا** و **مَشْرِبَاتًا**: پینا۔ **إِلَّا** چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے استثناء (۲) برائے حصر، جب کہ نفی کے بعد استثناء ہو، اور اس کے بعد اعراب حسب استعمال ہوتا ہے، (۳) اسمیہ بمعنی غیر جب کہ موصوف جمع منکر ہو یا مشابہ جمع منکر ہو جیسے **لَوْ كَانَ فِيہِمَا**

۱۔ قولہ **مِرْصَادًا**، جاز آن یكون صیغۃ مبالغۃ، ای ہر راصدۃ للكافرين بمعنی خطر، گماتی (روح المعانی، قاسم)

۲۔ **بَرْدًا** (ن) **بَرْدًا** و **بَرْدًا** (ک) **بَرْدًا** ٹھنڈا ہونا۔

آلہٗ الا اللہ لفسدتا اور مشابہ جمع منکر کی مثال میں معنی اللیب کے اندر ص ۷۲ پر ایک شعر مذکور ہے اس میں لفظ الاصوات کو پیش کیا ہے وقال فَاِنَّ تعريف "الاصوات" تعريف الجنس (۴) اِنْ اور لا سے مرکب جب کہ اس کے بعد فعل مضارع مجزوم ہو جیسے الاتنصروه فقدنصره اللہ (المعجم المفصل) معنی اللیب میں ہے کہ الا کو فیوں کے یہاں حرف عطف ہے بمنزلہ لا کے اور بعض کے یہاں الا زائدہ بھی ہوتا ہے۔ حَمِيمًا، صفت مشبہ (قاموس القرآن) کھولتا ہوا گرم پانی، جمع حَمَانِم، حَمَّ الماء ونحوہ (ن) حَمًا: پانی وغیرہ گرم کرنا حَمَّ الماء ونحوہ، (س) حَمَمًا: پانی وغیرہ گرم ہونا۔ غَسَاقًا، اسم بمعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا پیپ۔ وقيل الحميم بحرق بحرہ والغساق بحرق ببرد ۴۔

ترکیب اِنْ جَهْتَمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاعِنِينَ مَا بَالُ الْبِئْسَ فِيهَا أَحْقَابًا... اِنْ حرف مشبہ بالفعل جَهْتَمَ اسم اِنْ، كَانَتْ فعل ناقص ضمير مستتر اس کا اسم، مِرْصَادًا خبر اول، لِلطَّاعِنِينَ متعلق مقدم ما بَالُ کے اور وہ كَانَتْ کی خبر ثانی (روح المعانی) لا بئس فيها أحقابًا، الطاعنين کی ضمیر سے حال مقدرہ (فِيهَا متعلق لا بئس کے اور أحقابًا ظرف لا بئس کا) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، (فی محل رفع) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا، (لا محل لها) (کلام مستأنف مسوق للشروع فی وصف أحوال جهنم) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا..... لَا يَذُوقُونَ فعل، واو ضمير فاعل فِيهَا متعلق بَرْدًا وَلَا شَرَابًا مرکب عطفی مفعول بہ، (اور لا اس کے اندر زائدہ ہے برائے تاکید فی) إِلَّا اداة حصر لہ حميمًا و غساقًا، معطوف و معطوف علیہ ہو کر شرابا سے بدل یا مستثنیٰ منقطع، پھر یہ مکمل جملہ، جملہ متانفہ۔ (جلالین، روح المعانی) ۳

۱۔ قولہ لِلطَّاعِنِينَ، کائنات کے متعلق ہو کر ما بَالُ سے حال بھی ہو سکتا ہے، وقتہ لکنہ ذکرہ نیز کائنات کے متعلق ہو کر مِرْصَادًا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور مِرْصَادًا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ نکتہ: حصر کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے منحصر کرنا، جیسے ما فہمہ الا زیدہ (مرف زید ہی سمجھا) اس مثال میں ایک مخصوص طریقہ یعنی ما اور الا کے ذریعہ تصر کیا گیا ہے تصر کی دو قسمیں ہیں، (۱) تصر حقیقی (۲) تصر اضافی، تصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ حقیقت حال کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو، جیسے لا کاتب فی المدینۃ الا علی اس شہر میں سوائے علی کے کوئی کاتب نہیں، (یہ جب درست ہوگا جب کہ حقیقت حال ایسی ہی ہو) اور تصر اضافی وہ ہے کہ جس میں ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ کسی معین چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کیا ہو جیسے ما علی الا قائم، علی تو کھڑا ہی ہے، اس میں صفت قیام کو صفت قعود کی نسبت خاص کیا گیا ہے، علی سے دیگر تمام صفات کی نفی مقصود نہیں ہے، مزید تفصیل دروس البلاغہ میں۔

۳۔ لا یذوقون الخ یہ أحقابا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور لا بئس کی ضمیر سے حال متداخلہ بھی، اور حمیمًا و غساقًا متشبیٰ متصل بھی مانا جا سکتا ہے ولا شرابا کے عموم سے، والا حسن آتہ بدل من شرابا (جلالین) اور غساقا کے حمیمًا سے مؤخر ہونے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔

نکتہ: حال کی دو قسمیں ہیں: محققہ و مقدرہ۔ حال مقدرہ وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک نہ ہو جیسے فادخلوها حال الدین کہ بوقت دخول غلودنا ممکن ہے۔ حال محققہ وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک ہو، اس کی سات قسمیں ہیں، حال منتقلہ یعنی جو اپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے، حال موقوفہ وہ حال ہے جو اکثر اوقات ذوالحال سے جدا نہ ہو جیسے زید ابوک عطوفًا۔ حال ماضیہ وہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کفی ہادئہ شہیدًا۔ حال متداخلہ وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے واقع ہو جیسے جائی زید را کبنا ضاحکًا (ضاحکا حال ہے را کبنا کی ضمیر سے) حال متواہفہ ایک ذوالحال سے چند حال آجائیں جیسے جائی زید را کبنا ضاحکًا۔ حال مطلوبہ جس کے ذوالحال کی طلب مقصود ہو جیسے یازید ضاحکًا۔ حال معنوی وہ حال ہے جس کا ذوالحال معنوی ہو جیسے ہذا زید قائمًا) "مشکل ترکیبوں کا حل" ص ۲۸۱

اختیاری مطالعہ

تحقیق منبیلہ لا کی تین قسمیں ہیں: **پہلی قسم:** لا کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ نافیہ ہو اور نافیہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) لائے نلی جنس، یہ ان جیسا عمل کرتا ہے، مگر یہ صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، نیز اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہوتی، اگرچہ ظرف و جار مجرور ہی کیوں نہ ہو، نیز اس کی خبر عموماً محذوف رہتی ہے۔ (۲) لامشابه بلیس۔ (۳) لاماعطفہ، اور اس کی تین شرطیں ہیں، شرط اول یہ ہے کہ اس سے پہلے اثبات ہو جیسے جاء زید لامعرو۔ شرط ثانی یہ ہے کہ یہ حرف عطف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے جاء نسی زید لابل معرو۔ پس اس میں حرف عطف بل ہوگا۔ شرط ثالث یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ دونوں معاند ہوں یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دوسرے پر صادق آجائے جیسے جاء نسی رجل لازید، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔ (۴) لاجوابیہ، جو نعم کے برخلاف ہوتا ہے اس کے بعد جملہ اکثر محذوف رہتا ہے جیسے کوئی کہے آجاء ک زید، جواب میں کہا جائے۔ لای لم یجنى۔ (۵) وہ لاجوز مذکورہ اقسام کے علاوہ ہو، لہذا لا کے بعد اگر جملہ اسمیہ ہو تو خواہ اس کا شروع معرف ہو جیسے: لا الشمس یبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار یا نکرہ ہو، یا فعل ماضی ہو لفظاً یا تقدیراً، اس میں یہ لا عمل نہیں کرے گا، اور تکرار واجب ہوگا۔ نکرہ کی مثال لافیہا غولٌ ولا ہم عنہا ینزفون فعل ماضی کی مثال فلا صدق ولا صلی اسی طرح اگر مفرد پر بھی داخل ہوگا خواہ وہ مفرد خبر ہو یا صفت ہو یا حال ہو تکرار واجب ہوگا جیسے: زیدٌ لا شاعر، ولا کاتب اور اگر مضارع پر داخل ہوگا تو تکرار واجب نہ ہوگا۔

دوسری قسم: لا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ طلب ترک کے لیے موضوع ہو، اس کا دخول مضارع پر ہوگا اور وہ مضارع مجزوم ہوگا اور معنی مستقبل کے ہوں گے، خواہ طلب مخاطب سے ہو یا غائب سے یا متکلم سے جیسے یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔

تیسری قسم: لا کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ زائدہ ہو اور اس کے تین مقامات ہیں جو تحت اللغات آچکے ہیں۔

جَزَاءً وَّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ کَانُوْا لَا یَزُجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَ کَذَّبُوْا بِآیَاتِنَا کِذَّابًا ۝

• پورا بدلہ ملے گا • وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے • اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے •

وَكُلُّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ کِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نِّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝

• اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے • سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے •

تشریح: ما قبل میں کفار کے جہنم رسید ہونے اور وہاں کی کچھ سزاؤں کا ذکر تھا، اب یہاں سے یہ فرما رہے ہیں کہ کفار کو جہنم کے اندر جو سزا دی جائے گی وہ بغیر کسی کمی و زیادتی کے ان کے عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کا پورا پورا بدلہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر رتی برابر ظلم نہیں کرتے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”جَزَاءً وَّفَاقًا“ یہ (ان کو) پورا بدلہ ملے گا یعنی ایسا بدلہ جو ان کے اعمال کے موافق ہوگا، وَّفَاقًا مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اٰی مَوَافِقًا لِاَعْمَالِهِمْ کسی نے سچ کہا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھسرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ ☆ جنت دوزخ حق پر ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں: "إِنبُئْهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا" وہ لوگ حساب یعنی قیامت کا اندیشہ نہ رکھتے تھے۔ "وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا" اور وہ لوگ ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو یوں ہی بیکار اور ضائع کر دیا، "وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا" اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے یعنی ہم نے ان کے اعمال میں سے ہر چھوٹی بڑی چیز کو ان کے نامہ اعمال میں لکھ کر ضبط و محفوظ کر رکھا ہے، "فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا" سو ان اعمال پر ان کو مطلع کر کے کہا جائے گا کہ اب ان اعمال کا مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے یعنی جس طرح تم تکذیب و انکار میں بڑھتے ہی چلے گئے اسی طرح ہم بھی تمہارے اوپر عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے، (یہاں صیغہ امر برائے اہانت و تحقیر ہے، (روح) یارب میری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

لغات جزاء مصدر، جزئی (ض) جزاء: بدلہ دینا۔ وفاقاً مصدر از مفاعلت، بمعنی اسم فاعل، وفاق الشيء موافقہ و وفاقاً: موافق و مطابق ہونا، وفاق (حسب) وفاقاً: موافق ہونا۔ لا یَرْجُونَ مضارع جمع مذکر غائب، رَجَا (ن) رَجَاءً: امید رکھنا، اندیشہ رکھنا، (اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر واو بعد ضمہ واقع ہو، اور اس کے بعد واو ہو، یا یاء بعد کسرہ واقع ہو اور اس کے بعد یاء ہو تو یہ واو اور یاء ساکن ہو جاتی ہے اور پھر بوجہ اجتماع ساکنین گر جاتی ہے) حَسَابًا بمعنی حساب و محاسبہ، مصدر از باب نَصَرَ، حَسَبَ (ن) حَسَابًا و حُسْبَانًا: حساب کرنا، شمار کرنا، قرآن میں ہے و کُفِيَ بِنَا حَاسِبِينَ باب مفاعلت سے ماننا بھی درست ہے قرآن میں ہے فَحَاسِبُنَا حَسَابًا شَدِيدًا (باب مَح و حَسِب و كُوم سے دوسرے معنی آتے ہیں) كَذَّبُوا (تفعیل) ماضی جمع مذکر غائب، كَذَّبَ بِالْأَمْرِ تَكْذِيبًا و كِذَابًا: کسی بات کا انکار کرنا، كَذَّبَ (ض) كِذْبًا و كِذَابًا: جھوٹ بولنا، آیات و احادیث، آیت، حکم، نشانی، كِذَابًا: باب تفعیل کا مصدر شعی باب فتح کا مصدر، حاصل مصدر کے معنی میں مستعمل ہے، بالفاظ دیگر ہر وہ چیز جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ (عرب القرآن مصدر) أَحْصَيْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، أَحْصَى الشَّيْءَ إِحْصَاءً: شمار کرنا، محفوظ کرنا، مادہ حَضَى، حَضَى (ض) حَضِيًّا: کنکری مارنا۔ كِتَابًا مصدر از نَصَرَ، كَتَبَ (ن) كَتَبًا و كِتَابًا و كِتَابَةً: لکھنا۔ ذُوقُوا (ن) امر جمع مذکر حاضر، ذَاقَ (ن) ذُوقًا و مَذَاقًا، چکھنا، (اس میں قولوا کی طرح تعلیل ہوئی ہے) لَنْ نَزِيدَ (ض) نفی تاکید بن در فعل مضارع، جمع متکلم، زَادَ الشَّيْءَ (ض) زَيْدًا و زِيَادَةً و مَزِيدًا: زیادہ کرنا، زَادَ الشَّيْءَ: زیادہ ہونا (لازم و متعدی) (نَزِيدَ میں قاعدہ نمبر ۸ جاری ہوا ہے) عَذَابًا تعذیب (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، ذُكِّهِمْ و غیرہ، جمع أَعْذَبَهُ

ترکیب جَزَاءً وفاقاً... مرکب توصیفی ہو کر فعل محذوف یُجْزَوْنَ کا مفعول مطلق اور پھر جملہ مستانفہ (لا محل لہا) (وفاقاً، مصدر یا تو بمعنی اسم فاعل ہے آی مؤافقاً لا عمالہم، یا بتقدیر مضاف صفت ہے آی ذوا وفاق، أو حیل سناء ل کتاب کا لفظ جو مروج ہے یعنی بمعنی رسالہ وہ بروزن لعال ہے بمعنی مفعول "لکھا ہوا"۔

على المبالغة) اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا..... (هذه الجملة تعليل لقوله جزاء) اِنَّ حرف مشبه بالفعل، هُمْ ضمير اسم ان، كَانُوا فعل ناقص مع اسم، (لا يَرْجُونَ حِسَابًا، جملة ہو کر خبر (محل نصب میں) فعل ناقص مع اسم و خبر کے جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل رفع میں) و كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا..... جملہ ہو کر معطوف (محل رفع میں) (كِذَابًا مفعول مطلق) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبه بالفعل کی خبر، اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہو کر معطوف علیہ، و كُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا... وَاَوْعَظُهُمْ كُلًّا شَيْعٍ مَا اضْمُرُ عَامِلُهُ عَلَى شَرْيْطَةِ التَّفْسِيرِ سے ہے اور مفعول بہ ہے فعل محذوف أَحْصَيْنَاهُ، (لا محل لها من الاعراب) اور أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا اس کی تفسیر (ضمیر منصوب متصل مفعول بہ کِتَابًا، مکتوبًا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر أَحْصَيْنَاهُ کی ضمیر مفعول سے حال) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا پر معطوف فذوقوا فلن نزيدكم الا عذابا..... فا تعلیلیہ (مستبب عن كفرهم بالحساب و تكذيبهم بالآيات ذوقوا، فعل، و اَوْضَمِيرُ فَاعِلٌ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ (اعراب القرآن) لن نزيدكم الا عذابا جملہ ہو کر معطوف، (كم مفعول بہ لن نزيدكم، الآداة حصر، عذابا مفعول بہ ثانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یہ جملہ، ما قبل اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا کا مستبب ہے تدریس قرآن اور بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فذوقوا سے پہلے یقال محذوف نکالا جائے گا اور جملہ ذوقوا الخ اس کا نائب فاعل ہوگا ای فیقال لهم فی الآخرة عند وقوع العذاب عليهم ذوقوا) (جلا لیں) (فحذف القول وانتقلت الفاء الى المقول، معنی اللیب: ص ۵۶)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝۳۱ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝۳۲ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝۳۳ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝۳۴

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے • یعنی باغ اور انور • اور نوحاستہ ہم عمر عورتیں • اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب •

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَابًا ۝۳۵

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیل کے اور نہ جھوٹ •

۱۔ قولہ وکل شیء احصیناہ کتبا، کتبا کو بعض نے مفعول مطلق ماننا بھی صحیح قرار دیا ہے لآن الاحصاء والكتابة يشتركان في معنى الضبط، اُولَئِكَ أَحْصَيْنَاهُ بِمَعْنَى كِتَابَاهُ، اَوْ كِتَابًا بِمَعْنَى إِحْصَاءٍ: (جلا لیں) بعض نے وکل شیء الخ کو سبب و مسبب کے درمیان جملہ مترضہ مانا ہے سبب ہے انہم کاناو لایرجون حسابا اور مسبب ہے فذوقوا (اعراب القرآن) (ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر، یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر ما بعد فعل یا شبہ فعل کر رہا ہو۔

۲۔ قولہ فذوقوا الخ بعض نے کہا کہ یہ قاجریہ ہے اِن كَذَّبْتُمْ فِي الدُّنْيَا فذوقوا العذاب فی الآخرة، اور یہ جملہ قول مقدر کا قولہ ہوگا اِن فیقال لهم ذوقوا الخ (اعراب القرآن و صرف مؤبیانہ)

ظانہ عطف الخبر علی اللاتشاء کوا مل بیان منع فرماتے ہیں مگر دیگر حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں معنی اللیب ص: ۳۸۲ ج ۲ مزید تفصیل در نجوم الحاشی، اور عطف لاسمیۃ علی الفعلیۃ و بالنعکس کی بھی معنی اللیب کی عبارت سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

تشریح

ما قبل میں کفار کے لیے عذاب کا ذکر تھا، اب یہاں سے مومنین کے لیے ثواب کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۖ حَدَآبٍ ۖ وَعَنَابًا ۖ" خدا سے ڈرنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی باغ اور انگور، متقیوں یعنی خدا سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والوں اور اطاعت پر پابند رہنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی کھانے اور سیر و تفریح کے لیے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے، مثلاً کھجور، انار، انگور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ بلکہ ہر وہ چیز ملے گی جس کو طبیعت چاہے گی، حدائق میں انگور بھی داخل ہیں، مگر بوجہ اہتمام اس کو علیحدہ بیان کیا، اس کو تخصیص بعد التعمیم کہتے ہیں، کیوں کہ انگور میں فرحت اور لطف زیادہ ہے، مگر یاد رکھئے کہ جنت کی نعمتوں اور پھلوں کا دنیوی نعمتوں اور پھلوں کے ساتھ صرف ایسی اشتراک ہے یعنی فقط نام میں شرکت ہے لطف اور ذائقہ میں نہیں، چنانچہ آقائے مدنی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔

"وَكُوَاعِبَ أَتْرَابًا ۖ" اور نوحاستہ ہم عمر عورتیں یعنی جنت کے اندر دل بہلانے اور مزید راحت کا سامان بننے کے لیے نوحاستہ عورتیں ہوں گی، یعنی جنت کی حوریں جن کو جنت کے اندر کسی عورت سے ولادت کے بغیر ہی پیدا کیا جائے گا، کُوَاعِبَ کُوَاعِبٌ کی جمع ہے یعنی نوحاستہ اور نوحاستہ کا مطلب ہے نوجوان کہ جن کی اٹھتی اور ابھرتی ہوئی جوانی ہوگی اور ان کی پستان قدرے ابھری ہوئی اور گول ہوں گی، اَتْرَابٍ تَرْبٌ کی جمع ہے یعنی ہم عمر عورتیں، اور ہم عمری کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ شوہر کے ہم عمر، تا کہ ہم عمری کے باعث عیش و تنعم کا لطف کامل نصیب ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور ایک شوہر کے ساتھ چوں کہ کئی کئی ہوں گی۔ اس لیے جب ان کی عمریں مساوی ہوں گی اور اونچ نیچ نہ ہوگی تو ان میں باہم محبت ہوگی اور یہ بات دماغ میں نہ رہے گی کہ شوہر کو مجھ سے رغبت زیادہ ہو کہ میری عمر کم ہے اور فلاں کی زیادہ ہے، "وَكَاَسَا دِهَاقًا ۖ" اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب یعنی اوپر تک بھرے ہوئے شراب کے پیالے پیش کیے جائیں گے کَاس کے معنی پیالہ مگر عموماً خالی پیالہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ ایسے پیالہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں شربت یا شراب بھری ہوئی ہو، اور دھاقی صفت مشبہ بمعنی مَذْهُوقِ اسم مفعول ہے یعنی بھرا ہوا، "لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا ۖ وَلَا كِذْبًا ۖ" وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ یعنی جنت کی شراب چوں کہ پاکیزہ ہوگی جیسا کہ اس کو دوسری آیت میں شراب طہور فرمایا گیا اس لیے اس کو پی کر کوئی برا اثر دماغ پر نہ ہوگا اس لیے جنت کے اندر جنتی لوگ نہ بیہودہ اور لغو گفتگو سنیں گے اور نہ جھوٹ و فریب بلکہ سراپا امن و سلامتی کا ماحول ہوگا، برخلاف دنیوی ناپاک شراب کے کہ اس کو پی کر گالی گلوچ اور لغو کو اس سنی جاتی ہے۔ (روح، مظہری)

فِيهَا كَيْ ضَمِيرٌ كَامِرٌ جَع: لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا مِثْلُ ضَمِيرٍ كَامِرٌ جَع جنت ہے یا کاس (روح) جنت کا مرجع ہونا بایں طور ہوگا کہ مرجع ہے مَفَازًا اور مَفَازًا سے مراد حدائق ہے اور حدائق کے معنی ہے باغات و جنات (مظہری) یا مرجع کاس ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (مظہری)

اختیاری مطالعہ

قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں؟ | جنتی جس چیز کی تمنا کرے گا وہ اس کو ملے گی قرآن میں ہے و فیہا ما تشتہیہ الانفس و تلذالاعین، رہی وہ نعمتیں اور پھل فروٹ جو قرآن بیان کرتا ہے تو وہ مخاطبین کے انداز فکر اور انکی چند پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ اہل عرب جن پھلوں کے خوگر تھے ان کا ذکر کر دیا، احصاء متحد مقصود نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو کہ شاید جنت میں آم نہ ملے گا ان شاء اللہ ملے گا۔
قولہ و کواعب عورتوں کا ذکر کیوں؟ | حدائق و اعدا ہا کے بعد عورتوں کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بغیر عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لیے بہشتی عورتوں کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔

مردوں کو حوریں ملیں گی، عورتوں کو کیا ملے گا | جنت کے اندر مومنہ عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے، اگر کسی عورت نے دنیا میں نکاح کیا ہی نہ تھا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس آدمی کو چاہے پسند کر لے اس سے ہی اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر وہ کسی مرد کو پسند نہ کرے تو حُورٌ عینٌ میں سے ایک مرد پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے نکاح کر دے گا، اور جس نے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شوہر کئے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کو پسند کرے گی وہ مل جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر والے شوہر کو ملے گی، اور جس مرد نے دنیا میں کئی عورتوں سے نکاح کیا وہ سب اس کو ملیں گی، اور اگر عورت نیک تھی کہ وہ شروع سے ہی جنت میں گئی اور شوہر جہنم میں گیا تو شوہر جہنم سے سزا بھگت کر جب واپس آجائے گا تو اب دونوں ساتھ رہیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ: جلد سوم)

کیا جنت میں جماع ہوگا؟ | ہاں ہوگا مگر وہاں جماعت کرنے سے نہ منی خارج ہوگی اور نہ غسل واجب ہوگا اور نہ ناپاکی ہوگی اور غلمان و خدام خدمت کے لیے ہوں گے جماع کے لیے نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

لغات المتَّقِیْنَ (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، المتَّقِیْنَ کی جمع ہے (متقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے) اتَّقِی الشَّیْخَ اتِّقَاءً: بچنا، ڈرنا، وحشی (ض) و قِیَا وِوَقَايَةَ: بچانا۔ مُتَّقِیْ دِرَاصِلٌ مُوْتَقِیٌّ تَهَا، وَاوْ كُوتَا سے بدل کرتا کاتا میں ادغام کر دیا۔

قاعدہ: اگر باب افتعال کے فاعلہ میں واو یا یا اصلی ہو تو اس کو تا سے بدل کرتا کاتا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ مَقَاژَا مصدر میسی (کامیابی) فَازَ (ن) فَوْزًا وَمَقَاژَا وَمَقَاژَا: کامیاب ہونا۔ (یا اسم مکان بمعنی موضع فوز) حَدَائِقِ، حَدِیقَةُ کی جمع، وہ باغ جس کی چہار دیواری ہو۔ اَعْدَابًا، عِنَب کی جمع، انگور، (انگور کی نیل کو بھی عنب کہتے ہیں، روح المعانی) ایک دانہ کو عِنَبَةٌ کہتے ہیں۔ کواعب، کواعب کی جمع، نوخاستہ یعنی وہ لڑکی جس کی پستان قدرے ابھری ہوئی ہوں اور گول ہوں۔ کَعَبَتِ الشَّدِی (ن) کُعُوبًا: پستان ابھرنا۔ کَعَبَتِ الْفَتَاةُ (ن) کُعُوبًا: لڑکی کا ابھری ہوئی

۱۔ تقویٰ کے تین درجے ہیں (۱) ادنیٰ یعنی جس کے ذریعہ خلود فی النار سے بچ جائے یعنی کفر و شرک سے اجتناب، (۲) اوسط یعنی کبار سے بالکل اجتناب اور صغائر پر عدم اصرار (۳) اعلیٰ یعنی ماسوی اللہ سے کلی انقطاع اور کبار و صغائر سے احتراز۔

۲۔ حَدِیقَةُ الْعِیْنِ سے تشبیہ مقصود ہے کہ جس طرح آنکھ کی پٹلی پر نم اور گھری ہوئی ہوتی ہے اسی طرح حدیقہ سے وہ بانگیچہ مراد ہے جس میں پانی بھی ہو اور شجر بھی اور وہ مثل آنکھ کے چاروں طرف سے گھرا ہوا ہو (روح المعانی میں ہے وہی نستان فیہا انواع الشجر المشعر) توسیع استعمال کے بعد اس باغ پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جس کی چار دیواری نہ ہو۔

پستان والی ہونا (لازم) کَتَبَ الاناء (ف) کَتَبًا: برتن وغیرہ بھرنا۔ (متعدی) اَثَرًا، تِزْبٌ کی جمع، ہم عمر عورتیں، ہم جولیاں۔ یعنی جو بچپن میں مٹی میں ساتھ کھیلا ہو، جنت میں مرد و عورت سب ہم عمر کر دئے جائیں گے، بعض روایات حدیث میں ہے کہ سب کی عمر تینتیس (۳۳) سال کی ہوگی۔ (مظہری) کَأْسًا، جام شراب جمع اکؤش و کؤوش (مونث سماعی ہے) دِهَاقًا، قاموس القرآن میں ہے کہ فِعَالٌ بمعنی مفعول ہے، بھرا ہوا، چھلکتا ہوا، دَهَقَ الكاس (ف) دَهَقًا و دِهَاقًا: پیالہ یا گلاس کو بھرنا، جام کو چھلکانا لَغَوًا، مصدر، بیہودہ بات، لَغَا (ن) لَغَوًا: و لَغِيَ (س) لَغَا: فی القول۔ کلام میں غلطی کرنا۔ کَذَا تَابًا مصدر از باب تفعیل: جھٹلانا۔

ترکیب إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَكَأْسًا دِهَاقًا... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل، لِلْمُتَّقِينَ جار مجرور کائن محذوف کے متعلق ہو کر إِنَّ کی خبر مقدم، مَفَازًا، مبدل منہ، حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَكَأْسًا دِهَاقًا..... باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر بدل اشتمال (اثر اترابا صفت ہے کواعب کی، اور دِهَاقًا صفت ہے کَأْسًا کی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر ان کا اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لہا) (کلام مستأنف مسوق لبیان احوال اہل الجنة، اعراب القرآن) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغَوًا وَلَا كِذَابًا..... لَا يَسْمَعُونَ فعل، وَاو ضمیر فاعل، فیہا، جار مجرور متعلق، لَغَوًا و لا کذابا، معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ (دوسرا لازائدہ ہے برائے تاکید فی) پھر یہ کھل جملہ المتقین کی ضمیر سے حال ہے یا جملہ متانفہ (لا محل لہا)

جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۖ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ

یہ بدل ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے • جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں، رحمن ہے،

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۗ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۗ لَا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَن

کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے • جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے • کوئی بول نہ سکے گا جو اس

اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَ قَالَ صَوَابًا ۗ

کے جس کو رحمن اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے •

۱ کأس کا اطلاق ظرف پر بھی ہوتا ہے اور مطروف پر بھی یعنی گلاس اور شراب دونوں پر مگر عموماً وہ جام یعنی وہ پیالہ مراد ہوتا ہے جو شراب یا شربت سے لبریز ہو۔ خالی پیالہ کو کوٹ اور قدح کہتے ہیں۔ (لغات القرآن)

۲ دِهَاقًا، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ دِهَاقٌ بروزن لعال، صفت مشبہ ہے۔

۳ اگر مَفَازًا کو مصدر سیسی مانیں تو حَدَائِقَ و اَعْنَابًا الخ بدل اشتمال بنے گا اور اگر ظرف مکان مانیں تو بدل بعض بنے گا، اور رابطہ مقدر ہوگا، آئی حدائق فیہا یا پھر حدائق سے پہلے اَعْنَسُ فعل مقدر ہے (روح المعانی)

۴ تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ جملہ کَأْسًا کی صفت بھی بن سکتا ہے اور اس صورت میں فیہا کی ضمیر کا مرجع کَأْسًا ہو گا آئی لَا يَسْمَعُونَ فی شربہا۔

تشریح ما قبل میں جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ مومنین کو ان کے اعمال صالحہ اور مساعیٰ جمیلہ کا بدلہ ملے گا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا" یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عطاء حساباً بدل ہے جزاء سے، عطاء کا معنی ہے انعام، اور حساباً بمعنی کافی ہے، اور دونوں کو ملا کر ترجمہ ہوا کافی انعام۔

فور طلب بات: ان نعمتوں کو اولاً جزا کہا پھر عطا یعنی انعام، بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے کیوں کہ جزا اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے عوض میں ہو اور عطا وہ چیز کہلاتی ہے جو بلا عوض بطور انعام و احسان ہو، دونوں میں تطبیق بایں طور ہے کہ جنت کی نعمتیں صرف سورۃ مومنین کے اعمال صالحہ کی جزاء ہے اور درحقیقت وہ خالص عطائے ربانی اور اس کا انعام ہے، کیوں کہ انسانی اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں بن سکتے جو نعمتیں دنیا میں میسر ہیں چہ جائیکہ آخرت کی نعمتیں انسانی اعمال کے عوض ہوں۔ "رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ" یہ آیت ربك سے بدل ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں، رحمن ہے۔ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا" کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ایسا ہے کہ کسی کو اس کی جانب سے مستقل طور پر یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کے سامنے لب کشائی کی جرأت اور عرض و معروض کرے۔ مستقل اختیار کا مطلب یہ ہے کہ ہر کس و نا کس آ کر خدا کے سامنے بولنے لگے، اور جو جی میں آئے اس کو بولے ایسا نہ ہوگا جیسا کہ آگے آرہا ہے، "يَوْمَ يَقُومُ الزُّوْحُ وَ الْمَلٰئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَن اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا" جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو رحمن اجازت دے دے، اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا" میں جو مضمون تھا یہاں سے اسی کی تاکید اور مزید وضاحت ہے کہ جس روز تمام ذی ارواح یعنی تمام جاندار اور فرشتے خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوں گے اس روز اس کے سامنے کوئی لب بھی نہیں ہلا سکے گا بلکہ صرف وہی شخص بولے گا جس کو رحمن بولنے کی اجازت دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، اسی قال قولاً صواباً، یعنی صرف وہ بات بولے جس کی اجازت دی گئی، یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے، لہذا اگر کوئی شخص اپنے کافر والدین یا دوست احباب کی سفارش کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

تخصیص بعد التعمیم: یوم یقوم الروح میں الروح سے مراد جاندار ہیں تو اس میں ملائکہ بھی آگئے، پھر بوجہ اہتمام شان ان کو علیحدہ سے بھی بیان کیا اور فرمایا والہلائکہ۔

نکتہ: مَن اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ میں ضمیر کی جگہ لفظ الرحمن کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکلم کی اجازت دے دینا محض اس کا رحم و کرم ہے۔

لغات جزاء، باب ضرب کا مصدر، بدلہ دینا۔ رَبِّ، مالک، پروردگار، حاجت روا، جمعۃ آذباب، دراصل باب نصر کا مصدر ہے بمعنی التوبیۃ اور تربیت کے معنی ہیں کسی چیز کو دھیرے دھیرے درجہ کمال تک پہنچانا، پھر بطور مبالغہ،

مصدر (رب) کو بطور صفت استعمال کیا جانے لگا جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ أَيْ عَادِلٌ لِعَطَاءٍ، اِعْطَاءٌ كَمَا اسْمٌ مَصْدَرٌ، عَطِيَّةٌ، بَخْشٌ، انعام، جَمْعُ اِعْطِيَّةٍ، عَطَا الشَّيْخِ وَالْيَهُ (ن) عَطَّوْا: لِيُنَا اِعْطَى اِعْطَاءً (انفعال) دِيْنًا - حِسَابًا، باب نصر کا مصدر، جو قد مضی تشریحہ، یہاں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) کافیتا کے معنی میں یعنی ایسا انعام جو ان کو کافی ہوگا، ماخوذ ہے عربوں کے قول اَحْسَبْتَهُ الشَّيْخُ سے، جب کہ وہ مٹی اس کو کافی ہو جائے حتیٰ کہ وہ کہنے لگے حَسْبِي (یعنی بس یہ میرے لئے بہت ہے) (روح المعانی) (۲) بمعنی حساب و شمار یعنی ایسا انعام جو ان کے اعمال کے خلوص کے اعتبار سے شمار کر کے دیا جائے گا۔ السَّمَوَاتُ، السَّمَاءُ کی جمع، آسمان (دوسرے معنی السَّمَاءُ کے بادل اور بارش کے بھی آتے ہیں قرآن میں ہے، يُزِيلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا) اَلرَّحْمٰنُ بَرَّارٌ مَّالِكٌ هُوْنَا، بِاِخْتِيَارٍ هُوْنَا۔ وَمَوْحَاةٌ: حَمُّ كَرْنَا۔ لَا يَمْلِكُوْنَ (ض) مضارع جمع مذكر غائب، مَلِكٌ (ض) مَلِكًا: مَالِكٌ هُوْنَا، بِاِخْتِيَارٍ هُوْنَا۔ يَخْطَبُهَا، مصدر از مفاعلت، خَاطَبَ مَخَاطَبَةً وَخِطَابًا: بَات كَرْنَا - يَوْمًا، (۱) دِنًا (۲) مَطْلُوقٌ وَقْتُتٌ، جَمْعُ اِيْتَامٍ۔ يَقُومُ، مضارع واحد مذكر غائب، قَامَ (ن) قَوْمًا، وَقِيَامًا، وَقَوْمَةً: كَهْرًا هُوْنَا۔ الرَّوْحُ بِحَذْفِ الْمِضَافِ اَيُّ ذُو الرُّوحِ مَرَادُ اَرْوَاحِ النَّاسِ، (بیان القرآن) الْمَلَائِكَةُ الْمَلِكُ کی جمع، فرشتہ، اللہ تعالیٰ شانہ کی ایک نورانی مخلوق جو معصوم ہے۔ لفظ ملك در اصل مَالِكٌ تھا اور وہ بقول کسانی صفت مشبہ ہے، ہمزہ اور لام میں قلب مکانی کیا گیا مَلِكٌ ہو گیا پھر ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دی اور ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (روح) صَفًّا، باب نصر کا مصدر، قطار باندھنا، جمع ضَفُوفٌ لَا يَتَكَلَّمُونَ، (تفعل) مضارع جمع مذكر غائب، بَات چیت کرنا۔ اَذِنَ، (س) اِذْنًا: اِجَازَتٌ دِيْنَا، مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ قَالٌ، مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ، قَالَ لَهُ (ن) قَوْلًا وَمَقَالًا وَمَقَالَةً: كَهْنَا، بَوْلْنَا، صَوَّأْنَا، اسْمٌ بِمَعْنَى تَهْيِئِك بَاتٌ، دَرَسَتْ، خَطَاةٌ كِي ضِدِّ هِيَ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ صواب اسم مصدر ہے از اصابت رباعی مجرد)

۱. فافه: لفظ رَبُّ بِلَا اِضَافَةٍ، اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اِضَافَتِ كِ سَاطِہِ غَيْرِ اللہ كِ لِي بِي اِسْتِعْمَالِ هُوْنَا هِي سِي رَبُّ السَّمَا، قرآن میں ہے قَالَ مَعَاذَ اللہِ اِنَّہِ سِي، مَرَادُ عَزِيْزٍ مَصْرُ هِي بَعْضُ حَضْرَاتِ فَرَمَاتِي هِي كِي رَبُّ صِفَتِ مَشْبِہِ كَا صِيغَةُ هِي۔ بَعْضُ نِي كَمَا كِي يِہِ اِسْمٌ فَاعِلٌ هِي وَ اِسْمٌ كَا اَلْفِ حَذْفِ كَرِيَا كَمَا قَبِيْلُ بَاثُوْرُوْرٌ (اعراب القرآن)

۲. عطاء دراصل عطاؤ تھا، اہل عرب کا دستور یہ ہے کہ جب الف کے بعد واؤ یا یا آئے تو اس کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں کیونکہ ہمزہ ان دونوں کے بالفاعل حرکت کو زیادہ قبول کرتا ہے۔

۳. فوہ خطابتا: خَطَبَ النَّاسَ (ن) خَطَبْتُ وَخَطَابَةً: خَلْبَةُ دِيْنَا، تَقْرِيرُ كَرْنَا، خَطَبْتُ خَطْبًا وَخَطْبَةً: پِيَا مِ نَكَاحِ دِيْنَا۔

۴. بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور ان کا ذکر عام ملائکہ سے پہلے ان کی عظمت شان کے اظہار کے لئے ہے (کبھی اس کا برعکس کرتے ہیں یعنی خاص کو عام کے بعد لاتے ہیں، گو زیادہ خاص اپنی رفعت کی وجہ سے اپنے ماقبل کی جنس سے علیحدہ ہے جیسے اجتہاد وافی دروسکم واللغة العربية، اسی طرح تنزل الملائكة والروح کے اندر روح سے حضرت جبرئیل مراد ہیں تو ان کو علیحدہ سے ذکر کرنا ان کی فضیلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ بعض روایات مرفوعہ میں ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان لشکر ہے ان کے سر اور ہاتھ پاؤں ہیں گو یاد و منہم ہوں گی ایک صف روح کی اور دوسری ملائکہ کی، قرآن پاک میں روح مختلف معانی کے لئے آیا ہے، جان (جیسے یسنلونک عن الروح قل الروح من امر ربي) قرآن (جیسے وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا اسی طرح فرشتہ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے بھی آیا ہے)

ترکیب جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ جزاء، موصوف
 مِّن رَّبِّكَ، کائنات کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مبدل منہ۔ عطاء حساباً، مرکب توصیفی ہو کر جزاء سے
 بدل (حساباً نَعَتْ لِعَطَاءٍ وَالْمَعْنَى كَافِيًا فَهُوَ مُضَدُّ أَقِيمَ مَقَامَ الوُصْفِ اَوْ بَاقِي عَلَى مُضَدِّ رَيْبِهِ مِبَالِغَةً)
 (اعراب القرآن) رَبِّ مضاف السموات والارض وما بينهما معطوف ومعطوف عليه ہو کر مضاف الیه (بینہما
 کسی فعل کا ظرف ہو کر ما کا صلہ ہے) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر موصوف یا مبدل منہ الرحمن اس کی صفت یا
 بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر رتبہ سے بدل، الغرض! جزاء من ربك عطاء الخ
 مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر یجزون فعل محذوف کا مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا (لا محل
 لہا) لا یملكون منہ خطاباً یہ جملہ مستانفہ ہے (منہ ای من الرحمن متعلق لا یملكون کے اور خطاباً مفعول
 بہ) یَوْمَ یَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا یَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَدِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا یومہ مضاف،
 یقوم فعل، الروح والملائكة معطوف ومعطوف علیہ ہو کر ذوالحال صفاً بمعنی صافین (اسم فاعل) ہو کر حال،
 ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، (فی محل جر) مضاف اپنے مضاف الیہ
 سے مل کر ظرف مقدم لا یتکلمون کا، لا یتکلمون فعل، ضمیر مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء من اسم موصول اذین له
 الرحمن جملہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف قال صواباً جملہ ہو کر معطوف (صواباً، ای قولاً صواباً، مفعول بہ اور
 قال کی ضمیر کا مرجع من ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر من کا صلہ، (لا محل لہا) موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ
 (یا بدل بعض از ضمیر لا یتکلمون، اعراب القرآن) مستثنیٰ منہ مع مستثنیٰ کے لا یتکلمون کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور
 ظرف مقدم سے مل کر ماقبل جملہ لا یملكون الخ تا کید و تقریر، یا پھر جملہ مستانفہ (لا محل لہا) (اعراب القرآن)

ذٰلِكَ الْیَوْمِ الْحَقِّ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهِ مَآبًا ۝۱۰ اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۝۹

یہ یقینی دن ہے • سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے • ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے •

یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرْبًا ۝۱۱

جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کیے ہوں گے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا •

تشریح ”ذٰلِكَ الْیَوْمِ الْحَقِّ“ یہ یقینی دن ہے۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ یوم یقوم الروح ہے یعنی وہ دن جس کا اوپر
 ذکر ہوا اس کا آنا یقینی ہے، ”فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهِ مَآبًا“ سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا
 بنا رکھے فمن شاء کے اندر فافصیحہ ہے ای اذا كان الامر كما ذكر من تحقق الامر المذكور یعنی جب معاملہ ایسا ہے
 کہ اس دن کا آنا یقینی ہے تو جس کا جی چاہے اس کے حالات سن کر مرنے سے پہلے اچھے اعمال کر لے اور اپنے رب

کے پاس اچھا ٹھکانا بنا لے، اسی میں آدمی کی فلاح و نجات ہے، آگے اتمام حجت کے لیے فرمایا: اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ”ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے۔ دیکھئے کس قدر کرم ہے کہ اس نے ہمیں آنے والے عذاب سے پہلے ہی مطلع کر دیا تاکہ انسان سنبھل جائے، اور اپنا طرزِ زندگی بدل دے، اور نزدیک آنے والے عذاب سے مراد عذابِ آخرت ہے۔ اس کا آنا چوں کہ یقینی ہے اس لیے اس کو نزدیک فرمایا، نیز آخرت اتنی قریب ہے کہ ایک آیت میں اس کو لفظ حَدٌّ ”یعنی آئندہ کل“ سے تعبیر فرمایا، اور وہ عذاب اس دن میں واقع ہونے والا ہے جس دن ہر شخص خواہ مومن ہو خواہ کافر اپنے کئے ہوئے اچھے برے اعمال کو اپنے سامنے دیکھ لے گا۔“

رویتِ اعمال | اپنے اعمال کو یا تو اس طرح دیکھ لے گا کہ نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں آجائے گا، یا اس طرح کہ محشر میں اعمال مجسم و متشکل ہو کر سامنے آجائیں گے، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مثلاً جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی تھی وہ ایک زہریلے اثر دے کی شکل میں اس پر مسلط کر دیا جائے گا۔

”وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلِيَّتَنِي كُنْتُ تُرَابًا“ اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ جب ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا تو اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں مٹی ہوتا، پیدا ہی نہ کیا جاتا کہ پیدا ہو کر اور آدمی بن کر ہی اس حساب کتاب کی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے آپس کے قصاص دلوائے جائیں گے حتیٰ کہ اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چناں چہ وہ سب جانور مٹی ہو جائیں گے، اس وقت یہ کافر بھی کہے گا کہ ہائے ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی ہو جاتا، اور حساب کتاب اور جہنم کی سزا سے بچ جاتا۔ (ابن کثیر)

لغات اليوم (گذر چکا) الحق بطور صفت کے مستعمل ہے بمعنی برحق، سچا، ثابت۔ (۲) مصدر ای حَقَّ الامر (ض) حَقًّا، وَحَقًّا و حَقُّوقًا: صحیح ہونا، ثابت ہونا، حَقَّ الامر، (ن) حَقًّا: ثابت کرنا، یقین کرنا۔ (لازم و متعدی) شَاءَ، (ف) ماضی واحد مذکر غائب، شَاءَ (ف) شَيْئًا، و مَشِيئَةً: چاہنا۔ اتَّخَذَ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب (در اصل اتَّخَذَ تھا، ہمزه ثانیہ بقاعدہ اِثْمَانٌ یا ہو گیا، پھر خلاف قیاس تا سے بدل کر تاء کاتاء میں ادغام ہو گیا، مادہ أَخَذَ ہے، أَخَذَ، (ن) أَخَذًا و مَأْخَذًا: لینا، پانا) (بصری کے نزدیک اس کا مادہ تَخَذَ ہے لہذا اصل اتَّخَذَ ہے تا کا تا میں ادغام کر دیا) مَأْتًا، (گذر چکا) أَنْذَرْنَا، (انفعال) ماضی جمع متکلم، أَنْذَرَهُ الشَّيْءَ إِنْذَارًا: ڈرانا۔ عَذَابًا (مترشحیۃ) قَرِيبًا، صفت مشبہ بمعنی نزدیک، قَرِيبَ الشَّيْءِ (س) قُرْتًا و قُرْبَانًا: کسی چیز سے قریب ہونا، قرآن

اس عذاب کو بایں وجہ بھی قریب فرمایا کہ لانه قریب بالنسبة اليه عز وجل او يقال البرزخ داخل فی الآخرة ومبدأ الموت وهو قریب حقیقہ کما لا یخفی علی من عرف القرب والبعد۔

میں ہے ولا تَقْرَبُوا الزَّنا، قُوتِ الشَّيْءِ (ک) قُرْبًا وَقُرْبَانَةً وَقُرْبَى وَمَقْرَبَةً: قریب ہونا۔ يَنْظُرُ (ن) مضارع واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَيْهِ (ن) نظروا: دیکھنا، نَظَرَ فِيهِ غُورًا وَفَكَرَ كَرْنًا۔ الْمَرْءُ اسم بمعنى انسان، آدمی، جمع رجال، (من غیر لفظہ) قَدَّمَتْ، (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، آگے بھیجنا، قَدَّمَ (ن) قَدَّمَ، وَقَدَّمَا، آگے آگے ہونا، قرآن میں ہے يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَدًّا، تشنیه، بوجہ اضافت نون تشنیه ساقط ہو گیا۔ (ہاتھ) الْكَافِرُ (بے ایمان) جمعهُ كُفَّارٌ، كَفَرَ الرَّجُلُ (ن) كُفَّرًا وَكُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ تَرَابًا، مٹی، جمع أَثْرَتُهُ وَتِرْيَانٌ۔

ترکیب ذَلِكِ الْيَوْمِ الْحَقِّ... ذَلِكِ مَبْتَدَا (والاشارة الى يوم يقوم الروح) الْيَوْمِ الْحَقِّ مَرْكَبٌ تَوْصِيفِي هُوَ كَرْبَرٌ، مَبْتَدَا اِبْنِي خَبْرٍ سَلٌّ كَرَجْمَلِ اسْمِيَةِ خَبْرِيَةٍ مَسْتَانِفَةٍ هُوَ (لَا مَلَّ لَهَا) فَتَنْ شَاءَ اِتَّخَذَ اِلَى رَيْبِهِ مَاتَابًا... فَافِصِيحٌ (شَرْطٌ مَقْدَرٌ هُوَ اِي اِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَمَا ذَكَرْتُمْ مِنْ تَحْقِيقِ الْاَمْرِ الْمَذْكُورِ) (رُوحُ الْمَعَانِي) مَنَ اسْمٌ شَرْطٌ مَبْتَدَا شَاءَ فِعْلٌ، ضَمِيرٌ مُسْتَرْتَفِعٌ، (مَفْعُولٌ بِهِ مَحذُوفٌ هُوَ، اَي اَنْ يَتَّخِذَ اِلَى رَيْبِهِ مَرْتَجِعًا) فِعْلٌ اِپْنِي فَاعِلٌ سَلٌّ كَرَشَرْطِ اِتَّخَذَ اِلَى رَيْبِهِ مَاتَابًا. جَزَاءٌ (لَا مَلَّ لَهَا) (اِلَى رَيْبِهِ مُتَعَلِّقٌ مَاتَابًا كَيْ اَوْرَمَاتَابًا، اِتَّخَذَ كَمَفْعُولٍ بِهِ، اَوْرِعَايْتِ فَوَاصِلٌ كِي بِنَا بِرَجَارِ مَجْرُورٍ كُوْمَقَدَمٌ كِيَا كِيَا هُوَ) شَرْطٌ اِپْنِي جَزَا سَلٌّ كَرَجْمَلِ، مَبْتَدَا اِپْنِي خَبْرٍ سَلٌّ كَرَجْمَلِ هُوَ كَرَشَرْطِ مَقْدَرِ كِي جَزَا، (مَلَّ جَزَمٌ فِي) شَرْطٌ اِپْنِي جَزَا سَلٌّ كَرَجْمَلِ

شَرْطِيَّةٌ جَزَائِيَّةٌ هُوَ ۱۔ اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا... اِنْ حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ نَا ضَمِيرٌ مُتَكَلِّمٌ اس كَا اسْمٌ، اَنْذَرْنَا. فِعْلٌ بِاِفَاعِلٍ كُمْ. ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ بِهٖ اَوَّلٌ. عَذَابًا. مَوْصُوفٌ قَرِيْبًا صِفَتٌ اَوَّلِ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ اَلْحَ يَوْمَ مَضَافٌ يَنْظُرُ فِعْلٌ، الْمَرْءُ فَاعِلٌ (اَلْفِ اِسْمٌ اِسْتِفْرَاقِي اَي كَلِّ امْرَاةً) مَا اسْمٌ مَوْصُولٌ قَدَّمَتْ يَدَاهُ. فِعْلٌ فَاعِلٌ هُوَ كَرَصَلَةٍ (لَا مَلَّ لَهَا) (وَالْعَانِدُ مَحذُوفٌ) مَوْصُولٌ اِپْنِي صَلَةٍ سَلٌّ كَر يَنْظُرُ كَا مَفْعُولٌ بِهِ، فِعْلٌ اِپْنِي فَاعِلٌ اَوْر مَفْعُولٌ بِهِ سَلٌّ كَر مَعطُوفٌ عَلَيْهِ (مَلَّ جَرْمِي) وَاوَّ حَرْفٌ عَطْفٌ يَفْعُولُ فِعْلُ الْكَافِرِ فَاعِلٌ، فِعْلٌ اِپْنِي فَاعِلٌ سَلٌّ كَر قَوْلٍ، (فِي مَلَّ جَر) يَا حَرْفٌ تَنْبِيْهُ يَا بِمَرَّ اس كُو حَرْفٌ نَدَامَا جَاءَ اَوْر مَنَادِي مَحذُوفٌ مَشَا قَوْمٌ، اَيْبَهَا الْحَاضِرُونَ وَغَيْرُهُ، اَلِيَّتْ حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ يَا ضَمِيرٌ اس كَا اسْمٌ، كُنْتُ تُرَابًا. جَمَلَةٌ هُوَ كَر خَبْرٌ، (فِي مَلَّ رَفْعٌ) حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ اِپْنِي اسْمٌ وَخَبْرٌ سَلٌّ كَر مَقْوَلٌ (مَفْعُولٌ بِهِ) قَوْلٌ اِپْنِي مَقْوَلٌ سَلٌّ كَر مَعطُوفٌ، مَعطُوفٌ عَلَيْهِ (يَنْظُرُ اَلْحَ) اِپْنِي مَعطُوفٌ سَلٌّ كَر جَمَلَةٌ هُوَ كَر مَضَافٌ اِلَيْهِ، مَضَافٌ اِپْنِي مَضَافٌ اِلَيْهِ سَلٌّ كَر كَانَتْ اَمْحَذُوفٌ كَا عَرَفٌ اَوْر كَانَتْ، صِفَتٌ ثَانِيَّةٌ عَذَابًا كِي، مَوْصُوفٌ اِپْنِي دَوْنُو صِفَتُو سَلٌّ كَر مَفْعُولٌ بِهِ ثَانِي، فِعْلٌ مَذْكُورٌ اِپْنِي فَاعِلٌ اَوْر دَوْنُو مَفْعُولُو سَلٌّ كَر حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ كِي خَبْرٌ، حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ اِپْنِي اسْمٌ وَخَبْرٌ سَلٌّ كَر جَمَلَةٌ اسْمِيَةِ خَبْرِيَةٍ مَسْتَانِفَةٍ هُوَ ۲۔ (لَا مَلَّ لَهَا)

۱۔ هُوَ اِلَى رَيْبِهِ، جَارِ مَجْرُورٍ عَرَفٌ مُسْتَقَرٌّ هُوَ كَر مَاتَابًا سَلٌّ مَالٌ هُوَ كَر، اَوْر فَعْنٌ شَاءَ اَلْحَ كِي فَاسِيَّةٌ هُوَ كَر هُوَ كَر فَانْ كُونْ ذَلِكِ الْيَوْمِ حَقًّا

مَوْجِبٌ لَاتَعَاذَ السَّبِيْلُ اِلَى رَيْبِهِ

۲۔ هُوَ يَوْمَ يَنْظُرُ، يَهْ عَذَابًا كَا عَرَفٌ هُوَ كَر هُوَ كَر فَانْ بِمَعْنَى التَّعْذِيْبِ (تَفْسِيْرٌ عَطْرِي)

هُوَ لَيْسَ اِلَى لَيْتَ حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ اِپْنِي اسْمٌ وَخَبْرٌ سَلٌّ كَر صَوْرَةٌ جَمَلَةٌ اسْمِيَةِ خَبْرِيَةٍ اَوْر مَعْنَى جَمَلَةٌ اِنَّا يَهْ ۳۔

تحقیق مفید کُنْتُ یا اس طرح کے واحد متکلم کے صیغے مثلاً صُرْتُ وغیرہ میں ترکیب کرتے ہوئے "ت" فاعل نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس ضمیر کو یا تو اس کے اسم عام کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا اسم خاص کے ساتھ، اسم عام کے ساتھ تو اس طرح کہ تاء فاعل، یا ضمیر فاعل، اور اسم خاص کے ساتھ "تُو" تاکہ ضمہ اور واو کی تشدید کے ساتھ، زینی زاوہ ص ۲۳ پر درج ہے ولا ینقال ث فاعلہ کما یقول بعض المعلمین من الجهلاء القاصرین فانہ خطأ فاحش کما فی مغنی اللیب اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ حرف واحد متحرک جو کسی دوسرے کلمہ کا بعض حصہ نہ ہو تو جب اس کو کسی نام سے موسوم کیا جائے تو اس کو اس کی حرکت کے ہم جنس حرف سے مضاعف کر کے پڑھا جائے گا لہذا تائے متکلم میں تُو کہا جائے کیونکہ ضمہ کی حرکت کے ہم جنس حرف واو ہے، اور تاء مخاطبہ کو "تو" یا "یاء" کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا، اور تاء مخاطب میں تاء کہا جائے گا، دوسرے الف کو ہمزہ سے بدلنے کے ساتھ، اسی طرح هل اتا کی وغیرہ میں "ک" مفعول بہ نہیں کہا جائے گا بلکہ کافی مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا اسی طرح فآراہ میں ہاء ضمیر مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا۔

سورة النزعۃ مکیہ

وَالنُّزُعَاتِ عُرْقًا ۱ وَالتَّشِيطِ نَشْطًا ۲ وَالسَّبِيحِ سَبْحًا ۳ فَالسَّبِقِ سَبْقًا ۴

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں • اور جو بند کھول دیتے ہیں • اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں • پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں •

فَالْمَدْبِرَاتِ أَمْرًا ۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۶ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۷

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں • قیامت ضرور آوے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی • جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آ جاوے گی •

ربط سورت سابقہ میں قیامت کا امکان، اس کا وقوع، اور اس کے متعلق واقعات و احوال کا بیان تھا اس سورت کے اندر بھی تقریباً یہی مضامین ہیں، یعنی شروع سورت میں قیامت کا وقوع اور اس کے واقعات و احوال کا ذکر ہے پھر هل اتاک میں مکذبین قیامت کی تکذیب پر آپ ﷺ کو تسلی دینا مذکور ہے، اور ۱۰۰ انتم اشد خلقا میں امکان قیامت کا بیان ہے، اور چوں کہ اس کا ابتدائی لفظو النزعۃ ہے اس لیے اس کا نام سورۃ النزعۃ رکھا گیا۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کے وقوع اور اس کے برحق ہونے کو بیان کیا ہے چنانچہ جواب قسم محذوف ہے یعنی "لَتُتَّبَعَنَّ" تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھانے کے ساتھ ساتھ ان کی پانچ صفات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔

پہلی صفت "وَالنُّزُعَاتِ عُرْقًا" قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔ النزعۃ کا موصوف محذوف ہے جو بقول جمہور مفسرین الملائکہ ہے، نزعۃ، نزع سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو کھینچ کر نکالنے کے آتے ہیں، یعنی سختی سے نکالنا، اور عُرْقًا مصدر محذوف الزوائد اس کی تاکید ہے جو مفعول مطلق من غیر لفظ ہے، اور عُرْقًا اور اغراق کا معنی ہے کسی کام میں پوری قوت خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم کھائی کہ جو

کافروں کی جان سختی اور شدت سے جسم کی رگوں سے گھسیٹ کر نکالتے ہیں، لغوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت کافر کی جان ہر بال اور ناخن اور قدموں کے تلووں کے نیچے سے کھینچتا ہے، اور پھر جسم کے اندر اس کو لوٹا دیتا ہے، پھر کھینچتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نکلنے کے قریب آ جاتی ہے تو پھر بدن کے اندر لوٹا دیتا ہے، گویا خوب اوپر نیچے غوطہ دیتا ہے، اور کافر کی جان اور اس کی روح کے ساتھ اس کا یہ عمل کئی بار ہوتا ہے۔ (مظہری)

ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ | جان نکالنے والا فرشتہ یعنی ملک الموت ایک ہے مگر علماء نے لکھا ہے کہ ملک الموت کے اعوان و مددگار دوسرے کچھ اور فرشتے بھی ہیں لہذا ملا بست اور ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کی طرف بھی جان نکالنے کی اسناد کر دی، واللہ اعلم (بیان القرآن، پے)

دوسری صفت: "وَالنَّشِيطَاتِ نَشِطًا" اور جو بند کھول دیتے ہیں (یہاں بھی الملائکہ موصوف محذوف ہے، اور ناشطات، نَشِطٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بند کھولنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں پانی یا ہوا وغیرہ بھری ہوئی ہو اس کا بندھن کھول دینے سے وہ پانی وغیرہ آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے، بس اسی طرح سمجھئے کہ جو فرشتے مومن کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں وہ آسانی سے اس کو قبض کرتے ہیں، سختی نہیں کرتے گویا بند کھل گیا اور روح نکل گئی، یا جیسے پیشانی کے پسینہ کا قطرہ ٹپک گیا۔

سختی و آسانی سے مراد | کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد روحانی سختی ہے جسمانی نہیں، لہذا یہ ضروری نہیں ہے کہ دیکھنے والوں کو بھی اس سختی کا احساس ہو اور مسلمان کی روح جو آسانی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد بھی روحانی آسانی ہے، اس لیے اگر کبھی ایسا ہو کہ مسلمان کی روح نکلنے میں دیر لگے تو اس کو سختی پر محمول نہ کرنا چاہیے (معارف) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح نکلنے کے وقت کافر کے سامنے برزخ کا عذاب آ جاتا ہے اس لیے اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور مومن کی روح کے سامنے برزخ کا ثواب اور نعمتیں آ جاتی ہیں اس لیے اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔

تیسری صفت: "وَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا" اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں سَبْعٌ کے لغوی معنی تیرنے کے ہیں یہاں مراد ہے تیزی سے چلنا یعنی وہ فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح سرعت و سہولت سے چلتے ہیں جیسے کوئی دریا میں تیر رہا ہو کہ دریا میں کوئی آڑ یا پہاڑ نہیں ہوتا، تیرنے والا جلدی اور تیزی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ (گویا فرشتوں کا روحوں کو لے کر تیزی سے اڑنا دریا میں تیرنے کے مثل ہے)

چوتھی صفت: "فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا" پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ روح جن فرشتوں کے قبضہ میں ہے تو روحوں کے سلسلہ میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کو بجالانے کے لیے وہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے اور سبقت کرتے ہیں، اور روحوں کو اچھے یا برے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں۔

پانچویں صفت: "فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا" پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یعنی وہ فرشتے امر الہی کی تدبیر

و تنفیذ کرتے ہیں یعنی جس روح کو راحت دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے راحت کا سامان جمع کر دیتے ہیں اور جس کو تکلیف دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے اسی کا انتظام کرتے ہیں، (یہ عذاب و ثواب برزخ میں ہوگا، حشر کا عذاب و ثواب اس کے بعد ہے) ان قسموں کے بعد اب جو اب قسم محذوف ہے یعنی لَسْبَعُشْنٌ تَمَّ ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے یعنی قیامت ضرور آئے گی۔ ”یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾“ جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی، جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجائے گی۔ راجفہ بمعنی ہلا دینے والی چیز مراد اس سے نفلہ اولیٰ ہے جس سے ہر چیز اپنی جگہ سے ہل جائے گی اور ساری مخلوق ختم ہو جائے گی، پھر اس کے پیچھے ایک آنے والی چیز آئے گی رادفہ کے معنی ہے پیچھے یعنی بعد میں آنے والی، مراد اس سے ایک آواز ہے یعنی نفلہ ثانیہ جو نفلہ اولیٰ سے چالیس سال بعد ہوگا، جس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی، اور حشر اور حساب کتاب کا معاملہ شروع ہوگا۔

قسم و جواب قسم میں مناسبت | فرشتوں کی قسم شاید اس لیے کھائی گئی کہ اگرچہ فرشتے اس وقت بھی تمام عالم کے نظام میں دخل رکھتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب کہ اسبابِ بادیہ کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو اس وقت فرشتے ہی تمام کام انجام دیں گے۔ (معارف)

فائدہ اس سورت کو سورۃ الساہرۃ، اور سورۃ الطامّۃ بھی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

لغات النَّازِعَاتِ، (کھینچنے والے، مراد فرشتے ہیں) (ض) اسم فاعل جمع مؤنث، نَزَعَ الشَّيْءَ (ض) نَزَعًا: کھینچ کر نکالنا۔ غَرَقًا، روح المعانی میں ہے کہ یہ مصدر ہے محذوف الزوائد باب افعال، أَيْ غَرَقًا فِي النَّزْعِ، لِهَذَا إِغْرَاقٌ مَصْدَرٌ مِنْ غَرَقَ يَغْرُقُ بِمَعْنَى غَرَقَ يَغْرُقُ فِي الْقَوْسِ، كَمَا أَنَّ كَافِيْنَ وَالْأَلِ فِي اسْمِ الْغَرَقِ فِي خُرُوجِ كَرْدِي. غَرِقَ فِي الْمَاءِ (س) غَرَقًا: ڈوبنا، یہاں مراد ہے غوطہ لگا کر کافروں کی جان سختی سے نکالنا۔ النَّاشِطَاتِ (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (بند کھولنے والے، مراد فرشتے ہیں) نَشِطٌ (ن، ض) اور انشطارٌ دونوں کے معنی ہیں کسی چیز کو اتنا کھینچنا کہ وہ کھل جائے، لہذا ترجمہ ہوگا کہ اتنا کھینچنے والے کہ روجوں کے بند کھل جائیں۔ النَّاسِبَاتِ (ف) اسم فاعل جمع مؤنث (تیرنے والے یعنی فرشتے کہ جو روجوں کو لے کر تیزی سے اڑتے ہیں) سَبَّحًا، مصدر اذ فتح بمعنی تیرنا، النَّاسِبَاتِ (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (تیزی کے ساتھ دوڑنے والے یعنی فرشتے) سَبَّحًا: مصدر (ن، ض) الی کذا، آگے بڑھ جانا، المديرات: (تفعیل) اسم فاعل جمع مؤنث (تدبیر کرنے والے فرشتے) دَبَّرَ الْأَمْرَ وَفَيْد: کسی کام کی تدبیر کرنا، غور و فکر کرنا۔ اَمْرًا: اسم بمعنی کام، جمعهُ أُمُورٌ (لفظ امر تمام اقوال و افعال، معاملہ، حالت، حکم وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے) تَوَجُّفٌ: (ن) مضارع واحد

۱ اعراب القرآن و صرف و بیان میں ہے کہ یہ مصدر ساری ہے از باب نصر، یا اسم مصدر ہے از غَرَقَ، اَغْرَقَ وَغَرَقَهُ، لِيُؤْتِيَ تَفْسِيرَ مَطْهَرِي مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
۲ یہاں ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھ دیا گیا۔

۳ پہلے معنی مجازی ہیں اور غور و فکر کرنا معنی حقیقی ہیں، مجرد میں ہے دَبَّرَ (ن) ذَبَّرَ، وَذَبَّرَ، وَبَيَّرَ، وَبَيَّرَ آتَا۔

مؤنث غائب، رَجَفَ (ن) رَجْفًا وَرَجُوفًا: کانپنا، زور زور سے ہلنا، ہلادینا (لازم و متعدی) الراجفة، (ن) اسم فاعل (مراد نوحہ اولیٰ ہے) تَتَّبِعُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب تَبِعَ (س) تَبَعًا وَتُبُوعًا: پیچھے چلنا، کسی کے بعد آنا۔ الرادفة، (ن، س) اسم فاعل واحد مؤنث (پیچھے آنے والی صورت کی دوسری آواز، مراد نوحہ ثانیہ ہے) رَدَفَهُ (ن) وَرَدَفَ لَهُ (س) رَدَفًا: پیچھے ہونا۔

ترکیب وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا وَالتَّائِبَاتِ نَشْطًا وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا فَالْمُدْبِرَاتِ أَمْرًا... واو جارہ قسمیہ النازعات صیغہ اسم فاعل ضمیر هنَّ اس کے اندر فاعل (موصوف محذوف ہے ای الملائكة یا طوائف الملائكة التي تنزع الارواح من الاجساد) غَرْقًا، ای اغراقًا، مفعول مطلق من غیر لفظہ، جیسے: قعدت جلوسًا۔ مابعد آیات، فالمدبیراتِ أَمْرًا تک باہم معطوف و معطوف علیہ ہیں اور واو اور فاء حروف عاطفہ ہیں اور نَشْطًا، سَبْحًا اور سَبْقًا اپنے اپنے عامل کے لئے مفعول مطلق ہیں اور أَمْرًا مفعول بہ ہے، النازعات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کے، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (لاحل لہا، ابتدائیہ) جواب قسم محذوف ہے آتی لَتُبْعَنَّ (تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے) یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرّادفة... یَوْمَ مضاف، تَرْجُفُ فعل الرجفة ذوالحال تَتَّبِعُهَا الرادفة فعل، مفعول بہ، فاعل، علی الترتیب مکمل جملہ حال ہے الراجفة سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر تَرْجُفُ کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، (فی محل جر) پھر مرکب اضافی ظرف ہے لتبعنَّ محذوف جواب قسم کا، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔ (جواب قسم کو قسم کے ساتھ ملا کر ترکیب کرنا بچوں کی سہولت کے پیش نظر ہے، ورنہ جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا، اور نہ ہی جواب قسم کا انشاء سے کوئی تعلق ہے)

نکتہ: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یَوْمَ تَرْجُفُ کا عامل لَتُبْعَنَّ کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ یَوْمَ تَرْجُفُ میں نوحہ اولیٰ مراد ہے جب کہ بعث نوحہ ثانیہ کے وقت ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ وہ دن اتنا بڑا ہوگا کہ اس میں دونوں نوحوں کی گنجائش ہوگی، لہذا یَوْمَ تَرْجُفُ كالتبعنَّ کے لئے ظرف بنا صحیح ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ غَرْقًا: غَرْقًا اغْرَاقًا سے بنا ہے تو اغْرَاقًا ہی کیوں نہ استعمال کر لیا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن صرف مفہوم ہی کو ادا نہیں کرتا بلکہ مفہوم کو اس کی لغوی و معنوی تمام تر فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا کرتا ہے لہذا جو زور بیان غَرْقًا میں ہے وہ اغْرَاقًا میں نہیں ہے جس کو اہل لسان ہی محسوس کر سکتے ہیں

۱۔ والفاء فی الاخیرین للدلالة علی ترتیبہما علی ما قبلہما بغير مہلة (روح المعانی)

۲۔ یجب حذف جواب القسم اذا تقدم علیہا واكتنفتہ ما یغنی عن الجواب فالاول نحو زید قائم واللہ والثانی نحو زید واللہ قائم وهو یجوز فی غیر ذلک نحو والنازعات غَرْقًا ای لتبعنَّ بدلیل ما بعدہ (مغنی اللیبیب: ۶۳۶ ج: ۲)

۳۔ قولہ الراجفة، الاسناد الیہا مجازی لانہا سبب الرجفة

قاعدہ و النازعات غرقا الخ اگر کسی جگہ معطوف و معطوف علیہ متعدد ہوں اور حرف عطف برائے ترتیب نہ ہو بلکہ برائے جمع ہو تو بعد والے معطوف کا عطف قریب والے معطوف علیہ پر کیا جائے یا شروع والے معطوف علیہ پر دونوں باتیں درست ہیں، بعض نے شروع والے معطوف علیہ پر عطف کرنے کو اصح قرار دیا ہے، اور اگر حرف عطف فایا ثم ہو جو کہ ترتیب کا فائدہ دیتے ہیں تو عطف قریب کے معطوف علیہ پر ہوگا۔

تحقیق لطیف: و الناشطات و السابحات میں واو اور فالسابقات، فالمدبرات میں فا استعمال ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ نازعات اور ناشطات کے معنی روح نکالنے کے ہیں اور روح نکالنے کے بعد چوں کہ فوراً اس کو آسمان پر نہیں پہنچایا جاتا اس لیے السابحات میں واو استعمال ہوا جو معطوف و معطوف علیہ کے مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ مومن زندہ کی روح کو فرشتے جنت کے کپڑوں اور خوشبو میں لپیٹتے ہیں اور کافر کی روح کو گندی ٹاٹ میں پھر اس کو لے کر آسمان کی طرف اڑتے ہیں، جب روح آسمان پر پہنچ گئی تو اب جو خدا کا حکم ہوتا ہے تو چوں کہ فرشتے اس میں کسی طرح کی تاخیر نہیں کرتے اس لیے فالسابقات اور فالمدبرات میں فا استعمال ہوا جو ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے۔

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُولُونَ عَرَانَا لَمْ نَدُودُونَ فِي الْخَافِرَةِ ۝۱۰

• بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے • ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی • کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے •

عَرَانَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳

• کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر واپس ہوں گے • کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی • تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی •

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴

• جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے •

تشریح نفع ثانیہ کے بعد کچھ لوگوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی اسی کو بیان کیا جا رہا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸" بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے یعنی جب نفع ثانیہ کے بعد سب زندہ ہو کر جمع ہو جائیں گے تو اس دن مارے گھبراہٹ کے بہت سے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا ہوتا ہے، "أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹" ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ یعنی مارے ندامت کے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی، ابصار ہا میں ہا نمیر کا مرجع قلوب ہے اور مراد اصحاب القلوب ہیں (یعنی ان دل والوں کی آنکھیں الخ) "يَقُولُونَ عَرَانَا لَمْ نَدُودُونَ فِي الْخَافِرَةِ ۝۱۰" مگر یہ لوگ پھر بھی قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے خافرة کے معنی ہے اٹنے پاؤں، یعنی پہلی حالت، اور پہلی حالت سے مراد حیات قبل الموت ہے یعنی کیا ہم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ "عَرَانَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱" کیا

جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ یعنی جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور ہم گل سڑ جائیں گے تو کیا پھر زندگی کی طرف واپس ہوں گے؟ یہ لوگ ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے اور چورا چورا ہو کر مٹی بن جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال اور مشکل سمجھتے تھے، چنانچہ ازراہ تمسخر و مذاق کہا کرتے تھے۔ ”قَالُوا اتِلْكَ اِذَا كَرَرْتُمْ خَاسِرَةٌ ﴿۱۰﴾“ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔ یعنی بطور استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو یہ واپسی ہمارے لیے بڑے خسارہ کی ہوگی، کیوں کہ ہم نے تو اس کے لیے کچھ سامان کیا نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی میں ڈرائے کہ اس راستہ کو مت جانا شیر ملے گا، اور مخاطب تکذیب کے طور پر کہے کہے کہ اُدھر مت جانا شیر کھا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ وہاں شیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ”فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّ اِحْدَاةٌ ﴿۱۱﴾“ فَ اِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۲﴾“ تو وہ (یعنی رادفہ) بس ایک ہی سخت آواز ہوگی، جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے تو مذکورہ آیت میں ان کے اس محال سمجھنے کا رد ہے کہ اس کو مشکل مت سمجھو کیوں کہ یہ ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں بلکہ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی جوں ہی صور پھونکا جائے گا اور ایک سخت آواز ہوگی تو اس وقت سب اگلے پچھلے بغیر کسی تاخیر کے میدان محشر میں کھڑے دکھائی دیں گے یعنی فوراً سب زندہ ہو جائیں گے۔ (خواہ جسم زمین میں مل کر خاک ہو چکا ہو یا ہواؤں میں اس کے ذرات اڑ رہے ہوں، یا پانی میں بہ رہے ہوں)

لغات قُلُوبٌ، قَلْبٌ کی جمع ہے مرادی معنی ہیں ”دل“ و اجْفَةُ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، وَجَفَ الشَّيْءُ (ض) وَجَفًا، وَوَجِيْفًا، وَوَجُوْفًا: تھر تھرانا، دھڑکنا، اَبْصَارٌ، اَنْكَبِيْنَ، بَصْرٌ کی جمع۔ خَاشِعَةٌ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، خَشَعٌ (ف) خُشُوْعًا: پست اور ذلیل ہونا، مَرْدُوْدُوْنَ، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، رَدَّةٌ (ن) رَدًّا: روکنا، واپس کرنا، اِلَيْهِ: لوٹنا۔ الحَافِرَةُ، اُلْهُ پاؤں، یعنی جس راستہ سے چل کر آیا تھا، مراد پہلی حالت، یعنی حیات قبل الممات) (۲) حَفَرَ (ض) حَفْرًا: گڑھا کھودنا۔ حَافِرَةٌ بمعنی محفورة کھدی ہوئی زمین، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم کھدی ہوئی زمین یعنی قبر میں ہوں گے، عبارت ہوگی اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ وَنَحْنُ فِى الْحَافِرَةِ، كُنَّا نَعْمَلُ فَعْلًا نَاقِصًا جمع متکلم عِظَامًا ہڈیاں، عَظْمٌ کی جمع، نَحْرًا، نَحْرًا: نَحْرًا کا مؤنث، باب سَمْعٌ سے صفت مشبہ (قاموس القرآن) نَحْرًا: بوسیدہ ہونا، چورا چورا ہونا۔ اِذَا: جمہور کے نزدیک حرف ہے، اور بسیط ہے، اور اس کے معنی جواب و جزا کے ہیں، لا عمل لہا، اصل لفظ اِذْنٌ ہے، بحالت وقف نون کو الف سے بدل دیتے ہیں۔

۱۔ قَلْبٌ کے لغوی معنی ہیں اَلتَّنَّاطِلُ، قلب گوشت کا ایک لوتھرا ہے جو انسان کے سینہ کے بائیں پہلو میں ہے اور چونکہ یہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں یہ معنی علم تشریح بالا اعضاء میں ہے اور ادب کی زبان میں قلب کے دو معنی ہیں (۱) عقل (۲) وجدان روحانی، قرآن میں دونوں معانی کا استعمال ہوا ہے، اَفَلَمْ سِيرُوا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنُ لَہُمْ قُلُوْبٌ یَعْقِلُوْنَ بِہَا الْخَبْرَ یٰہَا قَلْبٌ سے مراد عقل ہے اور سَالَفِیْ فِى قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرَّعْبَ اور اِذَا ذُکِرَ لِلّٰہِ وَجِلَّتْ قُلُوْبُہُمْ جیسی آیات میں قلب سے مراد وجدان ہے، ظاہر ہے کہ مرعوب ہونا اور ہیت و خوف وغیرہ سب وجدانی چیزیں ہیں۔

کَرَّوۡنًا: باب ضرب کا مصدر، اور "و" برائے وحدت ہے، معنی ہوں گے ایک بار لوٹنا، کَرَّ الشَّيْءُ (ض) کَرًّا: لوٹنا، مراد دنیا سے لوٹ کر عالم آخرت کی طرف جانا، خَابِرَةٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خَبِرَ (س) حَسَبًا وَحَسَبًا وَحَسَبًا: نقصان اٹھانا (یہاں اسناد مجازی ہے ای اُسْبَدَ الْخَسَارَةَ لِلْكُرَّةِ وَالْمَرَادُ اصْحَابَهَا) زَجْرَةٌ: زَجْرٌ سے مصدر مَرَّةً، بمعنی ایک ڈانٹ (القاموس الوحید، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) زَجَرَ (ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، وَاحِدَةٌ مؤنث واحد، ایک (حساب کا پہلا عدد) وَحَدَّ (ض) (س) وَحَدًّا وَحَدَّةً تَبَاهَا هَوْنًا - السَّاهِرَةُ: صاف و ہموار زمین، میدانِ قیامت، جمعہ سواہر، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، بیدار رہنا، نیند اڑ جانا (اس زمین کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر چلنے والا شدتِ خوف کی وجہ سے سوتا نہیں ہے بلکہ بیدار رہتا ہے، بولتے ہیں قَطَفُوا سَاهِرَةً، انہوں نے ایسی لمبی چوڑی زمین کو طے کیا جس پر چلنے والا جاگتا رہتا ہے) پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ ارضِ آخرت ہے اور دوسرے بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی زمین ہے۔

ترکیب قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ... قلوب مبتدا اور تنوین برائے تنويع جو بمنزلہ وصف کے ہے یا برائے تکثیر لہذا مبتدا مکرہ مخلصہ ہے، جب تنوین برائے تنويع ہو تو ترجمہ ہوگا کچھ قسم کے دل اور برائے تکثیر ہو تو ترجمہ ہوگا بہت سے دل، (روح المعانی) یومئذ، واجفۃ کا ظرف مقدم، واجفۃ شہ فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر خبر اول، ابصارها مرکب اضافی ہو کر مبتدا، ای ابصار اصحابها، والضمیر للقلوب، خاشعۃ شہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر ثانی (محل رفع میں) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا (لا محل لہا)۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ... هُمْ مبتدا محذوف يقولون فعل، ضمیر واو فاعل (مراد منکرین قیامت) ہمزہ برائے استفہام (استفہام انکاری، لانہم انکروا الرد) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، نا اس کا اسم (محل منصوب) لام برائے تاکید مزحلقة۔ مَرْدُودُونَ: صیغہ اسم مفعول، ضمیر ہم نائب فاعل، فی الحافرة (آئی الی الحافرة) متعلق، شہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل ا۔ بے اسم و خبر سے مل کر يقولون کا مقولہ، پھر مکمل جملہ مبتدا محذوف هُمْ کی خبر (محل رفع میں)، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا جو کہ منکرین بعث کے قول کو بیان کرنے کے لئے لا گیا گیا ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّجْوَةً... ہمزہ برائے استفہام انکاری، (الاستفہام لہنا تاکید لمضمون انکار البعث) اِذَا اسم ظرف بمعنی وقت مضاف كُنَّا فعل ناقص، نا ضمیر اسم، عِظَامًا نَّجْوَةً: مرکب توصیفی ہو کر اس کی خبر، فعل ناقص مع اسم و خبر کے مضاف الیہ اور اس مرکب اضافی کا عامل وہ فعل محذوف ہے جس پر لَمَرْدُودُونَ شہ فعل مذکور دال ہے، آئی هل نُزِدُّ وَنُبْعَثُ مِنْ جَدِيدٍ اِذَا كُنَّا لِح (ترکیب دیگر وہی فعل محذوف اِذَا كُنَّا کا جواب و جزا ہے)

۱ دوسری ترکیب: قلوب واجفۃ مرکب توصیفی مبتدا اور ابصارها خاشعۃ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا کی خبر، اب ترجمہ دوسرا ہوگا۔

قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ... قَالُوا فَعَل، واؤ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول - تِلْكَ مبتدا (والاشارة الى الرجعة المفهومة من قوله انا لعمردودون الخ مظهری) اِذَا. حرف جواب وجزا لعمل لها (جیسی بہا لافادۃ تاکید الرجعة الخاسرة) كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لها) (کلام مسوق لحکایۃ کفر آخر متفرع علی کفرهم السابق) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ... یہ فاء محذوف کے جواب میں ہے یعنی قول مقدر کی تعلیل کے لئے ہے آئی لَا تَسْتَعْجِلُوها (یعنی اس کو مشکل مت سمجھو) فانما ہی زجرۃ واحدۃ (اعراب القرآن، روح المعانی) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، مَا کافہ ہی مبتدا (ای النفخة الثانية) زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لها) فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ... فَاصْبِرْ اور شرط مقدر ہے آئی اِذَا انْفِخَ فِي الصُّورِ شرط اِذَا مفاجاتیہ، هُمْ، مبتدا بالساهرة کائنون محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محذوف کی جزاء، (لا محل لها) شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵ اِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶ اِذْ هَبَّ اِلَى فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے • جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوی میں پکارا • کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت

اِنَّهُ طَغٰی ۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰی اَنْ تَزْكٰی ۱۸ وَاَهْدِيْكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ۱۹

اختیار کی ہے • سو اس سے کہو کہ کیا تمہ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تُو درست ہو جائے • اور میں تمہ کو تیرے رب کے طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے •

تشریح منکرین قیامت کے لئے سیدھے سوالات اور قیامت کی تکذیب کرنے سے حضور ﷺ کو تکلیف دایذا پہنچتی تھی اس لیے ان آیات میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ایسی ایذائیں کچھ آپ کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیائے سابقین کو بھی بڑی بڑی ایذائیں پہنچی اور انھوں نے صبر کیا، آپ بھی صبر سے کام لیں، لہذا ان آیات میں ایک طرف تو آپ ﷺ کے لیے تکذیب قوم پر صبر آفرینی مقصود ہے اور دوسری طرف کافروں کے لیے تباہی کی دھمکی ہے کہ فرعون جو لاکھوں انسانوں کا بادشاہ تھا اس کا یہ حشر ہوا تو پھر یہ مکہ کے کافر کس گنتی میں ہیں، یہ کس منہ سے اللہ کے اعلان یعنی قیامت کی تکذیب کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵“ کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے استفہام برائے تقریر ہے یعنی وہ قصہ آپ کو پہنچا ہے، قصہ یہ ہوا کہ ”اِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶“ جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوی میں پکارا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وادی مقدس یعنی کوہ طور کے پاس طوی میں موسیٰ سے ہم کلامی کی اور فرمایا ”اِذْ هَبَّ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی ۱۷“ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے اس کی

شرارت و سرکشی اور تکبر یہ تھا کہ خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا بلکہ اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کرتا تھا ”فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰی اَنْ تَزَيِّنٰی ۙ وَاَهْدِيْكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ۝۱۵“ سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں، تو تو ڈرنے لگے، درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تو کفر و شرک اور شرارت و سرکشی کو چھوڑ دے، اور میں تیری درستگی کی غرض سے تجھ کو تیرے رب کی طرف یعنی اس کی ذات و صفات کی طرف راہ دکھاؤں یعنی تیرے سامنے اس کی ذات و صفات کو بیان کروں اور پھر تو اس سے ڈرنے لگے اور ایمان لے آئے، (معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح معرفت الہی اور خشیتِ خداوندی پر موقوف ہے)

اختیاری مطالعہ

واقعہ موسیٰ: واقعہ یہ پیش آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام میں یہ معاہدہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ یا دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کریں گے، چنانچہ مدین کے اندر شعیب علیہ السلام کے مکان پر یہ مدت پوری کر کے موسیٰ علیہ السلام نے رخصت چاہی کہ میں اپنی والدہ اور بہن سے ملنے کے لیے مصر جاتا ہوں اور جس خطرہ کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے عرصہ دراز گزر جانے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا، شعیب علیہ السلام نے ان کو مع ان کی اہلیہ یعنی اپنی صاحبزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت کر دیا، راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا، موسم سردی کا تھا اور اہلیہ محترمہ حاملہ قریب الولادہ تھیں، جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت جانکے، اہلیہ کو دروزہ شروع ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے حفاظت کے لیے آگ جلانا چاہا اسی حیرانی و پریشانی کے عالم میں کوہ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا، گھر والوں سے کہا کہ میں آگ لانے جاتا ہوں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ جاننے والا مل جائے تو راستہ بھی معلوم کر لوں فلما اٹھا نودی یا موسیٰ ائی انارک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی وانا اخترتک فاستمع لما یوحی مختصر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت پر شعلے مار رہی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کچھ گھانس پھونس آگ کے قریب کیا کہ ان میں آگ لگ جائے گی اور ان کا مقصد پورا ہو جائے گا مگر جب یہ گھاس پھونس آگ کے قریب کیا تو آگ پیچھے ہٹ گئی، بہر حال آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اور ایک آواز آئی کہ اپنے جوتے اتار لے کہ یہ مقام ادب ہے اور آپ وادی مقدس یعنی طوی میں ہیں، جو کلام اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا یعنی انسی انا اللہ، لا الہ الا انا فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ لذلکری ان الساعۃ آیۃ الخ۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین کے تمام اصول کی تعلیم دے دی گئی یعنی توحید رسالت اور آخرت اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور آپ کو کچھ معجزات بھی دیئے گئے یعنی آپ کے ہاتھوں میں جو عصا تھا اس کا اڑدہا بننے کا معجزہ، دوسرا معجزہ یہ کہ جب آپ بغل کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالتے تو ہاتھ آفتاب کی طرح چمکنے لگے پھر آپ کو حکم ہوا ذہب الی فرعون انه طغی الخ۔

لغات آئی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، ائی، (ض) ائییا و ائیانا: آنا۔ حدیث بات، قصہ، جمع احادیث

(محدثین کی اصطلاح میں حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں) موسیٰ، بنی اسرائیل کے پیغمبر کا نام۔ علیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے (مزید سورۃ الاعلیٰ میں) اِذْ جَئِدُ مَعَانِي كَلِمَاتٍ تَقْتُلُ بِهَا نَفْسًا وَنَحْيًا وَمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ الصَّافِينَ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَكَلِيمٌ (معاذت) ماضی واحد مذکر غائب، نَازِي مَنَادَاةٌ وَبِدَاءٌ فَلَئِنَّمَا آوَدْنَا بِاللَّيْلِ نَارًا تَلْقَاكُمْ نَادِمِينَ الْوَادِ الْمُقَدَّسِ. پاک وادی، (وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا) لغت کے اندر وادی دو پہاڑوں کے درمیان کی گھائی کو کہتے ہیں، جمع اَوْدِيَةٌ۔

فائدہ الواو، رسم صحیف بغیر یاء کے ہے اور یاء کو اتقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر رکھا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (۲) یاء تلفظ کی اتباع میں رسم الخط سے بھی حذف ہوگئی۔ المقدس، باب تفعیل سے اسم مفعول، قَدَّسَ اللَّهُ فَلَئِنَّمَا: حذا کسی کو پاک و صاف بنانا، قَدَّسَ (ک) قَدَّسًا وَقَدَّسًا: پاک ہونا، بابرکت ہونا، طَوَّى، اسی وادی مقدس کا نام طَوَّى ہے جو ملک شام میں ہے اور اس کو وادی ایمن بھی کہتے ہیں، طَوَّى بضم الطاء و بکسرہا، بالتونین و بلا تونین ہر طرح پڑھا جاتا ہے، نیز منصرف و غیر منصرف دونوں، منصرف بایں طور کہ وہ وادی اور مکان کا اسم ہے اور نکرہ ہے اور غیر منصرف بایں وجہ کہ وہ مؤنث کا علم ہے یعنی بتاویل بقعة اور معرفہ ہے لہذا علیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہوگا اور اب اس پر تونین نہیں آئے گی۔ (مظہری، اعراب القرآن) اخذت (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر ذہب (ف) ذَهَابًا وَمَذْهَبًا، جانافرعون، قدیم مصری بادشاہوں کا لقب، جیسا کہ شاہ ایران کو کسری اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تَبَع کہا جاتا ہے (۲) ہر ظالم و سرکش کا لقب، جمع فراعنة (حضرت موسیٰ نے جس فرعون کے محل میں پرورش پائی اس کا نام رع مسیس دوم تھا) (قاموس القرآن) فرعون بحجی لفظ ہے اور بر بنائے عجمہ و علیت غیر منصرف ہے، طغی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طغى (ف) طَغِيًا، وَطَغِيَانًا: سرکشی کرنا، حد سے بڑھ جانا، قرآن شریف میں یہ صیغہ باب فتح سے ہی استعمال ہوا ہے اگرچہ باب نصر و سح سے بھی اس کا استعمال آتا ہے باب نصر سے وادی اور باب سح و فتح سے یائی ہے تو طغى (تفعل) مضارع واحد مذکر حاضر (توسنور جائے) دراصل تنزکی ہے ایک تاء تخفیفاً حذف ہوگئی مصدر تنزکی ہے بمعنی سنورنا، پاک ہونا، مجرد میں ہے زَكَا (ن) زُكَاةً وَزَكِيًّا (س) زَكِيًّا: بڑھنا، نیک ہونا۔ آهدى، (ض) مضارع واحد متکلم، هَدَى فَلَئِنَّمَا هُدَى وَهَدِيًّا، وَهَدَايَةً: راہ دکھلانا، هَدَى فَلَئِنَّمَا: رہنمائی حاصل کرنا، تَخَشَّى (س) مضارع واحد مذکر حاضر خَشِيَ (س) خَشِيَةً ذُرْنَا۔

ترکیب هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى إِذْ نَادَا رَبَّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوَّى... (كَلَامٌ مُسْتَأْنِفٌ وَارِدٌ لِتَسْلِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَكْذِيبِ قَوْمِهِ وَتَهْدِيدِهِمْ عَلَيْهِ) هَلْ برائے استفہام تقریری (وقيل هل يمتنى قد) أَتَاكَ فعل مع مفعول به حَدِيثُ مُوسَى مركب اضافی ہو کر فاعل مکمل جملہ متانفہ (لا محل لها) اِذْ اسم ظرف بمعنی وقت، مضاف نَادَا رَبَّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوَّى جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حَدِيثُكَ كَظَرَفٍ لِلْحَدِيثِ لِإِلْتِيَانِ لِأَخْتِلَافِ وَقْتَيْهِمَا (روح المعانی و اعراب القرآن) اور تفسیر

مظہری میں اس طرح ہے الظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِمَفْهُومِ حَدِيثِ مُوسَى آيِ هَلْ آتَاكَ الْحَدِيثُ الْمُتَعَلِّقُ بِمُوسَى وَقَتَّ
 نِدَاءً رَبِّهٖ اِيَّاهُ، یا پھر اذ ناداه کو اذ كُرُفعل مقدر کا مفعول بہ مانا جائے (روح المعانی) (بالوَادِ متعلق نادى کے، طوى،
 بدل ہے الْوَادِ الْمُقَدَّسِ سے، بالوَادِ اى فى الوَادِ) اِذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ ظَلَمَ فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلَى اَنْ تَزِلِّي
 وَ اَهْدِيكَ اِلَى رَبِّكَ فَتَخْشِي... اِذْهَبْ سے پہلے وَقَالَ مَحذُوفٌ ہے لِهَذَا قَالَ فَعَلٌ فاعِلٌ ہو کر قول اِذْهَبْ فَعَلٌ،
 ضمیر انت فاعِلٌ، اِلَى فِرْعَوْنَ متعلق، فَعَلٌ اپنے فاعِلٌ اور متعلق سے مل کر مَعْلَلٌ (فی محل نصب) اِنَّهُ ظَلَمَ جملہ تعلیلیہ
 (تعلیلٌ لِلْاَمْرِ) مَعْلَلٌ اپنی تعلیل سے مل کر مَعطُوفٌ علیہ فَا عَاطِفُهُ قُلْ فَعَلٌ، انت ضمیر مستتر فاعِلٌ، فَعَلٌ اپنے فاعِلٌ
 سے مل کر قول، هَلْ برائے استفہام (معناه العرض لاستدعائه بالملاطفة) لَكَ جار مجرور ثابتہ کے متعلق ہو کر
 خبر مقدم، اِلَى حرف جار اَنْ ناصبہ تَزِلِّي فَعَلٌ مضارع، ضمیر انت فاعِلٌ، فَعَلٌ اپنے فاعِلٌ سے مل کر مَعطُوفٌ علیہ وَاوَّ
 عَاطِفُهُ اَهْدِي. فَعَلٌ ضمیر انا فاعِلٌ کاف مفعول بہ اِلَى رَبِّكَ متعلق، فَعَلٌ اپنے فاعِلٌ اور متعلق سے مل کر مَعطُوفٌ علیہ
 مَعطُوفٌ، فاء حرف عطف برائے تفریع تخشبی فَعَلٌ فاعِلٌ ہو کر مَعطُوفٌ (تخشبی کا مفعول بہ ؤ ضمیر بوجہ رعایت
 فواصل محذوف ہے) مَعطُوفٌ علیہ اپنے مَعطُوفٌ سے مل کر مَعطُوفٌ ہوا تَزِلِّي کا پھر مَعطُوفٌ علیہ اپنے مَعطُوفٌ سے مل کر
 مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق رَغْبَةً مصدر کے، اور وہ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر قول کا مقولہ، (محل
 نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر اِذْهَبْ کا مَعطُوفٌ، (فی محل نصب) مَعطُوفٌ علیہ اپنے مَعطُوفٌ سے مل کر قال
 محذوف کا مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید لفظ اذ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) ظرف اس وقت ماضی یا مستقبل یا جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور عموماً
 زمانہ ماضی کے لیے ظرف بنتا ہے جیسے اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَثْنَيْنِ اِذْ هَمَّ فِى الْغَارِ اِذْ يَقُولُ
 لِّصَاحِبِهِ لَا تُخْزِنِ اِنَّ اللّٰهَ مَعْنَا۔ اور کبھی مفعول بہ بنتا ہے جیسے وَاذْ كُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءً مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور کبھی مفعول بہ سے بدل
 بنتا ہے جیسے: وَاذْ كُرَفِى الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذَا نَتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا، لَقَدْ اِذْ يٰهَا لَفْظٌ مَرْيَمَ سے بدل اشتمال ہے اور کبھی
 مضاف الیہ کے عوض اس پر توین داخل کر دی جاتی ہے جیسے: يَوْمَئِذٍ (۲) حرف تعلیل جیسے: ضَرَبْتَهُ اِذْ اَسَاءَ (میں نے اس کی پٹائی کی
 کیوں کہ اس نے برا کام کیا) (۳) حرف مفاعلات جیسے: نَهَجَ الْعَرَبُ مِثْلَ هِىَ فَبَيْنَمَا الْعَسْرُ اِذْ اِدَارَتْ مِيسِيرَ (چوں کہ تنگی کے دوران
 اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پاس)

اجراء هل آتاك حديث موسى۔ عزیز طلبہ! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ لفظ موسى معرفہ ہے بوجہ علم
 ہونے کے، مگر میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ ہے کہ اگر علم سے مراد اس کا وصف مشہور لیا جائے، تو پھر علم معرفہ نہیں رہے گا۔

۱۔ قولہ اِذْ هَبْ اِلَى اَنْ تَزِلِّي وَ اَهْدِيكَ اِلَى رَبِّكَ تفسیر ہے ناداہ کی، وقیل ہو علی حذف ان المفسرۃ اى ان اذْهَبْ، اور یہ بھی جائز ہے کہ ان مصدریہ
 سے پہلے حرف جر مقدر ہو اى بان اذْهَبْ

جیسے لِكَلِّمْ فِرْعَوْنَ مُوسَىٰ یہاں فرعون سے مراد وصف فرعون اور موسیٰ سے مراد وصف موسیٰ ہے آجی لِكَلِّمْ مُنْطَلِحٌ حَقِیْقٌ اسی طرح اور بھی کچھ شکلیں ہیں دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۳۔

فَارَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٥﴾ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿١٦﴾ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ﴿١٧﴾ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ﴿١٨﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی • تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا • پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا • اور جمع کیا پھر باواز بلند تقریر کی •

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں • سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا • بیشک اس میں

لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢١﴾

ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے •

تشریح ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس جانے کا حکم کیا تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فرعون کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَارَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٥﴾“ یہ آیت فعل محذوف پر معطوف ہے ای ذہب الی فرعون فاراہ الخ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے پھر جب فرعون نے دلیل نبوت طلب کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی دکھلائی یعنی اپنے نبی ہونے کی نشانی دکھلائی، اس نشانی یعنی آیت کبریٰ سے بعض مفسرین نے عصا کا معجزہ مراد لیا ہے کہ آپ نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو سانپ بن گیا اور بعض مفسرین نے آیت کبریٰ کو اسم جنس قرار دے کر عصا وید بیضا دونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے، اور اسم جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے، مگر وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔

”فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿١٦﴾ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ﴿١٧﴾“ تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور کہنا نہ مانا، پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی کوشش کرنے لگا۔ ”فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ﴿١٨﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿١٩﴾“ اور جمع کیا یعنی لوگوں کو جمع کیا پھر (ان کے سامنے) باواز بلند تقریر کی، اور کہا میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں یہ موسیٰ کہاں سے آگیا، اور کس نے اس کو بھیجا، رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ میں اعلیٰ کی قید قید احترازی نہیں ہے کہ وہ اپنے کو تو بڑا رب اور کسی دوسرے کو چھوٹا رب بھی مانتا ہو، بلکہ یہ قید واقعی اور صفت مادحہ کے طور پر استعمال کی کہ میں درحقیقت تمہارا بڑا رب ہوں، الغرض فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ ”فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٠﴾“ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا نیوی عذاب تو غرق، اور اخروی عذاب حرق، یعنی دنیا کے اندر تو اس کو دریا میں غرق کر دیا اور آخرت کے اندر نارِ جہنم میں جلے گا۔ نکال اسم مصدر ہے بمعنی عبرتناک سزا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں سزائیں بڑی عبرت ناک تھیں، ”إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢١﴾“ ذلک کا

مشاریہ ہے المذکور ای فی الاخذ والنکال بے شک اس میں ایسے شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عبرت حاصل کرے کہ پیغام خدا کو ٹھکرانے اور فرستادہ خدا کی تکذیب کرنے سے ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں، اے اللہ ہم سب کی حفاظت فرما۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں ☆ طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

لغات آراہہ ہمزہ اول زائد ہے یہ اَفْعَل کا ہمزہ ہے اور ہاء سے پہلے جو الف ہے وہ لام کلمہ ہے جو کہ دراصل یاء تھا اور عین کلمہ (ہمزہ) تخفیفاً حذف کر دیا گیا، مادہ رأی ہے، آزی کی اصل آزا ہے (آزأ) اور اس کی اصل آزأی ہے (باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مصدر اراند) یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا آزأ ہوا، پھر ہمزہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، آزی ہو گیا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (اور یہاں چوں کہ آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اس لیے متعدی بد و مفعول ہے نہ کہ متعدی بسہ مفعولہ)

الآیۃ نشانی، معجزہ، جمع آیات، آیت کے اصل معنی ظاہری نشانی کے ہیں، اسی اعتبار سے قرآن کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ کلام کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ الکبریٰ (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، جمع الکبیر، کبیر (ک) کبیرا و کبیرا، شان و مرتبہ میں بڑا ہونا کذبت (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، کذبت فلاناً: کسی کو جھٹلانا، کذبت (ض) کذبتا و کذبتا: جھوٹ بولنا، عصى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عصى (ض) عصىانا، و مفصیئة: نافرمانی کرنا، آذبر (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آذبر اذباراً: پیٹھ پھیرنا، یسعی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، یسعی (ف) سفیئاً: کوشش کرنا، دوڑنا حشیر (ن، ض) حشیراً: جمع کرنا، ناذی (مفاعلت) ماضی واحد مذکر غائب، ناذی مناداة و نداء: آواز دینا، الاعلیٰ (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، علا یعلو (ن) علواً: بلند ہونا، (اعلیٰ صفت مادہ ہے، احترازی نہیں ہے کہ ارباب غیر اعلیٰ کے وجود کو مستلزم ہو ای لم یقصد به التفضیل بل الوصف) آخذ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، آخذ (ن) آخذاً، لینا، پکڑنا، نکال، تشکیل کا اسم مصدر (جیسے سلام، تسلیم کا ہے، تفسیر مدارک ص: ۳۲۶) بمعنی سزا، عبرت ناک سزا، عذاب، نکال، (ن) نکلۃ بغلان: کسی کو عبرت ناک سزا دینا، الایحوة، موت کے بعد کا زمانہ، اسم فاعل کے وزن پر ہے مگر یہاں بطور اسم جامد مستعمل ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ) مٹائی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا، الاوئی پہلی، مراد دنیا، جمع اول، یہ اول کا مؤنث ہے، قرآن کے اندر جہاں لفظ آخرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے، (مزید تفصیل سورۃ التطفیف میں) عیبرۃ نصیحت، جمع عیبرۃ (قال الرازی العبرۃ من العبور (ن) گذرنا، ایک جانب سے دوسری جانب پہنچنا، نصیحت حاصل کرنے میں بھی انسان جہالت سے عبور کر کے علم تک پہنچتا ہے) یحییٰ مضارع واحد مذکر غائب، حیوی (س) حیویۃ: ڈرنا۔

ترکیب فَأَرَاهُ الْآیَةَ الْكُبْرَىٰ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْفَىٰ... فا حرف عطف اور معطوف علیہ محذوف ہے

آیہ ذہب الی فرعون فآزاه الخ آزی فعل ضمیر ہو فاعل، ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اول الآیۃ الکبریٰ مرکب
توصیفی مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعطفہ کذبت وعظی باہم
معطوف و معطوف علیہ ہو کر حسب سابق معطوف علیہ معطوف، و تم حرف عطف، آذبر فعل، ضمیر ہو مستتر ذوالحال یسعی
جملہ فعلیہ حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (آذبر کا عطف کذبت

پر ہے) فَحَسَّرَ فَنَادَى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاٰخِلٰی فَاٰخِذَةُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰوٰی... یہ سب باہم معطوف
و معطوف علیہ ہیں اور ان کا تعلق بھی ماقبل معطوف علیہ سے ہے، پھر تمام معطوفات مل ملا کر جملہ متانفہ ہے۔ (لا محل لہا)
فَاٰخِذَةُ کی فاسبتیہ ہے یعنی ماقبل سبب ہے مابعد کے لئے الْاٰخِرَةِ وَالْاٰوٰی مرکب عطفی ہو کر نکال کا مضاف
الیہ ہے، پھر مرکب اضافی آخِذُ فعل کا مفعول مطلق ہے کیونکہ دونوں میں معنی اتحاد ہے اور نکال، تنکیل کا اسم مصدر
ہے اور اسم مصدر کا مفعول مطلق بنا صحیح ہے کیونکہ مفعول مطلق کے لئے معنی حدی ہونا کافی ہے، اس سے افعال کا مشتق
ہونا ضروری نہیں ہے یا پھر نکال سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے ای فاخذہ اللہ آخِذُ نَكَالِ الخ یا پھر اس طرح
عبارت مانی جائے، فنکل بالآخذ نكال الآخرة والاولی۔

إِنِّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَّخْشٰی... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل، فِي ذٰلِكَ متعلق ثابت محذوف کے ہو کر خبر مقدم (ای
فی المذكور، ای فی الاخذ والنكال) لام، مزحلقة، برائے تاکید عِبْرَةٌ موصوف، لام جارہ من یخشی اسم موصول
مع صلہ کے مجرور، جار مجرور کائنة محذوف کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم
مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (لا محل لہا)
فائدہ لام ابتدائیہ و مزحلقة کا بیان صفحہ ۱۰ اور حاشیہ ۲ میں دیکھیں۔

۱ روح المعانی میں اس فاکو فیور لکھا ہے اور معطوف علیہ ذمب فی محذوف ہے۔

۲ لام کی مختلف قسمیں ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو لام مفردہ کی تین قسمیں ہیں (۱) لام جارہ، (۲) لام جازمہ (۳) لام فی عالمہ۔

قصر اول: لام جارہ مختلف معانی کے لئے آتا ہے مثلا اختتام، استحقاق، تعلیل، تاکید، نفی، حملیک، ملک وغیرہ کے لئے، ومنها التوکید وہی
اللام الزائدة وہی انواع منها اللام المعترضہ بین الفعل المتعدی ومفعولہ، ومنها اللام المسماة بِالْمُعْتَرِضَةِ وہی المعترضہ بین
المتضائفین کما فی قولہم یا بؤس لِّلخزب والاصل یا بؤس العرب ومنها اللام المسماة بلام التقویۃ وہی المزیدۃ لتقویۃ عاملی ضغف
(اقتابناخر العامل نحو هذی ورحمة للذین هم لرتهم ترہون، او یكون مغرغافی العمل نحو فقال لما یرید)
قصر ثانی: دوسری قسم کا لام وہ ہے جو طلب کے لئے آتا ہے اور اپنے مابعد کو جزم دیتا ہے اور خود کو صدمتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے دوسرے اور تم
ہو تو ساکن ہو جاتا ہے جیسے: فلیست جیبیو الی ولینو منوا بی، ثم لیقضوا۔

قصر ثالث: تیسری قسم کا لام وہ ہے جو غیر مال ہوتا ہے اور اس کی سات قسمیں ہیں، لام ابتدائیہ اور یہ مضمون جملہ کی تاکید کا کہہ دیتا ہے ای
وجہ سے بابتان میں اس کو صدر جملہ سے ہٹا کر کچھ آگے بڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ ان خود تاکید کلام کے لئے آتا ہے تو اگر اس لام کو کسی شروع کلام میں دیکھو تو
ابتداء کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا، اور یہ کر وہ ہے، اس لام کو لام مزحلقة (بفتح اللام ہو بکسرہا) کہتے ہیں (یعنی جس کلام کے مقام
سے پہلا دیا اور ہٹا دیا گیا ہو) جیسے: ان ربکم لیک حکیمین ہوم القیامۃ ان ربکم لیسخبع الدعاء بان لک لاجزا غیر ممنون اسم و خبر اور خبر دونوں

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۖ بَنَاهَا ۚ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَاهَا ۚ وَاعْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا • اللہ نے اس کو بنایا • اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا • اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَ أَخْرَجَ ضُحَاهَا ۚ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۚ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۚ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا • اور اس کے بعد زمین کو بھجایا • اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا •

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا • تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ پہنچانے کے لئے •

تشریح ما قبل آیت یعنی ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا تَّخِرَةً ۙ میں کفار کا قیامت کو مستبعد و محال سمجھنا مذکور تھا، پھر فَإِنَّمَا

هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۙ سے وقوع قیامت کا نقلی جواب دیا گیا، پھر درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

کا واقعہ مذکور ہوا اب ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا سے وقوع قیامت کا عقلی جواب دے رہے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۖ“ بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ یعنی تم یہ بتلاؤ کہ کیا تمہارا

پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد، زیادہ سخت ہے یا آسمان کا، ظاہر ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ سخت

ہے جیسا کہ دوسری آیت ہے لِخَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش

انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل ہے کہ آسمان انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ حالاں کہ ہم نے زمین و آسمان کو پیدا

کر دیا تو پھر تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ لہذا ایک بار نہیں، ہزار بار زندہ کئے جاسکتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا

کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ ”بَنَاهَا ۚ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَاهَا ۚ“ اللہ نے اس کو بنایا یا بس طور کہ اس

کی چھت کو بلند کیا واقعی حیرت ہے کہ کس قدر اونچا بنایا اور اتنی اونچائی پر اس کو کس طرح روک دیا، اور اس کو درست بنایا

کہ اس میں کوئی شکاف اور کمی نہیں ہے، ”وَاعْطَشَ لَيْلَهَا ۚ“ اور اس کی رات کو تاریک بنایا،

پڑاتا ہے۔ (لہذا ان یہاں دراصل لڑائی تھا) اگر ان کو موخر کر دینے تو حرف (حرف مشہ) کے معمول کا اس پر مقدم کرنا لازم آتا، اور محض لام ابتداء جو

مقطع نہ ہو جسے لَاتَنْتُمْ أَشَدُّ رَبِّكُمْ ہے۔

دوسری قسم لام زائکہ ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتا ہے جیسے: نَامُ الْعَلِيِّسَ لَعَجُوزٌ شَهْرَتُهُ الْأَضَلُّ لَيْسَ عَجُوزٌ اور یہ لام فن مفتوحہ کی خبر پر بھی

آتا ہے جیسے أَلَا أَنْتُمْ لِيَا كَلُونَ الطَّعَامِ (فتح الهمزة، سعید ابن جبیر کی قرأت کے مطابق) اس لام کے اور بھی مواقع ہیں تفصیل در مشنی المصیب، تیسری قسم لام

الجاب ہے یعنی جاب لو کلام جیسے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا، اور لولا کے جواب کلام جیسے وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ وَمَعْشَرَ مِمَّنْ يَفْسُدُونَ لَفَسَدَتِ

الارض اور جواب قسم کلام جیسے تَأْتِيهِمْ مِنْكُمْ جَزْءٌ مِّنْ حَبِّ الْبُرِّ وَهُوَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَهُوَ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَهُوَ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَهُوَ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ

قسم پر بنا کرتے ہوئے نہ کہ شرط پر، بنا بریں اس لام کو لام مؤنث اور لام مؤنث بھی کہتے ہیں جیسے لَوْ لَأَخْرَجْنَا مِنْهُ لِقَاءَ الْيَوْمِ لَئِنْ لَمْ يَأْتِ بِآيَاتٍ لَّخَرْنَا عَنْ يَمِينِهِمْ وَبَنَّا عَنِ النَّارِ جَنَّةً لَّئِنْ لَمْ يَأْتِ بِآيَاتٍ لَّخَرْنَا عَنْ يَمِينِهِمْ وَبَنَّا عَنِ النَّارِ جَنَّةً لَّئِنْ لَمْ يَأْتِ بِآيَاتٍ لَّخَرْنَا عَنْ يَمِينِهِمْ وَبَنَّا عَنِ النَّارِ جَنَّةً

الرجل کلام۔ چوتھی قسم کلام اسماء اشادات کلام جیسے ذَلِكُ، تِلْكَ، (للدلالة على البعد أو على التوكيد) ساتویں قسم کلام لام اسحب جو غیر جارہ ہو

جیسے لَطْفٌ لِّذِي مَاءٍ لَطْفٌ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا، لیلہا اور نھہا کی ضمیر سماء کی طرف راجع ہے، اور رات و دن کو آسمان کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتے ہیں، اور آفتاب آسمان میں ہے، یہ نہیں فرمایا گیا کہ رات اور دن خود بخود پیدا ہو گئے، بلکہ رات کو تاریک بنانے اور دن کو ظاہر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تاکہ اس کی صناعت کی طرف ذہن منتقل ہو اور معلوم ہو کہ یہ دونوں کام کرنے والا بڑی قدرت و طاقت والا ہے لہذا ایسے قادر اور طاقت ور کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ” وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ﴿۱۰﴾ ” اور اس کے بعد زمین کو بچھایا کہ جس پر چلنا پھرنا اور کھیتی باڑی کرنا آسان ہو گیا، ” أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿۱۱﴾ ” اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا، یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کو جاری کر کے سبزی، غلے پھل پھول، اور طرح طرح کی غذائیں پیدا کیں، ” وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿۱۲﴾ ” اور پہاڑوں کو قائم کر دیا جس سے زمین کی سطح رک گئی، ” مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۱۳﴾ ” تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ پہنچانے کے لیے یعنی زمین کا بچھانا، اس پر پہاڑوں کا گاڑنا، اور زمین سے چشموں، نہروں اور غلہ و چارہ کا نکالنا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ رسائی کے لیے ہے۔ لہذا جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنا دیں تو تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

فائدہ اصل استدلال خلق سماء سے تھا، مگر زمین کا ذکر شاید اس لیے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور زمین کی تخلیق کو آسمان کے برابر نہ سہی لیکن بہ نسبت انسان کے اس کی تخلیق بھی اشد ہے، اور آسمان و زمین کی تخلیق کا اشد و مشکل کام ہونا یہ انسان کو سمجھانے کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کام کا کرنا دقیق اور مشکل ہو، قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے: **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ**۔
نکتہ: قولہ دَحَاهَا جلالین میں ہے کہ زمین کے مادہ کی تخلیق، تخلیق آسمان سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

لغات **أَشَدُّ** زیادہ سخت، اسم تفضیل واحد مذکر، از باب ضرب شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، (۲) بھاری ہونا، شَدَّ الشَّيْءُ (ن) شِدًّا: سخت کرنا، خَلَقًا، باب نصر کا مصدر مجہول، پیدا کیا جانا، السَّمَاءُ، آسمان، جمع سلوٰت، ہلی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، ہلی (ض) بِنَاءً: بنانا (در اصل بَنَىٰ تَشَىٰ تھا قاعدہ ے جاری ہوا ہے) رَفَعَ ماضی واحد مذکر غائب، رَفَعَ (ف) رَفْعًا: بلند کرنا، اونچا کرنا، سَمَّمَكَ، اسم بمعنی چھت، جمع سموک، سَتَوَىٰ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَتَوَىٰ الشَّيْءَ تَسْوِيَةً: درست کرنا (اس میں قاعدہ ے سے تعلیل ہوئی ہے) سَتَوَىٰ الرَّجُلُ (س) سَوَىٰ: درستکار ہونا، أَغْطَشَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، (لازم و متعدی) تاریک کرنا، تاریک ہونا، مجرد میں باب

۱۔ جب خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوں گے ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل کرنا حضرت عیسیٰ کے حلق ہے واذا نخلت من الطین کھینقا الطیر یا ذنی (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے ہو) اور کبھی خلق کے معنی اندازہ کرنے کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین اسی معنی کے اعتبار سے کہا ہے۔

ضَرَبَ سے ہے، غَطَشَ، (ض) غَطَشًا: تاریک ہونا، أَخْرَجَ ماضی واحد مذکر غائب، أَخْرَجَ الشَّيْبَ أَخْرَاجًا: نکالنا، خَرَجَ، (ن) خُرُوجًا: نکلنا، طُغِيَ، اسم ہے اور معنی دھوپ پھیلنے اور دن چڑھنے کے ہیں پھر اس وقت کو بھی مٹی کہنے لگے جس میں دھوپ خوب پھیل جائے یعنی چاشت کا وقت، مراد دن ہے، (لیل کے مقابلہ میں آنے کے قرینہ سے) اور دن کو ضحیٰ سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ چاشت کا وقت اجزائے نہار میں نور اور روشنی میں اکمل ہوتا ہے۔ اور جب اس کی اضافت شمس کی طرف ہو تو مجازاً روشنی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے والشمس وضحاها یعنی کامل روشنی جیسے بوقت چاشت ہوتی ہے۔ (روح) دَحَا (ن) ماضی واحد مذکر غائب، دَحَا (ن) دَحْوًا: بچھانا، ہموار کرنا، (اس میں الف، واو یا یاء سے بدلا ہوا ہے بقاعدہ ۷، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ماء پانی، جمع، میاہ، مَزَغِي، مصدر میسی، بمعنی المفعول بمعنی چارہ، (مظہری) یہاں مجاز مرسل ہے، یعنی مرغی بمعنی گھاس بول کر مطلق ماکول مراد ہے خواہ جانوروں کا یا انسانوں کا، مزید تفصیل در روح المعانی) مرغی کا دوسرا معنی ہے چراگاہ، جمع مراغ، اس صورت میں یہ باب فتح سے اسم ظرف ہوگا (لہذا تسمیۃ الحال باسم المحل کے قبیل سے ہوگا) رَغِي (ف) رَغِيًا و مرعی: جانور کا چرنا، چرانا اَزْنِي (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَزْسِي الشَّيْبَ اِرْسَاءً: قائم کرنا زَسَا (ن) زَسَوًا: قائم ہونا۔ بقاعدہ ۷ الف مزید فیہ میں یاء سے بدل کر آیا ہے اور مجرد میں واو سے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) متاعاً اسم مصدر بمعنی تمتیقا (فائدہ پہنچانا) اَنْعَام. نعم کی جمع چوپائے (آئی الابل والبقر والغنم، جلالین) (یاد رکھئے کہ انعام کا اطلاق گائے، بھینس، بیل، بکری پر اسی وقت ہوگا جب ان میں اونٹ بھی ہو کیوں کہ اَنْعَام نَعْم بمعنی اونٹ کی جمع ہے اور اونٹ کو نعم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اہل عرب کے یہاں بڑی نعمت ہے اور دوسرے جانوروں پر اس کا استعمال تغلیبا ہے)

ترکیب اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَم السَّمَاءُ لَيْلَهَا..... ہمزہ حرف استفہام برائے توح، اَنْتُمْ مبتدا اَشَدُّ اسم تفضیل واحد مذکر، ضمیر اس کے اندر میز خَلْقًا تیز، میز اپنی تیز سے مل کر فاعل، اسم تفضیل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ، اَم حرف عطف السَّمَاءُ مبتدا اور خبر مخدوف ہے اَشَدُّ خَلْقًا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ (لاحل لہا) لَيْلَهَا... ہلی فعل ضمیر ہو فاعل، (مرجع اللہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے لہذا مرجع معنی مذکور ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۳۰) ہا مفعول بہ، مکمل جملہ جملہ متانفہ بیانہ ہے (یعنی السماء اَشَدُّ خَلْقًا کا بیان اور کیفیت ہے) رَفَعَ سَمَكًا فَسَوَّهَا وَاغْطَشَ لَيْلَهَا وَاخْرَجَ طُغْيًا... رَفَعَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، سَمَكًا مرکب اضافی مفعول بہ، پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فَسَوَّهَا، عطف رَفَعَ پر، پھر دونوں مل کر معطوف علیہ وَاغْطَشَ لَيْلَهَا معطوف علیہ معطوف، وَاخْرَجَ طُغْيًا، معطوف، یہ سب مل ملا کر جملہ متانفہ بیانہ ہے، (یعنی لَيْلَهَا کا بیان ہے) (لاحل لہا) (روح) سَمَكًا وَاخْرَجَ لَيْلَهَا اَخْرَجَ مِنْهَا

۱ دوسری ترکیب یہ بھی ہے کہ السماء ذوالحال، لیلہا، حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر اَنْتُمْ پر معلق ہو۔

۲ رَفَعَ سَمَكًا ناضحاً کو لیلہا سے بدل بھی بنا سکتے ہیں۔

مَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا وَالْجِبَالِ أَرْسَاهَا... واو حرف عطف، (ما قبل جملہ پر عطف ہے) الارض مفعول بہ ہے، فعل محذوف دحا کا جس پر ما بعد فعل دال ہے کیونکہ یہ ما اضرع عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہے، بعد ذلک (آئی بعد خلق السماء) مرکب اضافی ہو کر فعل محذوف دحا کا ظرف۔ دَحَاهَا مکمل جملہ تفسیر ہے، فعل محذوف دحا کی (لا محل لها) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر معطوف علیہ، والجبال أرسها یہ بھی ما اضرع عاملہ الخ کے قبیل سے ہے اور اس کی ترکیب بھی والارض بعد ذلک کی طرح ہے آئی أرسا الجبال أرسها اور یہ جملہ بھی ما قبل پر عطف ہے (یعنی أرسا کا عطف دحا پر ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور درمیان میں أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا، یہ جملہ دحا کا بیان اور تفسیر ہے لَمَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا تَعْمَالَكُمْ... لَكُمْ وَلَا تَعْمَالَكُمْ معطوف و معطوف علیہ ہو کر متاعاً بمعنی تمتیعاً کا متعلق اور متاعاً فعل محذوف فَعَلَ کا مفعول لہ ہے آئی فَعَلَ ذَلِكْ تَمْتِيعًا لَكُمْ الخ۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٨﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا • یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا • اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ

لِمَنْ يَرَىٰ ﴿٣٩﴾ فَأَمَّا مَنْ ظَنَّ ﴿٤٠﴾ وَأَثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴿٤١﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤٢﴾

کساہر کی جاوے گی • تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی • اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی • سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا •

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٣﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤٤﴾

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھٹکا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا • سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا •

تشریح ما قبل آیات میں بعث بعد الموت کو نقلی و عقلی دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا تھا، اب ان آیات کے اندر

بعث کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کی جو جزا و سزا ہوگی اس کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "فَإِذَا جَاءَتِ

الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٨﴾" سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا، یعنی جس دن

انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا (طَمَّ الشَّيْءُ) (مُس) طَمَّ و طَمَوْا کا معنی ہے چھا جانا، لہذا یہاں طامد سے مراد ہنگامہ

قیامت ہے کیوں کہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا پھر اذاسے بدل آیا یوم یَتَذَكَّرُ الخ یعنی

جس دن انسان اپنے کئے دھرے کو یاد کرے گا کہ اس کا ہر چھوٹا بڑا عمل نامہ اعمال میں درج ہوگا۔

تحقیق و تفسیر زخم شری نے کشف میں لکھا ہے کہ طامد ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے

اور قیامت چوں کہ تمام دنیا پر غالب آجائے گی اس لیے اس کا نام طامد بھی ہوا، یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے مختلف پہلو

۱۔ قولہ أَخْرَجَ الخ دوسری ترکیب یہ ہے کہ قلم محذوف ان کس کو حال بنا تا بھی صحیح ہے ای قَدْ أَخْرَجَ الخ

۲۔ متاعاً الخ کو مفعول مطلق بنا تا بھی درست ہے آئی مَتَّعْنَا كَيْفَ تَمَتَّعْتُمْ بِهَا تَمْتِيعًا لَكُمْ الخ

سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس کے مختلف نام رکھے ہیں مثلاً واقعہ، حاقہ، طاقتہ، صاخرہ، غاشیہ، قارعة، الساعة وغیرہ۔ ”وَبُرَزَاتِ الْجَحِيمِ لِمَنْ يَرَىٰ“ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی یعنی درمیان میں کوئی آڑ نہ رہے گی، اور لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، انسان نہ بھی دیکھنا چاہے تب بھی دیکھنے پر مجبور ہوگا تو اس روزیہ حالت ہوگی کہ ”فَأَمَّا مَنْ ظَلَمَ ۖ وَ اتَّكَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ۖ“ تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی جو شخص دنیا کے اندر دو بلاؤں میں مبتلا رہا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (۱) ایک بلا تو یہ کہ اس نے خدا اور رسول کے احکام کو ماننے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کی ہوگی (۲) دوسری بلا یہ کہ آخرت کا منکر و کافر ہو کر آخرت پر دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آیا کہ اس کے اختیار کرنے میں دنیا میں تولدت و آرام ملتا ہے مگر آخرت میں اس پر عذاب کی وعید ہے تو اس وقت یہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے اور آخرت کو نظر انداز کر دے، لہذا ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا، ”وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ۖ“ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی اہل جنت کی بھی اسی طرح دو عطا میں ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ وہ شخص دنیا کے اندر اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ ذوالجلال کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو آخرت کا عقیدہ ہے۔ (۲) اس ڈر کی وجہ سے اس نے اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکا یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کیا تو اس کے لیے بشارت فرمائی کہ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ۖ کہ جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

نات اِذَا اس کا تفصیلی بیان ترکیب کے تحت حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ **جَاءَتْ** (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، **جَاءَ** (ض) جِيئًا و مَجِيئًا: آنا۔ **جَاءَ** و **جَاءَ** الیہ دونوں طرح استعمال ہے، **الطاقة** بڑا ہنگامہ یعنی قیامت، باب ضرب سے اسم فاعل، **طَمَّ الشَّعْ** (ض) **طُمُوْمًا**: پھیلنا، چھا جانا، **طاقة** سے مراد ہنگامہ قیامت ہے کیونکہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ **طَمَّ الشَّعْ** (ن) **طَطْمًا**: ڈھانکنا، (الکبریٰ صفت لانا محض تاکید کے لئے ہے، تفسیر مظہری روح المعانی) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ **الطاقة** کی تاء برائے مبالغہ ہے) **الکَلْبٰى** (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، **كَبَّرَ** (ک) **كَبَّرًا** و **كَبَّرًا** اِشْرَان و مرتبہ میں بڑا ہونا، **جسامت** یا **جم** میں بڑا ہونا۔ **يَتَذَكَّرُ** (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، **تَذَكَّرَ الشَّعْ**: یاد کرنا، **ذَكَرَ** (ن) **ذِكْرًا**: یاد کرنا، **صحت** قبول کرنا۔ **الِلْسَانِ**، آدمی، **جَمْعًا** ناسیخ (مزید تحقیق در رکوع ۵) **سَفَى** (ف) ماضی واحد مذکر غائب، **سَفَى**، (ف) **سَفِيًّا**: کوشش کرنا، کوئی کام کرنا (۲) چلنا دوڑنا۔ **بُرَزَاتِ**، (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ظاہر کرنا، **بُرَزَ** (ن) **بُرُوْزًا**: ظاہر ہونا۔ **الْجَهَنَّمَ**۔ دوزخ، دیکھی ہوئی آگ صفت مشبہ ہے اور **فَعِيل** بمعنی قائل ہے **جِيئَتِ النَّارُ** (س)

جَحْمًا وَجَحْمًا وَجَحْمًا: آگ بھڑکنا۔ یومی (ف) مضارع واحد کرغائب، رأی (ف) رؤیة: آنکھ سے دیکھنا۔
 أمّا حرف شرط و تفصیل ہے، بنا بریں اس کے جواب میں فائے گا، أمّا اکثر اوقات تفصیل کے لئے آتا ہے، جیسے أمّا
 السفینة فكانت لمساكين کبھی غیر تفصیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے أمّا زید فمطلق سطلی (دیکھئے اذہب الی
 فرعون انہ طغی) اَکْثَرُ (افعال) ماضی واحد کرغائب، اَثْرًا اِشَارًا: ترجیح دینا، پسند کرنا۔

الحیوة جینا، زندگی، باب سمع کا مصدر، حیوی (س) حیاة و حیوانا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی حاصل مصدر
 ہے) الدنیا (موجودہ زندگی) اسم تفصیل واحد مؤنث از باب نصر و سمع۔ دَنَا لِلشَّيْءِ وَمِنْهُ وَالِيه (ن) دُنُوًا، وَدَنَاوَةٌ:
 قریب ہونا، ذنی (س) دَنَا وَدَنَايَةٌ۔ روی ہونا، (دنیا بمقابلہ آخرت قریب بھی ہے اور ردی بھی ہے) (اختیاری
 مطالعہ ضرور دیکھیں) الجحیم (ابھی ابھی تحقیق گذر چکی) الماوی، ٹھکانا، رہنے کی جگہ، باب ضرب سے اسم ظرف
 (لغیف مقرون) أَوَى الْمَكَانَ وَالِيه (ض) أَوِيًا: قیام کرنا، پناہ لینا۔ خَافَ (س) ماضی واحد کرغائب، خَافَ
 (س) خَوْفًا وَمَخَافَةً وَخَيْفَةً: ڈرنا۔ مَقَامَرٌ، مصدر میس من قام يقوم (ن) قِيَامًا (۲) اسم ظرف۔ نہی، (ف)
 ماضی واحد کرغائب، نہی عن الشئ (ف) نَهِيًا: روکنا، جھڑکنا (الشهية العقل فانه يمنع النفس عن الرذائل)
 النَّفْسُ، قلب، روح، شخص۔ الهوی، نفسانی خواہش، اسم و مصدر از باب سمع هوی (س) هوی: چاہنا، محبت کرنا۔
 الْجَنَّةُ، بہشت، جمع الجنات۔

ترکیب فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَةُ الْكُبْرَى يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى وَبُورَّتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَكْفُرُ..... فَا
 عَاطِفٌ (للدلالة على ترتيب ما بعدها على ما قبلها، اعراب القرآن ۵) إِذَا ظرفیہ مستظمن معنی شرط، مضاف لـ

۱ جَحْمٌ (ف) جَحْمًا: آگ بھڑکنا، آگ روشن کرنا۔
 ۲ هُوَ فَا مَّا الخ أمّا اور فا کے درمیان چھ چیزوں میں سے کسی ایک کو لایا جاتا ہے: (۱) مبتدا کو (۲) خبر کو جیسے أمّا فی الدار فزید (۳) جملہ شرطیہ کو
 جیسے فَا مَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقْرَبِينَ فَرُوحِ الخ (۴) جواب شرط کے معمول منصوب کو جیسے فَا مَّا الیتمیم فلا تقهر (۵) محذوف کے معمول کو جس کی مابعد فاء تفسیر
 کرے جیسے أمّا زید فاضربہ (۶) أمّا کے معمول ظرف کو لےنا فیہا من معنی الفعلی نابت عنہ جیسے أمّا الیوم فانی ذاہب ولا یكون العامل ما بعد
 الفاء هذا قول سیبویہ والجمهور۔ (معنی اللیب: ص ۵۷)

۳ اَیْرُ (س) اَثْرًا: ترجیح دینا، (اثر الحدیث (ن) اَثْرًا: روایت نقل کرنا، ومنہ الماثورة ای المنقولة)
 ۴ هُوَ النَّفْسُ اس کے مختلف معانی آتے ہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا فوا انفسکم واهلیکم نارا ای ذواتکم، یا ایہا الناس
 اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفوس واحد ای اصل واحد، وَاعْلَمُوا أَنَّ لِلَّهِ تَغْلَمَ مَا فی انفسکم فاحذروہ ای فی قلوبکم، اُخْرِجُوا انفسکم ای
 ارواحکم، وما تدری نفس بآی ارض تموت ای شخص۔

۵ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں اس فاکو استینافیہ لکھا ہے۔
 ۶ اِنْ اور اِذَا مستقبل کی شرط کے لئے آتے ہیں اور لَوْ ماضی کی شرط کے لئے، البتہ کبھی لَوْ مستقبل کے لئے بھی آتا ہے، اور کبھی اِذَا ماضی کے لئے بھی
 آجاتا ہے، جیسے وَاذَارُوا نَجَارَةَ الْخِزَانِ اور اِذَا میں فرق یہ ہے کہ اِنْ کے اندر وقوع شرط کا ہمیں نہیں ہوتا اور اِذَا میں وقوع شرط کا ہمیں ہوتا ہے، اسی وجہ سے
 اِذَا کے ساتھ اکثر و بیشتر ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ماضی تحقق و یقین پر دلالت کرتی ہے، اور لَوْ ایسی شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے جو محض فرضی ۵

جاءت فعل، الطامۃ الکبریٰ مرکب توصیفی فاعل، فعل مع فاعل کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل منہ، یومہ مضاف یتذت کز الانسان ما سغی، جملہ ہو کر مضاف الیہ (محل جر میں) (ما سغی موصول صلہ ہو کر مفعول بہ، اور صلہ میں عائد محذوف ہے آی لہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اذآ اجاءت سے۔ ویزت الجحیم الخ اس جملہ کا عطف جاءت پر ہے، الجحیم نائب فاعل، من یزی اسم موصول صلہ ہو کر مجرور، جار مجرور متعلق بیزت کے اور اذآ اجاءت الطامۃ الکبریٰ کا جواب مابعد آیت فاما من طغی الخ ہے گویا اذآ اجاءت میں عامل اس کا جواب وجزا ہی ہے (دوسرا قول یہ ہے کہ اذآ اجاءت کا جواب وجزا محذوف ہے، والتقدیر کان من عظام

الامور، اعراب القرآن) (۱) فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم ہی الماوی واما من خاف مقام ربہ ونهی النفس عن الهوی فان الجنة ہی الماوی..... فا جزا یہ (جب کہ اس آیت کو فاذا اجاءت الطامۃ الخ کا جواب مانیں، ورنہ فاستینافیہ ہوگا، اعراب القرآن) اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول طغی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ۔ اثر فعل با فاعل الحیوة الدنیا، مرکب توصیفی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فان الجحیم الخ۔ فا واقع در جواب اما، ان حرف مشبہ بالفعل، الجحیم اسم ان، ہی ضمیر فصل الماوی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر مبتدا کی خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ (اور عائد مقدر ہے ای ہی الماوی لہ) واو حرف عطف اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول، خاف فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، مقام ربہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ نہی النفس عن الهوی جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فان الجنة ہی الماوی، خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر فاما من طغی الخ پر عطف اور وہ ماقبل اذآ اجاءت الطامۃ الخ کی جزا و جواب (یا بشکل دیگر جملہ متانفہ)

ہوتی ہے اور اس شرط کے عدم وقوع کا جزم ہوتا ہے جیسے ولو علم اللہ فیہم خیر الا سمعہم کبھی اذآ ظرفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شرطیہ ہوتا ہے جیسے اذآ اجاءت الطامۃ الکبریٰ، اذآ الشمس کورت وغیرہ اور کبھی فقط ظرف کے لئے آتا ہے، جیسے والضعی واللیل اذآ سغی کے اندر، بعض کا خیال ہے کہ اذآ کبھی ظرفیت سے نکل جاتا ہے مگر جمہور اس کے قائل نہیں والجمہور علی ان اذآ لا تخرج عن الظرفیة (معنی الملیب ص ۹۳، ج ۱) کبھی اذآ مفاجا کے لئے آتا ہے، تفصیل در "مشکل ترکیبوں کا حل" ص ۳۹، ۵۱

نکتہ: شرط و جزا میں مقصود بالذات جزا ہوتی ہے لہذا اگر جزا جملہ خبریہ ہے تو پورا جملہ خبریہ کہلائے گا، اور اگر جزا جملہ انشائیہ ہے تو پورا جملہ انشائیہ کہلائے گا یعنی نفس شرط تو وہ اذآ شرط کی وجہ سے خبریہ اور انشائیہ ہونے سے خارج ہوگئی۔ (دروس البلاغہ)

طائفہ: اذآ کے عامل نائب کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اس کا عامل شرط ہے وهو قول المحققین ان کے نزدیک اذآ مضاف نہیں ہوگا کا بقولہ الجمیع اذآ جزمت کقولہ واذا نصبک خصاصۃ فتحیل (۲) اس کا عامل وہ ہے جو اس کے جواب میں ہے یعنی فعل یا شبہ فعل وهو قول الاکثرین۔ (معنی الملیب ص ۹۶، ج ۱)

نوٹ: قولہ ہی الماویٰ یہاں ضمیر فصل کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو مبتدا اور مابعد کو خبر بنایا جائے، پھر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل یا بحرف مشبہ بالفعل کی خبر۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق منیہ دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں، اب ان پر اسمیت غالب آگئی، اسم سے مراد اسم ذات ہے یعنی وہ لفظ جو ذات غیر مبہم پر دلالت کرے اور اس میں کسی صفت کا لحاظ نہ ہو، اور صفت ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو ذات مبہم پر دلالت کرے جیسے ناصوہ (کوئی بھی مدد کرنے والا) لفظ دنیا میں قاعدہ نمبر ۲۶، جاری ہوا ہے، یعنی لام فعلی کا واد اسم جامد میں یا ہو جاتا ہے اور صفت میں اپنی حالت پر رہتا ہے جیسے غزوی (جنگ کرنے والی عورت)، اور اسم تفضیل چون کہ اسم جامد کے حکم میں ہے اس لیے دنیا و علیا کہ جو دراصل دُنُوَا و غُلُوَا تھے واد کو یا سے بدل دیا، اور جب دنیا باب لھر کے بجائے باب سح سے ہو، بمعنی ردی ہونا تو اس وقت اپنی اصل پر رہے گا۔

اشکال و جواب: فان الجحیم ہی الماویٰ ترکیب میں ماقبل من مبتدا کی خبر ہے، اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں مبتدا سے ربط کے لیے عائد کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

جواب: کوفین کے نزدیک الماویٰ کا الف لام بعض مضاف الیہ ہے ای ما و الہذا الف لام ضمیر کے بدلہ میں ہے تو عائد موجود ہے۔ اور لھرین کے نزدیک عائد مقدر ہے (ای ہی الماویٰ) (مظہری) عائد و رابط کی متعدد شکلیں ہوتی ہیں تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۗ إِلَىٰ رَبِّكَ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا • اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق • اس کا مدد صرف آپ کے

مُنْتَهَاهَا ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّن يَخْشَاهَا ۗ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا

رب کی طرف ہے • آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو • جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن

عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۗ

کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں •

تشریح ان آیات میں کفار کے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے جس کو وہ مذاق کے انداز میں آپ ﷺ کو تکلیف دینے

کی غرض سے کرتے تھے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۗ“ یہ لوگ آپ سے

قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ یعنی قیامت کب آئے گی، اس کا دن اور تاریخ کیا ہے، آیات اسم

استفہام ثابت کا ظرف ہو کر خبر مقدم، مرسی مصدر میمی بمعنی قائم کرنا مبتدا موخر، لفظی ترجمہ ہوا کب ہوگا اس کا قائم کرنا،

اس کا ایک ہی جواب ہے، فرمایا۔ ”فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۗ“ اگر اے اللہ کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ فیم

ای فی آی شئی، مبدل منہ اور من ذکرہا آی من ذکرہا وقتہا، بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر خبر مقدم۔ أَنْتَ

مبتدا مؤخر، لفظی ترجمہ ہوگا اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کس چیز یعنی کس تعلق میں ہیں؟ اور استفہام چوں کہ انکاری ہے جو مثبت کو منفی بنا دیتا ہے لہذا اب اس کا مطلب ہوا کہ اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اگر یہ کفار بے شکے سوال کر رہے ہیں تو کرنے دولہ "إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا" اس کا مدار آپ کے رب کی طرف ہے۔ لفظی ترجمہ ہوگا تیرے رب کی طرف ہے اس کی پہنچ یعنی اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا (پ) (بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں) "إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّن يَخْشَاهَا" آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو یعنی آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ صرف قیامت کی اجمالی خبر سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اور اجمالی خبر یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، رہی اس کی تفصیل کہ کب آئے گی تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اور مَنْ يَخْشَاهَا کی قید اس لیے لگائی کہ اگر چہ آپ بالعموم سمجھوں کو ڈرانے والے ہیں مگر ڈرانے اور سمجھانے کا فائدہ اسی کو ہوگا جو قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو، اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آخر وہ کہاں چلی گئی، تو وہ کان کھول کر سن لیں۔ "كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوُّنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا" جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔ یعنی جب قیامت آجائے گی اور اس کا جگر خراش منظر سامنے ہوگا تو دنیا کی مدت طویلہ مختصر معلوم ہوگی اور یہ سمجھیں گے کہ عذاب بہت جلد آ گیا اور ایسا محسوس ہوگا کہ ہم دنیا میں صرف دن کے آخری حصہ یعنی ایک شام یا اس کی صرف ایک صبح ہی ٹھہرے ہیں۔ لہذا جلدی کیوں مچاتے ہو، جب وہ واقع ہوگی اس کو تم جلدی آنا ہی محسوس کرو گے۔

ضُحَىٰ کی اضافت عَشِيَّةً کی ضمیر کی طرف کیوں؟ عَشِيَّةً دن کا نصف اخیر یعنی شام، اور ضُحَىٰ کا معنی نصف اول یعنی صبح، اور ضُحَىٰ کی اضافت عَشِيَّةً کی ضمیر کی جانب اس لیے کی گئی کہ دونوں ایک ہی دن کے جزء ہیں۔ (مظہری) اے اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولنا کیوں سے ہماری حفاظت فرما۔

لِغَاتٍ اَسْتَلُونَ (ف) مضارع جمع مذکر غائب، سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا (ف) سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً پوچھنا، سَأَلَ فَلَانًا الشَّيْءَ: کوئی چیز مانگنا۔ السَّاعَةُ، قیامت، (در اصل السَّوْعَةُ ہے، قاعدہ ۷، جاری ہوا ہے) قیامت کو ساعت بایں مناسبت کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اتنی جلدی لے لیں گے گویا وہ ایک ساعت ہوئی (ساعت کے معنی وقت بتانے کے آلہ کے بھی آتے ہیں یعنی گھڑی (۲) ایک گھنٹہ، جمع سَاعٌ وَسَوَاعٌ) اَيَّ حِينٍ، مَتَى

۱۔ بالفاظ دیگر یوں ترجمہ کیا جائے۔ آپ قیامت کے کس ذکر میں پڑے ہیں اور استفہام چوں کہ انکاری برائے لفظی ہے اس لیے معنی ہوئے کہ آپ کو اس کے ذکر میں نہیں پڑنا ہے کیوں کہ آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اور نہ علم ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں مصلحت ہے، نیز یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ کس فکر میں پڑے ہو آپ اس کا وقت بتانے کے بارے میں، یعنی آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی۔

۲۔ جیسے سو کر بیدار ہونے والا شخص محسوس نہیں کر سکتا کہ نیند کی حالت میں اس پر کتنا طویل وقت گزرا ہے۔ بس یہی لگتا ہے کہ آنکھ لگی تھی اور اب کھل گئی۔

کی طرح ظرف زمان ہے۔ اور کسی شئی کا وقت دریافت کرنے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مَرْسِي، مصدر مِيسِي از مَلَائِي مَزِيد
فِيهِ اِزْسَاءٌ، (مراد وقوع و قیام) اَزْسِي الشَّيْءَ (افعال) ٹھہرنا، جمانا، اَزْسِي الشَّيْءَ: ٹھہرانا، جمانا، رَسَا الشَّيْءَ (ن)
رَسُوا وِرْسًا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ ذِكْرِي (ذکر) مصدر از بَابِ نَصْرٍ، ذَكَرْتُ (ن) ذِكْرًا وُذِّكْرًا وُذِّكْرِي
وَتَذَكَرًا: یاد کرنا (دوسرے معنی اس کے نصیحت کرنے کے بھی آتے ہیں) مُنْطَهِي، مصدر مِيسِي، بمعنی انتہاء، پہنچ (قاموس
القرآن) (۲) اس کا اسم ظرف ہونا بھی صحیح ہے، ظرف مکان بمعنی آخری حد، یا ظرف زمان بمعنی آخری وقت (لغات
القرآن) اِنْتَهَى الشَّيْءَ: مکمل ہونا، ختم ہونا، (مراد یہ ہے کہ قیامت کی معین تاریخ صرف اللہ عزوجل ہی کو معلوم ہے)
مُنْذِرٌ (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَنْذَرَ اِنْذَارًا: ڈرانا۔ يَحْشِي، مضارع واحد مذکر غائب، حَشِيَ (س) حَشِيَّةٌ:
ڈرنا۔ يَرَوْنُ، (ف) مضارع جمع مذکر غائب، (تحقیق گذر چکی ہے) لَمْ يَلْبَسُوا (س) جمع مذکر غائب، لَبِثَ
بِالْمَكَانِ (س) لَبِثًا وِلْبَثًا: ٹھہرنا، قیام کرنا۔ عَشِيَّةٌ، اسم بمعنی ایک شام، جمع عَشَايَا، طُغِي، اسم بمعنی صبح، (مزید تحقیق
اسی رکوع میں گذر چکی)

ترکیب يَسْتَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ فعل فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل
لہا) (الجملہ مستانفہ مسوقہ لحکایة نوع آخر مِنْ تَعْتِيهِمْ، اعراب القرآن) اَيَانَ مَرْسِيهَا اَيَانَ اسم
استفہام ثابت و غیرہ کا ظرف ہو کر خبر مقدم مَرْسِيهَا، مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ
ہوا، (یہ جملہ تفسیر ہے ماقبل قیامت کے متعلق سوال کی، بالفاظ دیگر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے) (لا محل لہا) فِيهِمَ اَنْتَ مِنْ
ذِكْرَاهَا ... (ای فی ای شیء اَنْتَ مِنْ اَنْ تَذَكُرْ لَهُمْ وَقْتَهَا فَالاستفہام لِلانكار) فِيهِمَ (مثل عَمَّ) جار مجرور کسی شبہ
فعل و غیرہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم مِنْ حرف جارِ ذِكْرَاهَا، مرکب اضافی ہو کر مجرور (بتقدیر مضاف ای ذکرئ وقتہا)
جار مجرور متعلق خبر کے (یعنی جس کے متعلق فِيهِمَ ہے) اَنْتَ، مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ
بیانیہ ہوا۔ (ہذہ الجملہ انکار و ردِّ لِسؤالِہم عن الساعۃ و بیان لبطلانِ سؤلِہم) اِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاہَا اِلَى
حرف جارِ رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت مخدوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم مُنْتَهَاہَا،
مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يَّحْشِيہَا
اِنَّمَا كَاثِرٌ مَّكْفُوفٌ اَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يَّحْشِيہَا، اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ
سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ كَاثِرٌ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَسُوا اِلَّا عَشِيَّةً

۱۔ یَرَوْنَ، دراصل یَرَوْنَ تھا، ہمزہ کی حرکت بقاعدہ یَسْتَلُّ ماقبل کودنے کر ہمزہ کو حذف کر دیا پھر قاعدہ نمبر ۷ جاری ہوا اور الف بوجہ اجتماع ساکنین
حذف ہو گیا، یَرَوْنَ ہو گیا، قاعدہ یَسْتَلُّ یہ ہے کہ جو ہمزہ تحرکہ حرف ساکن غیر مدہ زائدہ وغیر یائے لغزیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازاً ماقبل کودے کر
ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور یہ قاعدہ تمام افعال رویت میں وجوباً جاری ہوتا ہے۔

۲۔ اعراب القرآن و صرفہ و بیانیہ میں ہے کہ الی ربک منتہاھا و انما انت منذر الخ یہ دونوں تلیل ہیں اس استفہام کی جو فیہم اَنْتَ میں ہے اور وہ
استفہام معنی انکار کو معصن ہے۔

اَوْطَظَهَا..... كَانَ حرف مشبہ بالفعل هُم ضمیر اس کا اسم (ای الناس) یوم مضاف یزوتہا، جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر اس مرکب اضافی یعنی یوم یزوتہا کا عامل معنی فعل ہے جس پر كَانَ دال ہے اور ہا ضمیر کا مرجع الساعة ہے لم یلبثوا، فعل بافاعل الا اداء حصر عشیۃ اَوْطَظَهَا معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر كَانَ کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لها) **اجراء** کا تہم یوم یزوتہا آپ حضرات اجراء کرتے وقت یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ كَانَ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اور حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں، اَنَّ، اِنَّ، كَانَ، لَیْکنَ، لَیْتَ، لَعَلَّ اور ان کا عمل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینا ہے، مگر دو باتیں یاد رکھیں، (۱) كَانَ تشبیہ کے لئے اس وقت ہوگا، جب کہ اس کی خبر اسم جادہ ہو (۲) کبھی حرف مشبہ بالفعل کے اسم و خبر دونوں ہی مرفوع ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص: ۲۰۳۔

سُورَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ

عَبَسَ وَ تَوَلَّى ۱ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْيٰى ۲ وَ مَا يُوَدِّرِيْكَ لَعَلَّهُ يَزَكِيْ ۳ اَوْ يَذْكُرُ فَتَنْفَعَهُ

و غیر ہمیں بچیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے • اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا • اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنو جاتا • یا صحت قبول کرنا سواس کو صحت کرنا

الذِّكْرٰى ۴

فائدہ پہنچاتا •

ربط اس سورت کے اندر مثل سورت سابقہ کے قیامت کا مضمون زیادہ ہے۔

تشریح و شان نزول: ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ محسن اعظم، ہادی اکرم محبوب دو عالم حضرت محمد ﷺ کی طرف سے بعض رؤسائے مشرکین یعنی ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، شیبہ بن ربیعہ کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اور خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوئے۔ اور کچھ پوچھا، ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اس حضرت ﷺ سے ایک آیت قرآن پڑھوانے کا سوال کیا اور اس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا، مجسمہ شد و ہدایت حضور پر نور ﷺ کو یہ قطع کلام اور محض ایک آیت کے الفاظ درست کرانے کی غرض سے فوراً اپنی طرف متوجہ کرنے کا اصرار ناگوار گزرا اور آپ ﷺ چیں بچیں

۱ یوم یزوتہا سے قل یقولون محذوف مانا بھی جائز ہے ای کا تہم یقولون الخ اب یوم الخ اس کا ظرف اور لم یلبثوا الخ اس کا مقولہ، اور یقولون الخ كَانَ کی خبر ہوگی۔

۲ یعنی عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ المہرزی من بنی عامر بن لوی، یہ اپنی دادی کی کنیت سے مشہور ہیں، وقیل اسمہ عمرو، واسم امہ عاتکہ بنت عبداللہ المغزومیہ (اعراب القرآن ص ۱۶۷ دیباچہ)

یعنی ترش رو ہو گئے اور آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک اہم کام میں مشغول ہوں کہ اگر یہ بڑے بڑے سردار اسلام لے آئے تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے اور رہے عبد اللہ بن ام مکتوم تو وہ تو دوسرے اوقات میں بھی سوال کر سکتے ہیں، برخلاف رؤسائے قریش کے کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت میں نہیں رہتے تھے۔ پھر جب یہ مجلس ختم ہوئی اور آپ گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ الخ نازل ہوئیں۔ جن میں آپ ﷺ کے اس طرز عمل کو ناپسندیدہ قرار دے کر آپ کو ہدایت کی گئی، اس کے بعد جب وہ ناپینا صحابی آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ بڑی خاطر اور عزت کرتے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى ۲“ عَبَسَ عَبَسًا وَعَبُوسًا کے معنی ہیں چیں بچیں یعنی ترش رو ہونا، یعنی چہرہ سے اظہار ناگواری کرنا، اور تَوَلَّى کے معنی ہیں منہ موڑنا، لہذا ترجمہ ہوا۔ پیغمبر چیں بچیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔

دو قابل غور باتیں | یہاں دو باتیں سمجھ لینی چاہیے ایک بات تو یہ ہے کہ اس جگہ موقع اس کا تھا کہ عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ الخ کے الفاظ آپ ﷺ کو بیغہ خطاب کہے جاتے کہ آپ نے ایسا کیا لیکن قرآن کریم نے غائب کے صیغے استعمال کئے جو متکلم یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ کے ساتھ انتہائی لطف و کرم اور اعزاز و اکرام کے پیش نظر ہے کہ رُو دُرُو اس امر کی نسبت حضور ﷺ کی طرف نہیں فرمائی، گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا ہے، تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو، اور پھر آگے خطاب کا صیغہ یعنی و ما یدرک بطور التفات اس لیے اختیار کیا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعراض فرمایا ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ عبد اللہ بن ام مکتوم سے جو آداب مجلس کی خلاف ورزی ہوئی تو ان کا عذر قرآن کریم نے لفظ اَعْمَىٰ کہہ کر بتلادیا کہ وہ بوجہ ناپینا ہونے کے یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کس کام میں مشغول ہیں نیز لفظ اَعْمَىٰ کے استعمال میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ توجہ اور ملاحظت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ”وَمَا يُذْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزْكِي ۱ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ۲“ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

تخلیق و نصیحت یَزْكِي کے معنی ہیں پاک صاف ہونا یعنی سنور جانا یہ مقام ابرار اور اتقیاء کا ہے جو اپنے نفس کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی گندگیوں سے پاک و صاف کر لیں، اور یَذَّكَّرُ کے معنی ہے نصیحت قبول کرنا یہ دین پر چلنے کا ابتدائی حال ہے کہ مبتدی کو اللہ کی یاد دلائی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ناپینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر سنور جاتا یا کم از کم کسی کام میں نصیحت قبول کرتا یعنی ان کی پوری اصلاح ہو جاتی یا کچھ اصلاح ہوتی، تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت میں آپ

۱ التفات کہتے ہیں کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کی طرف پھیرنا التفات کی کل چھ صورتیں ہیں: (۱) کلام کو تکلم سے خطاب کی طرف پھیرنا (۲) تکلم سے غیبت کی طرف پھیرنا (۳) خطاب سے تکلم کی طرف پھیرنا۔ (۴) خطاب سے غیبت کی طرف پھیرنا۔ (۵) غیبت سے تکلم کی طرف پھیرنا (۶) غیبت سے خطاب کی طرف، اور التفات کی غرض سے سامع کے ذہن میں نشا طار لذت پیدا کرنا ہوتی ہے۔ کل جدید لٹریچر۔

تذکرہ کے عذر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ وما یدریک (آپ کو کیا خبر) یعنی آپ کا دھیان اس طرف نہیں گیا کہ یہ نابینا صحابی جو در یافت کر رہے ہیں اس کا اثر یقینی ہے اور غیروں سے گفتگو کا اثر موہوم اور غیر یقینی ہے۔

لغات عَبَسَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَبَسَ (ض) عَبَسْنَا وَعَبُسْنَا تُرْشِرُوْنَا۔ تَوَلَّى (تفعّل) ماضی واحد مذکر غائب، مصدر تَوَلَّى، پیٹھ پھیرنا، منہ موڑنا، مادہ تَوَلَّى ہے۔

جاءَ ماضی واحد مذکر غائب، جاءَ (ض) جِئْنَا وَمَجِئْنَا وَجِئْتُهُ آنا، جائه و جاء الیہ دونوں استعمال ہیں۔ (جاء کا استعمال اعیان اور معانی اور خود آنے اور کسی کے حکم سے آنے، سب کے لئے ہوتا ہے، نیز اس کے معنی قصد کرنے کے بھی آتے ہیں، اور جب اس کا صلہ با آئے تو معنی ہوں گے "لانا" الأعمی (اندھا) صفت مشبہ عَمِيَ (س) عَمِيَ: نابینا ہونا، أَعْمَى جمع عُمُوع وَعُمَيَانُ۔ مَا يُدْرِيكَ (آپ کو کون خبر کرے یعنی آپ کو کیا خبر) يُدْرِي (افعال) مضارع واحد مذکر غائب بمعنی خبر کرنا اور مجرد میں دَرَى (ض) دَرَيْتُ وَدَرَيْتُهُ: جاننا، يَدْرِي (وہ سنور جاتا) (تفعّل) مضارع واحد مذکر غائب تَزَكَّى فَلَانَ (تفعّل) نیک و صالح ہونا۔ يَزَكَّى دراصل يَتَزَكَّى تھا قاعدہ یہ ہے کہ جب تفعّل اور تفاعل کے فاء کلمے میں تا، ثا، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظا ہو تو تفعّل و تفاعل کی تا کو فاء کلمہ سے بدل کر فاکلمہ میں ادغام کرنا جائز ہے، باب اَفْعَلْ وَاَفْعَلْ اسی قاعدے سے بنے ہیں۔ يَذْكُرُ (وہ نصیحت قبول کرتا) (تفعّل) مضارع واحد مذکر غائب، اس میں بھی مذکورہ قاعدہ جاری ہوا ہے۔ (تَذَكَّرَ الشَّيْءَ، یاد کرنا، مجرد میں باب نصر سے ہے بمعنی یاد کرنا) تَنْفَعُ (ف) مضارع واحد مؤنث غائب، نَفَعُ (ف) نَفَعًا، نَفَعُ پھینچانا الذِّكْرَى (نصیحت کرنا) باب نصر کا مصدر ہے۔

ترکیب عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَى عَبَسَ فعل اپنے فاعل (ضمیر ہو) سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ تَوَلَّى فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَى (ای لَنْ جَاءَهُ) اَنْ مصدر یہ (اَنْ مصدر یہ کے ماضی پر داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، مزید تفصیل دراختیاری مطالعہ) جَاءَهُ الْاَعْمَى فعل فاعل اور مفعول بہ بتاویل مصدر مجرور، جار مجرور متعلق عَبَسَ یا تَوَلَّى کے (بطریق تنازع فعلان) عَبَسَ وَتَوَلَّى الخ مکمل جملہ معطوف علیہ۔ (لا محل لہا) وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَلِي اَوْ يَذْكُرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى واو عاطفہ (اعراب القرآن) مَا اِسْم استفہام مبتدا (الاستفہام للانکار ومعناه النفي یعنی ما ادریت بحالہ) یدری فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم يَزَلِي اَوْ يَذْكُرُ، باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر لَعَلَّ کی خبر فاسیہ تَنْفَعَهُ الذِّكْرَى فعل فاعل مفعول بہ، یہ جواب لَعَلَّ ہے، لَعَلَّ اپنے جواب سے مل کر یدریک کا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر ما کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، (لا محل لہا) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل

۱۔ وَ لَيْتَ (حسب) وَ لَيْتَا قَرِيبٌ هُوْنَا، وَلِيْنَا فَلَا تَا وَ عَلَيَا وَيَا لَيْتَ: مذکر کرنا، تَوَلَّى اگر عن (لفظاً یا تقدیراً) کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی منہ پھیرنے کے ہوں گے اور اگر بلا واسطہ متعدی ہو تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوں گے۔

کر جملہ ابتدائیہ ہوا۔ اس آیت کی دوسری ترکیبیں حاشیہ میں ہیں مگر طلبہ سوم کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

قوله عَبَسَ: ماتھے پر ہل ڈالنا، اگر ماتھے پر ہل ڈالنے یعنی ترش روئی کے ساتھ دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو پھر کُح بولتے ہیں اور اگر منہ بھی بنایا تو اس کو بُسر کہتے ہیں، اور اگر ساتھ ساتھ غصہ بھی ہو تو اس کو بُسَل کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

قوله اَنْ جَاءَ: جاء فعل لازم ہے تو اس کا مفعول بہ کیسے آ گیا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حذف و ایصال ہے اس کی اصل جاء الیہ ہے حرف جر کو حذف کر دیا اور پھر ضمیر کی طرف فعل کا ایصال و طمان کر دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جاء بمعنی قَصَدَ ہے۔

لعل كما استعمال: لعل چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) امید یا اندیشہ کے لیے، لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے لہذا لعل الشبَاب یعودُ کہنا غلط ہے، (۲) تعلیل کے لیے جیسے: فقولاً له قولاً لیتنا لعلہ یتذکرا و یخشى۔ یعنی فرعون سے نرمی سے بات کہنا تاکہ وہ نصیحت قبول کرے، (۳) استفہام کے لیے اس کے قائل کوئی ادیب ہیں جیسے و ما یدریک لعلہ یزنگی اب ترجمہ دوسرا ہوگا ”تم کو کیا خبر کہ کیا وہ پاک نفس بن جائے گا۔“

ماضی پر اَنْ: اَنْ جاء الی المعنی میں اَنْ داخل ہے، اَنْ چار قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) مصدریہ، یہ مضارع اور ماضی دونوں پر داخل ہوتا ہے، البتہ ماضی پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ (۲) تفسیر یہ جب کہ دو جملوں کے درمیان میں آئے اور جملہ اول قول کے معنی میں ہو، جیسے فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک (۳) زائدہ، جیسے فلتما اَنْ جاء البشیر (۴) مخفف من المنقلبہ ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۴۸۔

أَمَّا مَنِ اسْتَعْنَى ۖ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى ۙ وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا يَزْكِي ۖ وَ أَمَّا مَنِ جَاءَكَ

تو جو شخص بے پروا ہی کرتا ہے • آپ اس کی توکل میں پڑتے ہیں • حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنوے • اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

يَسْعَى ۙ وَ هُوَ يَخْشَى ۖ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلْهَى ۙ

ہوا آتا ہے • اور وہ ڈرتا ہے • آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں •

تشریح ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے آپ سے اجتہادی لغزش یہ ہوئی کہ آپ نے عبد اللہ ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ اس لیے کہ وہ تو مسلمان تھے ہی، کسی دوسرے وقت میں بھی اپنا سوال کر سکتے تھے، برخلاف رؤسائے مشرکین کے کہ وہ کافر تھے اور آپ ان سے مذہب اسلام کے متعلق خاموشی کے ساتھ

۱۔ تفسیر مظہری اور جلالین میں ہے کہ تلفظ جواب لعل ہے بناو بریں منصوب ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ تلفظ سے پہلے اَنْ مقدر ہے، اور یہ مصدر مؤول محل رفع میں ہے کیونکہ اس کا عطف اس مصدر پر ہے جو مائل ترحی سے مشعر ہے اَنْ عَبَسَ لَنْ يَكُ تَرْكِيَةً اَوْ تَذْكِيَةً فَتَنْفَعُ مِنْ ذِكْرِي۔ بعض نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اور یذکرتہ پر عطف ہے۔ ظاہر ہے: فا کے بعد اَنْ مقدر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، نمی، نئی، استفہام، تمنی، عرض ہو اس میں ترحی کا ذکر نہیں لہذا ترحی تمنی میں داخل ہے، شرح جامی ص: ۳۲۸ پر ہے۔ سو یدخل فی التمنی ما وقع علی صیغۃ الترحی نحو لعلی ابلغ الأسباب اسباب السوء فاطلع الی العوسی پھر حاشیہ شرح جامی میں لکھا ہے المراد من التمنی هو طلب حصول الامر لم یکن حاصلًا سواء کان علی سبیل التمنی او الترحی وسواء کان مستقناً او مستکثراً حریہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۲ مصطلحات الخوص ص: ۶۱

گفتگو کر رہے تھے اس لیے آپ نے کفر کی اشدیت کو اہم کام سمجھا اور اہم ہی کو مقدم کیا جاتا ہے مگر اہم کو مقدم کرنے کا ضابطہ اس وقت ہے جب دونوں فریق طالب اصلاح ہوں، حالاں کہ رؤسائے مشرکین طالب نہیں تھے اور عبداللہ بن ام مکتوم طالب تھے اور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تھے اس لیے انہیں کو مقدم اور اہم سمجھنا چاہیے تھا۔ اور انہیں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے تھی۔

بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے بچو ☆ دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”أَمَّا مَنْ اسْتَعْنَىٰ ۖ فَآنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ۖ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزُكَّىٰ ۖ“ تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے (جیسے رؤسائے مشرکین) ”وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ ۖ وَهُوَ يَخْشَىٰ ۖ فَآنتَ عَنْهُ تَلْفَىٰ ۖ“ اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے، آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (یعنی بے توجہی کرتے ہیں جیسے عبداللہ بن ام مکتوم سے کی، تو آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا)

فائدہ استعنى اور جاءك اگرچہ ماضی کے صیغے ہیں مگر بوجہ شرط ان کا ترجمہ مضارع سے کیا گیا ہے۔

لغات استعنى: (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب، استعنى عنه: بے نیاز ہونا، پرواہ نہ کرنا، مادہ غنى ہے۔ تصدّى (تفعّل) مضارع واحد مذکر حاضر، تصدّى له تصدّياً: درپے ہونا، کسی کی فکر میں پڑنا، دراصل تصدّى ہے ایک تا حذف ہوگئی۔ يسعى (رکوع: ۳ میں گذر چکا، ثم اذ برى يسعى کے تحت) يتخشى (رکوع: ۳ میں گذر چکا) تلتفى (تفعّل) مضارع واحد مذکر حاضر، دراصل تتلتفى ہے، ایک تا حذف ہوگئی تلتفى بالشئ تلتفياً: مشغول ہونا، عنه: بے توجہ ہونا، مادہ لهنو ہے۔

ترکیب أَمَّا مَنْ اسْتَعْنَىٰ فَآنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزُكَّىٰ... أَمَّا حرف شرط و تفصیل مَنْ اسْم موصول استعنى فعل اپنے فاعل ضمیر ہو مستتر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (لا محل لہا) فاجزائیہ کیونکہ یہاں مبتدا میں شرط کے معنی ہیں (اہل عرب عموماً اس فاکورابطہ سے تعبیر کرتے ہیں آئی رابطۃ ليجواب أمّا) آنت

۱۔ مجرد میں باب مع سے ہے، غنى- فلان (س) غنى وغنا: مالدار ہونا، بے نیاز ہونا۔

۲۔ اصلہ تَتَصَدَّقُ بقاعدہ اشتغلیت داؤ یا ہو گیا، قاعدہ استعلیت یہ ہے کہ جو داؤ چوتھے یا چوتھے سے زائد نمبر پر ہو اور ضمیر اور واؤ ساکن کے بعد نہ ہو تو وہ یا ہو جاتا ہے (علم المصیغہ) بیان القرآن میں ہے کہ (تصدى) کی اصل تصدّد ہے، مشتق من التصدّد ایک وال کو حرف علت سے بدل دیا، پھر یا متحرک ما قبل مفتوح یا کوائف سے بدل دیا موقبل من التصدی وهو الصوت المسموع غنى الاماکن الخالیة اعراب القرآن) یعنی تصدی کے معنی آواز بازگشت کے بھی آتے ہیں، اس اعتبار سے تصدی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے مادہ میں دال نہ آئے گا (لغات القرآن)

۳۔ مجرد میں ہے لہا و لہیں عن الشئ (ن س) لہیثا ولہیثا: غافل ہونا، تلتفى میں قاعدہ ے بھی جاری ہوا ہے اصلہ تَتَلْتَفَىٰ داؤ کو یا ہ سے بدلا اور یاہ کوائف سے بدل دیا۔

مبتدا، لہ متعلق مقدم تصدی کا، (اور وجہ تقدیم رعایت فواصل ہے) تصدی فعل، ضمیر انت ذوالحال وما علیک ان لایزلی جملہ اسمیہ ہو کر حال، (واو حالیہ مانا فیہ علیک، الزام مصدر محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم ان ناصبہ مصدریہ لایزکی فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مبتدا مؤخر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال) ذوالحال اپنے حال سے مل کر تصدی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر من استغنی کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى وَهُوَ يَخْشَى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى... واو حرف عطف اقا حرف شرط و تفصیل من اسم موصول جاء فعل ضمیر ہو ذوالحال کاف مفعول بہ یسعی فعل اس کے اندر ضمیر ذوالحال واو حالیہ ہو یخشی مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر یسعی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل جاء کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدایا جزائیہ، انت مبتدا، عنہ متعلق مقدم تلہی کا، تلهی فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (من جائک کی) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ (وہو یخشی، یہ جاء کی ضمیر سے حال مترادفہ بھی بن سکتا ہے) (کلہ من اعراب القرآن)

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۝۱۲ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴

ہرگز ایسا نہ کیجئے، قرآن نصیحت کی چیز ہے • سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے • وہ ایسے محفوں میں ہے جو مکرم ہیں • رفیع الکان ہیں، مقدس ہیں •

بِأَيِّدِي سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶

جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں • کہ وہ مکرم، نیک ہیں •

تشریح ما قبل میں عبد اللہ بن ام مکتوم کے واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ رؤسائے مشرکین کے ساتھ مشغول رہے، لہذا ان آیات میں مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ آپ آئندہ ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ "کَلَّا" ہرگز ایسا نہ کیجئے "إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ" (کیوں کہ) قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے، زبردستی ایمان میں داخل کرنا نہیں، اِنْتَهَا کی ضمیر کا مرجع قرآن ہونا اس لیے درست ہے کہ اس کی خبر مؤنث ہے، یا پھر مرجع سورۃ یا آیات ہیں) (جلالین) "فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ" "سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے (اور جو قبول نہ کرے وہ جانے۔

در فیض محمد ہے وہ آئے جس کا جی چاہے ☆ نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

آگے قرآن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ "فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴" وہ ایسے

صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں (یعنی قرآن کریم لوح محفوظ کے ایسے صحیفوں میں ثبت ہے کہ جو عند اللہ مکرم اور مقبول ہیں، اور لوح محفوظ اگرچہ شئی واحد ہے مگر اس کو باعتبار اجزاء کے جمع سے تعبیر فرمایا کہ اس کے اجزاء میں سب صحائف آسمانی لکھے ہوئے ہیں) (روح و بیان) مَرْفُوعَةٌ وہ صحیفے رُفِعَ الْمَكَانَ یعنی اونچے رکھے ہوئے ہیں (کیوں کہ لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر تخت العرش ہے) مُطَهَّرَةٌ ﴿۱۰﴾ وہ صحیفے مقدس ہیں (یعنی نہایت صاف ستھرے ہیں کہ شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) ”بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿۱۱﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۲﴾“ جو ایسے لکھنے والوں یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں کہ جو مکرم ہیں، نیک ہیں، (سَفَرَةٌ، سافِرٌ کی جمع ہے بمعنی لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں، اور فرشتوں کو لکھنے والے اس لیے کہا کہ یہ فرشتے لوح محفوظ سے اپنے صحیفے بحکم الہی نقل کرتے ہیں اور پھر اسی کے موافق وحی اترتی ہے کِرَامِ کریم کی جمع ہے یعنی عند اللہ مکرم و باعزت، بَرَرَةٍ، بَرٌّ صفت مشبہ کی جمع ہے یعنی نیک کہ ذرہ برابر خدا کی نافرمانی نہیں کرتے)

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ قرآن من جانب اللہ نصیحت کے لیے ہے، آپ نصیحت و تبلیغ کر کے اپنے فرض منصبی سے بری ہو جائیں گے خواہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے لہذا رؤسائے مشرکین و کفار قریش کو مقدم رکھنے اور کسی کو مؤخر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بیان القرآن)

لغات تَذَكِّرُ: نصیحت، باب تفعیل سے مصدر ہے (قرآن کریم کو بطور مبالغہ تذکرہ کہا گیا ہے) ذَكَرَ النَّاسُ: تذکیر و تذکرہ: وعظ و نصیحت کرنا، شَاءَ: (رکوع: ۲ میں گذر چکا) خُصِفَ، اوراق جن میں کوئی تحریر ہو، کتابیں، صحیفے، واحد، صَحِيفَةٌ مُكْرَمَةٌ (عزت دئے ہوئے) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث، كَرَّمَ فَلَانًا (تفعیل) عزت کرنا، كَرَّمَ (ك) كَرَمًا وَ كَرَامَةً: صاحب عزت ہونا، مَرْفُوعَةٌ، (اونچے رکھے ہوئے، کیونکہ لوح محفوظ تخت العرش ہے کما فی الدر المنثور) باب فح سے اسم مفعول واحد مؤنث، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفَعًا وَ رَفَاعًا: (اوپر اٹھانا، بلند کرنا) مُطَهَّرَةٌ، (مقدس، نہایت ستھرے، یعنی شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ آيِدِي، يَدٌ کی جمع (ہاتھ) سَفَرَةٌ (لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں) سَافِرٌ کی جمع، سَفَرٌ الْوَرَقِ او الْكِتَابِ (ض) سَفَرًا: لکھنا۔ كِرَامٍ، (عزت والے) کریم کی جمع (ابھی ابھی مُكْرَمَةٌ کے تحت اس کا استعمال مجرد گذر چکا ہے) بَرَرَةٍ، (نیک) بَرٌّ صفت مشبہ کی جمع، وَقِيلَ جَمْعُ بَارٍ، بَرٌّ (ض، س) بَرًّا: نیک ہونا۔

ترکیب كَلَّا اِنَّهَا تَذَكِّرُ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهَا... كَلَّا حرف روع، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هَا ضمیر اس کا اسم (ضمیر کا ل) اس کا استعمال اس طرح ہے طَهَّرَ الشَّيْءَ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ: پانی وغیرہ سے جو ک صاف کرنا (۲) مَيُوبٌ وَغَائِصٌ سے پاک کرنا مجرد میں باب کرم سے آتا ہے طَهَّرَ (ك) طَهَّرًا وَ طَهَارَةً: پاک صاف ہونا۔

۲ **نعتہ:** کرم، اللہ کی بھی صفت ہے، بندوں کی بھی، فرشتوں کی بھی، قرآن اور دوسری چیزوں کی بھی، اللہ کے کریم ہونے کا مطلب اس کا بندوں پر احسان کرنا ہے اور بندوں کے کریم ہونے کا مطلب اس کا اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کا حامل ہونا ہے، اور فرشتوں کے کریم ہونے کا مطلب دربار الہی میں ان کا صاحب عزت ہونا ہے، اور قرآن کے کریم ہونے کا مطلب عزت اور شرف والا قرآن ہونا ہے۔

مرجع قرآن ہے اور ضمیر کو خبر کی رعایت میں مؤنث لایا گیا ہے) تَذَكَّرَ خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لا محل لها، استثنائیہ) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ، فاعترضه، مَنْ اسم شرط مبتدأ شاء: فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، (شاء کا مفعول بہ محذوف ہے ای الاعتراض) ذَكَرَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ضمیر غائب، مفعول بہ (مرجع قرآن ہے) جملہ فعلیہ جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیہ ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (الجملۃ اعتراض جیبیہ للترغیب فی القرآن، روح المعانی) فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔
 فی حرف جار صُحُفٍ موصوف مُكْرَمَةٍ صفت اول، مَرْفُوعَةٍ صفت ثانی مُطَهَّرَةٍ صفت ثالث، با حرف جار أَيْدِي مضاف، سَفَرَةٍ موصوف كِرَامٍ صفت اول بَرَرَةٍ صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنۃ محذوف کے متعلق ہو کر صفت رابع، موصوف اپنی چاروں صفتوں سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہو کر ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی، یا مبتدأ محذوف ہو کر خبر۔

قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ ۗ ۱۴ مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۗ ۱۵ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۗ ۱۶ ثُمَّ

آدمی پر خدا کی ماروہ کیسا ناشکرا ہے • اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا • نطفہ سے • اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا • پھر اس کا راستہ

السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۗ ۱۷ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۗ ۱۸ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ۗ ۱۹ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۗ ۲۰

آسان کر دیا • پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا • پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا • ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بھانپیں لایا •

تشریح ما قبل آیت كَلَّا إِنَّهَا تَذَكَّرَ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ میں آذایب تذکیر و تبلیغ اور پھر اوصاف قرآن کا ذکر تھا، اب

مذکورہ آیات میں عدم تذکر یعنی نصیحت قبول نہ کرنے پر کفار کی مذمت بیان کی جا رہی ہے فرمایا: قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ ۗ ۱۴

آدمی پر خدا کی ماروہ کیسا ناشکرا ہے قَتَلَ بمعنی لعن یعنی منکر و کافر آدمی پر خدا کی مار اور اس کی لعنت کہ وہ

کیسا ناشکرا ہے کہ قرآن جیسی نعمتِ عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور نہ نصیحت حاصل کی جیسے ابو جہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے

تھے مگر وہ نہیں مانے، ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا، فرمایا: مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۗ ۱۵ اللہ

نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا۔ چوں کہ اس کا جواب متعین ہے اس لیے خود ہی فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ ۗ ۱۶ نطفہ

سے یعنی اس کو ایک ناچیز اور بے قدر قطرہ منی سے پیدا کیا، آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۗ ۱۶ اس

کی صورت بنائی، پھر اس کو انداز سے بنایا یعنی یہی نہیں کہ نطفہ سے ایک جاندار کا وجود بنا دیا بلکہ اس کو پیدا کیا اور پھر اس

کے اعضا اور قد و قامت میں ایک خاص انداز اور تناسب رکھا کہ اگر آنکھ کان ناک کی تخلیق و ترتیب اس کے خلاف

ہو جائے تو انسان کی صورت بگڑ جائے اور کام کاج دشوار ہو جائے۔

۱۔ قولہ فی صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ غیر ذوی العقول کی جمع چونکہ واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے صُحُفٍ کی صفات واحد مؤنث لائی گئی

(دیکھئے آپ ترکیب نحوی کیسے کریں)

صورت بنائی احسن آنکھیں بنائی روشن ☆ شیریں دہن بنایا کیا خوش نما اُگایا
 ”ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ“ پھر اس کا راستہ آسان کر دیا یعنی بطنِ مادر سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا کہ تنگ مقام
 سے اچھا خاصا تو مند بچہ باہر نکل آیا جو صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور بندہ کے مقدر ہونے کی، ”ثُمَّ
 آمَاتُهُ فَاقْبَرَهُ“ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا یعنی عمر ختم ہونے کے بعد اس کو موت دی، اور پیدا کرنا
 جس طرح نعمت ہے، موت دینا بھی نعمت ہے کہ یہ دارالقرار اور محبوب حقیقی تک پہنچانے والی ہے، حدیث میں ہے
 الموت تحفة المؤمن (موت مؤمن کا تحفہ ہے) اور احسان براحسان یہ کیا کہ مرنے کے بعد اس کو قبر میں رکھو دیا، عام
 جانوروں کی طرح نہیں کہ زمین پر سڑتا رہے۔

قبر سے مراد عالم برزخ ہے | یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد گڑھا نہیں بلکہ وہ عالم ہے جو اس دنیا اور آخرت کے
 درمیان ہے یعنی عالم برزخ لہذا اگر کوئی ڈوب کر مرے یا جل کر جان دے دے بہر حال جائے گا وہ قبر یعنی عالم برزخ
 ہی میں اور بالآخر وہ خاک ہی میں مل جائے گا ”ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ“ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ
 زندہ کر دے گا کیوں کہ جو خدا اول پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ قبر سے زندہ اٹھانے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اگر حشر
 اور جزانہ ہو تو شا کر بھی کافر کی طرح ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے اور انسان
 کے داخل قدرت ہونے کی دلیل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ طرح طرح کی نعمتیں بھی ہیں، بعض حسی، بعض
 معنوی، جس کا مقتضایہ تھا کہ انسان ایمان لا کر اطاعت بجالاتا مگر کافر انسان نے کوئی توجہ نہیں کی چنانچہ فرمایا ”كَلَّا
 “ہرگز نہیں یعنی ہرگز شکر ادا نہیں کیا اور ”لَمَّا يَفْقِض مِمَّا أَمْرًا“ اس کو جو علم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا یعنی یہ بد نصیب
 کافر انسان نہ ایمان لایا اور نہ شکر ادا کیا۔

اشکال: قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ سے بددعا کا وہم ہوتا ہے حالاں کہ دعایا بددعا کرنا عاجز کی شان ہے جب کہ اللہ تعالیٰ
 قادر مطلق ہے اور عاجز ہونے سے وراء الوراہ ہے۔

الجواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں بددعا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑا تو کوئی ہے نہیں جس
 سے وہ بددعا مانگے لہذا کلام کو محاورہ عرب پر محمول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ شخص مستحق قتل ہے اور ماضی بمعنی
 مستقبل ہے گو یا اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل کیا جانا یا اس کو اپنی رحمت سے دور کرنا مقرر کر لیا۔

اھم اشکال: مَا أَكْفَرَهُ. مَا أَفَعَلَهُ کے وزن پر فعل تعجب ہے، اور تعجب مجہول السبب کے ادراک کا نام ہے حالاں کہ اللہ
 تعالیٰ سے کوئی چیز مجہول و مخفی نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیوں تعجب ہوا۔

جواب: یہاں تعجب بمعنی تعجب ہے یعنی دوسروں کو تعجب دلانا کہ یہ لوگ ایسے ناشکرے اور نمک حرام ہیں کہ لوگوں کو ان پر
 تعجب کرنا چاہیے۔

لغات: قَتَلَ الْإِنْسَانَ یہ جملہ دعائیہ ہے، قَتَلَهُ (ن) قَتَلًا: مار ڈالنا، الْإِنْسَانَ (آدمی) یہاں کافر مراد ہے

لِکون اللّٰم للہد، جمع انا یسیء (قال تعالیٰ وَاَناسِیَ کَثِیْرًا) ^۱ ما اَکْفَرَهُ (کیسا ناشکر ہے وہ) یہ فعل تعجب ہے، آتی، (بفتح الہمزہ و تشدید الیاء) پانچ معانی کے لئے آتا ہے: (۱) برائے استفہام جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے شرط جیسے آیاتاً تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۳) موصولہ جیسے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْءٍ لَّیْسَ لَهُمْ شُرَکَآءُ عَلٰی الرَّحْمٰنِ عِیْبًا (۴) برائے بیان کمال جیسے محمدٌ رَجُلٌ اَیُّ رَجُلٍ، اس صورت میں یہ ترکیب میں نکرہ کی صفت بنے گا، ای کامل فی صفیات الرجال، اور معرفہ کے بعد حال بنے گا، جیسے مررتُ بعبد اللہ اَیُّ رَجُلٍ (۵) جس پر الف لام داخل ہو اس کی نداء کا وصلہ اور رابطہ ہوتا ہے، جیسے یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ۔ (معنی اللیب) نطفہ (قطرہ منی) جمع نُطْفٌ، قَدَّرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، قَدَّرَ تقدیراً: اندازہ لگانا۔ السَّبِیْل اسم جامد (راستہ) جمع سُبُل (المراد ہنا طریق الخروج من بطن الائم) یَشْرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، یَشْرَ تیسیراً: آسان کرنا۔ اَمَات (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَات اِمَاتَةً: موت دینا، مادہ مَوَاتٌ ہے، مَات مَوَاتًا (ن): مرنا (در اصل اَمَوْتُ ہے، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی اب واو کا ماقبل مفتوح ہے اور واو دراصل متحرک تھا، ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اَقْبَرَ (اس نے قبر میں رکھ دیا) (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَقْبَرَ فلاناً (کسی کے لئے قبر بنانا) قَبَرَ المِیْت (ن) قَبَرًا: مردہ کو قبر میں رکھنا، اَنْقَرَهُ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَنْشَرَ اِنْشَارًا: زندہ کر کے اٹھانا۔ لَمَّا یَقْضِ (ض) نفی محمد مضارع کا واحد مذکر غائب، قضی (ض) قَضِیًا و قضاء: ادا کرنا، اَمَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَرَهُ (ن) اَمَرًا و اِمارة: حکم دینا۔

۱ لفظ انسان مذکور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، انسان، انس سے مشتق ہے جس کے معنی مانوس ہونے کے ہیں، چونکہ انسانی زندگی بغیر انس و محبت کے گذرنا ممکن نہیں اس لئے آدمی کو انسان کہا گیا ہے، انس (ض) انسا و انس (ک) انسا: مانوس ہونا، اہل عرب کبھی مؤنث بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ بولتے ہیں انسا لہ

۲ مجرد میں باب ضرب، یح، کرم سے آتا ہے یَشْرَ (ض) یَشْرَ و تیسر (س) یَشْرَ و تیسر (ک) یَشْرَ: آسان ہونا۔

۳ مجرد میں ہے نَشْرَ الشیخ (ک) نَشْرًا: پھیلا نا منتشر کرنا، نَشْرَ اللہ الموتی (ن) نَشْرًا و نَشْرًا: مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا۔

۴ لغات میں قسم کا ہوتا ہے: (۱) حرف جازم، لہذا تم کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو مجرّم بنا دیتا ہے اور اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے، لم اور لتا میں پانچ طریقے سے فرق ہے: (۱) لم مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور لتا کلم کے وقت تک کی نفی کرتا ہے۔ (۲) لم کے اوپر حرف شرط داخل ہو جاتا ہے، جیسے فان لم تفعل (۳) لتا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ (۴) لتا کا دخول جائز الخذف ہوتا ہے۔ (۵) لتا کی نفی نہیں ہوتی مگر حال سے قریب لہذا لم یکن زید فی العام الماضی مطلقاً درست ہے مگر لتا یکن الخ درست نہیں۔ (۶) لتا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ خاص ہے لہذا اس وقت یہ دو جملوں کا تقاضا کرے گا جن میں سے دوسرا پہلے کے وجود کے وقت پایا جائے گا جیسے لتا جانسی زیداً کرمشہ و يقال فیہا حرف وجود و وجود و بعضہم بقول حرف وجود لوجود بیک، جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ لغات فریہ ہے بمعنی جنن اور یہ چونکہ محکم بمعنی الشرط ہوتا ہے اس لئے اس کا جواب بالاتفاق فعل ماضی ہوگا، ابن مالک کے نزدیک جملہ اسمیہ بھی ہو سکتا ہے جس کے شروع میں اذا ماضی ہو، یا قا ہو جیسے فللتا نجاہم الی البر اذ اہم یشرکون، فللتا نجاہم الی البر فمنہم مقتصد، اور ابن عسفور کے نزدیک اس کا جواب فعل مضارع بھی ہو سکتا ہے۔ (۳) تیسری قسم لتا کی یہ ہے کہ وہ حرف استثناء ہو لہذا اب جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا، جیسے ان کُلّ نفیس لتا غلیبہا حافظ۔ (مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۲۷۷)

ترکیب قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ... قُتِلَ فعل مجہول الانسان نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ دعائیہ ہوا (لا محل لها) (صورۃ خبریہ، معنی انشائیہ) مَا اسم استفہام مبتدا بمعنی آئی شیء (الاستفہام للتوہین) اکْفَرَهُ فعل فاعل مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ انشائیہ متانفہ ہوا (لا محل لها) مِنْ آتِي شَيْءٍ خَلَقَهُ... مِنْ آتِي شَيْءٍ متعلق مقدم ہے خَلَقَ کا (الاستفہام للتقرير مع التحقير) خَلَقَ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ متانفہ ہوا مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَ محذوف کے متعلق اور یہ جملہ فعلیہ ماقبل استفہام کا جواب ہے، ماقبل استفہام حقیقی استفہام نہیں بلکہ تحقیر کے لئے ہے مگر چونکہ صورۃ استفہام ہی ہے اس لئے مِنْ نُطْفَةٍ سے اسی مفہم استفہام کا جواب دیا، پھر مابعد آیت سے انسان کے مبداء خلق سے لے کر اس کے منتهی تک کا حال اور کیفیت کو بیان کیا ہے۔ (مظہری) خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَشْرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ... خَلَقَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ فاء عاطفہ قَدَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثُمَّ حرف عطف السَّبِيلَ فعل محذوف يَشْرَهُ کا مفعول بہ (از قبیل مَا أَضْمَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسر، معطوف علیہ معطوف يَشْرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسر، ثُمَّ حرف عطف أَمَاتَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف فاء عاطفہ أَقْبَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف إِذَا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط شاء فعل، ضمیر ہو فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے آئی انشارۃ) فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ اور پھر مرکب اضافی طرف ہے اپنے جواب آنشَرَهُ کا (آئی آنشَرَهُ إِذَا شَاءَ) (شاء کا ظرف نہیں ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ ہے، اور مضاف الیہ اپنے مضاف میں عمل نہیں کرتا) أَنْشَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف مقدم سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لامحل لها من الاعراب) (یہ ترکیب بیان القرآن کی تفسیر کے مطابق ہے جس کو اہل عقل ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ اہل سفاہت) اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں دوسری ترکیب مذکور ہے کہ مِنْ آتِي شَيْءٍ متعلق مقدم خَلَقَ کے اور وہ مبدل منہ، مِنْ نُطْفَةٍ متعلق مقدم خَلَقَ کے اور وہ تمام معطوفات سے مل ملا کر بدل، بعض نے مِنْ نُطْفَةٍ کو مِنْ آتِي شَيْءٍ سے بدل بنایا ہے۔ كَلَّا لَنَا يَفْقِضُ مَا أَمْرَهُ... كَلَّا حرف روع وزجر (آی رَدَعُ لِلْإِنْسَانِ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ كُفْرَانِ النِّعَمِ) لَنَا حرف نئی يَفْقِضُ فعل ضمیر مستتر فاعل مَا اسم موصول أَمْرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مرجع انسان) سے مل کر صلہ، (عائد محذوف ہے آئی مَا أَمْرَهُ بِهِ) اس اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۱. یا ما بمعنی شیء مبتدا اور مابعد خبر اور شیء میں تخصیص شرط آخر ذانا پ کے طریقے سے ہے۔

۲. قولہ مَا أَمْرَهُ الخ ایک قول یہ ہے کہ امرہ کی ضمیر منصوب کا مرجع اسم موصول ہے اور انسان کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے آئی اِنَّمَا اور عامد کے حذف کرنے سے مفعول کا حذف کرنا ہون ہے۔ (روح المعانی)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ﴿۲۶﴾ اَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿۲۷﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿۲۸﴾

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے • کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا • پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا •

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿۲۹﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿۳۰﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿۳۱﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿۳۲﴾

پھر ہم نے اس میں غلہ • اور انگور اور ترکاری • اور زیتون اور کھجور • اور گنجان باغ •

وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿۳۳﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۳۴﴾

اور میوے اور چارہ پیدا کیا • تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کے لئے •

تشریح ماقبل آیات میں انسان کی تخلیق، موت، گویا مختلف نعمتوں کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان نعمتوں کو یاد

دلاتے ہیں جو اس کی زندگی کی بقاء کے سامان ہیں، فرمایا: ”فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ﴿۲۶﴾ اَنَا صَبَبْنَا

الْمَاءَ صَبًّا ﴿۲۷﴾“ سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔ ”ثُمَّ

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿۲۸﴾“ پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا (یعنی زمین سے غلہ اور ننھے ننھے پودے وغیرہ نکلنے کے

وقت) ”فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿۲۹﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿۳۰﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿۳۱﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿۳۲﴾ وَفَاكِهَةً

وَأَبًّا ﴿۳۳﴾“ پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری (قضب یعنی ساگ سبزی، ترکاری) اور زیتون اور کھجور اور گنجان

باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا ”مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۳۴﴾“ تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کے

لیے یعنی ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے ہیں جیسے غلہ یعنی گیہوں وغیرہ اور بعض چیزیں تمہارے چوپاؤں کے

لیے ہیں جیسے چارہ یعنی گھاس وغیرہ، لہذا ان سب انعامات پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنے خالق و منعم کی عبادت

کرنی چاہیے اور کافر انسان کو کفر سے باز آجانا چاہیے۔

ہمیشہ تیرے در پر ہو سر تسلیم خم میرا ☆ رہے تیرے تصرف میں زباں میری تسلیم میرا

لغات لِيَنْظُرَ (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَى الشَّيْءِ (ن) نَظَرًا وَنَظْرًا: غور سے دیکھنا۔ الْإِنْسَانُ

(آدمی) جَمْعُ أَنْبَسٍ طَعَامٌ (اطلاقاً للمصدر على المفعول) (کھانا) اَيِ الْمَطْعُومِ جَمْعُ أَطْعَمَةٍ، طَعِمَ (س)

طَعَمًا وَطَعَامًا: کھانا (۲) چکھنا۔ صَبَبْنَا، (ن) ماضی جمع متکلم صَبَبَ الْمَاءَ (ن) صَبًّا: اوپر سے پانی ڈالنا صَبًّا:

مصدر از باب نصر۔ شَقَقْنَا (ن) ماضی جمع متکلم (اسنادہ الی ضمیرہ تعالیٰ مجازاً من باب الاسناد الی

السبب) شَقَّ الشَّيْءُ (ن) شَقًّا: پھاڑنا۔ أَنْبَتْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم أَنْبَتَ بِأَنْبَاتًا: اُگانا، مجرد میں باب نصر

سے آتا ہے نَبَتَ الزَّرْعُ (ن) نَبَاتًا وَنَبْتًا: اُگنا، حَبًّا غلہ، اناج، گیہوں، جو، وغیرہ جمع حبوب (حبًا) کا مفرد حَبَّةٌ ہے

ایک دانہ) عِنَبًا (انگور) واحد کے لئے عِنَبَةٌ استعمال ہوگا جمع أعناب۔ قَضْبًا (ترکاری) اس کے معنی لمبی اور پھیلی

ہوئی شاخوں والے درخت کے بھی آتے ہیں، (تفسیر مظہری) قَضَبَ (ض) قَضَبًا، کاٹنا، سبزی کو بھی چونکہ بار بار کاٹا جاتا ہے اس لئے مصدر کے نام کے ساتھ سبزی کا نام قَضَب رکھ دیا (تفسیر مظہری) زَيْتُونًا: (زیتون ایک پھل ہے جو عناب کی شکل کا ہوتا ہے اس کو کھایا جاتا ہے اور اس کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، اس کے درخت کو بھی زیتون کہتے ہیں) واحد زَيْتُونَةٌ یعنی زیتون کا ایک درخت۔ نَخْلًا: اسم جنس ہے (کھجور) (۲) کھجور کے درخت اور النَّخْلَةُ بمعنی کھجور کا ایک درخت، جمع نَخْلٌ وَنَخِيلٌ۔ حَدَائِقِ (باغ) واحد حَدِيقَةٌ غُلْبًا أَغْلَبَ صفت مشبہ کی جمع ہے (موٹی گردن والی، مجازاً گھنے باغ کو کہتے ہیں) غَلَبَ الْحَدِيقَةَ (س) غَلَبْنَا: باغیچہ کا گھنا اور گنجان ہونا، فَاقِهَةٌ (میوے، پھل) جمع فَوَاكِهُ، فَيْكَةٌ (س) فَكَاهَةٌ وَفَكْمَةٌ: ہنس مکھ ہونا، میوے کو اسی مناسبت سے فاکہہ کہتے ہیں کہ وہ مفرح قلب ہوتا ہے۔ اَبَا (چارہ، گھاس) جمع اُوْبٌ (وفی بیان القرآن اَبَا مِنْ اَبْتٍ يَأْتِ (ن) اَبَا: قصد کرنا لِانَّهٗ يَقْصِدُ۔ وفی اعراب القرآن اَبَ المرعى الذی لم یزرعه الناس) مَتَاعًا (اس کی تحقیق گذر چکی) اَنْعَامًا (اس کی تحقیق گذر چکی)

ترکیب فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهِ اَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا..... فاء استینافیہ، لینیظر فعل امر الانسان فاعل الی حرف جار طعامہ مرکب اضافی مبدل منہ اَنَا حرف مشبہ بالفعل مع اسم صَبَبْنَا فعل، ضمیرنا فاعل (عائد محذوف ہے آی لہ) الْمَاءَ مفعول بہ صَبًّا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ (محل رفع میں) ثُمَّ حرف عطف شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ مفعول بہ اَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَعَيْنًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقِ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَاَبَا... فاء عاطفہ اَنْبَتْنَا فعل ضمیرنا فاعل فیہا (ای فی الارض) متعلق، حَبًّا وَعَيْنًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقِ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَاَبَا باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر اَنْبَتْنَا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر طعام سے بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر لینیظر کے متعلق اور وہ جملہ انشائیہ مستانفہ (لا محل لہا)۔ (غُلْبًا صفت ہے حَدَائِقِ کی) مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا اَنْعَامِكُمْ کی ترکیب سورۃ النازعات میں گذر چکی ہے۔

فَاِذَا جَاءَتِ الصَّآخَةُ ﴿۳۱﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ ﴿۳۲﴾ وَ اُمِّهِ وَ اَبِيهِ ﴿۳۳﴾ وَ صَاحِبَتِهِ

پھر جس وقت کانوں کو ہیسرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا • جس روز آدمی اپنے بھائی سے • اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے • اور اپنی بیوی سے

۱۔ فلینیظر کا فاجز ایہ بھی ہو سکتا ہے ای ان ارد تم معرفۃ قدرۃ اللہ و تدبیرہ فلینیظر الانسان الخ اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ فاء عاطفہ ہے اور ماثل کے مفہوم پر عطف ہے ای لینیظر اولاً الی نفسہ من مبدأ خلقہ الی منتہاہ و ما اُنعم علیہ و فیہ فلینیظر الانسان الی طعامہ الخ اور روح العالی میں ہے اذا کان هذا حال الانسان ہو انما الی ان لم یقبض ما امرہ الخ

۲۔ فوالہ متاعاً لکم الخ یہ عبارت فعل ذکر و انبثنا کا مفعول لہ بھی بن سکتی ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَبَيْنِهِ ﴿۳۸﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۹﴾ وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿۴۰﴾

اور اپنی اولاد سے بھاگے گا • ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا • بہت سے چہرے اس روز روشن •

ضاحکہ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿۴۱﴾ وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۲﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۳﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ

خنداں، شاداں ہوں گے • اور بہت سے چہروں پر اس روز غلبت ہوگی • ان پر کدورت چھائی ہوگی • یہی لوگ

الْكَفْرَةُ الْفَجْرَةَ ﴿۴۴﴾

کافر قاجر ہیں •

تشریح ما قبل میں انعامات یاد دلا کر انسان کو بار بار تشبیہ کی گئی تھی اب آخر میں پھر قیامت اور نصیحت قبول کرنے اور

نہ کرنے پر جزا و سزا کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ﴿۴۴﴾" پھر جس وقت کانوں کو بہرہ

کردینے والا شور برپا ہوگا صَاحَّةُ اسم فاعل ہے یعنی ایسا شور اور سخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے، مراد اس سے شور

قیامت اور دوسرے مرتبہ کا نفع صور ہے، صَاحَّةُ میں تا برائے مبالغہ ہے، اور اذا کا جواب محذوف ہے ای بشتغل کل

واحد بنفسہ (جلالین، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) یعنی محشر میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص اپنی اپنی فکر

میں مشغول ہوگا۔ حتیٰ کہ انسان دنیا کے اندر جس پر اپنی جان قربان کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا آج قیامت کے دن

اس سے بھی گریز کرے گا، گویا ایک چیخ نے سب رشتوں کو کاٹ کر رکھ دیا، آگے اسی دن کا بیان ہے کہ "يَوْمَ يَفِرُّ

الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿۴۵﴾ وَأُمِّهِ وَأَبْنَيْهِ ﴿۴۶﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَيْنِهِ ﴿۴۷﴾" یہ اذا جاءت الصَّاحَّةُ سے بدل ہے اور ترجمہ

یہ ہے کہ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے

گا۔ یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کرے گا بلکہ منہ چھپاتا بھاگتا پھرے گا، اس وجہ سے کہ "لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ

يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۹﴾" ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (شأن

بمعنی فکر، اہم معاملہ و مشغلہ، یعنی ہر ایک کو اپنی ہی فکر اور اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو دوسری طرف متوجہ ہی نہ ہونے

دے گا، کقولہ تعالیٰ لایسأل حمیم حمیماً، اور واضح رہے کہ یہ کافر انسانوں کا حال ہوگا جس کا ذکر "قتل الانسان

ما اکفرہ" میں ہوا، مومنین اس طرح کی بے رخی نہیں کریں گے، بلکہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے) (بیان

القرآن) آگے مومنین و کفار دونوں کی تفصیل ہے فرمایا "وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿۴۰﴾ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿۴۱﴾"

بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (خوشی و مسرت سے) خنداں، شاداں ہوں گے (یہ مسکراتے

چہرے ایمان والوں کے ہوں گے جو اپنے پالنہار کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے) "وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ

عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۲﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۳﴾" اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) غلبت ہوگی، ان پر

کدورت چھائی ہوگی (یعنی غم کی وجہ سے کدورت و سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہ کالے لکڑے جھلسے جھلسائے منہ کافروں کے ہوں گے جو نہ اللہ پر ایمان لائے، نہ رسول پر) ”أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجْرَةُ ﴿۱۰﴾“ یہی لوگ کافر، فاجر ہیں (کافر کے لفظ سے اشارہ فساد عقائد کی طرف ہے اور فاجر کے لفظ سے فساد اعمال کی طرف) لہذا انسان کو عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی آخرت کو سدھارنے کی فکر کرنی چاہیے۔

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں یہ اپنے دل میں ہنتے ہیں ☆ ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے قرآن کا زور بیان | یوم یفتر المرء من آخینہ الخ میں کم محبوب کو مقدم اور زیادہ محبوب کو مؤخر کیا ہے اور اس سے کلام میں زور اور قوت پیدا کرنا مقصود ہے گویا یوں فرمایا کہ اس روز آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا بلکہ ماں باپ سے بھی بھاگے گا، بلکہ بیوی اور اولاد سے بھی بھاگے گا۔

لغات صَاخَةٌ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، صَخَّ سَخَعَهُ (ن) صَخَا: بہرا کر دینا۔ يَفْتَرُ (ض) مضارع واحد مذکر غائب، فَتْرًا يَفْتَرُ (ض) فَتْرًا وَفْتَرًا وَفْتَرًا بھانگنا، المرء (اس کی تحقیق یوم بنظر المرء رکوع ۲ میں گزر چکی ہے) آخ (بھائی) أَخٌ کی اصل أَخُو ہے جمع إِخْوَانٌ وَإِخْوَةٌ ہے۔ (مجازاً ہر اس شخص کو بھی اخ کہہ دیتے ہیں جو قبیلہ یا مذہب یا صنعت و حرفت یا تعلق و دوستی وغیرہ میں کسی دوسرے کا شریک ہو، حالت جبری میں یا بے اختیار کے ساتھ لکھا جاتا ہے) اُمٌّ (ماں) جمع اُمَّهَاتٍ۔ (نانی اور پر نانی کو بھی اُمٌّ کہتے ہیں، قال تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ) اَبٌ (باپ) جمع اَبَاءٌ (اصلہ اَبُو) صَاخِبَةٌ (بیوی) دراصل اسم فاعل ہے بمعنی ساتھ رہنے والی، مگر اس پر اسمیت کا غلبہ ہو گیا اس لیے اسم جامد کے حکم میں ہے، جمع صَوَاحِبٌ، صَخِبَةٌ (س) صَخَابَةٌ وَصَخْبَةٌ: ساتھ ہونا، بدین اِنَّہ کی جمع ہے، اور جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، بنا بریں اسی کا اعراب دیا گیا اور اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا، دوسری جمع ابناء آتی ہے شَانٌ: فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو شَانٌ کہتے ہیں خواہ وہ برا ہو یا بھلا جمع شُنُونٌ يُفْنِي (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، اَغْنَى اِغْنَاءً: بے نیاز کرنا، مالدار کر دینا، کافی ہونا، غَنِيَ فُلَانٌ (س) غِنَى وَغِنَاءً: مالدار ہونا، عَنِ الشَّيْءِ۔ بے نیاز ہونا۔ وَجُوَةٌ (بہت سے چہرے) وَجْهٌ کی جمع ہے۔ مُسْفِرَةٌ (روشن) (افعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اُسْفَرَ الْوَجْهَ (افعال) چہرہ چمکنا۔ سَفَرَ (ض) سَفُرًا: روشن ہونا، صَاخِكَةٌ (خنداں) (س) اسم فاعل واحد مؤنث، ضَحِكَ (س) ضَحِكًا وَضَحِكًا: ہنسا، باب افعال سے بمعنی ہنسانا، مُسْتَهْبِرَةٌ (شاداں) (استفعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اور مجرد میں ہے (بیشربہ (س) بِشْرًا خوش ہونا) غَبْرَةٌ اسم (ظلمت، گرد) (غَبْرٌ الشَّيْءِ (س) غَبْرًا وَغَبْرَةً: گرد آلود ہونا) تَرَهَّقُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب، وَرَهَقَ الشَّيْءُ فُلَانًا (س) رَهَقًا: لگ جانا، لاحق ہونا، فَتْرَةٌ اسم (کدورت، سیاہی دھوئیں کی طرح) (فَتَرَ (ن، ض) فَتْرًا وَفُتْرًا، وَقَتِرَ (س) فَتْرًا: النَّارُ، آگ کا دھوئیں والی ہونا) الْكَفْرَةُ (کافر لوگ، یعنی ناشکرے لوگ) كَافِرٌ کی جمع ہے الْفَجْرَةُ (بدکار لوگ) فَاجِرٌ کی جمع، فَجَرَ (ن) فَجْرًا وَفُجْرًا: بدکار ہونا۔

ترکیب فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ... فاء استینافیہ (والکلام مستأنف مسنون للشرع فی بیان احوالہم یوم العقاد) اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف جاءت الصَّاحَّةُ فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے اپنے محذوف جواب یَشْتَغِلُ كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهِ کا یوم مضاف یَفِرُّ المرءُ فعل فاعل من حرف جار أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اِذَا جاءت الخ سے لے لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ... لام حرف جار کل مضاف امْرِئٍ موصوف مِنْهُمْ (ای من الناس) کائن محذوف کے متعلق ہو کر امرء کی صفت، موصوف مع صفت کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم یَوْمَئِذٍ اسی خبر محذوف کا ظرف۔ شَأْنٌ يُغْنِيهِ شَأْنٌ موصوف یغنیہ فعل فاعل مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ ہو کر صفت (محل رفع میں) پھر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا (لاحل لہا)۔ وَجُودَةٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُودَةٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ... وجوہ مبتدا (تنوین برائے تنوین ای وجوہ المؤمنین او وجوہ کثیرہ) یومئذ مسفرة کا ظرف مقدم مسفرة ضاحكة مستبشرة تینوں خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف وجوہ مبتدا یومئذ خبر محذوف ثابتہ کا ظرف اور علیہا بھی ثابتہ کے متعلق اور پھر ثابتہ خبر مقدم غَبَرَةٌ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول لے۔ ترهقها قتره جملہ ہو کر خبر ثانی (اور قتره فاعل ترهق کا) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجْرَةُ... أولئك مبتداہم ضمیر فصل (اشارہ الی أصحاب تلک الوجوہ ای اولئک الموصوفون بما ذکروا، والاشارة للبعید للایذان ببعد درجتہم فی سوء الحال) (روح المعانی) الکفرۃ الفجرۃ دونوں خبر، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لاحل لہا) (الجملة مستانفة كأنها جواب من اصحاب تلک الوجوہ، تفسیر مظہری)

اجراء یوم یفر المرء من أخیه وامه وأبیہ وصاحبته وبنیہ عزیز طلبہ، اخیه، امه، ابیہ وغیرہ میں اضافت معنوی ہے، اضافت لفظی و معنوی کی تعریف تو آپ حضرات جانتے ہی ہیں، بس اتنا ضرور یاد رکھیں کہ اضافت لفظی محض تخفیف کا قاعدہ دیتی ہے،

۱۔ اس فاء کو عطف کہنا بھی صحیح ہے مابعد کی ماقبل پر ترتیب کو بیان کرنے کے لئے (اعراب القرآن)

۲۔ یومئذ کو یغنیہ کا ظرف مقدم بھی بنا سکتے ہیں فولہ لکل امرئ ذکر المرء بناء علی أنه الرجل لیعلم منه حال المرء من باب اولی (روح المعانی)

۳۔ یومئذ اس کو اعراب القرآن میں ترهق کا ظرف لغو قرار دیا ہے لیکن تفسیر مظہری میں اس کو ظرف مستقر ہی مانا ہے سہولت کے پیش نظر ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ فولہ علیہا غبرۃ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ثبت یا استقر فعل محذوف مانا جائے اور علیہا اور یومئذ اسی کے متعلق اور غبرۃ اس کا فاعل پھر جملہ ہو کر مبتدا کی خبر، نیز ترهقها مبتدا کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے، اور غبرۃ کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

الآیہ کہ مضاف معرف باللام ہو جیسے مررت بالرجل الحسن الوجه (الاشباہ ص: ۴۴ ج: ۲) (تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ اضافت کے بعد مضاف پر سے تونین اور نون تشبیہ و جمع حذف ہو جاتا ہے) اور اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرف ہے تو تعریف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہے، تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، مگر عزیز من! ایک سخن بندہ عاجز کی رہے یاد، اور وہ یہ ہے کہ اگر اضافت معنوی میں مضاف لفظ مثل، شبہ، غیر وغیرہ ہو یا مضاف نکرہ کی جگہ واقع ہو، مثلاً حال، تمیز، یا لائے نفعی جنس کے اسم کی جگہ تو اب یہ اضافت نکرہ کے حکم میں ہوگی۔

سورۃ التکویر

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ إِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ إِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا • اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے • اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے •

وَ إِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ إِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ إِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶

اور جب دس مہینے کی گامہن اوشیاں چھٹی پھریں گی • اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جاویں گے • اور جب دریا بھڑکائے جاویں گے •

وَ إِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ إِذَا الْمَوْءِدَةُ سُبِّلَتْ ۝۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ إِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے • اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا • کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی • اور جب نامہ اعمال

نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ إِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ إِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ ۝۱۲ وَ إِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝۱۳

کھول دئے جاویں گے • اور جب آسمان کھل جاوے گا • اور جب دوزخ دہکائی جاوے گی • اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی •

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝۱۴

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے •

ربط اس سورت کے اندر بھی سورت سابقہ کی طرح قیامت کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اسی کی تقویت کے لیے آخر میں قرآن کی حقانیت مذکور ہے، اور چوں کہ اس سورت کا ایک لفظ کُوِّرَتْ ہے تو اسی کی مناسبت سے پوری سورت کا نام سورۃ التکویر رکھ دیا۔

تشریح اس سورت کی شروع کی تیرہ آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے، جن میں سے شروع کی چھ آیات یعنی إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ سے وَ إِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئیں گے جب کہ یہ دنیا آباد ہوگی اور اس کے بعد کی سات آیات یعنی وَ إِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ سے وَ

اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِقَتْ ﴿۱۰﴾ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد پیش آئیں گے، (گویا تیرہ آیات میں بارہ احوال ہیں) پھر جواب شرط لایا گیا یعنی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ﴿۱۱﴾ کہ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾“ جب آفتاب بے نور ہو جائے گا یعنی سورج جو آج ساری دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے ایک دن بے نور ہو کر رہ جائے گا۔ ”وَ اِذَا النُّجُومُ اُنْكَدَرَتْ ﴿۲﴾“ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اِنْكَدَرَتْ، اِنْكَدَارٌ سے مشتق ہے بمعنی ٹوٹ کر گرنا، مطلب یہ ہے کہ آسمان کے سب ستارے سمندر میں گر پڑیں گے، ”وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾“ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے دیکھئے چلائے جانے کے لیے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے لہذا یہاں یہی لازمی معنی مراد ہے کہ پہاڑوں کو مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا اور وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ”وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾“

اور جب دس مہینے کی گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ یہ بات عرب کی عادت کے مطابق بطور مثال کے بیان فرمائی کیوں کہ قرآن کریم کے پہلے مخاطب عرب لوگ تھے، ان کے نزدیک دس مہینے کی گا بھن اونٹنی ایک بڑی دولت سمجھی جاتی تھی کہ اس سے بچہ اور دودھ کا انتظار ہوتا تھا، مگر قیامت کے جگر خراش منظر کے سامنے ایسے نفیس و عمدہ مال کی کوئی شخص پرواہ نہ کرے گا اور دس ماہ کی گا بھن اونٹنیاں یوں ہی بغیر چرواہے کے بیکار چھٹی پھریں گی۔ ”وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾“ اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے یعنی جب نفعہ اولیٰ ہوگا تو جنگلی جانور جو انسان سے بدکتے ہیں اور اس کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں وہ مارے گھبراہٹ کے سب جمع ہو جائیں گے جیسا کہ خوف کے وقت اکثر ہوتا ہے، اندازہ کیجئے جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا اور کیسی گھبراہٹ چھائی ہوئی ہوگی۔ ”وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾“ اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے سَجِرَتْ تسخیر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آگ لگانے اور بھڑکانے کے بھی آتے ہیں، اور خلط ملط کرنے کے بھی، اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں ہے، اولادریاؤں میں طغیانی پیدا ہوگی اور زمین میں دراڑیں جس سے بیٹھے اور کھاری دریاؤں کے پانی آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے، پھر شمس و قمر اور ستاروں کو اس میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر اس تمام پانی کو آگ بنا دیا جائے گا جو جہنم میں شامل ہو جائے گا اور اس کو بھڑکا دیا جائے گا اور بس عالم فنا ہو جائے گا، ”وَ اِذَا النَّفُّوسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾“ اور جب ایک ایک قسم کے لوگ سب اکٹھے کیے جائیں گے اب یہاں سے نفعہ ثانیہ کے بعد کے چھ احوال کا بیان ہے کہ حاضرین محشر کے جوڑے جوڑے اور جتھے بنا دیئے جائیں گے یعنی کافر الگ، مسلمان الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طبقہ کے لوگ الگ الگ ہوں گے مثلاً علماء الگ، عابدین الگ، مجاہدین الگ، وغیرہ وغیرہ اسی طرح چور ڈاکو ایک جگہ، زنا کار دوسری جگہ علیٰ ہذا القیاس۔

”وَ اِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾“ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ

۱ قرآن میں دوسری جگہ ہے اَحْسِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَرْوَاْجَهُمْ قَالَمُونَ کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔

وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔ ”موءدہ“ وہ لڑکی جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے اندر یہ رسم بد تھی کہ باپ نہایت بے رحمی اور سنگ دلی سے اپنی بیٹی کو زندہ زمین کے اندر گاڑ دیتا تھا، بعض لوگ تنگ دستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کی وجہ سے اور بعض اس عار اور شرم سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

اگر لڑکی کی پیدائش کا گھس میں ذکر سن لیتے ☆ تو اس معصوم کو زندہ زمیں میں دفن کر دیتے ایک اہم سوال اور جواب | آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال لڑکی سے ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی حالانکہ یہ ظلم تو ظالم باپ نے ڈھایا ہے تو یاد رکھئے کہ اس سے مقصود اس لڑکی کو تسلی دینا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی اور مظلوم ہونے کی پوری فریاد بارگاہ رب العزت میں پیش کرے تاکہ اس کے قاتل سے انتقام لیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ موءدہ لڑکی کے بارے میں اس کے قاتل سے سوال کیا جائے کہ اس کو تم نے کس جرم میں قتل کیا؟

”وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۵﴾“ اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے یعنی موت واقع ہونے کی وجہ سے جو نامہ اعمال لپیٹ دیا گیا تھا، اب وہ کھول دیا جائے گا تاکہ سب لوگ اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔ ”وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿۱۶﴾“ اور جب آسمان کھل جائے گا۔ کَشَطُ کے لغوی معنی جانور کی کھال اتارنے کے ہیں اور جب کسی چیز کی کھال اتاری جاتی ہے تو اس کے اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں لہذا آسمان کے کھلنے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی، نیز اس کے کھلنے سے غمام کا نزول ہوگا یعنی سائبان کی طرح ایک بدلی ہوگی، اور اس بدلی کے ساتھ آسمان سے فرشتے زمین پر بکثرت اتارے جائیں گے، اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے تجلی فرمائیں گے، ”وَإِذَا الْجَبَابِلُ سُجِرَتْ ﴿۱۷﴾“ اور جب دوزخ دھکائی جائے گی دوزخ اگرچہ اب بھی دکھ رہی ہے مگر اس وقت دشمنانِ خدا کے لیے اس کو اور زیادہ دھکایا جائے گا۔ ”وَإِذَا الْجَنَّةُ أُنْفِثَتْ ﴿۱۸﴾“ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی اتنی قریب کہ اس کی تروتازگی اور رونق و بہار نظر آئے گی جس کے دیکھنے سے مومنین کو عجیب مسرت و فرحت حاصل ہوگی، (واللہ قادر علی نقل الجنة من السماء الی الارض. روح) ”عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿۱۹﴾“ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔ یعنی جب قیامت کے حالات مذکورہ پیش آویں گے اس وقت ہر انسان جان لے گا کہ وہ اپنے ساتھ کیا نیک یا بد عمل لایا ہے جو اس نے دنیا میں کئے تھے (خواہ اس طرح جان لے گا کہ صحائف اعمال اس کے ہاتھ میں آجائیں گے یا اس طرح کہ یہ اعمال کسی خاص شکل و صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے، (معارف)

اختیاری مطالعہ

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کی کیا خصوصیت ہے؟ | قیامت کے دن تو سب کا کچا چٹھا کھل جائے گا تو موءدہ لڑکی کے معاملہ کی ہی کیا خصوصیت ہے؟ خصوصیت یہ ہے کہ اس مظلوم لڑکی کو خود اس کے مان باپ نے قتل کیا ہے لہذا اس کی طرف سے اس کے خون کے انتقام کا کوئی دعوے دار بھی نہیں ہے مگر وہ ایسی عدل و انصاف کی عدالت الہیہ ہے جو ایسے مظالم کو بھی سامنے لائے گی جس کے اوپر نہ کوئی شہادت ہے اور نہ ان مظلوموں کا کوئی پرسان حال۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بسند کرتے تھے زباں میری ☆ یہ عقبنی ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری
اسقاط حمل بحکم قتل | چار ماہ کے بعد وضع حمل کرانا بحکم قتل ہے کیوں کہ چوتھے مہینہ میں حمل کے اندر روح پڑ جاتی ہے اسی طرح
 ایسی کوئی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل ضبط تولید کے نام سے اس کی سیکڑوں شکلیں رائج ہو گئیں اس کو بھی
 رسول اللہ ﷺ نے وادخنی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کرنا اور چار ماہ سے پہلے بھی بغیر ضرورت شدیدہ کے اسقاط حمل حرام
 ہے۔ اور عزال کا حکم احقر کی دوسری کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں ہے۔

ایک اشکال: جب آفتاب بے نور اور ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے تو جانوروں کا وجود ہی کہاں رہے گا کہ گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں
 اور وحوش جمع ہوں، جواب یہ ہے کہ واد مطلق جمع کے لیے ہے لہذا ان واقعات و حادثات میں ترتیب نہیں کہ پہلے سورج بے نور ہو اور
 ستارے ٹوٹ کر گریں جس کی بنا پر مذکورہ اشکال پیدا ہوا، بلکہ ان کی اہمیت کی بناء پر ان کو مقدم کر دیا، اور اولاً انس و جن اور حیوانات
 ہلاک ہوں گے پھر سورج ستارے وغیرہ۔

لغات الشمس سورج، (۲) دھوپ، (مجازی معنی) جمع شمس، یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، کوزرت
 (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، کوزرت الشمس تکویراً: سورج کی روشنی سمیٹ کر گولا بنا دینا (۲) سورج کی
 روشنی دھیمی یا بالکل ختم ہو جانا۔ النجوم اسم جامد (ستارے) نجم کی جمع ہے، انکدوت، ای انقضت و سقطت
 (انفعال) ماضی واحد مؤنث غائب، مجرد میں ہے کدز الماء (س) کدزا و کدز الماء (ک) کدازة و کدوزة: گدلا
 ہونا۔ الجبال سبوت (دونوں کی تحقیق رکوع میں گذر چکی ہے) العشار (دس مہینے کی گا بھن اونٹنیاں) عشاء صفت
 مشہ کی جمع، جیسے نفاس، نفساء کی جمع۔ عطلت ای تریکت مہملہ لا راعی له ولا طالب (یعنی یونہی چھٹی پھرنا)
 (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، عطل الابل تغطیلاً: اونٹوں کو چرانے کے لیے بلا چرواہا چھوڑنا۔ الوحوش
 اسم جامد، جنگلی جانور کہ ان کی طبیعتوں میں انسانوں سے کوئی انس نہیں ہوتا، مراد مطلق جانور (روح المعانی) الوحش کی جمع
 ہے حشرت (ن، ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، حشر (ن، ض) حشراً: جمع کرنا، البحار (دریا، سمندر) البحر
 کی جمع ویجمع، بخور، و آبخر، سبوت (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بھڑکانا۔ النفوس اسم جامد
 (اشخاص) النفس کی جمع، زوجت (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زوج تزویجاً و زواجاً: باہم ملانا، جوڑ لگانا
 ۱۔ یہ سینہ کوزرت العمامہ سے مشتق ہے، یعنی پگڑی کو لپیٹنا، اور یہ مجاز ہے اس کو اٹھانے اور ہٹانے سے کیونکہ جب کسی چیز کو لپیٹ دیا جاتا ہے تو اس کو
 اس کی جگہ سے ہٹا دیا جاتا ہے لہذا تکویر شمس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ اور روشنی پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی اور
 آفتاب بے نور ہو جائے گا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ یا پھر لپیٹنے سے مراد اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا ہے۔ (روح المعانی) مجرد میں
 باب نصر سے ہے کار العمامة (ن) کوزا: پگڑی لپیٹنا۔

۲۔ مجرد میں باب صخ سے ہے عطل الابل (س) عطلاً: اونٹوں کا بغیر چرواہے کے ہونا۔

۳۔ مجرد میں ہے سبوت (ن) سبوتاً و سبوتاً: بھر جانا، و سبوت التنور: تنور کو گرم کرنا۔

۴۔ مجرد میں باب نصر سے ہے، زواج (ن) زواجاً: پھوٹ ڈالنا۔

الْمَوْدَةَ (زندہ گاڑی ہوئی لڑکی) (ض) اسم مفعول واحد مؤنث، وَأَذَابِنْتَهُ تَبْدُ (ض) وَأَذَا: اپنی لڑکی کو زندہ
 دفن کرنا۔ سُنِلْتُ (ف) ماضی واحد مؤنث غائب، سَأَلَ (ف) سُؤَالًا: پوچھنا ذَنْبٌ (گناہ) جَمْعُ ذُنُوبٍ، قُتِلْتُ
 (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، قَتَلَ (ن) قَتْلًا: مار ڈالنا، الصُّحُفُ (نامہ اعمال) الصَّحِيفَةُ کی جمع ہے۔
 نُشِرَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَشَرَ (ن) نُشُورًا: کھولنا پھیلانا۔ كُشِطَتْ (ض) ماضی مجہول واحد
 مؤنث غائب، كَشَطَهُ عَنْهُ (ض) كَشَطًا: ہٹانا، کھال اتارنا۔ الجحيم (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی) سَعِرَتْ
 (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی دہکانا، سَعَرَ النَّارَ تَسْعِيرًا: آگ بھڑکانا، سَعَرَ النَّارَ (ف) سَعَرًا:
 آگ جلانا، الجِنَّةُ (تحقیق گذر چکی رکوع ۳ میں) اُزْلِفَتْ (افعال) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، اُزْلِفَهُ اِزْلَاقًا:
 نزدیک کرنا، مجرد میں ہے، زَلَفَ إِلَيْهِ (ن) زَلْفًا وَزَلِيْفًا: نزدیک ہونا، الشَّيْءَ، نزدیک کرنا، (لازم و متعدی) عَلِمْتُ
 (س) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، عَلِمَ (س) عَلِمًا: جاننا نَفْسٌ اِی کُلِّ نَفْسٍ (ہر شخص) جَمْعُ نَفُوسٍ وَاَنْفُسٍ۔
 اَحْضَرْتُ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اَحْضَرَ الشَّيْءَ: حاضر کرنا) حَضَرَ (ن) حَضُورًا: حاضر ہونا۔

ترکیب اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۱ وَ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۳ وَ اِذَا
 الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۴ وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۵ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۶ وَ اِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۷
 وَ اِذَا الْمَوْءِدَةُ سُبِلَتْ ۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۱۰ وَ اِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۱۱ وَ
 اِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ ۱۲ وَ اِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۱۳... اِذَا ظَرْفِيهِ مَتَضَمَّنِ بِمَعْنَى الشَّرْطِ مَضَافِ الشَّمْسِ فَعَل
 محذوف کا نائب فاعل جس کی مابعد فعل تفسیر کر رہا ہے اِی كُوِّرَتْ الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (الشَّمْسُ مبتدا ہونے کی بناء پر
 مرفوع نہیں ہے کیونکہ جمہور بصرین کے نزدیک اِذَا شرطیہ فعل کے ساتھ خاص ہے) كُوِّرَتْ الشَّمْسُ فعل فاعل سے مل کر
 مفسر كُوِّرَتْ تفسیر، مفسر اپنی تفسیر سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب و جزا
 عَلِمْتُ نَفْسٌ مَا اَحْضَرْتُ کا اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ کے مابعد گیارہ جملے باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر اِذَا الشَّمْسُ
 كُوِّرَتْ پر عطف ہے (اور ہر جگہ اِذَا کے مابعد، بعد والے فعل جیسا ایک فعل محذوف ہے مثلاً وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا
 الْجِبَالُ سُيِّرَتْ کی تقدیری عبارت وَاِذَا انْكَدَرَتْ النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا سُيِّرَتْ الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ہے وعلیٰ ہذا
 القیاس اور بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ میں بِأَيِّ ذَنْبٍ متعلق مقدم ہے قُتِلَتْ کا، اور قُتِلْتُ سُنِلْتُ کے لئے بمنزلہ مفعول ثانی
 کے ہے عَلِمْتُ نَفْسٌ مَا اَحْضَرْتُ... عَلِمْتُ فعل نَفْسٌ فاعل ما اَحْضَرْتُ اسم موصول صلہ سے مل کر مفعول
 بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط (اِذَا الشَّمْسُ کے اندر چونکہ ظرفیت کے معنی بھی ہیں لہذا وہ اپنے جواب

۱۔ جب کسی چیز کی کھال اتاری جائے تو اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں اور ظاہر ہو جاتی ہیں اسی لئے حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کھلنے سے کیا ہے۔

۲۔ قولہ علمت نفس، النكرة تعم فی الاثبات بالقرائن (۲) النكرة ہنا وقت فی سیاق الشرط و سیاق الشرط ک سیاق النكرة فی
 انا النكرة للعموم اذ اوقت فی کل منہما... دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“۔

وجزا کا ظرف ہے۔ عبارت یہ ہوگی: علمت نفس ما أَحْضَرَتْ اِذَا كَوَّرَتْ الشَّمْسُ كَوَّرَتْ، پھر یہ جملہ مستانفہ ہوگا) **فائدہ** یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہدہ کرنا ہے علمت کا تعلق فعل قلب سے نہیں ہے۔ (روح المعانی)

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ۝ وَالْيَلِ إِذَا عَسَّعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں • چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں • اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے • اور قسم ہے صبح کی جب

تَنْفَسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ

وہ آنے لگے • کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا • جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رجبہ ہے • وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت

أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَقَدْ رَأَاهُ بِالْأَفُقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

دار ہے • اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں • اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے • اور یہ پیغمبر غیبی باتوں پر غفل کرنے

بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝

والے بھی نہیں • اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے • تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو •

تشریح ما قبل آیات یعنی اِذَا الشَّمْسُ كَوَّرَتْ اِلخ قیامت کی شان میں نازل کی گئیں کہ ایک خوفناک واقعہ پیش

آنے والا ہے، سو جان لو کہ وہ آیات جن میں یہ واقعہ مذکور ہے وہ کلام اللہ ہے جو کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے چنانچہ مذکورہ آیات میں قسم کھا کر قرآن کی صداقت و حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ۝“ تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے

لگتے ہیں، چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں (الخُنُوس، خانش کی جمع ہے بمعنی پیچھے کو ہٹنے والے، یعنی وہ ستارے جو سیدھے

چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں الجوار جاریہ کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں۔ الْكُنُوسِ کانس کی

جمع، یعنی پھر وہ ستارے کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں اور یہ بات پانچ ستاروں کو پیش آتی ہے جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں زُحَل، زُهْرَة، مِرْيَخ، مُشْتَرِي، عَطَارِدُ ل۔

”وَالْيَلِ إِذَا عَسَّعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنْفَسَ ۝“ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم

ہے صبح کی جب وہ آنے لگے آگے جواب قسم ہے یعنی ”إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝“ کہ یہ قرآن کلام ہے ایک

معزز فرشتہ کا لایا ہوا یعنی اللہ کا کلام ہے جو ایک معزز فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے، کسی شیطان کے

ذریعہ آپ تک نہیں پہنچا، یہاں رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

متحیرہ کی وجہ تسمیہ: ان پانچ ستاروں کو متحیرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رفتار دنیا میں کچھ اس طرح کی دکھائی دیتی ہے کہ مشرق سے

مغرب کی طرف جاتے جاتے لوٹ پڑتے ہیں، اور کبھی یہ ٹھہرے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

شانہ قرآن مجید کی احتیاط کی کہاں تک داد دیجئے لفظ استعمال کیا ہے ”رسول“ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جبریل محض ایک قاصد تھے۔

آگے جبریل علیہ السلام کی کچھ مزید صفات بیان کرتے ہیں کہ ”ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۱۰﴾“ جو قوت والا ہے۔ ان کی قوت کا حال یہ ہے کہ قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ پھینکا، لہذا یہ احتمال بھی جاتا رہا کہ کلام الہی کو لے کر تو فرشتہ ہی چلا ہو مگر جبریل کو کمزور سمجھ کر کسی شیطان جن نے درمیان میں تصرف کر دیا ہو، مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ مالک عرش یعنی اللہ کے نزدیک جبریل ذی رتبہ ہیں ”مُطَاعٌ ثُمَّ أَمِينٌ ﴿۱۱﴾“ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، مطاع یعنی اطاعت کیا ہوا کہ آسمان کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے، اور امانت دار ہے کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتا ہے، یعنی کمی بیشی اور خیانت کا امکان نہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم تک دو واسطوں سے پہنچا ہے ایک لانے والا فرشتہ یعنی جبریل اور دوسرے پیغمبر عربی ﷺ، لہذا آگے چند صفات حضور ﷺ کے متعلق مذکور ہیں، ”وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿۱۲﴾“ اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہے۔ جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں کہ اَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ﴿۲۲﴾ (معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتا ہے، یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے یعنی دماغ ٹھکانے نہیں کہ دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے)

نکتہ: لفظ محمد کے بجائے صاحبکم کے استعمال میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ رسول تمہارے ساتھ کے رہنے والے ہیں یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم ان کے ساتھ رہے ہو اور ان کے احوال سے تم اچھی طرح واقف ہو، اتنی طویل مدت میں ان کا تم نے کوئی جھوٹ اور فریب نہیں دیکھا، بلکہ ہمیشہ ان کے صدق و صفا اور عقل و دانائی کے معترف رہے ہو، تو اب بلاوجہ انکو جھوٹا یا دیوانہ کیوں کہتے ہو۔

”وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ ﴿۱۳﴾“ اور انھوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ رأی کی ضمیر فاعل کا مصداق حضور ﷺ ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے، صاف کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے یعنی بجانب مشرق بالائی کنارہ پر دیکھا۔ (منظہری) اس آیت میں پہلی مرتبہ کا دیکھنا مذکور ہوا، دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں ہے ولقد رآه نزلة اخزی الخ یعنی انھوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرة المنتہی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنة الماویٰ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ اس فرشتہ سے خوب واقف تھے اس لیے اس وحی میں اس شبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ ممکن ہے جس کو فرشتہ سمجھ لیا ہو وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو۔ ”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۱۴﴾“ اور یہ پیغمبر محفلی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں یعنی غیب کی باتیں جو بذریعہ وحی معلوم ہوئیں ان کے بتلانے میں بخل بھی نہیں ہے جیسا کہ کاهنوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیب کی کسی جزئی اور نامکمل بات کو اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں اور اس پر بھی بخل سے کام لیتے ہیں

اور رقم اور اجرت کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ (اس سے کہانت کی بھی نفی ہوگئی) ”وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ زَّجِيمٍ ﴿۱۰﴾“ اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ظاہر ہے کہ شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھائے گا جس میں خود اس کی مذمت مذکور ہو اور بنی آدم کا فائدہ ہو۔ ”فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿۱۱﴾“ تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو یعنی جب قرآن اور حضور ﷺ کے متعلق تمام باتیں تمہارے سامنے آگئیں تو تم کدھر کو چلے جا رہے ہو کہ نبوت کے منکر ہو رہے ہو، (خدا کے بند و ایسا نہ کرو)

قسم و جواب قسم کے درمیان مناسبت استاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں جا چھپنے کے، اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے بسبب ظلمت کفر کے رفع ہو جانے اور نور ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے۔

لغات فلا اقسام الخ (میں قسم کھاتا ہوں) سبب افعال سے مضارع واحد متکلم، اقسَمَ بِاللَّهِ اِقْسَامًا: خدا کی قسم کھانا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الخُئْسُ (بیچھے کو ہٹنے والے ستارے، موصوف محذوف ہے، ای الكواكب) خائِس کی جمع ہے، حَنَّس (ن) حَنَّسًا وُخُنُوسًا وُخُنُوسًا: بیچھے ہٹنا (حَنَّس فلانًا: بیچھے کرنا) (لازم و متعدی) (المعجم الوسيط) الجوار (بیچھے ہی کو چلتے رہنے والے) الجارية کی جمع، جَزَى النجوم (ض) جَزَى: ستارہ کا چلنا۔ الكُنُس (چھپ جانے والے ستارے یعنی اپنے مطالع میں) الكائِس کی جمع، كُنُسَ الطَّبَعِ (ض) كُنُسًا: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں جانا، - النجوم كُنُوسًا: ستاروں کا اپنے راستہ پر ٹھہر کر واپس آ جانا۔ عَسَعَسَ باب فَعْلَلَة (عسعة) یعنی رباعی مجرد سے ماضی واحد مذکر غائب عَسَعَسَ اللَّيْلُ۔ رات ہو جانا (حضرت تھانوی نے بقرینہ واللیل اذا ادبر والصبح اذا اسفر ترجمہ کیا ہے کہ جب رات جانے لگے) الصبح (صبح یعنی دن کا ابتدائی حصہ) جمع اَصْبَاح تَتَفَسَّس (صبح آنے لگے) (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب تنفس الصبح: صبح کی روشنی ہو جانا (مجرد میں

۱۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَكْفِرُونَ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَعَفُوْنَ لَوْ نَدَا سَ لَ كَرِ شَيْطَانٍ اترے، نہ انھیں یہ لائق ہے، نہ اس کی انھیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہے۔

۲۔ لا اقسَم کے شروع کا لا زائد ہے اور قسموں پر یہ حرف زائد لانا عربوں کے محاورہ میں معروف ہے مگر اصح قول یہ ہے کہ یہ حرف مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے۔ (معارف القرآن) جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لا برائے تاکید ہے (لغات القرآن) حروف قسم تین ہیں۔ واو، با، تا جیسے وَاللَّهِ تَالله كَيْسِي جملہ پر لام قسم داخل کر کے قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَفُو ك الخ۔

فائدہ: بندے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد قسم اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کسی چیز کی حقانیت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد اس چیز کو بطور دلیل اور شہادت کے پیش کر کے قسم علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے گویا جن چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے وہ سب بزبان حال اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عظمت اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔ (عرب والوں کے یہاں جھوٹی قسم کھانا باعش بلاکت شمار ہوتا تھا اسی بناء پر اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی بات کہتا تو اہل عرب بلاچوں و چرا اس کو مان لیتے تھے، اسی بنا پر قیامت کے ہولناک واقعات کے بعد آیات مذکورہ کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا)

دوسرے معنی ہیں) قَوْل (یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے، کہا ہوا) جمع اقوال رَسُوْل پیغمبر (حضرت جبرئیل مراد ہیں) رسول بمعنی مُرْسَل ہے (المعجم الوسیط) شیخ شمس الدین بہستانی لکھتے ہیں کہ رسول بروزن فَعْوَل صیغہ مبالغہ ہے مُرْسَل کا مگر فَعْوَل کا استعمال اس طرح پر نادر ہی ہوتا ہے (لغات القرآن) واضح رہے کہ قرآن مجید میں رسول سے کہیں فرشتہ مراد ہے اور کہیں نبی، اس لئے حسب موقعہ معنی لئے جائیں گے، رَسُوْل کی جمع رَسُوْل آتی ہے۔

نوٹ: اگر رسول اور نبی کا فرق جاننا چاہیں تو ”نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی“ (ص: ۶) کا مطالعہ فرمائیں۔

کَرِيْمٌ (معزز) باب کرم سے صفت مشبہ، جمع کِرَامٌ، كَرَمٌ فُلَانٌ (ک) كَرَمًا وَ كَرَامَةً: صاحب عزت ہونا قُوَّة (طاقت) جمع قُوَى (طاقتیں) قَوِيٌّ (س) قُوَّةً: طاقتور ہونا (قوة بمعنی طاقت و رہونا مصدر ہے اور بمعنی طاقت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، اور قَوِيٌّ دراصل قَوِيٌّ تھا قاعدہ نمبر/۱۱، جاری ہوا) الْعَرْشِ (عرش اللہ) بشر کو بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے اوہام اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح نہیں عَرْشِ الْعَرْشِ (ن) تَحْتَ بَنَانِ مَكِيْنٍ (صاحب رتبہ) مکانہ سے صفت مشبہ ہے مَكْنٌ (ک) مکانةً: بلند مرتبہ ہونا، جمع مَكَنَاتٌ مُعْطَاةٌ جس کی بات مانی جائے، باب افعال سے اسم مفعول، اطاع فلاناً اطاعةً: فرماں برداری کرنا طَوْعٌ مادہ ہے طاع (ن) طَوْعًا: فرماں بردار ہونا طَعْمٌ (وہاں آی عند ذی العرش) ظرف مکان برائے بعید (دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل) اَمِيْنٍ (امانت دار) باب کرم سے صیغہ صفت، جمع اَمَنَاءٌ، اَمْنٌ (ک) اَمَانَةً دِيَانَتٌ دَارٌ هُوْنَ ۳۔

صَاحِبٌ (رفیق، یعنی ساتھ رہنے والا، اضافت برائے عہد ہے اور مراد حضور ﷺ ہیں) اسم فاعل واحد مذکر، جمع صَاحِبٌ وَ اَصْحَابٌ، صَاحِبَةٌ (س) صَاحِبَةٌ وَ صَاحِبَةٌ: ساتھ رہنا۔ جُنُوْنٌ (دیوانہ) (ن) اسم مفعول واحد مذکر، جمع مَجَانِيْنٌ، جُنٌّ (ن) جُنًّا، وَ جُنُوْنَا وَ جِنَّةً وَ مَجَنَّةً: عقل زائل ہونا، دیوانہ ہونا، یہ اس معنی میں مجہول استعمال ہوتا ہے اَلْاَفْقِ (کنارہ آسمان) جمع اَفَاقٍ، الْمُبِيْنِ (کھلا ہوا، ظاہر) (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَبَانٌ (افعال) اِبْتَانَةٌ: ظاہر ہونا، ظاہر کرنا (لازم و متعدی دونوں، اسی وجہ سے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی، اور الافق المبين سے مراد یہاں بلند کنارہ ہے کما فی سورۃ النجم و هو بالافق الاعلیٰ) ۴۔

۱۔ مفسرین کے اقوال یہ ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہے، جو ایک مجسم شیء ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجلائیں، عبدالوہاب شعرانی ایواقیۃ والجوہر میں رقم طراز ہیں کہ عرش کو اس کے احاطہ کے اعتبار سے دیکھو تو وہ لفظ عظیم سے موصوف ہوگا کیونکہ وہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے تو وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی جسم اس کا احاطہ کرے اس سے وہ بالاتر ہے تو وہ مجید ہے۔ (بحوالہ لغات القرآن مطبوعہ پاکستان)

۲۔ لغات القرآن میں ہے کہ مکین (ذی مرتبہ) کون سے صفت مشبہ ہے۔

۳۔ اَمِيْنٍ (س) اَمْنًا، اَمَنًا، اَمَانًا، اَمَانَةً: مطمئن ہونا۔

۴۔ (تَانٌ مِنْهُ (ض) بَيْنًا وَبَيْنُوْنَا وَبَيْنُوْنَا: الگ ہونا بَانَ الشَّيْءُ يَبِيْنًا: واضح ہونا، بَانَ الشَّيْءُ: واضح کرنا) نوٹ: آپ حضرات کی اگر طبیعت چاہے تو مجرہ بھی یاد کر لیں ورنہ نہیں۔

الْغَيْبِ (مخفی بات، غیب کی بات) یہ دراصل باب ضرب غاب (ض) غَيْبًا وَغَيْبَةً وَغَيْبُوتَهُ کا مصدر ہے، مگر مجازاً اسم فاعل یعنی غائب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ صَبِيْنٌ (بخیل، یعنی وحی کے معاملہ میں) صفت مشبہ، جمع اضنیاء۔ صَنَّ (س) صَنَّآ وَصَنَّانَةً: بخل کرنا۔ شیطان (شیطان، سرکش) صفت مشبہ جمع شیاطین، لفظ شیطان کے مشتق منہ میں اختلاف ہے یعنی بصریوں کے نزدیک اس کا وزن فیتعال ہے لہذا اس کا وزن اصلی ہے اور یہ شَطْنٌ سے مشتق ہے اس کے معنی دور ہونے کے ہیں چونکہ وہ خیر اور نیکی سے دور ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں شَيْطَانٌ: (فَيْعَلَةٌ) شیطان بن جانا۔ اور کوفیوں کے نزدیک وہ شاطِ (ض) شَيْطًا سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں چونکہ وہ آگ میں جلے گا اور آگ سے ہی بنا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں، اس وقت اس کا وزن فَعْلَان ہے اور نون زائد ہے۔

نوٹ: ہر شریرجن و انس کو شیطان کہتے ہیں قرآن میں ہے و کذلک جعلنا لكل نبي عدوًا شياطين الانس والجن، رَجِيمٌ (مردود) فَعِيْلٌ بمعنی مفعول ہے از باب نصر رَجَمَ (ن) رَجَمًا: لعنت بھیجنا، دھکارنا، آئین (کہاں) برائے ظرف، لفظ آئین سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

ترکیب فَلَا أَقْسِمُ بِالْخُنُوسِ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) (تفسیر مظہری میں ہے لَمَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْآيَاتِ فِي شَانَ السَّاعَةِ فاعملوا أَنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ غير مُتَقَوَّل) لا زائدہ أَقْسِمُ فعل ضمیرانا فاعل با حرف جار الخنوس موصوف الجوار الكنس دونوں صفت، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ اللیل سے پہلے مضاف محذوف ہے آئی عظمۃ اللیل، اذا عسعس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ معطوف، پہلے بھی لفظ عظمۃ مضاف محذوف مانا جائے، الصبح مضاف الیہ اور اذا تنفس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، الخنوس کا، پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر أقسم کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم اذہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین... ان حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم لامہ قسمیہ برائے تاکید بعوض مزحلقة قول مضاف رسول موصوف کریم صفت اول۔ ذی قوۃ مرکب اضافی ہو کر صفت ثانی، عند ذی العرش مرکب اضافی ہو کر ظرف مقدم مکین کا، اور مکین صفت ثالث مطاع صفت رابع اور ثم مطاع کا ظرف (امین کا ظرف بنانا بھی درست ہے) امین صفت خامس، موصوف اپنی صفات خمسہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وما صاحبکم بمجنون... واو عاطفہ مامشابه بلیس صاحبکم مرکب اضافی ہو کر ما کا اسم بازائدہ برائے تحسین کلام و تاکید مجنون لفظاً مجرور محل منصوب ما کی خبر، مامشابه بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَلَقَدْ رَاَهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ... واو

حرف عطف لام، لام القسم (ای باللہ تعالیٰ) قَدْ حرف تحقیق رَآی فعل ضمیر ہو مستتر فاعل (جس کا مرجع صاحب ہے یعنی حضور ﷺ اور ضمیر مفعول کا مرجع رسول کریم ہے) والمراد بالرسول جبرئیل علیہ السلام ضمیر منصوب متصل مفعول بہ باجارہ الافق المبین مرکب تو صیغی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ... واو عاطفہ مآشابہ بلیس ہو ضمیر اس کا اسم علی الغیب متعلق مقدم ضنین کے بضنیدین بازائدہ ضنیدین صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مآشابہ بلیس کی خبر (جو کہ لفظاً مجرور اور محل منصوب ہے) پھر یہ جملہ معطوف علیہ معطوف وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ... کی ترکیب بھی حسب سابق ہے پھر یہ جملہ معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم اور قسم کو جملہ قسمیہ انشائیہ کہا جائے یا مستانفہ یا ابتدائیہ اور جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ: ص ۲۵۶، ج ۱۵) فَأَيُّ تَذٰهُبُوْنَ... فارابطہ اور شرط مقدر ہے ای إذا تبين لكم أمر محمد والقرآن۔ آئین اسم استفہام منصوب ظرف مکان مقدم تذهبون کا اور وہ جملہ جزائیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (اور این کو صدر کلام کا مقتضی ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے)

اختیاری مطالعہ

تحقیق مضید واللیل إذا عسعس والصبح إذا تنفس جیسی ترکیب میں اذا مضاف مجرد عن الشرط ہے، اور مابعد جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے لیل کے مضاف مخذوف عظمة کا، کیوں کہ کسی شئی کی قسم کھانا اس کی عظمت و اہمیت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قبیل أقسم بعظمة اللیل زمان عسعس و تعظمة النهار زمان تنفس، اگر اذا عسعس کو فعل أقسم کا ظرف بنایا جائے تو معنی میں فساد لازم آتا ہے، اور وہ فساد یہ ہے کہ یہ قسم زمانہ کے ساتھ مقید ہو جائے گی کیوں کہ ترجمہ ہوگا کہ میں قسم کھاتا ہوں رات کی اس وقت میں کہ وہ جانے لگے، دیکھیے یہ قسم زمانہ لیل یعنی رات کے وقت کے ساتھ مقید ہو گئی حالانکہ قسم کو زمانہ کے ساتھ مقید کرنا مراد نہیں ہے خواہ زمانہ حال ہو یا استقبال (روح)

تحقیق: نو ما صاحبکم بمجنون، بازائدہ ہے اور بازائدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) قیاسی (۲) سماعی۔ قیاسی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتی ہے، (۱) هل استفہامیہ کے بعد ابتدا کی خبر پر، (۲) مآشابہ بلیس کی خبر پر (۳) لیس فعل ناقص کی خبر پر (لائی لئی جنس کی خبر پر بازائدہ نہیں ہوتا) سماعی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات میں مسوع ہے (۱) فاعل پر جیسے کفی باللہ شہیدنا، (۲) مفعول بہ پر جیسے ولا تلقوا ابائیکم الی التہلک (۳) ابتدا پر جیسے بحسبک درہم (۴) خبر پر جیسے بحسبک نذ، مجرور پر جیسے عن ربنا بعدر اصل عن ما بہ ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۷۵﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿۷۶﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ

بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے • ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلتا چاہے • اور تم بدون خدائے

يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۷﴾

رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو •

تشریح کفار لوگ قرآن کے متعلق جو احتمالات پیدا کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں کیوں کہ فرمان باری ہے "اِنَّ هُوَ
 اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۱۷﴾" بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لیے ایک بڑی نصیحت
 نامہ ہے۔ (یعنی انسان و جنات سب کے لیے اور بالخصوص!) ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ یعنی
 عناد اور کجروی اختیار نہ کریں کہ ایسے ہی لوگ اس سے فائدہ اٹھایاتے ہیں، "وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ
 رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾" اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔ یعنی استقامت علی الحق، مطلب
 یہ ہے کہ فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لیے متعلق ہوتی ہے اور
 بعض کے لیے کسی حکمت سے ان کی سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

لغات ذِکْرٌ (نصیحت) مصدر از باب نصر، (مذکورہ معنی بطور حاصل مصدر کے ہیں) (باقی تحقیق رکوع ۳ میں فینم
 اَنْتَ مِنْ ذِکْرَہَا کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الْعٰلَمِيْنَ (سب جہان، دنیا بھر) عَالَمٌ کی جمع ہے بمعنی جاننے کا آلہ (اسم
 آلہ) چونکہ جہان کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت و جلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عالم کہتے
 ہیں۔ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ باب استفعال سے مضارع واحد مذکر غائب، اِسْتَقَامَ الشَّيْءُ استقامۃ: سیدھا ہونا، درست
 ہونا، قام (ن) قَوْمًا وَقِيَامًا وَقَوْمَةٌ: سیدھا ہونا، درست ہونا۔

ترکیب اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ
 الْعٰلَمِيْنَ... اِنَّ نافیہ، (اِنَّ چار قسم کا ہوتا ہے دیکھے حاشیہ ۳ میں) ہو مبتدا، (ای القرآن) اِلَّا اداة حصر ذِکْرٌ موصوف

۱۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت تمام جن و انس کے لیے تھی، بلکہ آپ کی ذات رحمۃ اللعالمین تھی اور قرآن کا فیض ملائکہ کو بھی حاصل ہے
 جس پر یہ آیت دال ہے۔ بایندی سفرۃ کرام پر رد۔

۲۔ عالمین کو جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے مثلاً عالم الانسان، عالم الماء، عالم النار، وغیرہا، اور جمع سالم جو
 ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اس لئے لائی گئی کہ عالمین میں عالم انسان بھی شامل ہے اس لئے اس کو غلبہ دے کر جمع سالم لائی گئی، علم بلاغت میں آپ
 حضرات پڑھیں گے کہ کبھی کلام کو مقتضی الظاہر کے خلاف پیش کیا جاتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں جن میں سے ایک تغلیب ہے پھر تغلیب کی متعدد صورتیں
 ہیں ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ ایسے ذکر لفظ کو مونث پر ترجیح دی جائے کہ ان دونوں کا مادہ اشتقاق اور ہیئت علیحدہ علیحدہ ہوں، جیسے "ابوان" اب اور اُم
 کے لئے، اب کا مادہ اشتقاق ابوۃ ہے اور اُم کا اُمومة کبھی دو ہم شکلوں میں سے ذکر کو مونث پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے قرین، قر اور شمس کے لئے، کبھی
 دونوں لفظوں کا مادہ اشتقاق ایک ہوتا ہے مگر پھر بھی ذکر کو مونث پر ترجیح دیدیتے ہیں جیسے وکانت من القانتین، بجائے وکانت من القانتات کے
 (حضرت مریم کے لئے) دیکھئے قانت اور قانتہ کا مادہ ایک ہے یعنی قوت، تغلیب کی ایک شکل یہ ہے کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر ترجیح دیتے ہیں
 جیسے رب العالمین، کبھی مخاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دے کر کلام کرتے ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ عالم سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں لہذا اس صورت
 میں جمع سالم لانا قرین قیاس ہے بقیہ تفصیل در لغات القرآن۔

۳۔ اِنَّ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) ان شرطیہ خولہ مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر، (۲) اِنَّ نافیہ یہ جملہ فعلیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ اسمیہ پر بھی، جیسے اِنَّ تَشْفِقُوْنَ اِلَّا الظن
 وان ہم الا یہ خیر صون بان نافیہ کے بعد عموماً اِلَّا یالقا آتا ہے۔ مگر ہر جگہ ضروری نہیں جیسے اِنَّ العراء مینشا بانقضاء حیونہ (اس وقت اِنَّ بمعنی ماشایہ ملیں
 ہوگا) اِنَّ مخفف من اقلہ جیسے وان کادوا لیستغزو نک من الارض (۳) اِنَّ زائدہ جیسے: وَلَقَدْ مَنَّکُمْ فِیْہَا اِنَّ مَنَّکُمْ فِیْہَا (مشکل ترکیبوں کا حل)

لِلْغُلَامِينَ جَار مجرور مبدل منہ لام حرف جر من اسم موصول شَاء فعل ضمیر ہو مستتر فاعل مِنْكُمْ شَاء کے متعلق اَنْ
يَسْتَقِيمَ بتاویل مصدر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر
مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر متعلق کائنات کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے
مل کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما تَشَاءُونَ فعل منفی، ضمیر واو فاعل،
اور مفعول بہ محذوف ہے ای الاستقامة على الحق الا اداة حصر اَنْ ناصبہ مصدر یہ يشاء فعل الله مبدل من رب
الغلامين مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر منصوب بنزع الخافض
اَي بَانَ يشاء الله الخ جار مجرور فعل مذکور تَشَاءُونَ کا متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ
اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ۔

سورۃ الانفطار مکیہ

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

جب آسمان پھٹ جاوے گا • اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے • اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے •

وَ اِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَاٰخِرَتْ ۝۵

اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی • ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا •

ربط اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے قیامت اور جزا و سزا کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تفریح ہے۔

تشریح ان آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝۱" جب

آسمان پھٹ جاوے گا (یعنی بوقت نوحہ اولیٰ) "وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَثَرَتْ ۝۲" اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے

(یعنی ٹوٹ کر گر جائیں گے، یہ بھی بوقت نوحہ اولیٰ ہوگا) "وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳" اور جب سب دریا بہہ پڑیں

گے۔ (یعنی بیٹھے اور کھاری دریا بہہ پڑیں گے یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے گا اور دونوں قسم کے دریا بہہ کر ایک

ہو جائیں گے، یہ بھی بوقت نوحہ اولیٰ ہوگا) "وَ اِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝۴" اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی۔ (یعنی

ان کے اندر کے مردے نکل نکل کر کھڑے ہو جائیں گے، اور یہ نوحہ ثانیہ کے بعد ہوگا، اس کے بعد جزا و سزا کا ذکر ہے) یعنی

"عَلِمْتَ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَاٰخِرَتْ ۝۵" ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا (اور پھر ان اعمال کی جزا

و سزا پائے گا، مَا قَدَّمَتْ میں مَا اسم موصول ہے اور قَدَّمَتْ الخ صلہ، اور قَدَّمَتْ وَاٰخِرَتْ کی ضمیر کا مرجع نفس ہے، لفظی

۱ قولہ: اَنْ تَشَاءَ اللهُ۔ یہ وقت مضاف محذوف کا مضاف الیہ بن کر فعل مذکور کا ظرف بھی بن سکتا ہے اور تَشَاءُونَ اور تَشَاءُ کا مفعول بہ محذوف ہے

ای الاستقامة على الحق، قولہ مِنْكُمْ یہ متعلق ہو کر شَاءَ کی ضمیر سے حال بھی واقع ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ہوگا کہ ہر نفس یعنی ہر شخص جان لے گا ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے، آگے بھیجنے سے مراد اس پر عمل کر لینا ہے، کہ جس کا اس کو مکلف بنایا گیا تھا، اور پیچھے چھوڑنے سے مراد ترک عمل ہے، اور آگے بھیجنے کی دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو خود اس نے اچھے یا برے عمل کئے، اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے اچھی یا بری رسم دنیا میں جاری کی، اور اس کے مرنے کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، لہذا اگر کسی نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تھا، مثلاً مدرسہ بنوایا، کسی غیر مسلم کو مسلمان بنادیا وغیرہ وغیرہ تو اس کا ثواب اس کو آخرت میں ملتا رہے گا اور اگر کوئی بری رسم جاری کر کے مر گیا مثلاً سنیما، فلم وغیرہ تو اس کی سزا بھی بھگتے گا۔ (روح المعانی)

لغات السماء رکوع او ۳ میں تحقیق گذر چکی **انْفَطَرَتْ** (انفعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب بمعنی پھٹنا الکو اکب (ستارے) کوکب کی جمع ہے۔ **انْتَشَرَتْ** (افتعال) ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب، جھڑنا، بکھرنا۔ **نَشَرُ الشَّيْءِ** (ن، ض) **نَشَرُوا**: بکھیرنا، **الْبَحَارُ** (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر چکی) **فُجِّرَتْ** (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **فَجَّرَ النَّهْرَ** (تفجیراً) نہر جاری کرنا، بہانا۔ مجرد میں ہے **فَجَّرَ الْمَاءَ** (ن) **فَجَّرُوا**: چشمہ جاری کرنا۔ **الْقُبُورُ** (قبریں) واحد **قَبْرٍ**، **قَبْرٌ** (ن) **قَبْرُوا**: دفن کرنا **بُعْثِرَتْ** باب **فَعْلَلَه** (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب **بُعْثِرَ بَعْثَرَةٌ**: منتشر کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ (یعنی قبر کی مٹی کو متفرق کرنا تاکہ اس کے مردوں کو نکال لیا جائے اسی کو حضرت تھانوی نے قبروں کو اکھاڑ دینے سے تعبیر کیا ہے) **نَفْسٌ** (شخص) جمع **نُفُوسٌ** و **أَنْفُسٌ** **قَدَّمَتْ** (اس نے آگے بھیجا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، **قَدَّمَ** فلانا: آگے کرنا، پہلے بھیجنا۔ **قَدَّمَ الْقَوْمَ** (ن) **قُدُّوْا**: آگے آگے ہونا۔ **أَخَّرَتْ** (اس نے پیچھے چھوڑا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، **أَخَّرَ الشَّيْءَ** تاخیراً: پیچھے کرنا، مؤخر کرنا، (لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے) (دونوں صیغوں میں ضمیر کا مرجع نفس ہے)

ترکیب **إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَشَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝** کی ترکیب بعینہ اذا الشمس کُوِّرَتْ ارن کی طرح ہے ای اذا انفطرت السماء انفطرت پھر اذا السماء ارن تمام مل ملا کر اپنے جواب و جزا علمت نفس ما قدمت و آخرت کا طرف ہے (ای علمت کل نفس وقت هذه المذكورات وهو يوم القيامة جلالین) ما قدمت و آخرت، اسم موصول مع صلہ علمت کا مفعول بہ (جملہ علمت نفس لا محل لها، جواب شرط غیر جازم) (اعراب القرآن و صرفہ)

نوٹ: یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہد کرنا ہے۔ لہذا دو مفعولوں کا محتاج نہیں ہوگا۔ (روح المعانی)

يَأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ فَعَدَلَكَ ۝

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کیساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے • جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا •

فِي آيَةِ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا •

تشریح با قبل میں احوال قیامت کا ذکر تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اور خدا اور رسول پر ایمان لے آتا اور ان کے احکام کی بجا آوری کرتا، مگر افسوس کہ انسان خواب غفلت سے باز نہ آیا، اس لیے اب مذکورہ آیت میں غفلت پر تنبیہ اور زجر و توبیح ہے کہ ”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ“ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا (یعنی انسان بنایا، اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہاں ”انسان“ سے کافر مراد ہے، اہل اسلام و ایمان سرے سے مراد ہی نہیں) ”فَسَوِّدَكَ“ پھر تیرے اعضاء کو درست کیا (یعنی اعضاء کو ٹھیک بنایا ای جعلك مستوی الخلق، سالم الاعضاء) ”فَعَدَّلَكَ“ پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا (یعنی مناسب اعتدال پر بنایا کہ اعضاء میں تناسب رکھا، ایسا نہیں کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے یا ایک پیر دوسرے پیر سے زیادہ طویل ہو، اور مزاج اور طبیعت میں بھی تناسب رکھا) ”فِي آيَةِ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ“ اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا یعنی پیدا ہونے اور اعضاء کی درستگی اور اعتدال میں اگرچہ سب شریک ہیں مگر باوجود اس اشتراک کے ہر ایک کی صورت میں کچھ نہ کچھ تفاوت رکھا ورنہ باہم امتیاز دشوار ہو جاتا۔

یہ بھی اس کی شان یکتائی کا ہے بین ثبوت ☆ ایک کی صورت کسی بھی ایک سے ملتی نہیں ان تمام انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان راہ راست پر آتا اور دھوکہ اور بھول میں نہ پڑتا، مگر انسان اپنے پالنے والے کو بھول بیٹھا۔

نکتہ: یا ایہا الانسان ما غرّبک میں انسان سے سوال ہے کہ تو نے کیوں کر دھوکہ کھایا اور بھول میں پڑ گیا، لہذا آیت بالابریک الکریم میں رب کی صفت کریم ذکر کر کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ انسان کے دھوکہ کھانے کا سبب حق تعالیٰ کا کریم ہونا ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے گناہ پر فوری سزا نہیں دیتا تو یہ لطف و کرم اس کے دھوکہ کا سبب بن گیا۔

مرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت ☆ کریم تو ہی بتادے حساب کر کے مجھے

فائدہ یا ایہا الانسان میں اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سے کافر انسان مراد ہے، بغویٰ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ولید بن مغیرہ کے حق میں ہوا، بعض نے کہا کہ ابی ابن خلف کے بارے میں نازل ہوئی۔

لغات الإنسان (تحقیق گذر چکی ہے) غرّب (ن) ماضی معروف واحد مذکر غائب غرّب فلاناً (ن) غرّباً وغروراً: دھوکہ دینا، بہکانا رت (رکوع ۲) میں تحقیق گذر چکی) الکریم (اس کی تحقیق سورۃ التکویر میں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلِ کریم کے تحت گذر چکی) سَوِّی (تفعیل) ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوِّی الشَّیْءَ تَسْوِیَةً: درست کرنا، ٹھیک کرنا سَوِّی الرَّجُلُ (س) سَوِّی: درست کام والا ہونا، عَدَّلَ (اس نے برابر کیا، یعنی اعتدال پر بنایا) (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، عَدَّلَ الشَّیْءَ (ض) عَدْلًا: سیدھا کرنا، برابر کرنا، صورۃ (شکل، صورت) جمع صَوْرٌ رَكَّبَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب رَكَّبَ الشَّیْءَ تَرْکِیْبًا، جوڑنا، (مجرد میں دوسرے معنی ہیں)

ترکیب **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ... يا حرف ندا آئی موصوف**
 ہا برائے تشبیہ بعض مضاف الیہ الانسان صفت (وقیل انه بدل وقیل عطف بیان، زینی زادہ: ص ۹۵، اعراب
 القرآن و صرفہ و بیانہ: ص ۲۶۲) موصوف اپنی صفت سے مل کر منادئی ما اسم استفہام بمعنی آئی شیء مبتدا (والاستفہام
 بمعنی الاستہجان والتوییح جلالین) غَرَّبَ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ، ہا جارہ (بمعنی عن) رَبِّكَ
 مرکب اضافی ہو کر موصوف الکریم صفت اول الذی اسم موصول خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ معطوف و معطوف علیہ
 ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق
 فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا
 (لا محل لها) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ندائیہ ہوا۔ (لا محل لها) فی آئی صُورَةٌ مَا شَاءَ رَبُّكَ... فی جارہ آئی
 مضاف صورۃ شاء مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، ما زائدہ ہے برائے تاکید تنکیر والتکثیر للتکثیر (مظہری) مضاف
 اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم رتیب کے (جار مجرور کو رعایت سجع کی وجہ سے
 مقدم کیا گیا ہے) رتیب فعل اپنے فاعل اور کاف ضمیر مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ عدل کا بیان،
 والتقدير فَعَدَلَكَ رَبُّكَ فِي آيٍ صُورَةٍ مِنَ الصُّورِ الْعَجِيبَةِ الْحَسَنَةِ الَّتِي شَانَهَا جَلَالِينَ حَاشِيَةً

نکتہ: ربك الکریم میں با بمعنی عن ہے واضح رہے کہ با مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً الصاق،
 استعانت، تعلیل، مصاحبت، تعدیہ، مقابلہ، قسم، ظرفیت اور زیادتی وغیرہ کے لئے۔

كَلَّا بَلْ تُكذِبُونَ بِالَّذِينَ ۝۱۱ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝۱۲ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝۱۱ يَعْلَمُونَ مَا

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا و مزا کو جھٹلاتے ہو • اور تم پر یاد رکھنے والے • معزز لکھنے والے مقرر ہیں • جو تمہارے سب افعال
 تَفَعَّلُونَ ۝۱۲ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝۱۳ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝۱۴ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ

کو جانتے ہیں • نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے • اور بدکار لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے • روز جزا کو اس میں
 الدِّينِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝۱۶

داخل ہوں گے • اور اس سے باہر نہ ہوں گے •

تشریح ان آیات سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ انسان اپنے رب کریم کے سلسلہ میں دھوکہ میں پڑا ہوا
 ہے، اب اس پر ڈانٹ اور تشبیہ ہے کہ ہرگز مغرور نہ ہونا چاہیے اور اللہ کے لطف و کرم کو ذریعہ کفر و معصیت نہ بنانا چاہیے
 تفسیر ملاحظہ فرمائیں "کَلَّا" ہرگز نہیں یعنی تم کو ہرگز مغرور نہیں ہونا چاہیے، مگر تم اس اغترار اور غفلت سے باز نہیں آتے۔

۱۔ قولہ فی ای صورۃ، ترکیب الثانی از متعلق معذون علی انہ حال آئی رَبُّكَ حال کونک حاصل فی بعض الصور۔

”بَلْ تُكْذِبُونَ بِالذِّينِ ۝“ بلکہ (تمہارا حال تو یہ ہے کہ) تم جزا و سزا (ہی) کو جھٹلاتے ہو اور یہی تمہارے دھوکے میں پڑے رہنے کی وجہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انصاف کا کوئی دن آنے والا نہیں اور ہم جو حرکتیں کرتے ہیں ان کو کون لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا بس مر گئے تو قصہ ختم ہوا۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ”وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝“ اور تم پر یاد رکھنے والے، معزز، لکھنے والے، مقرر ہیں (یعنی ہماری طرف سے تم پر تمہارے سب اعمال کے یاد رکھنے والے یعنی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو ہمارے نزدیک کرام یعنی معزز ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ”يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝“ جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں (اور ان کو لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے اور سب پر مناسب جزا و سزا ملے گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ) ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝“ نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے، (یعنی اللہ کی نعمتوں میں سرور ہوں گے) اور بدکار یعنی کافر لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے ”يَصَلُّونَهَا يَوْمَ الذِّينِ ۝“ دوزخ میں روز جزا کو داخل ہوں گے ”وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝“ اور اس سے باہر نہ ہوں گے یعنی دوزخ میں داخل ہو کر پھر اس سے باہر نہ نکل سکیں گے کیوں کہ ان کے لیے عذاب دائمی ہوگا

لغات کلاً اس کی تفصیل کلاً سَيَعْلَمُونَ کے تحت گذر چکی، یہاں غفلت پر ڈانٹ ڈپٹ ہے، بَلْ (بلکہ) بَلْ کے بعد مفرد واقع ہوگا یا جملہ، اگر مفرد ہو تو اس صورت میں یہ حرف عطف ہوگا مگر قرآن شریف میں بَلْ کے بعد کہیں مفرد نہیں آیا، اور اگر بَلْ کے بعد جملہ واقع ہو تو اب یہ حرف اضراب ہوگا یعنی ماقبل سے اعراض کے لیے ہوگا، اور تدارک یعنی اصلاح کے لیے استعمال ہوگا، بَلْ یہاں تصحیح ثانی و ابطال اول کے لیے ہے (روح) تفصیل درحاشیہ ۱۔ تُكْذِبُونَ (تفعلیل) مضارع جمع مذکر حاضر كَذَّبَ بِالْأَمْرِ تَكْذِيبًا وَكَيْدًا تَابًا تَسْلِيمًا نَهْ كَرْنَا، جَهْلًا نَاكِذًا (ض) كَذِبًا وَكَيْدًا: جھوٹ بولنا۔ الذین (جزا و سزا، بیان القرآن) ومنه قول العرب ”كما تدين تُدان“ اس کے معنی اطاعت، شریعت، مذہب اور اطاعت کرنا، بدلہ دینا بھی آتے ہیں ذَانِ يَدِينُ دِينًا فَرَمَانَ بَرْدَارِ هُونًا (۲) بدلہ دینا لہذا اصل کے اعتبار سے دین مصدر ہے، اور بمعنی بدلہ یعنی بمعنی جزا و سزا اسم ہے، حافظین (یاد رکھنے والے) باب سجع سے اسم فاعل جمع مذکر، حَفِظَ (سجع)

۱۔ تدارک کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ مابعد ماقبل کا ناقص ہو لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برخلاف ثانی کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح منظور ہوتی ہے، جیسے اذا اثنى علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین کلابل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون یہاں رنگ کے اثبات سے اساطیر الاولین ہونے کا ابطال ہے، اور فاتا الانسان اذا ما ابتلہ رتہ فا کر مدونہ مقمہ فیقول ربی اکر من واما اذا ما ابتلہ فقد رزقہ فلیقول ربی اهانن کلابل لائکر ہون الیتیم میں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے اور روزی کی کشائش یا تنگی کی بناء پر عزت یا اہانت کا ابطال ہو رہا ہے، پھر اس فعل تصحیح کے ابطال سے انتقال کیا فعل تصحیح کے ابطال کی طرف اور فرمایا بل لا تکرمون الخ یعنی تہم کا اکرام نہ کرنا اور زیادہ تصحیح ہے۔ بَلْ کی دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے جیسے بَلْ قَالُوا اضغاثِ اخلام بل افترة بَلْ هوشاعو (بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں بلکہ اس کو آنحضرت ﷺ نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، راغب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے ان ہی دو معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حِفْظًا: یاد رکھنا، حفاظت کرنا، کِرَامًا صیغہ صفت (معزز) کریم کی جمع (مزید تحقیق سورہ تکویر میں اِنَّہ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ کے تحت) کاتبین (لکھنے والے) باب نصر سے اسم فاعل جمع مذکر کَتَبَ الْکِتَابَ (ن) کَتَبْنَا وَکِتَابْنَا وَکِتَابْتَهُ: لکھنا، کاتب کی جمع کُتِبَ وَکَتَبْتُهُ، يَتَعَلَّمُونَ مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ (س) عَلِمْنَا: جاننا، تَفَعَّلُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فَعَلَ (ف) فَعَلًا وَفَعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا الْاَبْرَارَ (نیک لوگ) وَاحِدٌ بَرٌّ، بَرٌّ (ض، س) بَرٌّ: نیک، ہونا، نَعِيمٌ (عیش و آرام، نعمت) نَعِيمَ الرَّجُلِ (س) نَعَمًا وَنَعْمَةً وَنَعِيمًا: خوش حال ہونا۔ (لہذا نَعِيمٌ بمعنی خوشحال ہونا مصدر ہے اور بمعنی خوشحالی و عیش و آرام حاصل مصدر یعنی اسم ہے) الْفُجَّارَ (بدکار لوگ) وَاحِدٌ فَاجِرٌ، فَجَرَ (ن) فَجَرًا وَفُجِرًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ حَجِيمٌ (دوزخ) بَرُوزِنَ فَعِيلٌ بمعنی فاعل (صیغہ صفت) جَحَمَتِ النَّارِ (س) جَحَمًا وَجَحَمًا وَجُحُوْمًا: آگ بھڑکنا۔ يَصْلُونَ باب سماع سے مضارع جمع مذکر غائب، صَلَّى النَّارِ وَبِهَا (س) صَلَّى وَصَلِيْنَا: آگ میں جلنا، آگ میں داخل ہونا، اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے اصلہ يَصْلِيُونَ، تعلیل آسان ہے۔ غائبین (جدا ہونے والے) باب ضرب سے اسم فاعل جمع مذکر غائب، (ض) غَيْبًا وَغَيْبَةً وَغَيْبُوْنَهُ: غیر موجود ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔

ترکیب كَلَّا بَلْ تُكذِبُوْنَ بِالْاٰدِيْنَ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَلْحَفِيْظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا تَفَعَّلُوْنَ... كَلَّا حرف ردع (ردع علی الاعتذار بکرم اللہ تعالیٰ، تفسیر مظہری) کہل برائے اضراب و انتقال یعنی ان کے اغترار کے سبب اصلی کو بیان کرنے کی طرف انتقال ہے (آئی لا تَزِدُّعُوْنَ عَن ذٰلِكَ بَلْ تُكذِبُوْنَ، اِزْتِدَاعٌ، اِفتعال، بازر ہنا) تَكذِبُوْنَ فعل، ضمیر ذوالحال (آئی اهل مکہ) بِالْاٰدِيْنَ متعلق، واو حالیه اِنَّ حرف مشبہ بالفعل عَلَیْكُمْ متعلق مَوْجُوْدُوْنَ کے ہو کر اِنَّ کی خبر مقدم لام برائے تاکید حَفِيْظِيْنَ موصوف کر اَمَّا صفت اول، کاتبین صفت ثانی، یَعْلَمُوْنَ فعل با فاعل ما تَفَعَّلُوْنَ اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تَكذِبُوْنَ کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر، جملہ مستانفہ (لا محل لها) اِنَّ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۵﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۶﴾ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الابراز اس کا اسم لام برائے تاکید مزحلقة، فی نَعِيْمٍ متعلق کائنوں کے ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل لها) واو عاطفہ، اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ جملہ ہو کر معطوف (اس کی ترکیب اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ کی طرح ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیه

۱ وقيل تقدير الكلام انكم لا تستقيمون على ما توجهت نعمة عليكم وارشادى لكم بل تكذبون الخ وعن الراغب بل ههنا التصحيح الثانى وابطال الاول كانه قيل ليس ههنا مقتضى لغو وهم ولكن تكذبتهم ختمهم على ما ارتكبوه (روح المعانى)

۲ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ الْخَبْرَ مِمَّنْ وَاَوْسَعِيْنَ فیه بھی مانا جاسکتا ہے ای الجملہ مستانفہ مسوقہ لاخبارهم بذلک لیتزدعوا عما هم علیہ، (اعراب القرآن) قولہم الخ فظین، اسکو ملا تکرہ موصوف محذوف کی صفت بھی بنایا جاسکتا ہے۔

۳ الجملہ مستانفہ مسوقہ للاجابة عن سوال مقدر تقديره لهم يكتبون ذلك؟ فكانه قيل ليجازى الابراز بالنعيم والفجار بالجحيم

يَصَلُّونَهَا يَوْمَ الدِّينِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ... يَصَلُّونَ نعل بافاعل ها مفعول فيه یا مفعول بہ یومہ الدین مرکب اضافی ہو کر یَصَلُّونَ کا مفعول فیہ، نعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما مشابہ بلیس ہم اس کا اسم (آی الفجار والمراد بالفجار الکفار) عنہا (ای عن الجحیم) متعلق مقدم غائبین کے، بازائدہ غائبین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (غائبین لفظاً مجرور اور محل منصوب ہے) ما مشابہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ بیانہ ہوا، استیناف مبنی علی سوال نشأ من تہولہا کائنہ قبیل ما حالہم فیہا (روح المعانی) ۱

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۸ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۹ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے

لِنَفْسٍ شَيْئًا ۝۱۹ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۲۰

کچھ بس نہ چلے گا • اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی •

تشریح ما قبل میں فجار کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا ”يَصَلُّونَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۸“ اب ما یوم الدین سے بطور استفہام اس دن کی ہولناکی اور عظمت شان کو بیان کر رہے ہیں ”وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۹“ اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے پھر بطور تاکید کے مکرر فرماتے ہیں کہ ”ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۹“ پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے۔ آگے یومہ لا تملک لا تملک سے خود اس کا اجمالی بیان فرماتے ہیں، رہی اس کی پوری تفصیل اور کیفیت تو وہ محض سوچنے، سننے اور غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی، فرمایا: ”يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا“ وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کے نفع کے لیے کچھ بس نہ چلے گا، یعنی محشر میں اپنی مرضی سے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکے گا اور نہ کسی کی تکلیف کو کم کر سکے گا، اس سے شفاعت کی نفی نہیں ہوتی، کیوں کہ کوئی کسی کی شفاعت محض اپنے اختیار سے نہ کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اجازت نہ مرحمت فرمادیں، ”وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۲۰“ اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا حکم اولاد پر، اور آقا کا حکم نوکر پر جاری ہوتا ہے، اس دن یہ سب احکام ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سامنے کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی۔

۱۔ قولہ یصلُّون الخ یہ جحیم کی صفت بھی بن سکتا ہے اور ان الفجار الخ میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر مخدوف کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)
۲۔ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار، ایک جگہ ارشاد ہے الملک یومئذ الحق للرحمن اور فرمایا یا مالک یوم الدین گواہی اس کی ملکیت ہے وہی تھا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے گرد وہاں تو کوئی ظاہری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نبوہاشم اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لیے نیک اعمال کی تیاریاں کرو، میں تمہیں اس دن کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

لغات مَا أَذْرَكَ (آپ کو کیا خبر) مَا اسْتَفْهَمِيہ برائے انکار بمعنی ای شیء (ما کی پوری تفصیل مشکل تر کیوں کا حل ص: ۱۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں) أَذْرَى: باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، لفظی ترجمہ ہوگا ”کیا ہے وہ شیء جس نے آپ کو خبر دی“ یعنی آپ کو اس کی خبر نہیں ہے، آذراہ وہ: باخبر کرنا۔ لَا تَمْلِكُ باب ضرب سے مضارع واحد مؤنث غائب، مَلِكُ الشَّيْءِ (ض) مُلْكًا مَا لَكَ هُوَا۔ نَفْسٌ (شخص) جمع، نُفُوسٌ وَأَنْفُسٌ شَيْءٌ (چیز) جمع أَشْيَاءٌ الْأَمْرُ (حکم) جمع أَوَامِر، دوسرا معنی ہے کام، معاملہ، جمع أُمُور، أَمْرٌ كَالْفَرْقِ أَقْوَالٌ وَاَفْعَالٌ كَيْلِيَّ عام ہے۔

ترکیب وَمَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ثُمَّ مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ... واو استینافیہ (دوسرا قول، واو عاطفہ ہے) مَا اسْمِ اسْتَفْهَامٍ بِمَعْنَى أَيِّ شَيْءٍ مُّبْتَدَأُ (محل رفع میں) (الاستفہام لاناکار) أَذْرَى فِعْلٌ ضَمِيرٌ هُوَ مُسْتَقَرٌّ فَاعِلٌ كَافٍ مَفْعُولٌ بِهِ اَوَّلٌ، مَا اسْمِ اسْتَفْهَامٍ بِرَأْسِ تَهْوِيلٍ وَتَعْظِيمٍ۔ (اعراب القرآن، جلالین) مُبْتَدَأُ يَوْمَ الدِّينِ مَرْكَبٌ إِضَافِيٌّ هُوَ كَرِخْرٌ، مُبْتَدَأُ اِبْنِي خَبْرٍ سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ اِسْمِيَّةٌ خَبْرِيَّةٌ هُوَ كَرِجْمَلَةٌ مَفْعُولٌ بِهِ ثَانِيٌّ بِرَأْسِ أَذْرَى، فِعْلٌ اِبْنِي فَاعِلٌ اَوْرٍ مَفْعُولٌ بِهِ سَلٌّ كَرِخْرٌ، مُبْتَدَأُ اِبْنِي خَبْرٍ سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ اِسْمِيَّةٌ خَبْرِيَّةٌ هُوَ كَرِجْمَلَةٌ مَفْعُولٌ عَلَيْهِ، ثُمَّ حَرْفٌ عَطْفٌ مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ كِي تَرْكِيْبٍ هِي اِسِي طَرْحٌ هِي اَوْرِي جْمَلَةٌ مَعْفُوفَةٌ، مَعْفُوفٌ عَلَيْهِ اِبْنِي مَعْفُوفٌ سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ مَسْتَانَفَةٌ، يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا... يَوْمَ مَضَافٌ لِتَمْلِكُ فِعْلٌ نَفْسٌ فَاعِلٌ لِنَفْسٍ، لَا تَمْلِكُ كَا مُتَعَلِّقٌ بِجْمَلَةٍ فَعْلِيَّةٍ مَضَافٌ اِلَيْهِ، مَضَافٌ اِبْنِي مَضَافٌ اِلَيْهِ سَلٌّ كَرِ اَعْنَى فِعْلٍ مَحْذُوفٍ كَا مَفْعُولٌ بِهِ، فِعْلٌ اِبْنِي فَاعِلٌ اَوْرٍ مَفْعُولٌ بِهِ، سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ خَبْرِيَّةٌ ۲ وَالْاَمْرُ يَوْمَ مَعْنَى اِلَيْهِ ۳ وَاَوَّاسْتِيْنَا فِيهِ الْاَمْرُ مُبْتَدَأُ يَوْمَ مَعْنَى ثَابِتٌ شَبْهٌ فِعْلٍ مَحْذُوفٍ كَا ظَرْفٌ اَوْرِيْلَهُ جَارٌ مَجْرُورٌ اِس كَا مُتَعَلِّقٌ، شَبْهٌ فِعْلٌ اِبْنِي فَاعِلٌ اَوْرٍ ظَرْفٌ اَوْرٍ مُتَعَلِّقٌ سَلٌّ كَرِخْرٌ، مُبْتَدَأُ اِبْنِي خَبْرٍ سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ اِسْمِيَّةٌ خَبْرِيَّةٌ هُوَا ۴

سورة التَّطْفِيْفِ مَكِّيَّة

وَيْلٌ لِّلْمُطْفِفِيْنَ ۝۱ الدِّينِ اِذَا اِكْتَالُوْا عَلٰى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمُ

بڑی حسرابی ہے • ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں • اور جب ان کو

۱ لغات القرآن میں ہے کہ شیء ہر اس چیز کے لیے آتا ہے کہ جس کو معلوم کیا جاسکے اور اسکے متعلق خبر دی جاسکے خواہ کچھ بھی ہو، علامہ حسن بن محمد نظام نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ لفظ شیء اعم العام ہے جس طرح کہ لفظ اللہ خاص الخاص ہے اور یہ جو ہر عرض قدیم و حادث بلکہ محال و معدوم تک کے لیے آتا ہے۔

۲ یَوْمَ، اَذْكَرُ فِعْلٌ مَحْذُوفٌ كَا مَفْعُولٌ بِهِ يَوْمَ مَانَا جَا سَكَا هِي۔

۳ یَوْمَ مَعْنَى، كَانَتْ اَمْرًا مَحْذُوفًا كَا ظَرْفٌ هُوَ كَرِ الْاَمْرُ سَلٌّ كَرِجْمَلَةٌ اِسْمِيَّةٌ خَبْرِيَّةٌ هُوَا۔

أَوْوَزْنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿۱۹﴾

ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹادیں •

ربط اس سورت میں بھی مثل سورت سابقہ کے اعمال کی جزا و سزا کا بیان ہے، اور اعمال کی جزا و سزا کا تعلق چونکہ عدل سے ہے اس لیے شروع سورت میں بعض ان چیزوں پر وعید فرمائی جو محل عدل ہیں یعنی ناپ تول میں کمی کرنا۔

تشریح روح المعانی میں ان آیات کا نزول بروایت نسائی وابن ماجہ و بیہقی اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے چنانچہ امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی یہ عادت دیکھی کہ وہ کم ناپتے ہیں تو اس پر ویل للمطففین نازل ہوئی، اس سورت کے نزول کے بعد وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرنے سے باز آ گئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک وہ لوگ ناپ تول پورا کرنے میں مشہور ہیں (اس سورت کے متعلق مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اگر دیکھنا ہو تو روح المعانی ص ۱۹ ج ۱۶ کا ملاحظہ فرمائیں) ”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿۱۹﴾ الَّذِينَ إِذَا

اَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْوَزْنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿۲۱﴾“ بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹادیں مطففین تطفیف سے مشتق ہے جس کے معنی ناپ تول میں کمی کرنے کے ہیں اور ایسا کرنے والے کو مطفف کہا جاتا ہے، جمع اس کی مطففین، اور یستوفون استیفاء سے مشتق ہے جس کے معنی پورا وصول کرنے کے ہیں۔ یعنی جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں یعنی کوئی سامان خریدتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ایک دو گرام بھی کم کرنا نہیں چاہتے، واضح رہے کہ لوگوں سے اپنا حق پورا لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ یہاں اس کے ذکر سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا ہے کہ اپنا حق پورا کیوں وصول کیا بلکہ اس کو بیان کر کے اس کے مقابل آیت و اذا کالوا الخ میں جو مضمون ہے یعنی دوسروں کو کم دینے کی جو مذمت ہے اس کو مؤکد کرنا ہے کہ جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں یعنی کوئی سامان فروخت کرتے ہیں تو اس میں کمی اور چوری کرتے ہیں، دیکھئے کس قدر بری بات ہے کہ یہ شخص اپنا حق تو پورا وصول کرے اور دوسروں کا حق دیتے وقت کمی کرے، برخلاف اس شخص کے کہ اگر وہ دوسروں کو کم ناپ تول کر دیتا ہے اور اس میں یہ واقعی عیب کی بات ہے لیکن اگر یہ اپنا حق وصول کرتے وقت بھی کم وصول کرے تو یہ اس میں ہنر اور خوبی کی بات بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کیا، اب ظاہر ہو گیا کہ اول شخص کا عیب جس کو آیت میں بیان کیا زیادہ شدید ہے کہ اس میں عیب تو ہے یعنی دیتے وقت کم دینا اور خوبی نہیں کہ اپنا حق لیتے وقت دوسروں کی رعایت کرنا اور کم وصول کرنا۔

۱۔ قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے اَوْوَزْنُوا الْكَيْلَ إِذَا كَيْلْتُمْ وَاذْكُرُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ یعنی جب ناپ پورا، اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تو لکر دیا کرو، دوسری جگہ ہے اَوْوَزْنُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ یعنی ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو، ایک آیت میں ہے وَاقِيمُوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَخْسِرُوا الْمِيزَانَ، یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں، حضرت شعیبؑ کی قوم کو خدا نے اس بری عادت کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا۔

پہلی آیت میں صرف کیل اور دوسری میں کیل اور وزن دونوں کا ذکر | مقصود اصلی کم دینے کی مذمت ہے اس لیے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تاکہ خوب صراحت ہو جائے کہ ناپ میں بھی کم دیتے ہیں اور تول میں بھی کم دیتے ہیں، اور چوں کہ اپنا حق پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں ہے، اس لیے پہلی آیت میں صرف ایک کا ذکر کیا، پھر ناپ اور تول دونوں میں سے ناپ کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ دستور کیل یعنی ناپ کا تھا۔

مسئلہ: مزدور اور ملازم نے جتنے وقت کام کرنے کا معاہدہ کیا ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف کی وعید میں داخل ہے، نیز کسی حقدار کے ادائے حق میں کمی کرنے کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا لکل شیء وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کمی کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو اور طہارت میں بھی (طلبہ عزیز کو بھی اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے:

لغات وَيْلٌ اسم بمعنى خرابی، (۲) جہنم میں ایک وادی، (اور اگرویل کے معنی یہ ہوں "شر اور بدی میں داخل ہونا" مصیبت زدہ بنانا، درد مند کرنا، تو ان معانی میں یہ مصدر ہے، بقیہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات المطففین (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، طَفَّفَ المکیال تطفیفًا: کم ناپنا (بمجرد میں دوسرے معنی آتے ہیں) اِكْتَالُوا (افتعال) ماضی جمع مذکر غائب، اِكْتَالٌ منه وعلیہ: ناپ کر لینا (اصْلُهُ اِكْتَالٌ قاعده، ے، جاری ہے) الناس (لوگ) اسم جمع، واحد انسان ہے خلاف قیاس، بعض کا خیال یہ ہے کہ الناس کی اصل أناس ہے، ہمزہ مخدوفہ کے عوض الف لام حرف تعریف داخل کر دیا گیا۔ نکرہ کی صورت میں ناس اور اناس دونوں مستعمل ہیں، یَسْتَوْفُونَ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب، (در اصل یَسْتَوْفُونَ تھا، بوجہ ثقل یاء کی حرکت فا کو دیدی اس کی حرکت زائل کر کے، پھر بوجہ اجتماع ساکنین یاء ساقط ہو گئی) اِسْتَوْفَى حَقُّهُ: پورا حق وصول کرنا، مجرد میں ہے، وَفَى بِنَفْسِ (ض) وَفَيْتَا ووفاء: پورا اور مکمل ہونا، کَالُوا (ناپ کر دیں وہ) (ض) ماضی جمع مذکر غائب (اصْلُهُ كَيْلُوا، قاعده، ے، جاری ہوا ہے) کَالٌ (ض) کَيْلًا: ناپنا، کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے کَيْلْتُ فَلَانًا الطعام، کبھی مفعول اول پر لام داخل ہوتا ہے جیسے کَيْلْتُ لَهُ الطعام، وَزَنُوا (ض) ماضی جمع مذکر غائب، وَزَنَ الشَّيْبَعُ (ض) وَزَنًا وَزِنَةً: تولنا، يُخْسِرُونَ (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، أَخْسَرَ الشَّيْبَعُ: کم کرنا، گھٹانا، مادہ خُسْرٌ (خيسر) (ض، س) خَسِرَا وَخَسِرًا وَخَسِرَاتًا وَخَسَارَةً: نقصان اٹھانا، تجارت میں گھٹانا ہونا۔

ترکیب وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُواهُمْ أَوْ زَنَوْهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ وَيْلٌ مِّبْتَدَا (مرفوع) دعا یا بددعا کے مقام میں بلا تخصیص، نکرہ مبتدأ بن جاتا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ یہاں تنوین برائے تعظیم ہے آئی وَيْلٌ عَظِيمٌ لام جار المطففین موصوف الذین اسم

۱۔ یا یہ جواب دیا جائے کہ نکرہ کے مبتدأ ہونے کا مدار افادہ و استفادہ پر ہے لہذا مخاطب کو کوئی نئی بات معلوم ہو تو پھر نکرہ کا مبتدأ بنا صحیح ہوگا، "مشکل ترکیبوں کا حل"۔

موصول اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف اِکْتَالُوا فعل، ضمیر واو بارز فاعل علی الناس متعلق (ای من الناس، متعلق اِکْتَالُوا کے عِدِّیْ بعلی لتضمین الاکتیال معنی الاستیلاء دوسرا قول یہ ہے کہ متعلق ہے بستوفون کے) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط، پھر جملہ شرطیہ مضاف الیہ ہے اذا کا اور وہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا بستوفون کا اور پھر یہ مکمل جملہ معطوف علیہ (لا محل لها) یا بالفاظ دیگر شرط و جزا مل کر معطوف علیہ (واو عاطفہ اذا مضاف متضمن بمعنی الشرط کالوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) او حرف عطف و زنوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ مضاف الیہ اور وہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا یخسرون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف، (لا محل لها) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت محضہ، یا صفت کاشفہ برائے احوال آنها) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثابت کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ (لا محل لها) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ۱

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٥﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٦﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے • جس دن تمام آدمی رب العالمین

الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾

کے سامنے کھڑے ہوں گے • ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا نامہ عمل سجن میں رہے گا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجن میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے •

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾

وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے •

تشریح یہاں سے مطفین پر تہدید و توہیح یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور انھوں نے کم تولنے اور ناپنے کا جو ارتکاب کیا ہے

اس کی ہولناکی کو بیان کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ: "أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٥﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٦﴾"

۱۔ قولہ علی الناس، لفظ علی کی دو قسمیں ہیں، (۱) اسی، (۲) حرفی، اسی فوق کے معنی میں ہوتا ہے جب کہ اس پر من داخل ہو جیسے مررث میں علیہ ای فوقہ، میں اس کے اوپر کی جانب گذرا، اور حرفی آٹھ معانی کے لیے آتا ہے (۱) یعنی استواء کے لیے جیسے زید علی السطح، (۲) بمعنی باجیسے مررث علیہ، (۳) بمعنی فی جیسے ان کنتم علی سفر (۴) معاجرت کے لیے جیسے واتی المال علی عجبہای مع عجبہ (۵) برائے تطیل جیسے ولتکبیرا واللہ علی ما ہدکم، ای لاجل ہدایتہ ایامکم (۶) بمعنی عن جیسے اذا رضیت علی (۷) بمعنی من جیسے اذا اکتالوا علی الناس (۸) برائے اضراب یعنی کلام سابق سے اعراض کرنے کے لیے۔

۲۔ قولہ کالوہم ای کالوہم او کالوہم کیلہم ہکننا و زنوہم، منصوب بزوع الخافض ہے وفی الروح انہ من الحذف والایصال یعنی حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کا با بعد کلمہ کی طرف ایصال کر دیا والضمیر المنصوب مراجع الی الناس۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱﴾“ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے سے مراد حساب کتاب اور فیصلہ کے لیے کھڑا ہونا ہے، یعنی اس عظیم دن سے ڈرنا چاہیے اور تطفیف سے توبہ کر لینی چاہیے، مگر اس بعث بعد الموت کی خبر سن کر کفار انکار کرنے لگے کہ ایسا دن نہیں آئے گا لہذا اس انکار پر لفظ ”مَثَلًا“ سے ردع یعنی زجر و توبیخ فرمائی کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو بلکہ جزا و سزا کا وقوع ضرور ہوگا اور جن اعمال پر جزا و سزا ہوگی وہ سب منضبط اور محفوظ ہیں، جس کا بیان یہ ہے کہ ”إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سَجِينٍ ﴿۲﴾“ بدکار یعنی کافر لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا یعنی کفار و فجار کے اعمال نامے مہر لگا کر سجین میں محفوظ کر دیئے جائیں گے کہ ان میں کسی کی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہے۔ ”وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِينٌ ﴿۳﴾“ (ای و ما ادراك، ما کتاب سجین) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے۔ ”كِتَابٌ مَرْقُومٌ ﴿۴﴾“ ای ہو کتاب مرقوم ای مختوم وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (جواب میں چوں کہ کتاب مذکور ہے اس لیے سوال میں بھی کتاب کا لفظ محذوف مانا گیا، اور دفتر سے مراد ہے اعمال نامہ یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو، اور نشان سے مراد ہے مہر، اور مہر لگانے کے بعد چوں کہ کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس لیے جب اعمال نامہ پر مہر لگ گئی تو اب ان اعمال میں کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہا لہذا اعمال کی سزا بھی کفار کو پوری دی جائے گی)

سجین: ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے جہاں کفار و فجار کی ارواح رہتی ہیں اور اسی مقام میں ان کے اعمال نامے رہتے ہیں لہذا اس تفسیر کے اعتبار سے لفظ سجین ایک متعین مقام (قید خانہ) کا اسم علم ہے مشتق من السجین، (ن) قید کرنا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ لفظ سجین کتاب کا اسم علم ہے لہذا ممکن ہے کہ اس جگہ ایسی کوئی کتاب ہو جس میں تمام دنیا کے کفار و فجار کے اعمال لکھ دیئے جاتے ہوں۔

فائدہ: قوله الا يظنُّ اولئك انهم مبعوثون، بعث بعد الموت تو یقینی چیز ہے تو یقین کے مقام میں یظنُّ کا لفظ کیوں لایا گیا۔

جواب: یقین کے مقام میں ظن کا لفظ باس مصلحت لایا گیا کہ جو شخص بعث بعد الموت کا محض گمان ہی رکھتا ہو اس کو بھی اس دن کی مصیبت کے اسباب کا ہرگز ارتکاب نہ کرنا چاہیے، چہ جائے کہ وہ شخص ارتکاب گناہ کرے جو اس کا یقین رکھتا ہے، مگر ان انجام سے بے فکر لوگوں سے ایسی ایسی نازیبا حرکتیں صادر ہوتی ہیں گویا انکو اس دن کا بالکل وہم و گمان اور خوف بھی نہیں ہے، فیاللعجب (مظہری، بتغیر یسر)

۱۔ اس تفسیر کے اعتبار سے جب سجین ایک مقام کا نام ہے تو ما ادراك ما سجین کے جواب میں کتب مرقوم کیوں آیا، جب کہ کتاب کسی مقام کا نام نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ما ادراك ما سجین میں سجین سے پہلے مضاف محذوف ہے ای و ما ادراك ما کتب سجین لہذا جواب سوال کے مطابق ہے۔

سوال و جواب: سچین کو مفرد اور علیین کو جمع کیوں لایا گیا۔

جواب: سچین کو بایں مصلحت مفرد لایا گیا تاکہ اس کے تنگ و تار یک ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے کہ ایک مکان بہت سی مخلوق کے اژدہام سے تنگ و تار یک ہو جاتا ہے، اور علیین کو جمع بایں مصلحت لایا گیا کہ اس کی فراخی و کشادگی کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جنت ہر ایک مرد مومن کو وسیع ترین اور کشادہ جگہ کے ساتھ عنایت کی جائے گی۔

لغات لایظن، (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، ظنّ الشیء (ن) ظنّاً: گمان کرنا، مبعوثون (ف) اسم مفعول جمع مذکر بعث المیت (ف) بَعَثًا وَبَعَثَةً دوبارہ زندہ کرنا، عظیم (رکوع ۱/۱) میں گذر چکا، اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یوم قیامت کو یوم عظیم اس لیے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے، لہذا مقدر میں بڑا ہونا مراد نہیں بلکہ سختی و حیرانی میں بڑا ہونا مراد ہے) یَقُومُ (رکوع ۲/۱) میں گذر چکا) رب اللعلمین (دونوں لفظوں کی تحقیق علیحدہ علیحدہ گذر چکی) کتاب بروزن فعال بمعنی مفعول (لکھا ہوا) جمع کُتِبَ (یہاں مراد نامہ اعمال ہے) بقیہ تفصیل رکوع ۱/۱ میں گذر چکی۔ الفجار (بدکار لوگ) واحد فاجر، فَجَرًا (ن) فَجُورًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ سِجِّین تشریح کے ضمن میں دیکھئے مرقوم اسم مفعول، نشان لگایا ہوا، رَقَمَ (ن) رَقَمًا: نشان لگانا۔

ترکیب اَلَا يَظُنُّ اَوْلِيكَ اَنْهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿١﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣﴾ ... ہمزہ برائے استفہام انکاری و فیہ تویب و تعجیب (روح المعانی) لایظن فعل منفی اولیک (ای المطفون) فاعل اَنْ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر اس کا اسم، مَبْعُوثُونَ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل لام حرف جبر یَوْمٍ عَظِيمٍ مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور متعلق ہوا مَبْعُوثُونَ کا یَوْمٍ مضاف یقوم الناس لرب العالمین جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا مَبْعُوثُونَ اسم مفعول کا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر یظن کے لیے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ متانفہ ہوا۔

(لا امل لها) (استیناف وارڈ لتہویل ما ارتکبہ من التطفیف روح المعانی) کَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٤﴾ وَ مَا اَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٥﴾ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ﴿٦﴾ ... کَلَّا حرف ردع (ردع عن التطفیف والغفلة عن البعث

۱ (وقیل النون عوض من اللام والاصل سجیل وهو مشتق من السجل وهو الكتاب) اور یہ لفظ منحرف ہے کیونکہ اس میں صرف ایک سبب ہے یعنی تعریف، و سِجِّین سِجِّینا من السجین و بسو الجبس والتضییق لقیب بہ الكتاب لانه سبب الجبس والتضییق فی جہنم اسم علم منقول من وصف کحاتم (بعض نے کہا کہ صیغہ صفت ہے بروزن سِجِّین) بمعنی ردائی سخت قید، انفس نے کہا کہ سچین سچین سے بروزن نقل ہے جیسے شرب، بہت پینے والا اور فضیلت بڑا قاسم، بس ایسے ہی ہے سچین، ردائی سخت قید۔

۲ ہونہ یوم الخ یہ آغنی فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، نیز اگر اس کو مرفوع المحل مان لیا جائے تو یہ مبتدا محذوف ہو یا ذلک کی خبر بھی بن سکتا ہے، اور اگر اس کو مجرور مانا جائے تو پھر یہ یوم عظیم سے بدل بنے گا۔

والحساب روح المعانی یا کلاً بمعنی حقاً، جلالین) اِنْ حرف مشبہ بالفعل کِثَبَ الفُجَّارِ مرکب اضافی حرف مشبہ بالفعل کا اسم لام مزحلقة فی سَجِّینِ جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وما آذک اِنْحِ وَاوَّاسْتِنَا فِیہِ یَا عَرَضِیِّہِ، ما اسم استفہام برائے تہویل بمعنی آئی شئی مبتدا (محل رفع میں) اَذْرٰی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدا سَجِّینِ خبر، (مضاف کو مقدر ماننا زیادہ راجح ہے ای ما کتاب سَجِّینِ) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر اَذْرٰی کا مفعول بہ ثانی، (محل نصب میں) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ استینافیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اعتراضیہ بھی یعنی کتاب الفجار اور کتاب مرقوم کے درمیان اعتراضیہ، دونوں احتمال اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہیں) کتاب مَرْقُومٌ مبتدا مخدوف ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا۔

جملہ معترضہ کی تعریف جملہ معترضہ وہ جملہ ہے جو ایک کلام کے اجزا یا ایسے دو کلاموں کے درمیان کسی نکتہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کہ وہ دو کلام آپس میں مربوط ہوں، یعنی دوسرا کلام اول کلام کا بدل ہو یا بیان ہو یا معطوف ہو۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی • جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں • اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے

مُعْتَدٍ اٰثِمٍ ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی

والا ہو مجرم ہو • جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں انہوں سے منقول چلی آتی ہیں • ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان

قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَمَّحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾

کے دلوں پر ان کے اعمال کا رنگ بیٹھ گیا ہے • ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے •

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِیْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِہِ تُكذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾

پھر یہ روزخ میں داخل ہوں گے • پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے •

۱۔ کتاب مرقوم، حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے۔

۲۔ المعترضۃ بین الشیئین لافادۃ الکلام تقویۃ و تسدیداً او تحسیناً وقد وقفت فی مواضع (جملہ معترضہ کے چند مواقع استعمال) (۱) فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان (۲) فعل اور اس کے مفعول کے درمیان (۳) مبتدا اور خبر کے درمیان جیسے زینداظن قائم (۴) شرط اور جواب شرط کے درمیان جیسے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ (۵) قسم اور جواب قسم کے درمیان جیسے فلا اقسام بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقرآن کریم میں انہ لقسم الخ قسم اور جواب قسم کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور لو تعلمون موصوف وصفت کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ (۶) موصوف اور اس کی صفت کے درمیان جیسے وانہ لقسم لو تعلمون عظیم میں لو تعلمون (۷) موصول اور اس کے صلہ کے درمیان (۸) دو مستقل جملوں کے درمیان وغیرہ وغیرہ (معنی اللیب)

تشریح ما قبل میں یہ بیان کیا تھا کہ سچین کے اندر اعمال نامے محفوظ و منضبط ہو جائیں گے لہذا اب یہاں سے ان اعمال کی جزاء کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ ہو: ”وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بَيِّنَاتٍ الدِّينِ ﴿١٦﴾“ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو کہ روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں (اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور روزِ جزاء کو جھٹلانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کو جھٹلانا ہے) ”وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٧﴾“ اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو، مجرم ہو۔ یعنی حدِ عبدیت سے گزرنے والا، اور مجرم و گناہ گار ہو، اور تیسری صفت اس کی یہ ہے کہ ”إِذَا تَثَلَّى عَلَيْهِ ابْتِنَّا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأُولِينَ ﴿١٨﴾“ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آئی ہیں اساطیرِ اسطوڑہ کی جمع ہے یعنی بے سند و من گھڑت باتیں، یعنی یہ شخص یہ کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، پہلے سے لوگ باگ ایسی باتیں کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کہانیوں اور بے سند باتوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں، مذکورہ تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو روزِ جزاء کی تکذیب کرتا ہے اس میں تین صفتیں ہیں: (۱) معتدی یعنی حدِ عبدیت سے گزرنے والا (۲) اثم یعنی مجرم و گناہ گار (۳) قرآن کو اساطیرِ الاولین کہنے والا یعنی مکذب بالقرآن، (بیان القرآن) ”کَلَّا“ ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا کے ذریعہ مکذبین پر ڈانٹ ڈپٹ ہے اور مکذبین سے مراد قرآن کو کہانیاں کہہ کر جھٹلانے والے ہیں، اس میں یوم الدین کو جھٹلانا بھی داخل ہے، لہذا فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یوم الدین برحق نہیں اور قرآن اساطیرِ الاولین ہے، اور اس پر نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ تکذیب کی اصل وجہ دلوں کا زنگ آلود ہونا ہے چنانچہ فرمایا کہ ”بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٩﴾“ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے جس سے قبولِ حق کی استعداد فاسد ہوگئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو وہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو وہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اور اس کو حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی، بس یہی حال ان مکذبین کا ہے۔ ”كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ﴿٢٠﴾“ لفظ کَلَّا کے ذریعہ پھر دوبارہ مکذبین کے انکار پر روع اور زجر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا یہ سمجھ رہے ہیں، اب آگے انہم عن ربہم میں و نل کا مجمل ذکر ہے کہ یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے یعنی اپنے رب کا دیدار کرنے سے روک دیئے جائیں گے اور یہ روک دینا اور دیدار سے محروم کر دیا جانا سب سے بڑا عذاب ہے کہ اس قدر بد قسمت کہ اس کی نظر اس قابل بھی نہیں کہ اپنے پروردگار کو دیکھ سکے۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے بطور مفہوم مخالف معلوم ہوا کہ مومنین اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے جس سے ان کے دل مسرور اور آنکھیں پرنور ہو جائیں گی، اللھم ارزقنا سعادة زیارتك۔ ”ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿٢١﴾“ پھر یہ لوگ (جن کو دیدارِ خداوندی سے روک دیا گیا تھا) دوزخ

میں داخل ہوں گے، ”ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۰﴾“ پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب بے شرمو! چکھو مزہ، بہت انکار کیا کرتے تھے، (والقائلون اهل الجنة والملائكة)

اختیاری مطالعہ

کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق | اگر کفار کو حق تعالیٰ کی زیارت کا شوق نہ ہوتا تو ان کی سزا میں یہ نہ کہا جاتا کہ وہ زیارت سے محروم رہیں گے کیوں کہ جو شخص کسی کی زیارت کا طالب ہی نہیں بلکہ متنفر ہے تو یہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں کہ اس کو اس کی زیارت سے محروم کیا جائے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے مگر تلاش حق کا راستہ غلط اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اہل کفر منزل مقصود پر نہیں پہنچتے۔ (معارف)

دیدارِ خداوندی | عام مومنوں کو جمعہ کے دن دیدار ہوا کرے گا (آخرت میں جمعہ کا نام یوم المزید ہوگا) اور خواص کو روزانہ دو بار صبح و شام دیدار ہوگا، اور خاص الخواص کو ہر لمحہ یہ دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ نصیب ہوگی۔

لغات المکذبین جھٹلانے والے (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، کذبت فلاناً تکذیباً وکذاباً: کسی کو جھٹلانا۔ یُکذِّبُونَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب، یوم الدین (روز جزا) تحقیق گذر چکی ہے، مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا، (افتعال) اسم فاعل واحد مذکر، اعتدی اعتداءً: حد سے گذرنا، مادہ عَدُوٌّ ہے عَدَا عَلَيْهِ (ن) عَدُوًّا وَعَدُوًّا وَاعْتَدَا: زیادتی کرنا، اَتَيْتُمْ كَثِيرَ الْاِثَامِ یعنی بڑا گنہگار (روح المعانی) مبالغہ کا صیغہ ہے (جلائین) اَتَيْتُمْ (س) اَتَيْتُمْ وَاعْتَدَا: گنہگار ہونا، جرم کرنا۔ تَجَلَّى (ن) مضارع مجہول واحد مونث غائب، تَلَا (ن) تِلَاوَةٌ: پڑھنا، اَيَّاتُنَا وَاحِدٌ آيَةٌ، اَسَاطِيرُ وَاحِدٌ اَسْطُورَةٌ، بے سند باتیں، من گھڑت باتیں۔ اَوَّلِينَ (پہلے، اگلے) وَاحِدٌ اَوَّلٌ خَلِيلٌ ﷺ کا بیان ہے کہ یہ لفظ ہمزہ، واو اور لام سے بنا ہے اس لیے یہ فَعْلٌ کے وزن پر صیغہ صفت ہے مشتق من الاول، اس کی اصل اَوَّلٌ ہے، ادغام کے بعد اَوَّلٌ ہو گیا۔ اَوَّلٌ (س) اَوَّلًا: سبقت لے جانا، پہلے ہونا اِرَانَ (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب (اصْلُهُ رَبِّينَ قَاعِدَهُ/ے، جاری ہوا ہے، اجوف یا ئی) اِرَانَ عَلَى قَلْبِهِ الذَّنْبَ يَرِيئُنُ (ض) رَبَّنَا وَرَبُّنَا: دل پر گناہ چھا جانا، بالفاظِ دیگر گناہ کا زنگ لگنا، قلوب، وَاحِدٌ قَلْبٌ (تحقیق رکوع ۳ میں قلوب یومئذٍ واجفةً کے تحت گذر چکی ہے) يَكْسِبُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، كَسَبَ الْاِثْمَ (ض) كَسَبًا: گناہ کرنا۔

نوٹ: قرآن شریف میں نیکی اور بدی دونوں کے لیے کَسَبَ کا لفظ استعمال ہوا ہے، مذکورہ لفظ میں بدی مراد

بعض کا خیال ہے کہ اس میں دو واو اور ایک لام تھا اس لیے اَفْعَلٌ کے وزن پر اسم تفضیل ہے لیکن اوپر والی شکل زیادہ فصیح ہے کیوں کہ قاورعین کا ایک ہی حرف ہونا قلیل الوجود ہے (لغات القرآن: مولانا عبدالرشید پاکستان) مشکل ترکیبوں کا حل میں بحوالہ القواعد احمیہ لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی اصل اَوَّلٌ بَدَلِ اَوَّلٍ اور بعض کے نزدیک اس کی اصل اَوَّلٌ ہے دونوں صورتوں میں خلاف قیاس ہمزہ کو واو سے بدل کر ادغام کر دیا، لہذا اَوَّلٌ ہو گیا۔

ہے اور لہا ما کسبت میں کسب سے نیکی مراد ہے، نیز صلات کے بدلنے سے معافی بدل جاتے ہے چنانچہ کسب کے معنی لغات کی کتابوں میں بہت سارے لکھے ہیں۔ (مثلاً کوئی عمل کرنا، کمائی کرنا)

محبوبون، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، حَجَبَ (ن) حَجَبًا وَحَجَابًا چھپانا، اندر آنے سے روکنا (حاجب بمعنی دربان، اسی سے ہے) صَلُّوا، داخل ہونے والے، اسم فاعل (در اصل صَالِيَةٌ تَهَا، بعد کسرہ یا ء پر ضمہ دشوار ہوا اس کی حرکت ماقبل کو دیدی بعد ازالہ حرکت او، پھر یا ء بوجہ اجتماع ساکنین ساقط ہوگئی) (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں يَصْلُونَهَا کے تحت) الْجَحِيمِ رکوع ۳ میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

ترکیب وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ... وَيَلْ مبتدایہ مضاف مرکب اضافی ہو کر ماقبل يَوْمَئِذٍ يقوم الخ سے بدل (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لام جارہ، المکذبین موصوف الذین اسم موصول يُكَذِّبُونَ، بیومہ الذین جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، (لا محل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت ذاتہ) (محل جر میں) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جارح مجرور متعلق ثابت محذوف کے ہو کر خبر، مبتدایہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأُولِينَ... وَآؤ استینافیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مَا يُكَذِّبُ فعل منفی بہ اس کا متعلق الْآدَاةُ حَصْرُ كُلِّ مَضَافٍ مُعْتَدٍ موصوف اِثِيمٍ صفت اول إِذَا تُتْلَىٰ الخ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط تُتْلَىٰ فعل علیہ اس کا متعلق آيَاتُنَا مرکب اضافی ہو کر اس کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب قال کا، قَالَ فعل اپنے فاعل ضمیر ہو مستتر سے مل کر قول اساطیر الاولین مرکب اضافی ہو کر مبتدایہ محذوف ہی کی خبر، مبتدایہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جواب شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ صفت ثانی ہے مُعْتَدٍ کی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ ہوا۔ (لا محل لہا) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ..... كَلَّا حرف ردع، ردع عن التکذیب وعمّا قالوا (مظہری) بَلْ برائے اِضْرَابِ اَيِّ لَيْسَ فِي آيَاتِنَا مَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ فِي شَانِهَا مِثْلُ تِلْكَ الْمَقَالَةِ الْبَاطِلَةِ (روح المعانی) رَانَ فعل، علی قلوبہم اس کے متعلق مَا اسم موصول کَانُوا فعل ناقص، وَآؤ ضمیر بارز اس کا اسم، يَكْسِبُونَ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر رَانَ کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ متانفہ (لا محل لہا) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾... كَلَّا حرف ردع عن التکذیب بیوم الدین۔ (مستفاد از تفسیر

بیان القرآن) وفی اعراب القرآن ردع عن کسب المعاصی الموجبة للقرین، اِنْ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر اس کا اسم عَنْ رَبِّهِمْ، (اے عن روبرہم) اور یوم مَعْدٍ (اے یوم اذ یقوم الناس) دونوں مَحْجُوْبُوْنَ کے متعلق، لام مزحلقة مَحْجُوْبُوْنَ شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ثم حرف عطف اِنَّہم حرف مشبہ بالفعل مع اسم لام مزحلقة صَالُوْا الْجَحِيْمَ مرکب اضافی ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثم، حرف عطف يُقَالُ فعل مجہول ہذا مبتدأ الذی اسم موصول کُنْتُمْ فعل ناقص مع اسم بہ متعلق مقدم تُكْذِبُوْنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، (فی محل نصب) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ ہوا۔ (لا محل لها)

كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عَلِيّٰتِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَاْذْرٰكَ مَا عَلِيّٰتُوْنَ ﴿۱۶﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۱۷﴾

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے • وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے •

يَشْهَدُهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۹﴾ عَلٰى الْاَرَآكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں • نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے • مسہروں پر دیکھتے ہوں گے •

تشریح ما قبل میں یوم الدین کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر تھا اور وہ لوگ جس طرح اپنی سزا کو جھٹلاتے تھے اسی طرح مومنین کی جزا کو بھی جھٹلاتے تھے، لہذا یہاں لفظ ”کَلَّا“ کے ذریعہ اس پر ردع فرماتے ہیں کہ یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں تو وہ غور سے سن لیں کہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کو اجر و ثواب ضرور ملے گا اور ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ سجن کے بالکل برعکس ہے چنانچہ فرمایا ”کَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عَلِيّٰتِيْنَ ﴿۱۵﴾“ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا۔ (علیین ساتویں آسمان میں زیر عرش ایک جگہ ہے جو مومنین کی ارواح کا مستقر ہے، کذافی تفسیر ابن کثیر عن کعب اور وہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل بھی رکھ دیا جاتا ہے) ”وَمَا اَذْرٰكَ مَا عَلِيّٰتُوْنَ ﴿۱۶﴾“ اب نامہ عمل کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لیے سوال ہے کہ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے یہ ترجمہ عَلِيّٰتِيْنَ سے پہلے مضاف محذوف مان کر کیا گیا ہے اسی و ما ادراك ما کتاب علیین چنانچہ جواب سوال کے مطابق دیا گیا کہ ”كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۱۷﴾“ اے ہو کتب مرقوم وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (دفتر یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہوگی) اور نشان سے مراد مہر ہے جو انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامے پر لگادی جاتی ہے تاکہ اس بات پر دلالت ہو کہ اعمال نامے میں کسی طرح کی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ کتاب مرقوم علیین کی تفسیر نہیں بلکہ علیین سے پہلے مضاف محذوف کی تفسیر ہے۔

”يَشْهَدَةُ الْمُقَرَّبُونَ“ جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں یعنی نیک لوگوں کے نامہ عمل کو مقرب فرشتے شوق سے دیکھتے ہیں، اور یہ بات مومنین کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے، روح المعانی میں ہے کہ جب ملائکہ مومن کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ کر اس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتوں کی تمنا کرنے پر مومن کا نامہ عمل ان کو کھول کر دکھلایا جاتا ہے۔

آگے مومنین کی مختصر اجزائے آخرت کا بیان ہے، فرمایا: ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ“ عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنْظُرُونَ“ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے یعنی مسہریوں پر بیٹھ کر جنت کے عجائب دیکھتے ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور عام مومنوں بلکہ انبیاء تک کی روحمیں قبروں میں ہوتی ہیں تو پھر علیین اور سبحین میں ہونے کا کیا معنی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح مومنین کی قرار گاہ علیین ہے اور ارواح کفار کی قرار گاہ سبحین، لیکن اس کے باوجود ہر روح کا اپنے قبر والے جسم سے ایک خاص تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، چنانچہ مردہ آنے والے کے سلام کو سنتا ہے۔

لغات (سورہ انفطار میں اس کی تحقیق گذر چکی) عَلِيَّيْنِ۔ ساتویں آسمان پر زیر عرش مومنین متقین کی ارواح کا مستقر ہے، اور وہیں مومنین کے صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں، فزا کے نزدیک یہ ایک بلند موضع کا نام ہے، وزن جمع پر ہے جمع نہیں جیسے عشرين، ثلاثين اور عرب کا دستور یہ ہے کہ جب وہ ایسی کوئی جمع بنا لیں جس کا واحد وثنیہ نہ ہو تو وہ مذکر مؤنث دونوں میں داؤنون کے ساتھ بولتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ عَلِيٌّ (فَعِيلٌ) کی جمع ہے عَلُوٌّ سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لیے ہے (اعراب القرآن) بقیہ حاشیہ ۱ میں۔ يَشْهَدُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، شَهِدَ الشَّيْءَ (س) شَهِدَ: دیکھنا و شَهِدَ الْمَجْلِسَ۔ حاضر ہونا، اگر شہود کے معنی حاضر ہونا لیے جائیں تو اب ضمیر کا مرجع بجائے کتاب الأبرار کے عَلِيَّيْنِ ہوگا۔ الْمُقَرَّبُونَ (مقرب فرشتے، قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے) باب تفعیل سے اسم مفعول کا جمع مذکر، قرۃ عندہ: کسی کو اپنے قریب کرنا، مقرب بنا نا قُرْبٌ مِنْهُ وَالِيَهُ (ک) قُرْبًا وَقَرَابَةً وَقُرْبَى وَمَقْرَبَةً قَرِيبٌ هُوَ، وَقَرِبٌ (س) قُرْبًا وَقُرْبَانًا قَرِيبٌ هُوَ۔ اِنْ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (اس کی تحقیق سورہ انفطار میں گذر چکی ہے) الْأَرَائِكِ (مسہریاں، تخت) وَاحِدٌ أَرِيكَ، (وہ مسہریاں کیسی ہوں گی کوئی نہیں بتا سکتا، کیوں کہ جنت ابھی کسی نے دیکھی نہیں، بس یوں کہیں گے جیسی جنت اسی کے شایان شان مسہریاں ہوں گی)

۱۔ نَوَاحِيَّوْنَ، اَبْرَارٌ نے کہا ہے کہ قاعدے کے لحاظ سے اس کو عَلِيَّةٌ کہنا چاہئے، مگر جب اس کی تاء حذف کر دی گئی تو اس کے عوض میں اس کی جمع داؤنون کے ساتھ لے آئے زخم شری نے فرمایا ہے کہ یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں کہ جو فرشتے اور تمام صلحاء اس دجن انجام دیا کرتے ہیں وہ منقول من جمع عَلِيٍّ (فَعِيلٌ) مِنْ الْعَلَوِّ سَمِي بِذَلِكَ لِأَنَّهُ مَرْفُوعٌ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ حَيْثُ يَسْكُنُ الْكَرُوبِيُّوْنَ تَكَرُّبًا لِهَلِ وَتَعْظِيمًا أَوْ رَجْمًا بِأَقْوَالِهِمْ۔ (اعراب القرآن)

ینظرون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، نظر الیہ نظر آ: دیکھنا۔

ترکیب کَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ وَمَا أَذْكُ مَا عَلَيُّونَ كِتَابٌ مَرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ... اس کی ترکیب کَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ (کَلَّا حرف ردع، (کَلَّا حرف ردع، (کَلَّا حرف ردع عن التکذیب بوعید الفجار و بوعید الأبرار جلالین اور تفسیر مظہری میں اس کو بمعنی حقاً بھی لکھا ہے، اور استفہام برائے تفخیم ہے) یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ مکمل جملہ کثب کی صفت ثانی ہے۔ (فی محل رفع) إِنَّ الْأَبْرَارِ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ (کَلَامٌ مُسْتَأْنَفٌ مَسْوُوقٌ لِتَسْلِيَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَقْوِيَةِ قُلُوبِهِمْ بِمَا أَعَدَّ لِلْأَبْرَارِ فِي الْجَنَّةِ) إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الْأَبْرَارِ اس کا اسم لام مزحلقة برائے تاکید فی نعيم، کائنون وغیرہ محذوف کا متعلق ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر اول عَلَى الْأَرَائِكِ، جالسین محذوف کے متعلق ہو کر ینظرون کی ضمیر فاعل سے حال ینظرون فعل اپنے فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی (اعراب القرآن و صرفہ و بیان) ل

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۗ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۗ ۝۱۵ خِتْمُهُ مِسْكَ ۗ

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش پہچانے گا • ان کو پینے کے لیے شراب خالص سر بہر جن پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی •

وَ فِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۗ وَ مِرَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۗ عَيْنًا يُشْرَبُ بِهَا

اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے • اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی • یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے

الْمُقَرَّبُونَ ۗ ۝۱۶

مقرب بندے ہیں گے •

تشریح ما قبل آیات سے مومنین کی جزا کا بیان چلا آ رہا ہے، چنانچہ فرمایا: "تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۗ" تو اے مخاطب ان کے چہروں میں آسائش کی بشارت پہچانے گا۔ یعنی مومنین کے چہرے جنت کے

عیش و آرام سے ایسے پُر رونق اور ہشاش بشاش ہوں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں اور یہ اس کے مصداق ہیں کہ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ "يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۗ" ان کو پینے کے لیے شراب خالص سر بہر جنس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (رحیق کے معنی ہے خالص شراب یعنی نہایت صاف ستھری، اس میں کسی خرابی کی ملاوٹ نہ ہوگی، اور مہر لگی ہوئی ہوگی اور شراب کے برتن پر وہ مہر

خِتْمُهُ مِسْكَ ۗ" ان کو پینے کے لیے شراب خالص سر بہر جنس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (رحیق کے معنی ہے خالص شراب یعنی نہایت صاف ستھری، اس میں کسی خرابی کی ملاوٹ نہ ہوگی، اور مہر لگی ہوئی ہوگی اور شراب کے برتن پر وہ مہر

لِقَوْلِهِ عَلَى الْأَرَائِكِ اس کو دوسرے اعراب القرآن میں ینظرون کے متعلق کیا ہے، نیز عَلَى الْأَرَائِكِ کو لفظ نعيم کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی بنا سکتے ہیں، (تفسیر مظہری) دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ینظرون ترکیب میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی ضمیر سے یعنی لفظ نعيم کے متعلق مثلاً کائنون کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور جملہ مستأنفہ بھی ہو سکتا ہے، یہی سب احتمالات تعرف الخ اور يُسْقَوْنَ کے اندر بھی ہیں، (اعراب القرآن و صرفہ و بیان)

مشک کی ہوگی، اور یہ مہر لگنا اکرام مومن کی علامت ہے نہ کہ شراب کی حفاظت کے لیے اور مشک کی مہر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں کسی برتن یا بوتل کے منہ پر لاکھ لگا کر مہر کرتے ہیں یعنی اس کو بند کرتے ہیں (لاکھ ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جو لاکھ کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے جس کو پھلا کر مہر لگائی جاتی ہے) تو اسی طرح جنت کے اندر شراب کے برتن کے منہ پر مشک لگا کر اس پر مہر کر دی جائے گی، اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

”وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۱۵﴾“ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ (ذٰلِكَ کا مشار الیہ ریح مختوم ہے) یعنی شراب خالص کی حرص کرنی چاہیے یا پھر مراد کل نعمائے جنت ہوں، یعنی اگر حرص کا ارادہ ہو تو حرص اور حاصل کرنے کی چیز جنت کی نعمتیں ہیں نہ کہ دنیا کی فانی لذتیں، اور ان نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ نیک اعمال ہیں، نہ کہ تطفیف، تکذیب اور ارتکاب معاصی وغیرہ۔ ”وَمِنْ آجُةٍ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿۱۶﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۱۷﴾“ اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے (قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہوگی اور تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے، مطلب یہ ہے کہ مقربین یعنی سابقین حضرات کو تو تسنیم کا پانی خالص مل سکے گا اور وہ اس میں سے ہمیشہ پیتے رہیں گے، اور اس کو خالص پینے کی لذت کیا ہوگی اللہ اکبر، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اصحاب الیمین یعنی ابرار لوگوں کو بھی اس کا کوئی جز ضرور ملے گا، چنانچہ ان کو اس چشمہ کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا، ظاہر ہے کہ مقربین کا مرتبہ اصحاب الیمین سے بلند تر ہے۔

میسری جانب بھی ہو گر نگاہ کرم ☆ پھر تو بگڑے مقتدر سنور جائیں گے

ایک شبہ اور اس کا جواب | تنافس یعنی شدت حرص تو بری خصلت ہے، پھر اس کا مرغوب ہونا شرعاً کس طرح درست ہے؟
جواب: تنافس اس وقت برا ہے جب اس کا تعلق دنیوی امور سے ہو، اس سے دوسروں کو نقصان پہنچنا ضروری ہے جب کہ دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک پھر کے برابر بھی نہیں ہے۔

لغات تَعْرِفُ ”تو پہچانے گا“ (ض) مضارع واحد مذکر حاضر، عَرَفَ (ض) عَرَفْنَا وَمَعْرِفَةٌ: پہچانا۔ وَجُوهٌ (چہرے) واحد وَجْهٌ نَظَرَةٌ (تازگی) باب نصر و جمع و کرم سے مصدر نَصَرَ (ن) نَصْرَةٌ وَنُصُورًا، وَنَصْرٌ (س) نَصْرًا، وَنَصْرٌ (ک) نَصَارَةٌ: تروتازہ ہونا۔ النَّعِيمُ (آرام، نعمت) تحقیق گذری چکی ہے۔ يُسْقُونَ (ض) مضارع مجہول جمع مذکر غائب، سَقَى (ض) سَقَيْتَا: پلانا۔ رَجِيْبٌ (شراب خالص) اسم جامد، مَحْشُورٌ (مہر لگی ہوئی) (ض) اسم مفعول واحد مذکر غائب، خَتَمَ الشَّيْءَ وَعَلَيْهِ (ض) خَتَمًا وَخَتَامًا: مہر لگانا خِتَامُهُ مِسْكٌ (جس پر مشک کی مہر ہوگی) لفظی ترجمہ ہوگا، اس کے مہر کرنے کی چیز مشک ہے، خِتَامٌ (مہر کرنے کی چیز یعنی مسالہ) جمع خَتَمٌ

۱ ختم الاناء: برتن کے منہ کوئی یا موم وغیرہ سے بند کر دینا۔

۲ قوله ختام اما اسم للشئ، الذي يختم به أو هو مصدر بمعنى الخلط والمزج أو بمعنى الختم بفتح الخاء وزنه فعال بكسر الفاء (اعراب القرآن و صرفہ)

مِسْكَ (اسم جامد بمعنی مشک ای الرائحة الطيبة) جمع مِسْكَ۔ لِيَتَنَافِسَ (تفاعل) امر غائب کا واحد مذکر غائب تنافس فی کذا: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، حرص کرنا کہ مِزَاج (آمیزش) مصدر از نصر مَزَجَ (ن) مَزَجًا و مِزَاجًا: ملانا (آمیزش حاصل مصدر) تَسْنِيم (جنت میں پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے) عَيْنًا (چشمہ) جمع عَيْنُونَ، عَيْنٌ کے کثیر معانی ہیں، دیکھئے احقر کی کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۵۰۔ قرآن کے اندر عین کا استعمال آنکھ اور چشمہ کے معنی میں ہوا ہے۔ يَشْرَبُ مضارع معروف واحد مذکر غائب، شَرِبَ (س) شَرَبًا: پینا۔ الْمُقْرَبُونَ (چند سطور قبل گذر چکا)

ترکیب تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَظْرَةَ التَّعْجِيمِ... ترکیب بالکل ظاہر ہے اور یہ ما قبل حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثالث ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) يُسْقُونَ مِنْ رَحِيْقٍ مَخْتُوْمٍ خِتَامُهُ مِسْكَ وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ... يُسْقُونَ فعل، واؤ ضمیر نائب فاعل من حرف جر رحيق موصوف مختوم صفت اول۔ خِتَامُهُ مِسْكَ مبتدا و خبر ہو کر معطوف علیہ، اس کا معطوف و مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيم ہے اور درمیان میں واؤ اعتراضیہ ہے، فی ذلك (ای فی الرحيق) متعلق مقدم (و تقدیم الطرف لیکون عوضًا عن الشرط) اور فا شرط محذوف کے جواب میں ہے ای اِنْ اُرِيدَ تَنَافَسَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ فِي ذَلِكَ (بیان القرآن، روح المعانی) اور یہ جملہ درمیان میں معترضہ ہے۔ و مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيم واؤ عاطفہ مِزَاجُهُ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، مِنْ تَسْنِيم کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف (عطف علی خِتَامُهُ مِسْكَ، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی رحيق کی، موصوف اپنے دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یسقون کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر رابع، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ اِلْحَ اَوْ يُسْقُونَ اِلْحَ کو جملہ متانفہ بھی بنایا جاسکتا ہے) عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقْرَبُونَ..... عَيْنًا موصوف یَشْرَبُ بِهَا الْمُقْرَبُونَ جملہ ہو کر صفت، (نی محل نصب) موصوف اپنی صفت سے مل کر فعل محذوف اَعْنِي يَا مَدْحُ کا مفعول بہ ہے

۱۔ نفس الشيء (ک) نَفَاسَةٌ و نَفَاسًا: نفیس و عمدہ ہونا۔ لام امر مکسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے واو، فاء، ثم میں سے کوئی حرف ہو تو ساکن ہونا جائز ہے جیسے تَمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ و لِيُؤْفُوا اَنْذُوْرَهُمْ و لِيَطُوْفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔

۲۔ مِزَاج کے ایک معنی ہے ملانے کی چیز جیسے پانی و شراب، جمع آمِزَجُہ اس وقت یہ اسم آکر ہوگا۔

۳۔ تَسْنِيم دراصل تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی بلند کے ہیں چونکہ اس چشمہ کی شراب نہایت اعلیٰ اور بلند درجہ کی ہوگی اس لیے اس کا نام تَسْنِيم رکھا (اعراب القرآن) ہُكْدَارُوِيْ عِن اِبْنِ عِمَاسِ رُوْحِ الْمَعَانِي

۴۔ وَقَالَ الْاَخْفَشُ اَصْلُهُ يُسْقُونَ عَيْنًا، نِزْعَيْنًا اِلْحَ بقول زجاج تَسْنِيم سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یہ اگرچہ غیر مشتق ہے مگر چونکہ اس کی صفت موجود ہے یعنی يَشْرَبُ اس لیے اس کا حال بنا کر درست ہوگا یا پھر اس کو مشتق کی تاویل میں کر لیا جائے گا مثلاً جارئہ کی، اور يَشْرَبُ بہا کی باء یا تو زائدہ ہے یا عین کے معنی میں ہے، یا پھر تَسْنِيم مانی جائے ای يَشْرَبُ رَاوِيْنَ بِهَا الْمُقْرَبُونَ۔ (روح المعانی)

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے • اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گذرتے تھے تو آپس میں

يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ

آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے • اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے • اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ

هَؤُلَاءِ لَصَّالُونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ

یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں • حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے • سو آج ایمان والے کافروں

يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَىٰ الْأَرْآئِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثَوَابَ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

پر ہنستے ہوں گے • مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے • واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا •

تشریح ماقبل میں مومنین و مکذبین کی جزائے اخروی کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اب ان آیات میں فریقین کا دنیوی

واخروی حال ذکر کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾“ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے یعنی جو لوگ مجرم و کافر تھے وہ دنیا میں بطور تحقیر

و تمسخر ایمان والوں کو ہنسا کرتے تھے۔ ”وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾“ اور جب ایمان والے ان کے سامنے

سے ہو کر گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ گویا مومنین کو ہنسنے اور اشارہ سے ان کا مذاق اڑانے

کی وجہ یہ تھی کہ یہ کفار مومنین کو بے وقوف سمجھتے تھے کہ انھوں نے اپنے آپ کو جنت کے ادھار پر دنیا کی نقد نعمتوں اور

لذتوں سے محروم کر رکھا ہے۔ ”وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾“ اور جب اپنے گھروں کو جاتے

تھے تو دل لگیاں کرتے۔ یعنی جب یہ کافر لوگ اپنے گھروں کو جاتے تو وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے دل لگیاں کرتے اور

باتیں بناتے، مطلب یہ ہے کہ غَيْبَتْ وَحُضُور ہر حالت میں ان کی تحقیر و استہزاء کا مشغلہ رہتا، مسلمانوں کے حاضر ہونے

کے وقت اشارے و کنائے چلا کرتے اور غیر موجودگی میں صراحتاً برائیاں کرتے ”وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ

لَصَّالُونَ ﴿۳۲﴾“ اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔ (یعنی یوں سمجھتے کہ یہ دین اسلام

کوئی دین نہیں) ”وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿۳۳﴾“ حالاں کہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے

گئے۔ لہذا ان کفار ناہنجار کو اپنی فکر کرنی چاہیے تھی نہ کہ الٰہ حق کے درپے آزار ہوتے۔ ”فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَىٰ الْأَرْآئِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۳۵﴾“ سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے،

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے یعنی اگر مجرمین دنیا کے اندر مومنین کو ہنتے تھے تو آج قیامت کے دن بطور انتقام ایمان والے کفار و مجرمین کو ہنسیں گے، اور مسہریوں پر بیٹھے ان کافروں کا برا حال دیکھ رہے ہوں گے، درمنثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جنت میں کچھ درختے اور جھرو کے ایسے ہوں گے جن سے اہل جنت اہل نار کو دیکھ سکیں گے اور اپنی خوشحالی اور کفار کی بد حالی کا نظارہ کریں گے، ”هَلْ تُؤْتِبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۱۰﴾“ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا اس آیت میں ان کی سزا کا اثبات ہے کہ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا، انہیں آخرت میں اپنے کئے کا خوب بدلہ ملا، اب جہنم ہے اور وہ ہیں، عذاب ہے اور وہ ہیں، یہاں استفہام تقریری ہے اسی لیے ترجمہ کیا گیا واقعی ای نغم۔

لغات اَجْرُمُوا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر غائب، اَجْرَمَ اجْرَامًا: مجرم ہونا، جَرَمَ (ض) جَرَمًا: جرم کرنا، اَمَنُوا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر، اس میں مہوز کا قاعدہ ۲، جاری ہوا ہے، يَضْحَكُونَ (س) مضارع جمع مذکر غائب ضَحِكَ (س) ضَحْكًا وَضَحْكًا: ہنسا، مَرَّوًا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، مَرَّبه وعلیہ (ن) مَرًّا وَمُرُورًا وَمَمَرًا: گذرنا، يَتَغَامَرُونَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، مادہ غَمَرٌ ہے۔ غَمَرَ فَلَانًا بِالْعَيْنِ (ض) غَمْرًا: آنکھ سے اشارہ کرنا، اِنْقَلَبُوا (افعال) ماضی جمع مذکر غائب، اِنْقَلَبَ اِنْقِلَابًا: واپس ہونا، اِنْقَلَبُوا كَيْفَ هُنَّ (باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے) جمع مذکر، واحد فِكَةٌ صفت مشبہ فِكَةٌ (س) فَكَّهَا وَفَكَاهَتْ: خوش طبع ہونا، مذاقی ہونا، رَاوُ (ف) ماضی جمع مذکر غائب، دراصل رَأَىوَاتَهَا، یا متحرک ماقبل مفتوح، یا کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گیا لہذا رَاوُ ہو گیا، رَاہ (ف) زَوَيْتَ: دیکھنا، ضَالُّونَ (بہکے ہوئے، گمراہ) (ض) ضَلَّ (ض) ضَلَّوْا وَضَلَّوْا: گمراہ ہونا، راہ حق سے ہٹا ہوا ہونا۔ مَا اُرْسِلُوا وَهِيَ لَمْ يَسْمَعِ كَيْفَ هُنَّ (افعال) ماضی مجہول، جمع مذکر غائب، اُرْسِلُوا اِرْسَالًا: بھیجا حفظین (س) اسم فاعل جمع مذکر، حَفِظَ (س) حَفِظًا: حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔ الْكُفَّارُ (کافر لوگ) واحد كَافِرٌ، كَفَّرَ الرَّجُلُ (ن) كَفَّرًا وَكُفَّرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، ناکفری کرنا۔ كَفَّرَ الشَّيْءُ: چھپانا، کافر بھی چونکہ ایمان کو چھپاتا ہے، اس لیے اسکو کافر کہتے ہیں ثَوْبٌ باب تفعیل (تشویب) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، ثَوْبٌ فَلَانًا: وَاثَابٌ، انعام یا بدلہ دینا۔

نوٹ: تشویب کا استعمال قرآن میں اعمال سید کی سزای کے لیے ہوا ہے۔

ترکیب اِنَّ الدِّیْنَ اَجْرُمُوا کَالَّذِیْنَ اَمَنُوا یَضْحَكُونَ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اَجْرَمُوا اسم

۱۔ واضح رہے کہ مصادر کے بدلنے سے بسا اوقات معنی بدل جاتے ہیں مَثَلًا (ن) مَثَلًا: کے معنی ہیں کڑوا ہونا، قرآن میں ہے بل الساعۃ موعدهم و الساعۃ اذ ینسوا و انھن۔

۲۔ مجرد میں استعمال ہوگا، قَلْبًا الْقَوْمَ (ض) قَلْبًا: لوگوں کو داپس کرنا۔ اس کے اور بھی بہت سارے معانی ہیں۔

موصول مع صلہ کے اسمِ ان، كانوا فعل ناقص ضمیر اس کا اسم من الذین آمنوا، یضحکون کا متعلق مقدم (و تقدیم الجار والمجرور) اما للقصر اشعاراً بغیة شناعة ما فعلوا اول رعاية الفواصل، یضحکون فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر فعل ناقص کی خبر (محل نصب میں) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واذا امرؤا بہم یتغامزون... واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط مرؤا بہم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب یتغامزون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف اسم واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکھین... واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط انقلبوا الی اہلہم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انقلبوا فکھین کا، پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف (فکھین صفت مشبہ اپنے متصل انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے) واذا رآوہم قالوا ان ہولاء لضالون... واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی شرط رآوہم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے مابعد جواب قالوا کا قالوا فعل ضمیر ذوالحال ان ہولاء لضالون جملہ ہو کر مقولہ (لام مزحلقة) وما ارسلوا علیہم حفیظین... واو عالیہ ما ارسلوا فعل، ضمیر ذوالحال علیہم، متعلق مقدم حفیظین کا حفیظین شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر ارسلوا کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر قالوا کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر قالوا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مقولہ) اور ظرف مقدم (جو کہ ایک اعتبار سے شرط بھی ہے اور قالوا اس کی جزا ہے) سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانیہ ہوا۔ (لا محل لہا) قالئومہ الذین آمنوا من الکفار یضحکون... فا جزائیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور شرط مقدر ہے ای ان کان الذین اجزموا یضحکون من الذین آمنوا فی الدنیا فالذین آمنوا یضحکون الیوم من الکفار، (بیان القرآن کے ترجمہ کے اعتبار سے اس فاء کو عاطفہ تفریعیہ کہنا چاہئے) الیومہ مابعد یضحکون کا ظرف، الذین آمنوا اسم موصول مع صلہ کے مبتدا من الکفار، مابعد یضحکون کے متعلق (و تقدیم الجار والمجرور قبل للقصر تحقیقاً للمقابلۃ) یضحکون فعل، ضمیر ذوالحال علی الاراک ینظرون... علی الاراک جالسین مخذوف کا متعلق اور وہ ینظرون کی ضمیر سے حال، ینظرون مکمل جملہ حال ہے یضحکون کی ضمیر سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (ای یضحکون حال کونہم ناظرین الیہم جالسین علی الاراک) فعل اپنے فاعل اور ظرف زمان مقدم

۱۔ قولہ واذا امرؤا بہم جملہ کا عطف یضحکون پر بھی کر سکتے ہیں جو کہ ان کی خبر ہے (ہننے والے لوگ ابو جہل ولید بن مغیرہ، عامر بن وائل وغیرہ تھے، یہ لوگ حضرت عمار، ضعیب، خیاب، بلال وغیرہ کو کہتے تھے) روح المعانی بوجملہ لا یتغامزون لا محل لہا انہا جواب بشرط غیر جازہ۔

اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جزاء، شرط محذوف اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔ **هَلْ تُؤْتِبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**... **هَلْ** حرف استفہام (الاستفہام لتقریر المومنین والمعنی قد جوزی الكفار ما كانوا يفعلون) **تُؤْتِبُ** فعل مجہول، **الْكُفَّارُ** نائب فاعل، **مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، (منصوب بنزع الخافض ای **مَتَا كَانُوا**، **وَالْعَائِدُ فِي الصَّلَةِ مَحذُوفٌ** ای **يَفْعَلُونَ**) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ مستانفہ (جلا لیں، روح المعانی ۷)

سورۃ الإنشاق مکیہ

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝١ وَ أَدْنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٢ وَ إِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَ أَلْقَتْ مَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا • اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے • اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی • اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

فِيهَا وَ تَخَلَّتْ ۝٤ وَ أَدْنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٥

اگل دے گی اور خالی ہو جاوے گی • اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے •

ربط اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے جزائے اعمال کی تفصیل ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت کے بعض احوال کو بیان کر کے انسان کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان دنیا کے اندر جیسے

اعمال کرے گا آخرت میں اس کو ان اعمال کا ویسا ہی بدلہ ملے گا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝١“

جب آسمان پھٹ جاوے گا یعنی نفقہ ثانیہ کے وقت، تاکہ اس میں سے غمام یعنی بادل کی شکل کی ایک چیز کا نزول ہو، اس

میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور فرشتے ہوں گے، اس کو احقر نے صفحہ ۱۲۲، پر **وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ** کے تحت بالتفصیل لکھ دیا

، اس کو ضرور دیکھ لیا جائے، ”وَ أَدْنَتْ لِرَبِّهَا“ اور اپنے رب کا حکم سن لے گا **إِذْنَا** کے معنی سننے کے ہیں یعنی آسمان

اپنے رب کا حکم سن لے گا اور سننے سے مراد سن کر اطاعت کرنا ہے اور حکم سے مراد انشاق یعنی پھٹنے کا حکم تکوینی ہے، اور حکم

تکوینی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہ ہو بلکہ جب کسی کام کے ہونے پر اللہ تعالیٰ شانہ کی

مشیت واقع ہو جائے تو مخلوق سے بلا اختیار فوراً اس کا وقوع ہو جائے، (قولہ **لِرَبِّهَا** ای **لِأَمْرِ رَبِّهَا**) ”وَ حُقَّتْ ۝٥“

اور وہ اسی لائق ہے یعنی آسمان بوجہ محکوم قدرت ہونے کے اسی لائق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی چیز کا حکم

۱۔ قولہ علی الارائك، یہ بیض حکون کی ضمیر سے بھی حال ہو سکتا ہے اور بیظرون حال ثانی (مظہری)

۲۔ قولہ **هَلْ تُؤْتِبُ**، یہ فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، ای **يَقُولُ** بعض المومنین لبعض **هَلْ تُؤْتِبُ** الخ

قولہ **مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** یہ منصوب بنزع الخافض بھی ہو سکتا ہے ای **مَتَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**

تکوینی ہو تو فوراً اس کا وقوع ہو جائے۔ (ای حَقَّ لَهَا الانقیاد، یعنی اس کے لیے انقیاد و اطاعت ہی لائق و ثابت کر دی گئی، اس کو بالفاظ دیگر اسی طرح کہا گیا کہ وہ اسی لائق ہے یعنی وہ انقیاد و اطاعت ہی کے لائق ہے۔)

”وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ“ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی یعنی محشر کے دن یہ زمین بڑیا چڑے کی طرح کھینچ کر بڑھادی جائے گی، لہذا اپنی موجودہ مقدار سے بہت زیادہ وسیع ہو جائے گی، تاکہ اس پر سب اولین و آخرین سما جائیں۔ (اور حشر اسی زمین پر ہوگا اور ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں آجائیں) ”وَ اَلْقَتْ مَا فِيهَا وَ تَخَلَّتْ ۙ“ اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اُگل دے گی اور خالی ہو جائے گی یعنی مُردوں اور خزانوں کو باہر اُگل دے دی اور سب مردوں وغیرہ سے خالی ہو جائے گی ۲۔ ”وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۙ“ اس کا ترجمہ و تشریح مثل سابق ہے، اب شرط پوری ہونے کے بعد جزا مخدوف ہے ای لقی الانسان عَمَلَهُ اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا (یعنی اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے گا، جیسا کہ آگے ارشاد ہے)

لغات اِنْشَقَّتْ انفعال (انشقاق) ماضی واحد مؤنث غائب، بمعنی پھٹنا، شَقَّ الشیخ (ن) شَقًّا: پھاڑنا، اَذِنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، اَذِنَ لَهُ وَالْبَعْدُ (س) اَذِنَا: سننا حُقَّتْ (ن) ماضی واحد مؤنث غائب، حَقَّ الامر (ن) حَقًّا وَ حَقُوقًا: ثابت ہونا، حَقَّ بكذا: وہ اسی کے لائق ہے مُدَّتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ”کھینچ کر بڑھادی جائے گی“ مَدَّ الشیخ (ن) مَدًّا: بڑھانا، کھینچنا، اَلْقَتْ (انفعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اُگل دے گی، ڈال دے گی، اَلْقَى الشیخ القاء: ڈالنا، پھینکنا تَخَلَّتْ (تفعل) (تخلى) سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، بمعنی خالی ہونا، مادہ خَلَوُ ہے، خلا (ن) خُلُوًّا وَ خَلَاءً، خالی ہونا۔

ترکیب اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ... اِذَا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف السماء اس سے پہلے فعل مخدوف ہے ای اذا انشقت السماء انشقت کیونکہ اذا شرطیہ کا دخول بصریہ کے نزدیک فعل کے ساتھ خاص ہے، اِنْشَقَّتِ السَّمَاءُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ (اور دوسرا اِنْشَقَّتِ پہلے کی تفسیر ہے) (لا محل لہا) وَاَوْ عاطفہ اَذِنَتْ فعل (آی اِسْتَمَعَتْ وَ طَاعَتْ) ضمیر ہی فاعل لِرَبِّهَا اس کے متعلق (آی لِأَمْرِ رَبِّهَا) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) وَاَوْ حرف عطف حُقَّتْ فعل، ضمیر نائب فاعل (آی حَقَّ اللَّهُ عَلَيْهَا سَمِعَهَا

۱۔ یعنی مخلوق خواہ کتنی ہی بڑی اونچی مضبوط اور مستحکم ہو مگر خالق کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں لہذا آسمان کو بھی یہی لائق ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کے سامنے سر جھکا دے اور مجبور ہو کر رہ جائے، اب غور کیجئے کہ جب آسمان جیسی مخلوق کا یہ عالم ہے تو انسان کا کیا عالم ہوگا، وہ اپنے پروردگار کے حکم اور قوت سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔

۲۔ زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے اور دھنیں ہیں مثلاً لوہا، سونا، چاندی، جست، المونیم، کوئلہ، چونا، پتھر، پانی، مٹی، کاتل، پٹرول، گندھک، ہیرے اور خدا جانے کیا کیا، لاکھوں سال سے انسان کھود رہا ہے اور آئے دن ایک نئی چیز کا سراغ ملتا ہے کیا عجیب سا ہوگا جب زمین کا ایک ایک ان چیزوں کو نکال کر باہر ڈال دے گی۔

وطاعتها یا حَقَّ لَهَا الانقيادُ، یا حَقَّتْ لَهَا السمعُ والطاعةُ)۔ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف (فی محل جر) (بعض حضرات نے حَقَّتْ کو جملہ معترضہ بھی مانا ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ... وَأَوْ حَرْفِ عطف إذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنى الشرط الارضُ فعل محذوف کا نائب فاعل آئی مُدَّتِ الارضُ مُدَّتْ، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محل جر) اور دوسرا (مُدَّتْ) پہلے فعل کی تفسیر ہے، وَأَوْ حَرْفِ عطف، أَلْقَتْ، فعل، ضمیر ہی فاعل ما اسم موصول فیہا، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَأَوْ عاطفہ تَخَلَّتْ فعل، ضمیر ہی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَأَوْ عاطفہ أذنت لربها وحقت، حسب سابق مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اول (مدت الارض) اپنے معطوفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف (یعنی اذا السماء انخبر عطف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ظرف ہوا اپنے جواب محذوف کا جس پر فملاقیہ دال ہے آی لقی الانسان عملة پھر یہ جملہ ابتدا سے ہو جائیگا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۖ ﴿٦﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ ﴿٧﴾

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔ تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۗ ﴿٨﴾ وَيُنْقَلَبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۗ ﴿٩﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ

سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی

كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۗ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۗ ﴿١١﴾ وَيَصْلِي سَعِيرًا ۗ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا۔ اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش

۱۔ اعراب القرآن میں ہے اَعْلَمَ أَنَّ الْفَاعِلَ فِي هَذَا التَّرْكِيبِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَىٰ أَيْ حَقَّ اللَّهُ عَلَيْهَا ذَلِكِ أَيْ سَمِعَتْ وَطَاعَتْهُ، وَاجاز البيضاوي

أَنْ يَكُونَ نَائِبَ الْفَاعِلِ هُوَ ضَمِيرُ السَّمَاءِ الْمَسْتُكِنِ فِي الْفِعْلِ مِنْ غَيْرِ تَقْدِيرٍ وَنَصَّ عِبَارَتُهُ وَحَقَّتْ مَاي جَعَلَتْ حَقِيقَةً بِالِاسْتِمَاعِ وَالْانْقِيَادِ۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ اذا السماء انشقت الفعل محذوف اذ محذوف کا مفعول بہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ جواب شرط محذوف بعشتم ہے یا علمت النفوس

اعمالها ہے (وانما حذف تنبيها على أنه لا يحيط به الوصف وليذهب المقدر كل مذهب ممكن) (اعراب القرآن) وقيل جواب الشرط

مذكور اي قوله يا ايها الانسان الخ وقيل قوله فاما من الخ وقيل فملاقيد

تو وہ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ، یہاں استعارہ مکنیہ ہے کہ زمین کے حال کو حاملہ عورت کے حال سے تشبیہ دی گئی کہ جو شدت ہول سے اپنے حمل

کو ڈال دیتی ہے پھر مشہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور زمین کے حال کے لئے لفظ القاء کو مستعار لے لیا گیا اسی طرح وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ میں بھی استعارہ مکنیہ

ہے کہ آسمان کے حال کو اطاعت شعاری و فرماں برداری میں نہایت فرماں بردار شخص کے حال سے تشبیہ دی گئی پھر مشہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے لئے لفظ

اذن کو مستعار لیا گیا۔

مَسْرُورًا ۱۲۱ اِنَّهُ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۱۲۰ بَلَىٰ اِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِبَصِيْرًا ۱۱۹

خوش رہا کرتا تھا۔ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

تشریح ما قبل میں جزائے محذوف بقی الانسان عملة کے تحت بتلایا گیا تھا کہ انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے گا، اب ان آیات کے اندر اسی مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلَىٰ رَبِّكَ كَذَّآءًا فَمَلِقِيْهِ ۝“ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔ کادح اسم فاعل كذح سے مشتق ہے بمعنی کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، اور الی ربك سے مراد ہے الی لقاء ربك، مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے یعنی موت تک کام میں کوشش کر رہا ہے، یعنی دنیا کے اندر کوئی آدمی نیک کام میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور کوئی برے کام میں ہے۔

پھر فرمایا: ”فَمَلِقِيْهِ“ اس ضمیر کا مرجع كذح بھی ہو سکتا ہے اور مضاف محذوف مانا جائے ای ملاقی جزاء الكدح یعنی انسان آج جو دنیا میں کوشش و کمائی کر رہا ہے کل اپنے رب کے پاس پہنچ کر اس کوشش و کمائی کی جزا و سزا اور اعمال کے اچھے یا برے نتائج سے جا ملے گا۔

☆ آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل ☆ تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع رب ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہر انسان آخرت میں اپنے رب سے ملنے والا ہے اور حساب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے (رہا ملاقی صیغہ اسم فاعل کی ضمیر مستتر کا مرجع تو وہ انسان ہے) آگے جزائے اعمال کی تفصیل ہے ”فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحٰسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝“ اس آیت میں مومنین کا حال مذکور ہے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا معلوم ہوا کہ مومن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور آسان حساب کے مختلف مراتب ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے سامنے صرف پیشی ہو جائے، اس میں بحث و مناقشہ اور ہر بات پر باز پرس نہ ہو، اور یہ معاملہ غیر معذبین کے ساتھ ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم حاسبنی حسابا یسیرا، یا اللہ مجھ سے آسان حساب لیجئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس حساب پر دائمی

کوئی جسانی مشقت اٹھارہا ہے تو کوئی ذہنی، کوئی عمل میں بیٹھ کر مشقت اٹھا رہا ہے اور کوئی گلی کوچوں میں، کسی کو حاکم بن کر ڈکھ جھیلنے پڑتے ہیں اور کسی کو محکوم بن کر، کسی کے چہرہ پر غم کی گمانیں ہیں تو کسی کے چہرہ پر رکی و عارضی مسکراہٹیں کوئی اولاد سے پریشان ہے تو دوسرا اولاد نہ ہونے سے الغرض کوئی کسی کام میں اور کوئی کسی کام میں کوشاں اور جان کھپا رہا ہے، کل قیامت میں ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ پائے گا لہذا ہی انسان خوش قسمت ہے جو نیک کام میں تکلیف و پریشانی اٹھائے، ایسے لوگوں کو بے فکر آج دنیا میں مشکلات کا سامنا ہے مگر آخرت کا آرام انکا منتظر ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو مانگ کر فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ نے پوچھا یا آسان حساب کیا ہے فرمایا صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا جاؤ ہم نے درگزر کیا، لیکن اے عائشہ جس سے خدا تعالیٰ حساب لے گا وہ ہلاک ہوگا۔ (یعنی جس سے باضابطہ حساب لیا جائے گا وہ برباد ہو جائے گا)

عذاب نہ ہو یعنی خلود فی النار نہ ہو اور یہ عام مومنین کے لیے ہوگا (اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) ہاں جس سے ہر بات پر باز پرس اور بحث و مناقشہ ہوگا وہ بری طرح مہنے گا اور مارا جائے گا، یعنی کافر، ”وَ يَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا“ اور (مومن حساب سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اہل سے مراد یا تو جنت کی حوریں ہیں جو کہ جنت کے اندر اس کی اہل ہوں گی، یا مراد متعلقین، دوست و احباب اور اس کے دنیوی اہل و عیال ہیں جن کو دنیا کی عادت کے مطابق خوش خبری سنانے کے لیے ان کے پاس آئے گا۔ (معارف) ”وَ أَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَأَىٰ ظَهْرَهُ“ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا“ ۱۱ وَ يَصْطَلِي سَعِيرًا“ ۱۲ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یعنی کفار کو ان کا نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا یعنی بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے سے ملنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں گی یعنی دونوں بازو پشت کی طرف موڑ کر جکڑے ہوئے ہوں گے لہذا بائیں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہوگا، دوسری صورت حضرت مجاہد کا قول ہے کہ اس کا بائیں ہاتھ موڑ کر پشت کی طرف نکال دیا جائے گا (بیان القرآن) بعض نے موڑنے کی شکل یہ بیان کی کہ کافر کے سینہ میں سوراخ کر کے اس کا بائیں ہاتھ اس کے اندر کو نکال کر پشت کے پیچھے باندھ دیا جائے گا۔ فسوف يدعوا الخ سو وہ موت کو پکارے گا جیسا کہ مصیبت کے وقت لوگوں کی عادت ہوتی ہے مگر اب موت نہیں آئے گی بلکہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ ”إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا“ اس عذاب کی علت یہ ہے کہ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ ”إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَخُورَ“ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے یعنی خدا کی طرف لوٹ کر نہیں جانا ہے، کون رب، کس کی واپسی، آگے اس خیال فاسد کا رد ہے کہ ”بَلَىٰ“ کیوں نہیں یعنی کیوں لوٹنا نہیں، آگے مخدوف ہے لَيَخُورَنَّ کیوں کہ بلی انفی کے بعد ایجاب کے لیے آتا ہے، وہ ضرور بالضرور لوٹے گا، اور لوٹنے کے بعد سزا بھی ہوگی، کیوں کہ ”إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا“ اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا یعنی انسان کے پورے احوال اس کے سامنے تھے اور انھیں احوال و اعمال کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر اپنی مشیت متعلق کر چکا تھا، اس لیے مرنے کے بعد آخرت میں لوٹنا بھی ضروری ہے اور جزا و سزا کا سامنا بھی کرنا پڑے گا (لہذا بلی لَيَخُورَنَّ معلل ہے اور إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا اس کی علت ہے)

اختیاری مطالعہ

ایک شبہ اور اس کا جواب إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا کو کفار کی حالت کے ساتھ خاص کیا گیا حالانکہ ہم تو مومنین کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل و عیال کے ساتھ نہایت خوش و خرم رہتے ہیں، لہذا الجواب؟ جواب یہ ہے کہ مومنین خوشی اور راحت کے وقت بھی فکر آخرت سے غافل نہیں رہتے، خود قرآن نے ان کا حال بیان کیا ہے کہ: إِنَّا كُنَّا فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ یعنی ہم تو

اپنے اہل و عیال میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا خوف رکھتے تھے، یاد رکھئے خوشی کی دو قسمیں ہیں (۱) بطور تکبر و تعلیٰ کے خوش ہونا۔ (۲) بطور قدر و نعمت و شکر منعم کے خوش ہونا، اول مذموم ہے اور دوم مذموم نہیں۔

لغات **كَادِحٌ** (ف) اسم فاعل واحد مذکر (کام میں کوشش کرنے والا) كَدَحَ فِي الْعَمَلِ كَدْحًا: کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، (ای جاہِدْ فِي عَمَلِكَ) مُلَاقِي، (مفاعلت) اسم فاعل واحد مذکر (جاننے والا) لِقَاءَ لِقَاءٍ وَمِلَاقَاةٌ: پانا، ملنا، ملاقات کرنا، مادہ لَقِيَ ہے لَقِيَةٌ (س) لِقَاءٌ وَتِلْقَاءٌ: پانا، ملاقات کرنا، اُوْتِيَ (افعال) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، اُتِيَ اَيْتَاءً، فَلَانَا الشَّيْبِي: دینا، مادہ اُتِيَ، اُتِيَ (ض) اُتِيَ اِثْنَانًا وَاثْنَانًا: آنا، قریب ہونا، ہمین، دایاں ہاتھ، جَمْعُ اَيْضًا وَاَيْمَانٍ، يُجَاسِبُ (مفاعلت) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، حَاسِبُهُ مُحَاسِبَةٌ وَحَسَابَاتٌ: حساب لینا۔ حساباً مصدر از باب مفاعلت و نصر، يَسِيرًا آسان، صفت مشبہ واحد مذکر از باب سح و کرم، يَسِيرُ الشَّيْبِيُّ (س) يَسْرًا: آسان ہونا، وَيَسْرُ الشَّيْبِيُّ (ک) يَسْرًا وَيَسْرًا: آسان ہونا، کم اور معمولی ہونا، يَنْقَلِبُ (انفعال) مضارع واحد مذکر غائب، اِنْقَلَبَ اِنْقِلَابًا: واپس ہونا۔ اَهْلُهُ، گھر والے، بال بچے مجازاً متعلقین پر بھی بولا جاتا ہے جَمْعُ اَهْلُوْنَ وَاَهَالٍ مَسْرُورًا، (ن) اسم مفعول واحد مذکر سَرَّ (ن) سُرُورًا وَمَسْرُورَةٌ خوش کرنا۔ وراء (پچھے) اس کے معنی (آگے، پیچھے، سواء کے بھی آتے ہیں، اضداد میں سے ہے) ظَهْرٌ اسم جامد (پیٹھ) جَمْعُ اَظْهُرٍ وَظُهُورٌ وَظُهُرَانٌ، يَدْعُو (ن) مضارع واحد مذکر غائب، دَعَا يَدْعُو (ن) دَعَاوًا وَدَعْوَةً وَدَعَاءً وَدَعْوَى پکارنا، طلب کرنا شد و بُورًا (موت، ہلاکت) باب نصر کا مصدر ثَبَّرَ فَلَانٌ (ن) ثَبَّرًا وَثَبْرًا، ہلاک ہونا، ثَبَّرَ فَلَانًا: ہلاک کرنا، (لازم و متعدی) يَصِلُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، (سورہ انفطار میں بقیہ تحقیق گذر چکی ہے) سَعِيْرًا، (جہنم) فاعل بمعنی مفعول ہے سَعَرَ النَّارَ (ف) سَعْرًا: آگ جلانا، سَعِيْرُو كِي جَمْعُ سَعْرٍ، ظَنَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، (بقیہ تحقیق سورۃ التطفیف میں) لَنْ يَجُوْرَ (ن) واحد مذکر غائب حَاَزَ (ن) حَوْرًا، لوٹنا۔ ہلی دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت مذکورہ میں، دوسرے اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر

۱۔ كَدَحَ کے ایک معنی اور بھی ہیں اور اس وقت وہ متعدی ہوگا جیسے كَدَحَ وَجْهَ فَلَانٍ (ف) کسی کا منہ لوچنا، اوپر بیان کردہ معنی میں وہ لازم ہے۔ قولہ

كَادِحِ الْيَرْبُكِيِّ اِلَى لِقَاءِ رَبِّكَ

۲۔ مجرد میں اس طرح استعمال ہے حَسَبَ الْعَالِ (ن) حَسَبَانًا وَحَسْبَانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا، شمار کرنا، حَسِبَ الشَّيْبِيُّ (س) حَسْبَانًا: گمان

کرنا، حَسِبَ الْاِنْسَانَ (ک) حَسْبًا: شریف النسب ہونا، ہو حَسِبْتَ جَمْعُ حَسْبَانٍ۔

۳۔ قَلَّبَ (ض) قَلْبًا: پلٹ دینا، لوٹا دینا، نیچے کا اوپر کرنا۔

۴۔ سَرَّ سُرُورًا (ن) خوش ہونا، صفت منسزور، اَسْرًا اِسْرَارًا (افعال) خوش کرنا۔ (یعنی اگر خوش ہونے کا مفہوم و معنی ادا کرنا ہو تو مجہول کا صیغہ

لائیں گے اور اگر خوش کرنے کا مفہوم ادا کرنا ہو تو معروف کا صیغہ لائیں گے)

۵۔ دَعَا لِفَلَانٍ بِصَلَّةٍ: کسی کے لئے خیر کی دعا کرنا، عَلِيٌّ فَلَانٌ بِصَلَّةٍ عَلِيٍّ كِي کے لئے بد دعا کرنا۔

واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے ایس زید قائمًا، یا استفہام توخی ہو جیسے ای حسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ، یا استفہام تقریری ہو جیسے الست برکم قالوا بلی شہدنا، نعم اور بلی میں فرق یہ ہے کہ بلی اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جوئی کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور نعم مطلق استفہام کے جواب میں آتا ہے، اور ما قبل کی تصدیق کرتا ہے، جیسے اجاء زید، نعم ای جاء، اما جاء زید، نعم ای ما جاء۔ بصیرًا (ک) اسم فاعل، بصرًا (ک) بصرًا و نصارًا، پینا ہونا، بالبصیرت ہونا، بصیرًا جمع بصرًا۔

ترکیب يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ... یا حرف ندا، آئی یعنی علی الضم محلا منصوب،

موصوف یا مبدل منہ ہا برائے تمہیہ بعوض مضاف الیہ، الانسان، صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر منادئی، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کاف ضمیر اس کا اسم کادِح صیغہ اسم فاعل اِلٰی رَبِّكَ متعلق، کَدْحًا مفعول مطلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ فاعطفہ مُلَاقِيهِ شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (محل رفع میں) (ملاقیہ کی ضمیر کا مرجع یا تو کَدْح ہے مضاف کی تقدیر کے ساتھ ای جزاء کدحہ جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے، یا پھر اس کا مرجع رَب ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (لا محل لها) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا، (تفسیر مظہری میں ہے وجملہ یا ایہا الانسان مستانفہ للوعد والوعید۔ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ

کِتَابَهُ بِبَيِّنَاتٍ فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا بَسِيرًا وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) اَمَّا حرف شرط و تفصیل من اسم موصول اُوْتِيَ فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل کِتَابَهُ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ بے بیئینہ متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا (جو کہ شرط کے مشابہ ہے، بناء بریں خبر پر فاداخل ہے جو کہ قائم مقام جزا ہے) فاء رابطہ برائے جواب اَمَّا سَوْفَ حرف استقبال يُحَاسِبُ فعل مجہول، ضمیر ہوا نائب فاعل حَسَابًا بَسِيرًا، مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ، يُنْقَلِبُ فعل، ضمیر ہو ذو الحال اِلٰی اَهْلِهِ یُنْقَلِبُ کا متعلق، مَسْرُورًا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل (ضمیر ہو مستتر) سے مل کر حال، ذو الحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، (جو کہ بمنزلہ جزا ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ کِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا وَيَصْلِي سَعِيرًا... آیت مذکورہ کی طرح ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَهْلِهِ مَسْرُورًا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ

۱۔ یہ جملہ معطوف علیہ بھی مانا جاسکتا ہے اور ما بعد معطوف یعنی فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ الخ اس وقت فَأَمَّا مَنْ الخ کی فاء عاطفہ تفریحیہ ہوگی (اعراب القرآن و صرف و بلاغ) قولہ فَمُلَاقِيهِ یہ مبتدا معذوف اَنْت کی خبر بھی ہو سکتا ہے اب اس جملہ کا عطف اِنک کادِح پر ہوگا آج عطف الجملة علی الجملة اور پہلی فعل میں عطف المفرد علی المفرد ہوگا۔

يَجُوزُ... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہا ضمیر اس کا اسم کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، فی اہلہ، منسروڑا کا متعلق مقدم، منسروڑا شبہ فعل، ضمیر ہونا نائب فاعل، شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص مع اسم و خبر کے حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (لا محل لہا) (یہ اپنے متصل ماقبل آیت کی تعلیل اول ہے) اِنَّ ظَنُّ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ظنُّ فعل، ضمیر ہو فاعل، اَنْ مخففہ من المنقلبہ ضمیر شان اس کا اسم (ای اِنَّہ) لَنْ يَجُوزُ فعل فاعل ہو کر اَنْ مخففہ کی خبر (حالت رفعی میں) اَنْ مخففہ اپنے اسم و خبر سے مل کر ظنُّ کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (یہ تعلیل ثانی ہے) ہَلِي اِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا... ہلی حرف ایجاب (ای لا یجاب ما بعد النفسی) ائی ہلی لَيَتَحَوَّرَنَّ اَيُّ يَرْجِعُ اِلَى اللّٰهِ، یہ معلل ہے اور اِنَّ رَبَّهُ اِنَّ اَيُّ لَانَ رَبَّهُ الخ تعلیل ہے، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، رَبُّہ مرکب اضافی ہو کر اس کا اسم، کان فعل ناقص، ضمیر ہو اس کا اسم، بہ متعلق مقدم بصیراً کے، بصیرًا صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لہا)

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۱ وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝۱۲ وَ الْقَمَرِ اِذَا اَتَسَقَ ۝۱۳ لَتَّوَكَّبَنَّ طَبَقًا عَن

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی • اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے • اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے • کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت

طَبَقٌ ۝۱۳

کے بعد دوسری حالت پر پہنچتا ہے •

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کو پھر اس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا کچھ ذکر پہلے اِنَّكَ تَكَادِحُ اِلَى رَبِّكَ كَذَّحًا فَمَلَأْ قِنْدِيدٍ مِّنْ اَجَاہِ، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۱“ سو بحث بعد الموت متحقق ہونے کی بناء پر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی شفق وہ سرخی ہے جو آفتاب غروب ہونے کے بعد افق مغرب میں نمودار ہوتی ہے۔ ”وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝۱۲“ اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ کر جمع کر لیتی ہے وَسَقَ کے اصل معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں، مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ٹھکانوں پر سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں، ”وَ الْقَمَرِ اِذَا اَتَسَقَ ۝۱۳“ اور قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ اِتَسَقَ کا مادہ بھی وَسَقَ ہی ہے جس کے معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ لہذا قمر کے اتساق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو جمع کر لے اور روشنی جمع کھل طور پر جب ہوتی ہے جب وہ بدر یعنی پورا چاند بن جائے اور یہ چودھویں رات میں ہوتا ہے لہذا یہاں مرادی ترجمہ کیا گیا ہے کہ ”جب وہ پورا ہو جائے“ ”لَتَّوَكَّبَنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝۱۳“ کہ تم لوگوں کو ضرور

ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے مثلاً دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے گذر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر احوال برزخ، پھر احوال قیامت، لہذا حساب کتاب اور پھر اعمال کی جزا و جزا سے ضرور واسطہ پڑے گا۔ (لَتَرْكَبُنَّ) رکوب سے مشتق ہے بمعنی سوار ہونا۔ یعنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے ملنا، اسی کو اس کے مراد میں معنی پہنچنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور عَنْ چوں کہ بعد کے لیے بھی آتا ہے لہذا عبارت ہوگی طَبَقًا كَمَا تَبَقُّوا بَعْدَ طَبَقٍ۔ اب عن طبق کا معنی ہوا ایک حالت کے بعد، اور طبقاً عن طبق کا پورا ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر (واضح رہے کہ یہاں ایسا انسان انک کا دَخ الخ میں جنس انسان کو خطاب تھا، اور لَتَرْكَبُنَّ میں جمع افراد کو خطاب ہے۔

مناسبت بین القسم و اجواب | قسم اور جواب قسم میں مناسبت اس طرح ہے کہ جیسے رات کے احوال مختلف ہوتے ہیں کہ اولاً شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات ہو جاتی ہے تو سب سو جاتے ہیں پھر ایک رات دوسری رات سے قمر کی روشنی میں مختلف ہوتی ہے تو یہ سب مشابہ ہے اختلاف احوال بعد الموت کے نیز جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے تو اسی طرح موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے پھر برزخ میں ٹھہرنا مشابہ ہے لوگوں کے سو رہنے کے، اور چاند کا پورا اور روشن ہونا مشابہ ہے حیات کے، بعد فنائے عالم کے۔

لغات فلا أقسم (اس کی تحقیق سورہ نکویر میں گذر چکی ہے) الشفق (اسم ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ شفق آسمان کی وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی ہے، بعض نے کہا کہ وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے، جمع اشفاق، امام راغب نے فرمایا ہے کہ غروب شمس کے وقت دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کی باہمی آمیزش "شفق" ہے، بغرض اختصار مزید اقوال بیان کرنے کو ترک کر رہا ہوں لیسہ اللیل رات، جمع لیالی، وَتَسَقَى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، وَتَسَقَى الشَّيْءَ (ض) وَسَقًا: سقینا، جمع کرنا، الْقَمَرُ چاند، جمع أقمار، (تیسری تاریخ سے) (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد سے آخر ماہ تک کا چاند لیسہ اتسقی (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب، اتسقی القمر اتساقًا: چاند کا پورا ہونا، (مراد بدر بن جانا، بیان القرآن) مادہ وسق ہے جس کی تحقیق ابھی بھی گذری ہے، بمعنی اکٹھا کرنا، اور روشنی اسی وقت اکٹھی ہوتی ہے جب چاند پورا ہو جائے اس لئے اتسقی میں مراد میں معنی کر دئے گئے، (اس کی اصل اتسقی ہے تائے افتعال سے پہلے فاء کلمہ واو واقع ہو اس کو تائے افتعال سے بدل کر ادغام کر دیا) لَتَرْكَبُنَّ لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ، باب سجع سے مضارع معروف جمع مذکر حاضر، ركب الشیء وعلیہ وفیہ (س) زکوتا و مزکبما: سوار ہونا، (المراد بالركوب الملاقاء) (لَتَرْكَبُنَّ کی اصل لَتَرْكَبُنَّ تَتَمَّی، نون جمع کو چند نون جمع ہونے کی بناء پر حذف کر دیا، پھر واو کو بوجہ اجتماع ساکنین (واو اور نون اول) حذف کر دیا (جلالین)

۱ قولہ الشَّفَقُ شَفَقٌ (س) شَفَقًا: مہربان ہونا۔

۲ قولہ القمر قمر (ن) قمرًا: قمر یا کسی کے مقابلہ میں غالب آنا، شاید چاند کو قمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روشنی ستاروں کی روشنی پر غالب آتی ہے پہلی دو یا تین تاریخوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔

طَبَقَ اسم بمعنی حال، درجہ، حالت، طبق دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا کہ جو دوسرے حال کے مطابق ہو، یہاں یہی معنی مراد ہے، علمائے لغت کی ایک جماعت طَبَقَ کو طَبَقَةُ کی جمع بتلاتی ہے، اور بعض کے خیال میں یہ اسم جنس جمعی ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے (القاموس الوحید میں اس کی جمع اَطْبَاق و طَبَاق لکھی ہے) (اسم جنس جمعی وہ ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد و جمع میں تا کی وجہ سے امتیاز ہو یا یائے نسبتی کی وجہ سے جیسے ثمر کہ اس کا واحد ثَمْرَةٌ ہے اور روم مشبہ جمع کہ اس کا واحد رومٌ ہے بمعنی رومیوں میں کا ایک۔

ترکیب فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقِ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ لِتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ... فاء تفریغیہ یا فیصہ آئی إذا تَحَقَّقَتِ الرجوع بالبعث (اعراب القرآن، روح المعانی) دوسرا قول یہ ہے کہ فاء استینافیہ بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لازماً اُقْسِمُ فعل ضمیرانا فاعل ہا حرف جر الشفق معطوف علیہ واو حرف عطف اللیل معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ ما وسیقی اسم موصول مع صلہ کے معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ القمر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اقسام کے متعلق اذا ظرفیہ مضاف اتسقی جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ہو کر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف مخذوف کا، آئی عظمة القمر کیونکہ کسی چیز کی قسم کھانا اس چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم لے کر کہن الخ لامہ قسمیہ، ترکبن فعل ضمیرا و ا فاعل طبقاً موصوف عن طبق متعلق مجاوزاً یا کائناً کے ہو کر صفت (آئی طبقاً مجاوزاً طبق آئی حالاً بعد حال، عَن لفظ بعد کے مترادف ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ ل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ یا شرطیہ مقرر کی جزا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۱۱﴾ بَلِ الَّذِينَ

سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے • اور جب ان کے روبرو مسترآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے • بلکہ یہ

۱۔ **الخواص:** قوله طبقاً عن طبق، عن تین قسم پر ہے، اول یہ کہ وہ حرف جر ہے اور اس کے دس معانی ہیں، (۱) برائے مجاوزت جیسے زمیث السهم عن القوس (۲) برائے بدل جیسے واتقوا یوماً لاتجزی نفس عن نفس شیئاً، (۳) برائے استواء جیسے فإِنَّمَا یَسْجُدُ عَن نَفْسِهِ، (۴) برائے تغلیل جیسے وما کان استغفار ابراهیم لأبیدالاً عن مؤعدة، (۵) لفظ تغذ کے مترادف جیسے لتركبن طبقاً عن طبق، (۶) برائے ظرفیت، (۷) لفظ من کے مرادف جیسے هو الذی یقبل التوبة عن عباده، (۸) برائے استعانت جیسے زمیث عن القوس، (۹) زائدہ جو کہ دوسرے من کے موجود ہونے کی بناء پر مخذوف ہوگا، (۱۰) باء کے معنی میں جیسے وما یبطن عن الهوی ای بالہوی، دوسرے معنی عن کے یہ ہے کہ وہ حرف مصدری ہے اسی وجہ سے بنی تمیم اَعْبَجِبْنِیْ اَنْ تَفْعَلَ کو عن تفاعل کہتے ہیں، تیسرے معنی یہ ہے کہ وہ جانب کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ہدایۃ الخویش ہے من عن یمنہائے عن جانبہ الخ ۲۔ یا پھر عن طبقی طرف مستقر ہو کر لتركبن کی ضمیر سے حال آئی لتركبن طبقاً مجاوزین لطبقاً و کائنین بعد طبق۔

كَفَرُوا يُكْذِبُونَ ﴿۱۷﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۱۸﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۱۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ

کافر تکذیب کرتے ہیں • اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں • سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے • لیکن جو لوگ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۰﴾

ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں •

تشریح ماقبل میں غافل انسان کو نہایت واضح انداز میں سمجھایا گیا تھا کہ موت کے بعد مختلف احوال سے دو چار ہونا پڑے گا، لہذا جب قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خوف کرتا اور ایمان لے آتا مگر نہ جانے ان کو ہوا کیا، کہ ایمان نہیں لائے فرمایا: ”فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾“ سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکے عناد کی حد یہ ہے کہ ”وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۱۸﴾“ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے یعنی اطاعت و فرماں برداری نہیں کرتے تسجدوں کا مصدر سجود اور تسجدہ ہے، اور اس کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں، کنایہ اطاعت کرنا مراد ہوتا ہے۔ لایسجدون میں سجدہ سے سجدہ اصطلاحی مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت و فرماں برداری کرنا مراد ہے۔

”بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ ﴿۱۷﴾“ بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں یعنی بجائے سر تسلیم خم کرنے کے یہ کافر لوگ قرآن کی الٹی تکذیب کرتے ہیں۔ ”وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۱۸﴾“ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (یعنی اعمال بد کا ذخیرہ) ”فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۱۹﴾“ لہذا جب ان کم بختوں کا یہ حال ہے تو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے (بَشِّرْ تَبَشِيرٌ سے بنا ہے اور تبشیر کے معنی اچھی خبر سنانے کے ہیں مگر یہاں بطور تمہکم و استہزا بری خبر دینے کو مجازاً تبشیر فرمایا، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے نَحِيئُهُ بَيْنَهُمْ ضَرْبٌ وَجِئِعٌ الْكَآئِسِ كَالسَّلَامِ دَرْدَانِغِيْزِ ضَرْبٌ ہے۔ لیکن اہل ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ ارشاد ہوتا ہے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۰﴾“ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔ یعنی آخرت میں انکو ایسا اجر ملے گا جو کبھی موقوف اور ختم نہیں ہوگا۔

فائدہ جمہور محدثین کے نزدیک ایمان امور ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ہے، تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان، اور آیت میں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے اندر عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں ہے بلکہ سبب کے طور پر ہے کہ اعمال صالحہ کے سبب ان کو ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ملے گا (بیان القرآن)

لغات لا یؤمنون (افعال) سے مضارع منفی جمع مذکر غائب، آمن بہ: ایمان لانا، یقین کرنا، آمن فلاناً: امن

۱۔ اگر اس سے اصطلاحی سجدہ مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہو سکتا اور سلف و خلف میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

دینا، پارہ ۲۸ سورۃ الحشر میں مؤمن اسی سے ہے جو کہ اسماء حسنیٰ سے ہے۔ الْقُرْآن مصدر از باب فتح، اللہ کی کتاب کا خاص نام جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، دیگر کتب سادیہ کا نام قرآن نہیں (مزید تحقیق در نجوم الحواشی: ص ۸) لا یسجدون (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، سَجَدَ (ن) سُجُودًا: زمین پر پیشانی رکھنا، سر جھکانا، كَفَرُوا. (ن) ماضی معروف جمع مذکر غائب، كَفَرَ (ن) كُفِّرُوا و كُفِّرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، يُكْفِرُونَ. باب تفعیل سے مضارع مثبت جمع مذکر غائب، كَذَّبَ فُلَانًا: جھٹلانا، (مجرد کا استعمال گذر چکا) أَعْلَمُ (س) اسم تفضیل واحد مذکر، عِلْمٌ (س) عِلْمًا: جاننا يُؤْعُونَ (افعال) مضارع مثبت جمع مذکر غائب، أَوْعَى الشَّيْءِ اِنْعَاءً: محفوظ کرنا، جمع کرنا، ذہن میں رکھنا، وَعَى يَعِي (ض) وَعَيْتَا الشَّيْءِ: برتن میں جمع کرنا، الْحَدِيثُ: بات یا حدیث کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں رکھنا، (در اصل يُوعِيُونَ تھا، ضمہ یاء پر ثقیل ہونے کی بناء پر یاء کو ساکن کر دیا گیا اور ضمہ ماقبل کو دیدیا اس کی حرکت زائل کر کے، پھر یا کو بوجہ التقاء ساکنین حذف کر دیا) بَيَّضُوا (تفعیل) امر واحد مذکر حاضر، بَشَّرَ بِكَذَا تَبَشِيرًا: خوشخبری دینا، یہاں بطور تہکم و استہزاء بری خبر دینے کو مجازاً تبشیر فرمایا عَذَابٌ تَعْذِيبٌ (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، ذُكِّه، عَذَّبَهُ: عذاب دینا، أَلَيْمٌ بروزن فعیل ہے اور یہ مَوْلِمٌ اسم فاعل کے معنی میں ہے تکلیف دینے والا، مشتق من الایلام باب افعال) تکلیف دینا، لہذا عَذَابُ الْيَمِّ کا ترجمہ ہوگا، تکلیف دینے والا عذاب، دردناک عذاب، (مزید تحقیق در اختیاری مطالعہ)

الصِّلْحَتِ (اچھے عمل) باب نصر و کرم سے اسم فاعل جمع مؤنث، صَلَحَ (ن، ک) صَلَاتًا و صَلُوحًا: ٹھیک ہونا، نیک ہونا، أَجْرٌ ثواب، بدلہ، جمع أَجُورٌ، أَجَرَ فُلَانًا عَلٰی كَذَا (ن) أَجَّرًا و أَجُورًا: مزدوری دینا، أَجَرَ اللَّهُ عَبْدَهُ: اجر دینا، غَيْرٌ سوائے، نہیں، تفصیل در ”مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات“ مہنون (ن) اسم مفعول واحد مذکر، (مضاعف ثلاثی) مَنْ الشَّيْءِ (ن) مَنْنًا: کاٹنا، کم کرنا، لہذا غیر ممنون کا ترجمہ ہوا جو کبھی کم نہ ہو، اس کو کاٹنا نہ جائے۔ (مَنْ کے دوسرے معنی ہیں احسان کرنا)

۱. بَشَّرَ بِهِ (ن) بَشَّرَا: خوش ہونا، بَشَّرَ بِهِ (س) بَشَّرَا: خوش ہونا، بَشَّرَ (ک) بَشَّرَا: حسین و خوب دو ہونا، ہو تبشیر جمع بَشَّرَاءِ، ہی تبشیر جمع بَشَّرَانِ۔

۲. عَذَّبَ فُلَانًا عَنِ الشَّيْءِ (ض) عَذَّبْنَا: روکنا، باز رکھنا، شیخ ابوالطیب اہل اشتقاق سے نقل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں عذبت سے ماخوذ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں لہذا عذاب کو عذاب بایں مناسبت کہتے ہیں کہ وہ مزایا فائدہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور آب شیریں کو عذاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔

۳. قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ صالحات نیک عورتوں کے لئے مستعمل ہے ارشاد ہے فَالصِّلْحَتِ قَانِنَاتٌ باقی تمام مقامات میں اس کے معنی نیکوں کے ہیں۔ اور اسی معنی میں اس کا استعمال غالب ہو گیا لہذا اب یہ کسی موصوف کی صفت واقع ہونے میں اسم جامد کی طرح ہو گیا اور اس صورت میں اس کا الف لام اسم موصول کے معنی میں بھی نہ ہوگا، بلکہ جنسی ہوگا، مگر جنس کے جملہ افراد مراد نہیں کیوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو نیک اعمال کے ہر ہر فرد کو بجالائے یعنی نماز، روزہ، حج، عمرہ، صدقہ خیرات، صلہ رحمی و صف اخلاق، اطعام طعام و ایاتہ ذکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔

ترکیب **فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ...** (اعراب القرآن، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور شرط مقدر ہے ایٰ اذا کا حالہم یوم القیمۃ کما اشیء (روح المعانی) مَا اسم استفہام (برائے تعجب) بمعنی ایٰ شیء مبتدا (ای ای شیء لہم حال کونہم غیر مومنین ایٰ شیء بمنفہم من الایمان باللہ تعالیٰ و رسولہ و ما جاء بہ) لام حرف جر ہُم ذوالحال (وہو قی حکم المفعول) لا یؤمنون جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل نصب میں) و او حرف عطف اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف، قُرِئَ فعل مجہول علیہم قُرِئَ کے متعلق القرآن نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر شرط اور یہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا لا یسجدون کا (لا یسجدون ای لا یخضعون) (قولہ لا یسجدون لا محل لہا جواب شرط غیر جازم) پھر شرط و جزا مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال یعنی ہُم ضمیر سے حال، اور عامل اس کے اندر معنی بفعل ہے ایٰ ما یضنعون، (تفسیری مظہری) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثبوت محذوف کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط مقدر کی جزا (لا محل لہا) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا ہے۔ (جلالین کے حاشیہ اور روح المعانی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے، کہ اس فاء کو عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے) **بَلِ الدِّینِ کَفَرُوا یُکَذِّبُونَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُؤْعُونَ...** بَل برائے اضراب انتقالی (ما قبل کے مضمون سے منتقل کرنے کے لئے، ای ہُم لا یطیعون بل الذین کفروا یکذبون، روح المعانی میں اس طرح ہے و هو انتقال عن کونہم لا یسجدون عند قرأتہ الی کونہم یکذبون بہ صریحاً) الذین کفروا، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، یُکَذِّبُونَ جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و او حرف عطف اللہ مبتدا اَعْلَمُ صیغہ اسم تفضیل (بمعنی عالم اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ہا جارہ ما اسم موصول یُؤْعُونَ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اسم تفضیل کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف لہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ... (روح المعانی اور شرط مقدر ہے ایٰ اذا کا حالہم ما ذکر فبشرہم) فَبَشِّرْ فعل ضمیر انتہ فاعل، ہم ضمیر متشکی منہ با جارہ عذاب الیم مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق بَشِّرْ کے، اِلَّا حرف استثناء الذین اسم موصول اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر متشکی منقطع، متشکی منہ اپنے متشکی سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط مقدر اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا، (فَبَشِّرْ کی فاعطفہ برائے ترتیب بھی مانی جاسکتی ہے) لہم متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم (وَقَدِیْمٌ لِلتَّخْلِیصِ) اَجْرٌ موصوف، غیر مہنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا

۱ قولہ واللہ اعلم الخ یہ جملہ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق اہم الیم کے بارے میں کچھ تو بظہن لغات لکھ دیا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ الیم، اسم مفعول یعنی مؤلم کے معنی میں ہے تکلیف دیا ہوا، لہذا عذاب الیم کا ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب سوال پیدا ہوگا کہ تکلیف تو اس کو ہوتی ہے جس کو عذاب دیا جا رہا ہو نہ کہ خود عذاب کو، جواب یہ ہے کہ اس طرح مبالغہ کہہ دیا، یعنی اس کو مبالغہ عذاب کی صفت بنا دیا گیا، درحقیقت یہ معذب کی صفت ہے، اور مبالغہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ تکلیف و آلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا، یہاں تک کہ وہ تکلیف معذب سے عذاب کی طرف سرایت کر گئی (جلالین پارہ: ۱، رکوع: ۲، حاشیہ) اور زنجشری کا قول یہ ہے کہ الیم بروزن فعیل صفت مشبہ ہے (مفعول کے معنی میں نہیں ہے) اور آلم (س) القاء کے معنی ہے، درد ہونا، تکلیف میں ہونا، ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب پھر وہی سوال ہوگا کہ تکلیف میں مبتلا تو صاحب عذاب ہوتا ہے نہ کہ خود عذاب تو جواب یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ اسناد حقیقی اور جب اس اسناد کی مبالغہ ہے اور یہ وصف اشیاء بوصف صاحب اشیاء کے ضابطہ کے تحت ہے۔

سورۃ البُرُوجِ مَکِّيَّةٌ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝ قَتَلَ أَصْحَابُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی • اور وعدہ کئے ہوئے دن کی • اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے • کہ خندق والے یعنی

الْأَخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ

بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے • جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے • اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس

بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝

کو دیکھ رہے تھے • اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا جز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوار حمد ہے •

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ ہر چیز سے خوب واقف ہے •

۱۔ قولہ إِلَّا الَّذِينَ الْخِ اگر الا کو لکن کے معنی میں لیا جائے تو الذین آمنوا و عملوا الصلحت مبتدا ہوگا اور ما بعد اس کی خبر اور جملہ مستانفہ ہوگا۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور اگر مہارت اس طرح مانیں الا الذین آمنوا و عملوا الصلحت منهم، تو یہ اب مستثنیٰ متصل بن جائے گا (اعراب القرآن، روح المعانی)

قولہ غیر ممنون، غیر، اضافت کے باوجود مکرمہ ہی رہتا ہے اس لئے یہ مکرمہ کی صفت بن سکتا ہے۔ (مزید نکات در "مشکل ترکیبوں کا حل")

رہے اوپر کی سورتوں میں فریقین یعنی کفار و مومنین کی جزا و سزا کا بیان تھا اس سورت میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کو جو ایذا میں پہنچی تھی اس پر مسلمانوں کو تسلی دی گئی، اور کفار کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

تشریح و شان نزول: اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، ایک کافر بادشاہ تھا (یہ یمن کا بادشاہ تھا جس کا نام حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوسف ذونواس ہے اس کا زمانہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ستر سال پہلے ہے) اس بادشاہ کے پاس ایک کاہن تھا (کاہن اس کو کہا جاتا ہے جو شیاطین کے ذریعہ یا نجوم کے آثار کے ذریعہ کچھ مستقبل کی غیبی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو بتائے) اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھلا دوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا (اس کا نام عبد اللہ بن تامر تھا) اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا، اور اس زمانہ میں دین عیسیٰ علیہ السلام ہی دین حق تھا، وہ لڑکا اس راہب کے پاس آنے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے، اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا، لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، چنانچہ کسی اندھے نے سنا تو آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں، لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہو جائے، چنانچہ اس نے یہ بات قبول کر لی، لڑکے نے دعا کی تو وہ اندھا اچھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو راہب کو اور اس لڑکے کو اور ناپینا کو گرفتار کر کے بلایا، اس نے راہب اور ناپینا کو قتل کر دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر لے جا کر اس کو گرا دیا جائے مگر جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس سے بھی بچ گیا، اور جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے، پھر لڑکے نے از خود بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو بسم اللہ کہہ کر تیرا روتو میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا، پھر اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھر دیا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے، چنانچہ بہت آدمی جلانے گئے (بعض روایات میں ان کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بعض میں اور زیادہ) پس اس سورت میں ان پر غضب الہی نازل ہونے کا بیان قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔

تاکید اس لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتلائی حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہوگا یا پھر لڑکے کی یہ اجتہادی غلطی ہے (بیان القرآن)

واقعہ: عبد اللہ بن تامر جس جگہ مدفون تھا وہ زمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی ضرورت سے کھودی گئی تو ان کی لاش اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ یعنی کنپٹی پر رکھا ہوا ہے، کسی دیکھنے والے نے ان کا

ہاتھ ہٹایا تو زخم سے خون جاری ہو گیا پھر ویسے ہی رکھ دیا تو خون بند ہو گیا ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا، اللہ ربی، یمن کے حاکم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو اس کی ہیئت پر انگوٹھی سمیت اسی طرح چھپا دو جیسے پہلے تھے (ابن کثیر)

”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ“ قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بروج برج کی جمع ہے بمعنی بلند عمارت، شاندار محل، دراصل بروج کے لغوی معنی ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں لہذا یہاں بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں کیوں کہ وہ بالکل ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں اور ہم سب کو خوب اچھی طرح نظر آتے ہیں، حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے) ”وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ“ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ“ اور وعدہ کئے ہوئے دن کی، اور حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے ترمذی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، شاہد کے معنی ہے حاضر ہونے والا، تو چوں کہ جمعہ کا دن خود آتا ہے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہیں اس لیے شاہد سے جمعہ کا دن مراد لیا، اور مشہود کے معنی ہے جس میں حاضری ہو، تو چوں کہ یوم عرفہ میں حجاج کرام اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں اس لیے مشہود سے مراد یوم عرفہ لیا۔

آگے جواب قسم ہے: ”قَتِيلٍ اَصْحَابِ الْاُخْدُوْدِ“ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ“ کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے (اُخْدُوْد کے معنی خندق کے ہیں، جمع اُخْدُوْد اور النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ مرکب تو صیغی ہو کر الاخدود سے بدل اشتمال ہے، اور قَتِيلٍ بِمَعْنَى لَعْنٍ یعنی قتل کے لازمی معنی مراد ہے یعنی ملعون ہونا، رحمت خداوندی سے دور ہونا) ”اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ“ جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی کفار لوگ کہ وہ اس ظلم و ستم کے انتظام اور نگرانی میں آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ”وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ“ اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے شہود، شاہد کی جمع ہے جیسے: قُعُوْدٌ قَاعِدٌ کی جمع ہے اور شاہد کا معنی ہے حاضر ہونے والا۔ لہذا شہود کے معنی ہوئے حاضر ہونے والے اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے اس لیے حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، اس صورت میں علی بمعنی مع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے ایسا نہیں کہ مسلمانوں پر جو ستم ڈھایا جا رہا تھا وہ اس سے غافل ہوں۔ دیکھئے کس قدر سنگ دل کہ دیکھ کر بھی رحم نہ آیا پس یہ سنگ دل علی لعنت سے ہے۔ (ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مؤمنین کی تسلی ظاہر ہے کہ جس طرح یہ کافر مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں اسی طرح وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے خواہ اس کا اثر دنیا میں ہی مرتب ہو جیسے غزوہ بدر وغیرہ میں کفار مقتول و مخدول ہوئے، یا صرف آخرت میں جیسا کہ عام کفار کے لیے یقینی ہے۔“

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝
اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا، بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو
زبردست سزاوار حمد ہے، ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (خدا پر ایمان لانا ہی کفار کی نظروں میں عیب
تھا اور مانند کانٹے کے کھٹکتا تھا، حالاں کہ اپنے پالن ہار پر ایمان لانا کوئی عیب اور خطا کی بات نہیں، پس بلا خطا ہی ان
بے چاروں پر ظلم کیا، اس لیے وہ لوگ ملعون ہوئے) آگے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدہ
ہے کہ ”وَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝“ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے لہذا مظلوم کی مدد کرے گا اور
ظالم کو سزا دے گا، آئندہ آیات میں یہی مضمون آ رہا ہے۔

مناسبت بین القسم والجواب | والسماء ذات البروج الخ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی، ان سب
سے اللہ تعالیٰ کا تمام مکانوں اور زمانوں کا مالک ہونا ظاہر ہے، اور ایسے مالک الكل کی مخالفت کرنے والوں کا مستحق
عذاب و گرفتار لعنت ہونا ظاہر ہے۔

لغات السماء (تحقیق گذر چکی) ذات ذو کا مؤنث بمعنی والا، والی، صاحب، جمع ذوات السبج البروج (برجیں)
بُرُوج کی جمع، اس کے معنی بلند عمارت اور محل کے ہیں (جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہاں بڑے بڑے ستارے
ہیں) لغوی معنی بروج کے ظہور کے ہیں (المراد بالبروج النجوم العظام وإنما سمیت بروجاً لظہورہا، کذا قال
الحسن ومجاهد وقتادہ، تفسیر مظہری، روح المعانی) بعض دوسرے ائمہ تفسیر نے اس سے مراد وہ محلات لئے
ہیں جو آسمان میں پہرہ داروں اور نگراں فرشتوں کے لئے مقرر ہیں۔ **الموعود** (ض) اسم مفعول واحد مذکر، وعدہ کیا ہوا،
وَعَدَ يَعِدُ (ض) وَعَدًا وَعِدَّةً: وعدہ کرنا (مراد قیامت کا دن ہے) شاہد (حاضر ہونے والا) (س) اسم فاعل واحد
مذکر، شَهِدَ الْمَجْلِسِ (س) شَهِوْدًا: حاضر ہونا، شَهِدَ کی جمع شُهِوْدٌ وَأَشْهَادٌ مَشْهُوْدٌ (جس میں حاضری ہو مراد
یوم عرفہ، بعض کے نزدیک یوم القیامۃ مراد ہے) (س) اسم مفعول کا واحد مذکر (طریقہ استعمال ابھی ابھی گذر چکا)

نوٹ: شاہد و مشہود کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں دیکھیے روح المعانی، اصحاب کی جمع ہے، والے (دوسرے معنی
ہیں ساتھی، صَحِبَ صَحْبَةً وَصَحَابَةً (س) ساتھ رہنا) الْأَخْدُوْدُ خندق، کھائی، جمع أَخَادِيدُ، خَدَّ الْأَرْضِ (ن)
خَدًا: زمین پھاڑنا، النَّارِ، آگ، جمع نيرانٌ وَأَنْوَارٌ۔ الوقود اسم بمعنی ایندھن (القاموس الوحید) وَقَدَّتِ النَّارُ (ض)
وَقَدًّا وَوُقُودًا وَوَقْدَةً: آگ جلنا، قُعُودٌ: قاعد اسم فاعل کی جمع، قَعَدَ (ن) قُعُودًا، کھڑے ہوئے کا بیٹھنا ۳۔ شُهِوْدٌ

۱۔ جمع کا استعمال جیسے جَنَاتٌ ذَوَاتُ أَفْنَانٍ اور لَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَوَاتُ أَفْنَانٍ میں ذوات کا تثنیہ ہے۔ کیوں کہ لفظ ذات دراصل
ذَوْبَةٌ ہے، یا متحرک یا قفل مفتوح یا کالف سے بدل دیا پھر واو جو میں کلمہ ہے بوجہ کثرت استعمال حذف کر یا ذات ہو گیا۔

۲۔ مزید استعمال ملاحظہ ہو شَهِدَ (س) شَهِدَ (ک) شَهِدًا: گواہی دینا شاہد کے معنی گواہ اور دلیل کے بھی آتے ہیں اور شاہد کی جمع شَهِدَةٌ وَشَهِدَةٌ بھی
آتی ہے اور غیر مائل کی جمع شواہد۔ طلبہ عزیز کی سہولت کے پیش نظر احقر نے صرف دو جمع بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۳۔ قُعُودٌ اور جلوس میں تھوڑا سا فرق ہے قُعُودٌ میں طول مکث کی قید ہے اور جلوس مطلق مکث کا نام ہے، اسی وجہ سے پانچ آدمی کو مُنْفَعِدٌ کہا جاتا ہے۔

شاہد کی جمع، اور شاہد کے معنی ابھی ابھی گذر چکے ہیں حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، تو اس وقت اس آیت میں علی بمعنی مع ہوگا اور شہود بمعنی حضور، یعنی حاضر و موجود، (حضور حاضر کی جمع ہے) اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے۔ **مَا نَقَّبُوا** (ض) ماضی منفی جمع مذکر غائب، نَقَّبَ مِنْهُ الْأَمْرَ (ض) نَقَّبَا وَنُقُوْنَا: کسی کی کوئی بات پسند نہ کرنا، عیب نکالنا، العزیز (زبردست) بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے، صيغَةُ مبالغه ہے (لغات القرآن) عَزَّ فُلَانٌ (ض) عِزًّا وَعِزَّةً: طاقتور ہونا، صاحب عزت ہونا، عَزِيزٌ کے اور بھی دیگر معانی آتے ہیں لہ جمعہ عِزَّةٌ وَأَعِزَّاءٌ وَعِزَّاءٌ، الْحَمِيْدُ، بروزن فَعِيْلٌ، صفت مشبہ بمعنی مفعول یعنی محمود، سزاوار حمد، حَمِيْدَه (س) حَمْدًا: تعریف کرنا، مُلْكٌ اسم بمعنی سلطنت، مَلِكُ الشَّيْءِ (ض) مِلْكًا: مالک ہونا، السَّنُوْتُ، واحد سماء، (آسمان) الارض، زمین، جمع أَرْضُونَ، أَرْضٍ، كُلٌّ، تمام، سب۔ شَيْئٌ موجود چیز، جمع اشیاء، شَهِيدٌ بمعنی حاضر، خوب باخبر، بروزن فَعِيْلٌ ہے بمعنی فاعِلٌ اوزان مبالغه سے ہے، شَهِدَ (س) شَهِدُوا (حاضر ہونا، اور حاضر ہونا علم اور خبر رکھنے سے کنایہ ہوتا ہے اس لیے شہید کے معنی ہوں گے خوب واقف و باخبر۔ (دوسرا معنی ہے راہ خدا میں مارا جانے والا، جمع شہداء و اشہاد)

فَاللَّهُ قولہ شہید: حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ تعالیٰ علیم ہیں، اور اگر امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خبیر ہیں، اور اگر امور ظاہرہ کی طرف نسبت ہو تو اللہ تعالیٰ شہید ہیں، اور کبھی اس معنی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہوگا۔

ترکیب وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ... وَاَوْجَاهُ قَسْمِ السَّمَاءِ موصوف ذَاتِ الْبُرُوجِ مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ وَاَوْجَاهُ عطف الیومِ الْبُرُوجِ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف وَاَوْجَاهُ عطف شہاد معطوف علیہ معطوف، وَاَوْجَاهُ عطف مشہود معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقْسِمُ فعل محذوف کے متعلق، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اور جواب قسم کے متعلق اختلاف ہے، جو حاشیہ نمبر (۲) میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جواب قسم قُتِلَ اصْحَابُ الْاِخْدُودِ الخ ہے اس وقت لام اور قَدْ محذوف ہوگا، ای لَقَدْ قُتِلَ اصْحَابُ الْاِخْدُودِ الخ (کیونکہ جب ماضی مثبت متصرف جس کا معمول اس پر مقدم نہ ہو، جواب قسم بنے تو اس کے شروع میں لام اور قَدْ کا آنا ضروری ہے الا یہ کہ طول کلام کا خوف ہو، لہذا اگر طول کلام کا خوف ہو تو پھر لام اور قَدْ میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا کا جواب قَدْ افلح الخ ہے) الغرض اگر جواب قسم قُتِلَ اصْحَابُ الْاِخْدُودِ الخ ہو تو اب یہ جملہ، جملہ خبریہ ہوگا، نہ کہ جملہ دعائیہ انشائیہ۔ قُتِلَ اصْحَابُ الْاِخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ.....

۱۔ عزیز کے معنی، سخت، کمیاب، معزز، محبوب، حاکم مصر کا قدیم لقب کے بھی آتے ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ان بطنش ربکی لشدید ہے، اس وقت قسم اور جواب قسم کے درمیان تمام جملے مترفع مانے جائیں گے دوسرا قول یہ ہے کہ جواب قسم محذوف ہے آئی اِنَّ الْجَزَاءَ لَوَاقِعٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔

قُتِلَ فَعْلٌ، أَضْطَبَ مضاف الأَخْدُوْدِ مبدل منه النار موصوف (ای النار فیہ) ذات الوقود مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر بدل اشتمال، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل، اِذْ، مضاف هُمْ مبتدا، علیہا جار مجرور متعلق مقدم فَعُوْدُ کے (فَعُوْدُ، قاعداً اسم فاعل کی جمع) فَعُوْدُ اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جر) وَهْمٌ عَلٰی مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ... وَاَوْعَاطِفُهُمْ مَبْتَدَا عَلٰی جَارِهِ مَا مَوْصُولُهُ يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر شہود کے متعلق مقدم، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... وَاَوْحَرَفِ عَطْفٌ، مَا نَقَمُوا فَعْلٌ، وَاَوْضَمِيْرٌ فَاعِلٌ، مِنْهُمْ، (اَيُّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) جار مجرور متعلق فعل مذکور کے، اِلَّا اَدَاةُ حَصْرٍ مَلْعُوْلٌ، اَنْ نَّاصِبٌ يُؤْمِنُوا فَعْلٌ وَفَاعِلٌ بِاِحْرَافِ جَارِ اللّٰهِ مَوْصُوْفِ الْعَزِيْزِ صِفَتِ اَوَّلِ الْحَمِيْدِ صِفَتِ ثَانِي، الَّذِيْ اسْمٌ مَوْصُوْلٌ لَهٗ جَارٌ مَجْرُوْرٌ مَتَعَلِّقٌ ثَابِتٌ كَيْ هُوَ كَرَبْرٌ مَقْدَمٌ مَلِكُ مضاف السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَعْطُوْفٌ وَمَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ هُوَ كَرَبْرٌ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر يُؤْمِنُوا کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر نَقَمُوا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف ثَمَّ مَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ اَيْ مَعْطُوْفٌ سَعْلٌ كَرَبْرٌ مَعْطُوْفٌ هُوَ اَيْ مَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ كَا، مَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ اَيْ مَعْطُوْفٌ سَعْلٌ كَرَبْرٌ اِذْ كَا مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا قُتِلَ كَا، فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جواب قسم۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ... وَاَوْاسْتِيْنَا فِيْهِ، (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اللّٰهُ مَبْتَدَا، عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مَتَعَلِّقٌ مَقْدَمٌ شَهِيدٌ كَيْ، اَوْرُوْهُ خَبْرٌ، مَبْتَدَا اَيْ مَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ مَتَانَفَهُ هُوَا۔

البلاغۃ: قَوْلُهُ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوا اَيْ تَوْكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَا يَشْبَهُ الذَّمَّ كَيْ قَبِيْلٌ سَعْلٌ هُوَ اَنْ يُسْتَشْنَى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِيَةِ صِفَةِ مَدْحٍ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ

جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے

۱۔ قولہ علیہا، بعض نے کہا ہے کہ مضاف مقدر ہے آئی علی حافاتہا، جمہور نے کہا کہ مراد تو یہی ہے مگر تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ قولہ وما نَقَمُوا الخ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ما نَقَمُوا سے پہلے ہم مقدر ہے تاکہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہو جائے۔ (روح المعانی)

۳۔ قولہ وما نَقَمُوا الخ میں اَنْ يُؤْمِنُوا کو ترکیب میں بدل اور مستثنیٰ بھی بتایا جاسکتا ہے اَنْ وَاَوْضَمِيْرٌ مَتَعَلِّقٌ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوا الخ وصیغۃ

المضارع "اَنْ يُؤْمِنُوا" بمعنی الماضي بقرینۃ نَقَمُوا اِیْ لَانَ اَمِنُوا (تفسیری مظہری)

عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

لئے جلنے کا عذاب ہے • بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝

جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے •

تشریح یہاں سے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدے کا ذکر ہے۔ فرمایا: ”إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝“ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ یہ ان ظالموں کی سزا کا بیان ہے جنہوں نے مسلمانوں کو صرف ان کے ایمان کی بناء پر آگ کی خندق میں ڈال کر جلایا تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے یعنی سانپ پکھو، طوق، زنجیریں، حمیم، عساق وغیرہ، اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لیے اس کو بطور خاص فرمایا، حریق باب نَصَرَ کا مصدر ہے بمعنی جلانا، اور جب کسی چیز کو جلایا جائے گا تو یقیناً وہ جلے گی اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اس کا لازمی ترجمہ کر دیا کہ ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، اور اضافت بیان یہ ہے۔

ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا کی قید کا فائدہ | یعنی یہ عذاب ان لوگوں پر پڑے گا جو اپنے فعل پر نادم ہو کر تائب نہیں ہوئے، اس میں ان لوگوں کو توبہ کی طرف دعوت دی گئی، جنہوں نے یہ حرکت مذمومہ انجام دی تھی، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جو دو کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اللہ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا اور حق تعالیٰ اس پر بھی ان کو توبہ اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، واقعی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آجاتے ہیں کہ۔

میسری خو خطا تری خو عطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

آگے مومنین کے حق میں ارشاد ہے جن میں مظلوم بھی آگئے کہ ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (یعنی جنت کے اندر ایسے ایسے باغات و محلات ہیں جن کے نیچے نہریں

اس معارف القرآن میں لکھا ہے کہ دوسرا جملہ پہلے ہی جملہ کی تاکید و بیان ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دوسرے جملہ یعنی ولیم عذاب الحریق میں ان کی اسی دنیا میں سزا کا ذکر ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو انہوں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق سے اس طرح بچالیا کہ آگ کے چھونے سے پہلے ہی ان کی رو میں قبض کر لی گئی آگ میں مردہ جسم پڑے، پھر یہ آگ اتنی بھوک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلادیا صرف بادشاہ یوسف ذولو اس بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لیے اپنے کو دریا میں ڈال دیا، اس میں فرق ہو کر مرا۔ (بحوالہ مظہری)

جاری ہوں گی) ”ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿۱۱﴾“ یہ بڑی کامیابی ہے (یعنی دنیا کی تکلیفوں سے نہ گھبراؤ بڑی کامیابی مومنین ہی کے لیے ہے، آپ خود فیصلہ کرو کہ ایک طرف تو انسانوں کا وہ گروہ جس کے لیے ہمیشہ جلانے والا عذاب ہے اور دوسری طرف انسانوں کی وہ جماعت جس کے لیے ایسے محلات اور باغ کہ جن میں ہر طرف نہریں دوڑ رہی ہیں، فیصلہ کیجئے کامیاب کون ہوا، اور گھائے میں کون رہا؟)

نکتہ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ کے اندر فائز نہیں لائی گئی جیسے اس سے پہلی آیت فَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ میں لائی گئی، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اعطائے جنت اور ثوابِ آخرت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے عمل پر اس کا ترتیب نہیں ہے۔

لغات فَتَنُوا، (ض) ماضی معروف جمع مذکر غائب، فَتَنَ فَلَانًا، (ض) فَتَنًا وَفُتِنُوا: تکلیف دینا، (والمراد لہنا حرقوہم بالنار والعرب تقول فتن فلان الدینار إذا دخله الكور لينظر جودته) الْمُؤْمِنِينَ، باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر، الْمُؤْمِنَاتِ، باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث لَمْ يَتُوبُوا، نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب، تَابَ، (ن) تَوَاتَا وَتَوَبَةً وَمَتَابًا: توبہ کرنا۔ عَذَابٌ، (سورہ انشاق میں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، میں تحقیق گذر چکی) جَهَنَّمَ، جہنم، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام، غیر منصرف ہے۔ الْحَرِيقِ، حضرت تھانوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے جلنا، لہذا اس ترجمہ کے اعتبار سے یہ مصدر ہے اور روح المعانی میں بھی اس کی صراحت ہے، حَرَقَ (ن)، (ض) حَرَقًا، وَحَرِيقًا، جلانا، جھلس دینا۔ (مصباح) لَمْ يَتُوبُوا (لازمی معنی ہے جلنا) عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (سورہ انشاق کے آخر میں دونوں کی تحقیق گذر چکی) تَجَرَّوْا (ض) مضارع معروف واحد مذکر غائب، جَرَى (ض) جَرَاتًا وَجَرَاتًا: جاری ہونا، تحت، اسم بمعنی نیچے (ظرف مکان) الانہار نہریں، واحد نَهْرٌ، نَهْرٌ، (ف) نَهْرًا: زور سے بہنا، الْفَوْزُ مصدر از باب نصر، فَازَ (ن) فَوْزًا وَمَفَازًا وَمَفَازَةً: کامیاب ہونا، (الفوز بمعنی کامیابی حاصل مصدر ہے) الْكَبِيرُ (ک) صفت مشبہ، كَبُرَ (ک) كِبْرًا: شان میں بڑا ہونا، كَبِيرٌ كِبْرًا۔

ترکیب إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول فَتَنُوا فعل، ضمیر واو فاعل المؤمنین والمؤمنات معطوف ومعطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ لَمْ يَتُوبُوا فعل فاعل ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، فَا زَا مَدَّ

۱ دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عزم کا نام توبہ ہے، مقولہ ہے التوبة تذهب الحوبة توبہ گناہ کو مٹا دیتی ہے، تَابَ اللَّهُ عَلَى عَبْدِهِ: معاف کرنا، توبہ کی توفیق دینا، فَاللَّهُ تَوَابٌ وَالْعَبْدُ تَائِبٌ، قرآن میں ہے إِنَّ كَان تَوَابًا۔ تَائِبٌ، بمعنی توبہ کشفہ، تَوَابٌ بمعنی بہت توبہ کرنے والا (بندہ) (۶) توبہ کی توفیق دینے والا، معاف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

۲ لغات القرآن میں ہے کہ حَرِيقٌ بِرُوزِ نِ فَعِيلٌ صَفْتٌ مَشْبَهٌ بِمَعْنَى فَاعِلٌ (آگ) حَرِيقٌ النَّازِ (ن) حَرَقًا: جلانا۔

۳ كَبُرَ (ن) كَبْرًا: عمر میں بڑا ہونا، كَبُرَ (س) كِبْرًا، عمر رسیدہ ہونا، كَبِيرٌ كِبْرًا۔

مشابہ برابطہ کیونکہ اسم موصول میں شرط کے معنی کی جھلک ہے، لہم ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب جہنم مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ لہم ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب الحریق مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، (عذاب جہنم کے بعد عذاب الحریق تخصیص بعدا تعمیم ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لها) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اسم موصول صلہ سے مل کر اسم اِنَّ، لہم متعلق ہو کر خبر مقدم جنت تجری مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، مبتدا مؤخر (جنت موصوف، تجری الخ جملہ ہو کر صفت الانہار فاعل تجری کا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ (ای ما ذکر) الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا۔ (لا محل لها)

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهُ هُوَ يُبْدِيْ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾

آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے • وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا • اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے •

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾

عرش کا مالک، عظمت والا ہے • وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے •

تشریح اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ سے پہلی آیات میں دو مضمون تھے (۱) کفار کے لیے جہنم ہونا (۲) مومنین کے لیے جنت ہونا، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ اس مضمون سابق کے مناسب اپنے بعض افعال و صفات ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾" آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے پس کفار پر سزائے شدید اور ان کے لیے عذاب جہنم اور عذاب حریق ہونا کوئی بعید نہیں۔

سوال: بَطْشَ کے معنی سخت گرفت اور پکڑ کے ہیں تو پھر آیت مذکورہ میں لفظ شدید اس کا وصف کیوں لایا گیا؟

جواب: لفظ شدید لا کر یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی پکڑ کئی گنا سخت اور انتہائی دل آزار و جگر خراش ہوگی خود رب ذوالجلال نے فرمایا فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ اَحَدًا وَلَا يُؤْتِيْهِمْ وَاَقْدًا اَحَدًا (پارہ: ۳۰) (روح بتغییر لیسیر)

"اِنَّهُ هُوَ يُبْدِيْ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾" وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ لہذا مجرم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مرنے سے قصہ تمام ہو جائے گا اور ہمارا تو نام و نشان بھی ختم ہو جائے گا، لہذا سزا کس کو ہوگی اور کس کی بات، "وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾" یہاں سے وعدہ مومنین کی تقریر و وضاحت ہے۔ اور وہی

بڑا بخشنے والا، بڑی محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک، عظمت والا ہے۔ (پس ایمان والوں کی مغفرت کر دے گا اور ان کو اپنا محبوب بنائے گا)

نوٹ: آخری دو لفظ یعنی ذوالعرش اور مجید کا تعلق گو عذاب دینے اور ثواب دینے دونوں سے ہو سکتا ہے لیکن یہاں ذوالعرش اور مجید کے مقابل بطش ہے، جس کا تعلق سزائے کفار سے ہے، تو اب اس قرینہ سے ذوالعرش اور مجید کا تعلق ثواب مومنین سے ہوگا۔ آگے ثواب اور عذاب دونوں کے اثبات کے لیے فرمایا۔ ”فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ“ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں اس کی یہ شان بادشاہی رات دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لہذا اس کے انعام پر مغرور نہ ہونا چاہیے اور نہ انتقام سے بے خوف۔

لغات بَطَّشَ (پکڑ، پکڑنا، داروگیر) مصدر از باب ضَرَبَ، بَطَّشَ (ض) بَطَّشًا: سخت گیری کرنا۔ (تَطَّشَ بمعنی پکڑ، داروگیر، حاصل مصدر ہے) شَدِيدٌ سخت، مضبوط، باب ضرب سے صفت مشبہ، شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا، جمع: أَشِدَّاءُ وَشِدَادٌ۔ يُبْدِيْهِ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، باب افعال (ایداء) سے فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب، أَبْدَأَ الشَّيْءُ: پیدا کرنا، بَدَأَ (ف) بَدَأًا: پیدا کرنا۔ يُعَيِّدُ باب افعال (اعادة) سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، أَعَادَ: لوٹانا، دوبارہ کرنا، عَادَ إِلَيْهِ (ن) عَوْدًا: لوٹنا (مادہ عَوْدٌ ہے) الْغَفُورُ صِيغَةُ مَبَالِغَةٍ از باب ضَرَبَ، بڑا بخشنے والا۔ غَفَرَ (ض) غَفْرًا وَغَفْرَانًا وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا۔ الْوَدُودُ صِيغَةُ مَبَالِغَةٍ از باب ضَرَبَ، بڑی محبت کرنے والا، وَدَّهَ (س) وَدَدًا وَمَوَدَّةً: محبت کرنا۔ ذُو الْوَالِدِ، صاحب، اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے، ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ العرش (سورۃ النکویر میں اس کی تحقیق گذر چکی) الْمَجِيدُ عظمت والا، صفت مشبہ، از باب کرم، مَجْدٌ (ک) مَجَادَةٌ، باعظمت ہونا، ہو مجید جمع: أَمْجَادٌ۔ فَعَالٌ صِيغَةُ مَبَالِغَةٍ، خود مختاری سے کام کرنے والا، از باب فَعَلَ الشَّيْءُ (ف) فَعَلًا وَفَعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا۔ يُرِيدُ باب افعال سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، أَرَادَ الشَّيْءُ إِرَادَةً: چاہنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔

ترکیب اِنَّ بَطَّشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۱۱ اِنَّهُ هُوَ يُبْدِيْهِ ۱۲ وَ يُعَيِّدُ ۱۳ وَ هُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۱۵ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۱۶ اِنَّ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بَطَّشَ رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم لام مزحلقة برائے تاکید شدید خبر، پھر جملہ مستانفہ اِنَّهُ هُوَ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ہو، مبتدأ یُبْدِيْهِ فعل بافاعل (مفعول بہ محذوف ہے اِنّی الخلق) جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ یُعَيِّدُ فعل بافاعل جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ

۱ ذُو اور صاحب میں فرق یہ ہے کہ ذُو تابع کی طرف مضاف ہوتا ہے اور صاحب متبوع کی طرف جیسے ابو ہریرہ صاحب النبی بولتے ہیں۔

۲ مَجْدٌ (ن) مَجْدًا: بلند کردار ہونا، باعزت و باعظمت ہونا، شریف ہونا، ہو ماجد، مَجْدًا فُلَانًا: کسی سے عزت و شرافت میں بڑھ جانا۔

۳ زَادَتْ الدَّابَّةُ (ن) زَوَّدًا: موشیوں کا چراگاہ میں گھومنا۔

بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف ہو مبتدا الغفور خبر اول الودود خبر ثانی ذوالعرش مرکب اضافی ہو کر خبر ثالث المجید خبر رابع فقال لما یرید خبر خامس، یا مبتدا مخدوف ہو کی خبر (لام جارہ ما یرید اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور متعلق فقال صیغہ اسم مبالغہ کے) مبتدا اپنی اخبار خمسہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں اِنہ ہو بیدئی الخ کو جملہ تعلیلیہ لکھا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، لہذا یہ جملہ ماقبل میں بیان کردہ دونوں مضمونوں کی تعلیل ہو جائے گا)

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿۱۶﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُودَ ﴿۱۷﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿۱۸﴾

• کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے • یعنی فرعون اور ثمود کا • بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں

وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ﴿۱۹﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿۲۰﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿۲۱﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے • بلکہ وہ ایک با عظمت مسترآن ہے • جو لوح محفوظ میں ہے •

تشریح یہاں سے مومنین کے لیے مزید تسلی اور کفار پر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے لیے بعض خاص مضمونین کا حال دریافت فرماتے ہیں تفسیر ملاحظہ ہو: ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿۱۶﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُودَ ﴿۱۷﴾“ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا۔ فرعون اور قوم ثمود کی طوطی بولتی تھی یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ زمین پر ہمارے مقابل کون آسکتا ہے، ایسا طغتنہ اور دبدبہ تھا اور دعویٰ تھا کہ ہم چنیں دیگرے نیست، مگر انجام کیا ہوا سنو! فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا گیا، اور قوم ثمود کے چند افراد کو بچا لیا گیا اور باقی قوم کو موت کی نیند سلا دیا گیا، لہذا ان لشکروں کے عبرت ناک انجام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قدرت رکھتے ہیں اور کس طرح سے کفار اور دشمنان اسلام کو کفر کردار تک پہنچاتے ہیں، اس سے مومنین کو تسلی حاصل کرنی چاہیے کہ ان کو ستانے والے بھی بخشنے نہیں جائیں گے، اور کفار کو ڈرنا چاہیے مگر کفار عذاب سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ”بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿۱۸﴾“ بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں یعنی قرآن کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، لہذا وہ کان کھول کر سن لیں کہ بالآخر وہ لوگ اس کی سزا ضرور بھگتیں گے کیوں کہ ”وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ“ اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لہذا یہ لوگ اس کے قبضہ قدرت اور عقوبت سے بچ نہیں سکتے، ”بَلْ هُوَ“

۱۔ **قولہ فقال لما یرید علامہ زنجشیری نے فقال لما یرید کو مبتدا مخدوف ہو کی خبر مانا ہے تاکہ بطش بالاعداء اور غفر اور وڈ بالاولیاء کی وضاحت ہو جائے۔ (روح المعانی) اور الودود، ذوالعرش، المجید کے متعلق یہ بھی جائز ہے کہ یہ تینوں الغفور کی صفات ہوں۔**

نوٹ: ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں، لہذا اگر تعدد صرف لفظاً ہو جیسے الثمان خلئو حامض (انار کھنا میٹھا ہے) ای مژ، فہما بمنزلۃ اسم واحد تو اس وقت دو خبروں کے درمیان میں حرف عطف لانا درست نہیں، اور اگر تعدد لفظاً اور معنایاً دونوں طرح ہو جیسے زید کاتب شاعر تو اس صورت میں حرف عطف لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے۔

قُرْآنٌ مَّحِينٌ ﴿۱۱﴾ فِي لُوحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿۱۲﴾“ بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ لہذا ان لوگوں کے جھٹلانے سے کوئی ضرر اور فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی قرآن ایسی چیز ہے کہ جو جھٹلانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جس میں تغیر و تبدل کا احتمال اور امکان نہیں، اور قرآن شریف لوح محفوظ سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے لہذا ایسی حالت میں تکذیب قرآن بلاشبہ جہالت ہے۔

لغات آلی اور حَدِيثٌ (دونوں کی تحقیق سورۃ النازعات میں گذر چکی) الْجُنُودِ واحد الْجُنُودِ، فوج، لشکر۔ فِرْعَوْنَ (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی) ثمود حضرت صالح کی قوم کا نام، لفظ ثمود کو بعض عجمی بتلاتے ہیں، اور چونکہ یہ قبیلہ کے معنی میں ہے اس لئے مؤنث بھی ہے تو اب یہ غیر منصرف ہوگا گویا اس میں علیت بھی ہے اور تانیث بھی ہے۔ كَفَرُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ انشاق میں گذر چکی) تَكْذِيبٌ باب تفعیل کا مصدر (مزید تحقیق سورۃ انشاق میں بل الذین کفروا یکذبون کے تحت گذر چکی) وراء آگے، پیچھے، سوائے، اسم برائے ظرف، اضداد میں سے ہے۔ مَحْبُوظٌ گھیرنے والا، (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَحَاطَ اِحَاطَةً: گھیرنا، حَاطَ (ن) حَاطًا: گھیرنا۔ قُرْآنٌ (سورۃ انشاق کے آخر میں اس کی تحقیق گذر چکی) مَحِينٌ با عظمت (چند آیات قبل ذوالعرش الجید کے تحت تحقیق گذر چکی) لُوحٌ تختی، جمع الْوُحُ مَحْفُوظٌ (س) اسم مفعول واحد مذکر، حَفِظَ الشَّمْسُ (س) حَفِظًا: حفاظت کرنا۔

ترکیب هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ... هَلْ حرف استفہام برائے تقریر (یا استفہام برائے تعجب، و يجوز ان يكون بمعنى قد) اَتَاكَ فعل مع مفعول بہ، حدیث مضاف الجنود مبدل منہ فرعون و ثمود بدل (ای جنود فرعون) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ متانفہ، (استیناف فیہ تقریر لکونہ تعالیٰ فعلاً لئلا یرید و تسلیة له ^{تکلیف} بالتشعار بآتہ سیتصیب کفرۃ قومہ ما اصاب الجنود، روح المعانی ۳)

هَلِ الدِّينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ... هَلْ حرف اضراب انتقالی اور ہل سے پہلے بیان القرآن کی تفسیر کے اعتبار سے یہ عبارت محذوف مانی جاسکتی ہے ای لایخاف الکفار العذاب بل الخ الذین کفروا اسم موصول صلہ سے مل کر

۱ اگر ثمود عربی لفظ ہو تو یہ نندے مشتق ہوگا، نند ہارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو گڑھے میں جمع ہو جائے، اور سردی میں باقی رہے اور گرمی میں سوک جائے چونکہ اس قوم میں پانی کی کمی تھی اس لئے وہ ثمود کے نام سے موسوم ہوئی۔ (لغات القرآن)

۲ قرآن چونکہ تمام مکارم دینیہ و اخرویہ کو حاوی ہے، نیز تعمیر اور بیان میں یگانہ ہے، اچھوتے اسلوب کا حامل ہے، اسلئے وہ مجید ہے
۳ لوح محفوظ جس کو ام الکتاب بھی کہا گیا ہے، کیا ہے اور کیسی ہے؟ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جس میں ہر چیز موجود ہے اور یہ کتاب بقول بغوی، شیاطین کی دسترس اور ہر تفسیر سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جو باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ آگ سے نظر نہیں آسکتیں۔

۴ قولہ فرعون و ثمود الخ الجنود مبدل منہ جمع ہے اور فرعون واحد، تو مطابقت نہ رہی، لہذا ایک جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہوئی جنود فرعون اور ایک احتمال یہ ہے کہ مضاف محذوف نہ ہو بلکہ فرعون سے مراد قوم فرعون ہو اور اس کے متبوع ہونے کی وجہ سے اسکے ذکر پر اکتفا کر لیا گیا ہو، اور ایک احتمال یہ ہے کہ بدل فرعون و ثمود کا مجموعہ ہے نہ کہ معطوف و معطوف علیہ میں سے ہر ایک، مگر یہ خلاف ظاہر ہے یا مگر اغنیی فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے فرعون و ثمود منصوب ہے، روح المعانی

مبتداً، فی تکذیب، ثابتون شبه فعل کے متعلق، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واللہ من ورائہم مَحِیْطٌ... واذا عاظفہ اللہ مبتدا من ورائہم من حرف جار اور اعمہم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مع مجرور متعلق مقدم مَحِیْطٌ کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف لہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (بعض کتابوں میں اس طرح ہے ہل حرف اضراب ای اضراب انتقالی عن ممانا لنتہم ای لیسوا مثلہم بل الذین کفروا من قومک اشد منہم) ہل ہو قزان مجید فی لوج محفوظ... ہل حرف اضراب (ای انتقال عن الاخبار بشدۃ تکذیبہم وعدم ارعوانہم الی وصف القرآن للإشارة الی آتہ لاریب فیہ ولا یضترہ تکذیب ہؤلاء بل ہو قرآن الخ) ہو مبتدا قرآن موصوف مجید صفت اول فی جارہ لوح محفوظ (ای محفوظ من وصول الشیاطین الیہ) مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ بل سے پہلے لایضترہ تکذیب ہؤلاء مقدر مانا جائے۔ (روح)

اجراء فرعون و ثمود عزیزم آپ اجراء کرتے وقت یہ تو ضرور کہیں گے کہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور غیر منصرف پر توین نہیں آتی، لہذا ان دونوں پر توین نہیں آئی، مگر یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ غیر منصرف پر جس توین کا آنا منع ہے وہ توین ممکن ہے، لہذا دیگر توین غیر منصرف پر آسکتی ہے، دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص ۱۸۰، نکتہ نمبر: ۱۲۸ اور توین کی پانچ قسمیں ملاحظہ ہوں مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۵۷ پر۔

سورۃ الطارق مکیہ

وَ السَّمَاءِ وَ الطَّارِقِ ۝ وَ مَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے • اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے • وہ روشن ستارہ ہے •

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّنَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو • تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے • وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا

دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

گیا ہے • جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے • وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے •

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

جس روز سب کی قلمی کلم جاوے گی • پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا •

ل قولہ واللہ من ورائہم الخ یہ جملہ، جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے اور فی تکذیب کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

رابطہ سورت سابقہ میں مومنین کے لیے تسلی کے ساتھ ساتھ کفار کے لیے عذابِ خداوندی کی وعید کا ذکر تھا۔ اور وعید و عذاب کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اعمال اور برے کرتوت محفوظ ہوں اور قیامت بھی واقع ہو جہاں ان برے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی لہذا اس سورت میں اعمال کا محفوظ رہنا اور بعثت بعد الموت یعنی قیامت کا امکان و وقوع اور بعثت کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا مذکور ہے اور سورت سابقہ کے اخیر میں بھی قرآن کا حق ہونا مذکور تھا یعنی بل ہو قرآن مجید الخ۔

تشریح و شان نزول: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمکدار ستارہ کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انسان پر ایک حافظ یعنی ایک نگران مقرر ہے جو اس کے اچھے برے تمام اعمال کو جانتا اور لکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے۔

شان نزول: تفسیر مظہری میں ہے کہ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب آپ ﷺ کے پاس آئے آپ نے روٹی اور دودھ سے ان کی تواضع کی آپ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس کی چمک سے وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی ابوطالب نے گھبرا کر کہا یہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تارا ہے جو کسی شیطان کے مارا گیا تھا اور یہ قدرتِ خداوندی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ابوطالب کو یہ سن کر تعجب ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اشارہ اس طرف ہے کہ ان نشانیوں اور دلائل سے کام لے کر صحیح راستہ یعنی دین اسلام کی طرف آنا چاہیے کیوں کہ ہر عمل پر محاسبہ ہونے والا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝۱“ قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔ طاریق کے معنی رات کو آنے والے کے ہیں، ستارے چوں کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو نمودار ہوتے ہیں اس لیے ستارہ کو طاریق فرمایا اور خود قرآن نے اس کی تفسیر کر دی کہ ”وَمَا أَذْرَبُكَ مَا الطَّارِقُ ۝۱ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۱“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے۔ نجم کے معنی ستارہ اور ثاقب کے معنی روشن اور چمکدار کے ہیں، اور قرآن نے کوئی ستارہ متعین نہیں کیا اس لیے ہر ستارہ اس کا مصداق ہو سکتا ہے جب کہ بعض حضرات مفسرین نے نجم سے خاص ستارہ ثریا یا زحل مراد لیا ہے۔ آگے جواب قسم ہے ”إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۱“ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو ان نافیہ ہے اور لَمَّا معنی الّا ہے جو قبیلہ ہذیل کی لغت میں استثناء کے معنی دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر کوئی حافظ نہ ہو یعنی ہر شخص پر نگران فرشتہ مقرر ہے جو کاتبِ اعمال ہے لہذا ان اعمال پر محاسبہ بھی ہوگا۔

نکتہ: اس آیت میں لفظ حافظ اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جنس ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر ہوتا ہے لہذا سورۃ الانفطار کی آیت وان علیکم لحافظین میں حافظین صیغہ جمع سے اس کا کوئی تعارض نہیں رہا۔

قسم و جواب قسم میں مناسبت | اس قسم کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت موجود و محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص طور سے شب میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور

ان کا خاص قیامت میں ہوگا اور ان پر محاسبہ ہوگا لہذا انسان کو فکر آخرت کرنی چاہیے۔ ”فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝“ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تو محال ہے۔ تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، بے جان قطرہ منی سے، تو جس خدا نے انسان کو اول مرتبہ نطفہ سے پیدا کر دکھایا تو وہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ ”خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝“ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، صلب اور ترائب یعنی پشت اور سینہ چوں کہ بدن کی دو طرفیں ہیں اس لیے کنایہ پورے بدن سے ہو سکتا ہے اور چوں کہ الفاظ قرآن میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہیں اس لیے آیت کا یہ مطلب بے تکلف ہو سکتا ہے کہ نطفہ مرد و عورت دونوں کے سارے بدن سے نکلتا ہے اور سارے بدن کی تعبیر آگے پیچھے کے دو اہم اعضا سے کر دی گئی یعنی سامنے کے حصہ میں سینہ اور پیچھے کے حصہ میں پشت سب سے اہم اعضا ہیں۔ عام طور سے مفسرین نے من بین الصلب والترائب کا یہ مفہوم لیا کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے۔

ماء دافق کی مراد آیت کے اندر پانی سے مراد منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد و عورت دونوں کی، اور دافق سے مراد ہے اچھلنے والا، اور عورت کی منی میں اندفاق یعنی اچھلنا مرد کی منی کے برابر نہ سہی لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے، اور رہا یہ سوال کہ جب مرد و عورت دونوں کی منی مراد ہو تو لفظ ماء کو مفرد کیوں لایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ دونوں مادے مل کر شئی واحد کے مثل ہو جاتے ہیں۔

”إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝“ وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ اِنَّہ کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع خالق ہے اور خالق اگرچہ لفظاً مذکور نہیں مگر خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے اور رَجْعُ کے معنی لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے کے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب خالق کائنات نے انسان کو پانی کی ایک بوند یعنی نطفہ بے جان سے پیدا کر دکھایا جب کہ نطفہ سے انسان بنا دینا زیادہ عجیب ہے، بہ نسبت انسان کو دوبارہ بنانے کے تو وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے کما قال تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ اور انسان دوبارہ کب پیدا ہوگا سنئے: ”يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝“ جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی۔ تبلی کے لفظی معنی امتحان لینے اور آزمانے کے ہیں، سرانر، سریرہ کی جمع ہے بمعنی بھید، پوشیدہ باتیں، لفظی ترجمہ ہوگا ”جس دن بھیدوں کا امتحان لیا جائے گا اور امتحان میں چوں کہ آدمی کی قلعی کھل جاتی ہے یعنی اس کی اچھائی، برائی اور حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے

۱۔ اعضاء انسانی کے ماہر اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے کہ نطفہ درحقیقت انسان کے ہر ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچہ کا ہر عضو اس جز نطفہ سے بنا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے نکلتا ہے البتہ دماغ کو اس معاملہ میں سب سے زیادہ دخل ہے اس لیے مشاہدہ ہوتا ہے کہ دماغ کی کثرت کرنے والے اکثر ضعف دماغ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ترجمہ کیا گیا کہ جب سب کی قلبی کھل جائے گی اور سب کی قلبی یعنی جمع کا ترجمہ اس لیے کیا کہ لفظ سرائر جمع ہے۔ یعنی سب پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی خواہ وہ عقائد باطلہ ہوں یا نیاتِ فاسدہ یا کچھ اور، ”فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ“ پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا یعنی جب سب کے راز فاش ہوں گے اور سب کا امتحان لیا جائے گا تو اس وقت انسان کو نہ تو خود عذاب کو دفع کرنے کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا جو عذاب کو دفع کر دے۔

لغات السَّمَاءُ: آسمان، جمع: السَّمَوَاتُ۔ الطَّارِقُ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ، (ن) اسم فاعل واحد مذکر، طَرَقَ النُّجُومَ (ن) طَرُوقًا: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا۔ النُّجُومُ کوئی ستارہ، جمع: النُّجُومُ، الثَّقَابُ جملکنے والا (ن) اسم فاعل واحد مذکر، ثَقَبَ الكوكبَ (ن) ثَقُوبًا وَثَقَابَةً: ستارے وغیرہ کا چمکنا۔ نَفْسٌ (شخص) جمع: نَفُوسٌ (مزید تحقیق سورہ انفطار کے اندر یَوْمَ لَا تَعْلَمُكَ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا کے تحت) لَهَا بمعنی اِلا ہے، جو قبیلہ ہذیل کی لغت میں استثناء کے لئے آتا ہے۔ حَافِظٌ یاد رکھنے والا، (س) اسم فاعل واحد مذکر، حَفِظَ فِي البَالِ (س) حِفْظًا: یاد رکھنا۔ فَلْيَنْظُرْ (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَيْهِ (ن) نَظْرًا: دیکھنا۔ الْإِنْسَانُ آدمی، جمع: إِنَاسٌ (مزید تحقیق در رکوع ۵) مَاءٌ پانی، جمع مِيَاءٌ۔ دَافِقٌ اچھلنے والا اسم فاعل واحد مذکر (بمعنی مدفوق ہے، ورنہ دَفُوقٌ کے معنی اچھالنے کے ہیں یا پھر فاعل کا یہ صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے لَابِنٌ (ای ذی دَفِيقٍ) اور یہ اسم فاعل و اسم مفعول دونوں پر صادق ہے) دَفَقَ الْمَاءَ وَنَحْوَهُ (ن) دَفَقًا: پانی گرانا، زور سے ڈالنا۔ (مزید وضاحت ”در اختیاری مطالعہ“) يَخْرُجُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَرَجَ (ن) خُرُوجًا: نکلنا۔ بَيْنَ درمیان، ظرف مکان۔ الصُّلْبُ پشت جمع اصْلَابٌ۔ الثَّرَائِبُ تَرِيْبَةٌ کی جمع ہے، سینہ کی ہڈیاں، یا سینہ کا وہ حصہ جہاں ہار پڑا رہتا ہے، (ترائب کو جمع اور صلب کو واحد لانا شاید اس نکتہ سے ہو کہ ترائب سے دو چیزوں کا تعلق ہے یعنی قلب اور کبد کا اور مافوق الواحد پر جمع کا اطلاق آجاتا ہے، اور صلب سے صرف ایک چیز کا تعلق ہے یعنی دماغ کا۔ رَجَعَ مصدر از باب ضرب، لوٹانا، (دوسرا معنی بارش، جیسا کہ والسماوات الرجوع میں آ رہا ہے) رَجَعَ الشَّيْءُ (ض) رَجَعًا وَرُجُوعًا: لوٹانا، رَجَعَ الشَّيْءُ،

۱۔ علامہ آلوسی رقمطراز ہیں کہ طارق دراصل طَرُقٌ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی اتنی زور سے کھرنے کے ہیں کہ اس کی آواز سنائی دے، اسی سے مِطْرُقٌ بمعنی ہتھوڑا مستعمل ہے، پھر یہ لفظ شب میں آنے والے کے لئے مختص ہو گیا کیونکہ وہ اکثر اوقات دروازہ بند پا کر اس کو بیٹتا ہے پھر اس کو اتنی وسعت دی گئی کہ ہر رات میں آنے والے کے لئے استعمال ہونے لگا خواہ وہ کچھ بھی ہو، اب یہاں جمہور کے نزدیک رات میں ظاہر ہونے والا ستارہ مراد ہے، یا تو بطور اسم جنس کوئی بھی ستارہ یا کوئی معبود مثلاً ثریا، یا زحل، مراد ہے، طارق کی جمع ذوی العقول کے لئے طُرَاق اور غیر ذوی العقول کے لئے طوارق ہے۔

۲۔ ثاقب کے اصل معنی خارق کے ہیں پھر یہ روشن کے معنی میں ہو گیا یا بس تصور کہ روشنی اندھیرے کو چھا دیتی ہے۔ (بیان القرآن)

۳۔ نَظْرٌ فِيهِ: غور و فکر کرنا، فلینظر کی راہ کو بقاعدہ الساکن اذا خَرَجَ كَمَا لِكَسْ كَسْرُ دِ يَ اُ مَ ا۔

۴۔ رَاغِبٌ نے لکھا ہے کہ صلب کے معنی صلابت اور شدت کے ہیں، اور پشت کو صلب شدت ہی کی وجہ سے کہتے ہیں۔

۵۔ اعراب القرآن میں ہے کہ ترائب، تریبہ کی جمع ہے، ومعنی بہا التریبہ وما حولها وما احاط بها والمراد بالصلب الاصلاب فاكتفى بالواحد عن الجماعة كما قال تعالى اولم ير الذين كفروا ان السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا اَلْخَوْلَمَ بِقَلِّ الْاَرْضِيْنَ۔

لوٹنا (لازم و متعدی) قَاجِزٌ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، قَدَرَ عَلَيْهِ (ض) قُدْرَةٌ: قادر ہونا۔ تُبْلِي (ن) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، بَلَاءٌ (ن) بَلَاءٌ وَتَلَّوْا: آزمائا۔ السرائر واحد سرائرہ بمعنی بھید لُحُوۃ بمعنی طاقت، قَوِي (س) قُوَّةٌ: طاقتور ہونا۔ نَاصِر (ن) اسم فاعل واحد مذکر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا وَنُصْرَةً: مدد کرنا۔

ترکیب وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ... واؤ جازہ تسمیہ السماء والطارق معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف اُقْسِمَ کے متعلق، اُقْسِمَ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (جواب قسم ان کل نفس الخ ہے) واؤ اعتراضیہ ما اسم استفہام مبتدا آخِزِ فعل ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما اسم استفہام مبتدا الطارق شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (بعض محققین نے ما کو خبر اور الطارق کو مبتدا قرار دیا ہے) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ ہو کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (لا محل لها) (یہ جملہ معترضہ مضمون قسم کی تاکید کے لئے ہے) النجم الثاقب مرکب توصیفی ہو کر مبتدا محذوف ہو کر خبر، خبر کی خبر، خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ بیانہ ہوا، (استیناف و قع جوابا عن استفہام نشأ عما قبل کانه قبیل ما هو فقیل هو النجم الخ) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ... اِنْ نافیہ کل نفس مرکب اضافی ہو کر مبتدا، بمعنی الاداء حصر، علیہا، ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم حافظ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر کل نفس مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم (لا محل لها) ۳

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ... فَاصْبِرْ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ الْبَعثَ فَلْيَنْظُرْ مِمَّ لِيَنْظُرَ فِعْلُ امْرِئِ الْإِنْسَانِ فاعل مِمَّ (ای من ای شیء) جار مجرور متعلق مقدم خُلِقَ کے، خُلِقَ فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر بمنزلہ مفعول بہ برائے لِيَنْظُرَ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط مقدر کی جزا

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يُخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ... خُلِقَ فعل مجہول مِنْ حرف جار ماء موصوف، دافِقِ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر صفت اول، يُخْرُجُ فعل، ضمیر ہو فاعل مِنْ حرف جار بَيْنِ مضاف، الصلب والترائب

۱۔ قَدَرَ الشَّيْءَ قَدْرًا: اندازہ لگانا، حیثیت دینا، قَدَرَ فَلَانًا: قدر کرنا، قرآن میں ہے وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ، قَدَرَ الرِّزْقَ عَلَيْهِ، کسی کے رزق میں حُكْمِ كَرَامَةٍ، کی کرنا، قرآن میں ہے وَمَا إِذَا مَا ابْتَلَاهُمْ فَقَدَرَ عَلَيْهِمْ رِزْقَهُ

۲۔ جمع میں یاہ کو ہمزہ کر لیا گیا حالانکہ واحد میں ہمزہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع میں یاہ سے پہلے الف ہے، اب دوسرا کن جمع ہونے کی بناء پر یاہ کو ہمزہ سے بدل کر اس کو کسرہ دید یاہ، اور اگر یاہ اصلی ہو تو جمع میں اس کو ہمزہ سے نہیں بدلا جائے گا جیسے مَوَيْضَةً لِيَجْمَعَ مَقَابِلُ قُرْآنٍ مِّنْهُ نَوْجًا فَطَنَّا لِحْمِ فَيْهَاتَا مَقَابِلُش۔

۳۔ قولہ لَمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ اس کو لَمَّا (بالتحقیق) بھی پڑھا گیا ہے، اس وقت ان مخفف ہوگا اور اس کا اسم محذوف مانا جائے گا اور لَمَّا کا ما زاد ہوگا اور لَمَّا نافیہ وان مخفف میں فرق کرنے کے لئے ہوگا، علیہا حافظ، علیہا متعلق مقدم بھی ہو سکتا ہے حافظ کا، نیز علیہا کو ثبت فعل محذوف کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے اور حافظ اس کا فاعل، اور پھر جملہ فعلیہ خبر (جلالین) بعض نے جواب قسم اَنَّهُ عَلِيٌّ رَجَبًا لَخِ كَوَّلَهَا ہے۔

۴۔ اس فاء کو دوسرے اعراب القرآن میں اسحفاً فی لکھا ہے، اور روح المعانی میں تفریح ہے۔

معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل مذکور کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو اخلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ متانفہ بیانہ ہوا (گویا یہ جملہ جواب استفہام ہے استیناف وقع جواباً عن استفہام مقدر کانه قبیل مِمَّ حُلِقَ فقیل خُلِقَ مِنْ مَاءِ الْخ۔ روح المعانی)

اِنَّهُ عَلٰی رَجْعِهِ لَقَادِرٌ يَوْمَ تُبْلٰى السَّرٰٓئِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نٰصِرٍ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم، علی رجحہ متعلق مقدم قَادِرُ کے، لام مزحلقة قَادِر صیغہ اسم فاعل ضمیر ہو مستتر فاعل پھر یہ شبہ فعل خبر ہے حرف مشبہ بالفعل کی، یوم تبلی (یہ ظرف ہے رجحہ مصدر کا) یوم مضاف تبلی فعل مضارع مجہول السرائر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ برائے تفریح اسم مانافیہ لہ (ای للانسان) ثابتہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، من زائدہ، قوۃ معطوف علیہ واو حرف عطف لا زائدہ برائے تاکید نفی، ناصر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا (لفظاً مجرور محلاً مرفوع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (تبلی السرائر) اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہو اور رجحہ میں رجحہ مصدر کا یا رجحہ فعل محذوف کا، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

دافق کے معنی ہے اچھلنے والا، کودنے والا، اسم فاعل واحد مذکر از باب نصر مگر ذوقاً دَفَّقُ دَفْقًا کا معنی ہے "اچھالنا" لہذا دافق کا اصلی ترجمہ ہوگا اچھالنے والا، اب یا تو یوں کہئے کہ یہاں اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے، اب ترجمہ ہوگا، اچھالا ہوا، اور اچھالنے کے لیے اچھلنا لازم ہے اس لیے اچھلنے اور کودنے سے ترجمہ کر دیا گیا، یا یوں کہئے کہ دافق، لابن و تامر کی طرح نسبت کے لیے ہے ای ذی دفق ریاضی اندفاق اچھال والا، یا پھر یوں کہئے کہ یہ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے اور قطرہ معنی کی طرف اس کی نسبت مجازاً ہے، دراصل اچھالنے والا اور منی کو کودانے والا صاحب منی ہوتا ہے، (کلمہ من الروح جنحیر لیسر)

اجراء فالہ من قوۃ ولا ناصر طلبہ عزیز! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ قوتہ کر مؤنث میں سے مؤنث ہے، کیونکہ اس میں گول تاء علامت تانیث موجود ہے، (مؤنث لفظی) مگر میرے عزیزو! آنکھ بند کر کے ہر تاء والے لفظ کو مؤنث نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ کبھی تاء برائے مبالغہ بھی ہوتی ہے، جیسے راویۃ، نابغہ اور کبھی تاء یا اضافت کے بدلہ میں ہوتی ہے جیسے اُبی سے اَبَتِ تاء

۱۔ قولہ فما لمن قوۃ الخ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فاء شرط مقدر کے جواب میں ہے ای اذا بعث یوم القیامت فما الخ۔

۲۔ اگر حسب ترکیب مذکورہ یوم تبلی کو رجحہ کا ظرف بنایا جائے تو اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں مصدر (یعنی رجحہ) اور اس کے معمول (یوم تبلی) کے درمیان اجنبی کا فصل ہے یعنی لقادر کا، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یوم تبلی ظرف ہے، اور طرف میں وسعت ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے اور عصام الدین نے فرمایا کہ یہ فصل ایسا ہے جیسا کہ فصل ہوئی نہیں کیونکہ اس کو رعایت فواصل کی بنا پر مؤخر کیا گیا ہے لہذا وہ تقدیم ہی کے درجے میں ہے (روح المعانی) ایک جواب یہ ہے کہ لقادر اجنبی ہے ہی نہیں کیوں کہ یہ یا تو علی رجحہ کا عامل مؤخر ہے یا علی رجحہ سے پہلے عامل مقدر کی تفسیر ہے، عبارت یہ ہے اِنَّهُ لَقَادِرٌ عَلٰی رَجْعِهِ لَقَادِرٌ لَقَادِرٌ كَذَرِ لَمَلَانِ كُنِيَ هُوَ۔ (بیان القرآن)

تقریباً گیارہ چیزوں کے لئے آتی ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۳۲۶۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے • اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے • کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے • اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے • یہ لوگ

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلُ الْكٰفِرِينَ اَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا ۝

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں • اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں • تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے •

تشریح ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اب کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوع قیامت کی خبر قرآن میں ہے اور قرآن تو خود اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ کلام الہی ہے بھی یا نہیں، لہذا یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی قسم کھا کر فرمایا کہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یعنی وہ حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ جو کچھ بیان کرتا ہے وہ بالکل سچ ہوتا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝“ قسم ہے آسمان کی جو بارش لانے والا ہے رَجْعٌ بمعنی بارش، اور دراصل یہ باب ضرب کا مصدر ہے، بمعنی لوٹنا، اور بارش کا نام رجع کیوں پڑا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بارش کو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً لوٹاتا رہتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش سے وہ بارش مراد ہے کہ جو پے درپے ہو کہ ایک مرتبہ بارش ہو کر ختم ہو جائے اور پھر لوٹے۔ ”وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝“ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یعنی قسم ہے زمین کی جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے آگے جواب قسم ہے کہ ”إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝“ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ یعنی حق و باطل اور کھرے کھوٹے میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے۔ الغرض ان آیات سے قرآن کا کلام حق من جانب اللہ ہونا ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ”إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۝“ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں یعنی حق کی نفی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی ان کی ناکامی اور سزا کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آئے گی۔ ”فَمَهْلُ الْكٰفِرِينَ اَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا ۝“ تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے یعنی مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے میرا تدبیر کرنا سن لیا تو اگر آپ ان کا سوء انجام دیکھنا چاہیں تو ان پر عذاب کی جلدی نہ کیجئے بلکہ ان کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں بلکہ تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے اس کے بعد میں ان پر عذاب نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت۔

اہم ازالہ شبہ | تفسیر مظہری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنے سے مراد ان کو ڈھیل دینا ہے اس طریقہ سے کہ وہ جانتے نہیں، اوالمعنی اجزہم فی الآخرة جزاء کیدہم۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | قسم اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو مال مال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے اترتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔

لغات الرَّجْع مصدر از باب ضرب، لوٹنا، یہاں مراد بارش ہے۔ الصّدع ای التشقق مصدر از باب فتح، یہاں مراد زمین سے کھیتی کا پھوٹ کر نکلنا ہے، صَدَعِ النَّبَاتِ الْأَرْضَ (ف) صَدَعًا: پودے کا زمین پھاڑ کر نکلنا، یا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے از صَدَعِ الشَّيْءِ: پھاڑنا۔ قَوْلٌ مصدر از باب نصر، قَالَ (ن) قَوْلًا وَمَقَالًا وَمَقَالَةً: بولنا، کہنا۔ فَضْلٌ مصدر از باب ضرب بمعنی فاعل ہے، اِی قَوْلٌ فَاصِلٌ، فیصلہ کن کلام (جیسی بالمصدر للمبالغة كأنه نفس الفصل) فَصَلَ (ض) فَضْلًا: فیصلہ کرنا۔ الْهَزْلُ مصدر از باب ضرب بمعنی اسم مفعول، هَزَلَ فِي كَلَامِهِ (ض) هَزَلًا: مذاق کرنا، غیر سنجیدہ بات کرنا، (۲) اسم، غیر سنجیدہ بات۔ يَكِيدُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، كَادَ الشَّمْسُ (ض) كَيْدًا: تدبیر کرنا، حل نکالنا۔ كَادَ اللَّهُ كَيْدًا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے اعمال پر جزا کی تدبیر کرنا۔ كَيْدًا مصدر از ضرب۔ مَهَلٌ باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، مَهَلَهُ تَمْهِيلاً: مہلت دینا۔ الْكَافِرِينَ الْكَافِرُ کی جمع بحالت نصی، اسم فاعل جمع مذکر، كَفَرُوا (ن) كُفْرًا وَكُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ اَمْهَلُ باب افعال سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، اَمْهَلَهُ اَمْهَالًا: مہلت دینا۔ رُوِيَ اَسْمًا سِيوطی نے لکھا ہے کہ روید اسم ہے اور یہ رُوذٌ بَرُوزٌ عَوْدٌ کی تصغیر ہے بمعنی مہلت، لہذا رویداً کے معنی ہوئے تھوڑی سی مہلت ای امہالاً قَلِيلًا۔

ترکیب وَالسَّيَاءَ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَضْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ... واو جارہ قسیہ

السَّيَاءَ موصوف ذات الرَّجْعِ مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف مع صفت کے معطوف علیہ واو عاطفہ، الارض ذات الصّدع مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اقسام کے ہو کر قسم، جواب قسم ہے اِنَّهٗ لَقَوْلٌ اِنْ اِنْ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم (ای القرآن) لام مزحلقة، قَوْلٌ فَضْلٌ مرکب توصیفی ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ ما مشابہ بیس ہو اس کا اسم ہا زائدہ برائے تاکید نشی و تحسین کلام الھزل لفظاً مجرور محل منصوب،

۱۔ رَجْعٌ، رَجْعٌ بَرُوجٌ کا مصدر ہے، بعض نے ذات الرجوع کا ترجمہ چکر مارنے کا کیا ہے، شاہ عبدالقادر اور قاضی بیضاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس اعتبار سے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آسمان اپنے ہر دور میں جس جگہ سے حرکت کرتا ہے وہیں لوٹ آتا ہے، لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہاں الرجوع اپنے مصدری معنی میں مستعمل نہیں بلکہ بمعنی بارش ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش کا نام رَجْعٌ کیوں پڑا تو قاضی بیضاوی نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ بارش کو قافو قافو تار لونا تار ہوتا ہے۔ (۲) ابر سمندروں سے پانی لا دیتا ہے اور پھر زمین کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

۲۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ از واؤ (جو باب افعال کا مصدر ہے) کی تصغیر ہے، یعنی ابرو اور مصدر میں پہلے تخم کی کہ زوائد کو حذف کر دیا گیا اور پھر تصغیر لائی گئی، اَرْوَدٌ فَلَانًا کا معنی ہے مہلت دینا لہذا تصغیر کا ترجمہ ہوگا تھوڑی سی مہلت دینا، کیوں کہ تصغیر برائے تکلیل ہے، (اعراب القرآن) اور رُوذٌ بضم الراء کا معنی ہے آہستہ جیسے بولتے ہیں ارض علی رُوذٌ آہستہ چلو۔ نحو یوں نے کہا کہ کلام عرب میں رویداً کے سلسلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) اسم فعل بمعنی امر حاضر معروف ای اَمْهَلُ (۲) مصدر ہو کر مصادر کی طرح، لہذا یہ اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا جیسے روید زید (۳) مصدر محذوف یا مصدر مذکور کی صفت واقع ہو جیسے ساز و استیزار ویدنا، یا ساز و ارویدنا، مصدر محذوف کے قائم مقام رویدنا کو رکھ دیا۔ (بیان القرآن، مشکل ترکیبوں کا حل)

ما مشابہ بلیس کی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر جواب قسم۔
 اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيدُ كَيْدًا فَمَهْلُ الْكٰفِرِيْنَ اِنَّ حَرْفَ مَشَبَهٍ بِالْفِعْلِ هَمْ
 ضمیر اس کا اسم (آی اہل مکہ) یکیدون فعل واو ضمیر فاعل، کیداً مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق
 سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اکید کیداً جملہ فعلیہ معطوف، پھر وہ حرف مشبہ بالفعل کی خبر
 اور وہ پھر جملہ اسمیہ خبریہ، فمهل الکفرین الخ فاجزائیہ اور شرط محذوف ہے ای ان شئت ان تزی مغتبه امر ہم فمهل
 الخ فمهل الکفرین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مؤکد یا مبدل منہ (جواب شرط مقدر)
 امهلهم فعل فاعل مفعول بہ رویداً (آی ارواداً، قولہ رویداً اما مصدر مؤکد للعامل او نعت لمصدره
 المحذوف ای امہالاً رویداً آی قلیلاً) مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ
 انشائیہ ہو کر تاکید یا بدل، مؤکد اپنی تاکید سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ
 شرطیہ جزائیہ ہوا (فمهل کافاء عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے)

سورۃ الاعلیٰ مکیہ

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی الَّذِي خَلَقَ فَسُوٰی وَّ الَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰی وَّ الَّذِي

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے • جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا • اور جس نے تجویز کیا پھر راہ ہستلائی • اور جس

اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهُ غُثًا اَحْوٰی

نے چارہ نکالا • پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا •

ربط سورۃ سابقہ میں اعمال کا محفوظ ہونا اور آخرت میں ان کی جزا و سزا کا بیان تھا، اس سورت میں بھی اصل مقصود
 فلاح آخرت کے مقصود ہونے اور اس فلاح کے حصول کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے اور وہ طریقہ ہے صوم و صلوة، ذکر
 و تسبیح، خدا کی ذات و صفات کی معرفت اور تزکیہ نفوس وغیرہ۔

تشریح آیت مذکورہ میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی
 پاکی بیان کیجئے اور سبوح میں خاص آپ ہی کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”سَبِّحْ
 اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی الَّذِي خَلَقَ فَسُوٰی“ آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے بنایا
 پھر ٹھیک بنایا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ اور جو مومنین آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح و تقدیس
 بیان کیجئے، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اس کے نام کی تعظیم و تکریم کیجئے اور نہایت

ادب و احترام سے اس کا نام لیجئے (مزید اختیاری مطالعہ میں) خَلْق کے معنی ہے بغیر کسی سابق مادہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی مخلوق کے بس میں ہرگز نہیں ہے، اور سٹوئی کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو مناسب طور پر ٹھیک ٹھاک بنایا یعنی جسامت، شکل و صورت اور اعضاء میں ایک خاص تناسب رکھا، حیرت تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور ان کی انگلیوں میں ایسے جوڑ رکھے اور قدرتی اسپرنگ لگائے کہ وہ ہر طرف موڑے توڑے اورتہ کئے جاسکتے ہیں، ”وَ الَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ“ اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی آیت کے اندر قَدَّرَ تَقْدِيرًا کے معنی ہے اللہ کا فیصلہ اور اس کی تجویز یعنی جس نے جانداروں کے لیے ان کے مناسب چیزوں کو تجویز کیا یعنی ہر چیز کو کسی خاص کام کے لیے پیدا کیا اور پھر ان جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی یعنی ہر ایک کی طبیعت میں جدا جدا ان اشیاء کا تقاضا پیدا کر دیا۔ ہر یکے راہسہ کارے ساختند ☆ میل اور در دلس انداختند

چناں چہ ہم لوگ روزمرہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے اور کوئی کسی کام میں، اسی طرح جنگل کے درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کو دیکھو کہ ہر ایک کو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے اور اپنی اپنی انفرادی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رہنمائی حاصل ہے۔ ”وَ الَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ“ اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ مَرْعَىٰ مصدر مِمْسٍ بمعنی اسم مفعول ہے، مرادی معنی ہے گھاس، چارہ اور عُثْقَاءُ وہ کوڑا کباڑ جو پانی کے بہاؤ میں اوپر آ جاتا ہے اور آخویٰ بروزن افعل صفت مشبہ ہے بمعنی سیاہ، مطلب یہ ہے کہ جس نے زمین سے خوشنما چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا، دیکھئے زمین سے نکلتے وقت وہ چارہ کس قدر خوشنما اور سرسبز و شاداب نظر آتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بالکل سیاہ کوڑا یعنی بالکل بے سود ہو جاتا ہے اور اس گھاس کے تنکے سوکھ کر زمین پر پڑے پڑے پھرتے ہیں، جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے بیان کیا ہے کہ ایک دن یہ دنیا اپنے سرسبز و شاداب اور خوشنما ہونے کے باوجود ختم اور بے وقعت ہو جائے گی۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ ہے ☆ قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

لہذا ایمان و اطاعت کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہیے جہاں اعمال پر جزا و سزا ہونے والی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب سورۃ سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجْعَلُوها فی سجودکم یعنی یہ کلمہ سبحان ربی الاعلیٰ اپنے سجدہ میں کہا کرو اور چوں کہ مقصود اسم نہیں بلکہ مسمیٰ ہے اس لیے سبحان اسم ربك الاعلیٰ اختیار نہیں کیا بلکہ سبحان ربی الاعلیٰ اختیار کیا (معارف)

اختیاری مطالعہ

اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں | قولہ سبح اسم ربك، سبح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں لہذا اس کے مقدس نام کو ہر ایسی چیز سے پاک رکھا جائے جو اس کے شایان شان نہیں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اس کے اسمائے

حقیقی کے ساتھ پکارنا چاہیے جن کی تعداد صحیح احادیث میں ننانوے آئی ہے لہذا قرآن وحدیث میں جو نام اللہ کے لیے ثابت نہیں ان کو اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں، نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں، اسی طرح جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً عبدالرحمن کو رحمان کہنا، عبدالخالق کو خالق کہنا، ہرگز درست نہیں، البتہ اسمائے حسیٰ میں سے وہ اسماء جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام غیر اللہ کے لیے بولنا درست ہے جیسے رحیم، رشید، کریم، عزیز، علی، وغیرہ۔

قاعدہ بعض علماء نے کہا کہ آیت میں لفظ اسم زائد ہے اور مراد ہے سبح ربك الاعلیٰ اور بعض نے کہا کہ اسم سے ذات مسمیٰ مراد ہے جیسے اس آیت میں ہے ما تعبدون من دونہ الا اسماء سَمَّيْتُمْوهَا اَنْتُمْ وَاَبَاءُكُمْ۔

لغات سَبَّحَ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سَبَّحَ اللہ ولہ: خدا کی پاکی بیان کرنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الَاعْلَى: (ن) عَلُوٌّ سے اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَا الشَّيْءُ (ن) عَلُوًّا: بلند ہونا۔ سَوَّى (تفعیل) تَسْوِيَةٌ سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوَّى الشَّيْءَ: ٹھیک کرنا، مناسب و معتدل بنانا۔ قَدَّرَ (تفعیل) تَقْدِيرٌ سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، قَدَّرَ اللہ الامر علیہ ولہ: اللہ کا کسی کے لئے کوئی کام مقدر کرنا تجویز کرنا۔ هَدَى (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، هَدَى (ض) هُدًى وَهَدِيًّا وَهَدَايَةً: راہ دکھلانا، رہنمائی حاصل کرنا، أَخْرَجَ البِرْعَى (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی، أَخْرَجَ مِنْهَا مَائَهَا وَمَرْعَهَا کے تحت) جَعَلَ (ف) ماضی واحد مذکر غائب، جَعَلَ (ف) جَعَلًا: بنانا۔ غُفَاءً اسم جامد (سیلاب کا کوڑا، اور جھاگ، سوکھی گھاٹلی، مراد ہے سوہ، جمع آغْشَاءُ۔ أَحْوَى حُوَّةً سے ماخوذ ہے، بروزن أَفْعَلَ، صفت مشبہ، کالا سیاہ مائل بسبزی، حَوَى الشَّيْءُ (س) حَوَى وَحُوَّةً: بسبزی مائل سیاہ ہونا، یا سیاہی مائل سرخ ہونا، هوأَحْوَى وَهُوَ حَوَاءٌ جَمْعُ حُوٍّ۔ (اعراب القرآن و صرفہ)

ترکیب سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الَاعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى وَالَّذِي أَخْرَجَ البِرْعَى فَجَعَلَهُ غُفَاءً أَحْوَى... سَبَّحَ فعل امر، ضمیر انت مستتر فاعل، اسم مضاف، رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر موصوف، الَاعْلَى صفت اول الذی اسم موصول خَلَقَ فَسَوَّى معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ (خلق کا مفعول محذوف ہے آئی کُلُّ شَيْءٍ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ، وَاوَّ عَاطِفُ الَّذِي اسم موصول، قَدَّرَ فَهَدَى معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر معطوف علیہ معطوف، وَاوَّ عَاطِفُ الَّذِي اسم موصول أَخْرَجَ البِرْعَى فعل، فاعل (ضمیر ہو) اور مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ فاعطوفہ برائے تعقیب، جَعَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ضمیر مفعول بہ اول (مرجع

۱۔ غلا الرجل: غالب آنا، علی فی الشرف (س) غَلَاة: عزت و مرتبہ میں بلند ہونا، هو غلیظ۔

۲۔ مجرد میں ہے سَوَّى الرجل (س) سَوَّى: درست کار ہونا۔

۳۔ مجرد میں ہے قَدَّرَ علیہ (ض) قَدَارَةٌ وَقُدْرَةٌ: قادر ہونا (المجم الوسیط، القاموس الوحید) قَدَّرَ الشَّيْءَ، قَدَّرًا: اندازہ لگانا (صلوات کی تبدیلی سے

اس کے اور بھی بہت سے معانی ہیں)

۴۔ غَفَا الوَادِي (ن) غَفَا وَغَفُوًّا: وادی کا زیادہ کوڑے کرکٹ والی ہونا۔

المرغی ہے) غشاءِ احوی مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر، ذب کی صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (لا محل لہا)۔

سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝۱۱ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝۱۲ وَنُيَسِّرُكَ

ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے • مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو • وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے • اور ہم اس آسان

لِيُيسِّرَ ۝۱۱

شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے •

تشریح ما قبل میں فجعلہ غشاءِ احوی کے ضمن میں آپ نے پڑھا تھا کہ طاعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ ﷺ کو اس کی تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے، سو اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ”سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝۱۱ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝“ ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو۔ یعنی ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے یعنی یاد کرا دیا کریں گے (جب ابتداء میں آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ بھول جانے کے خوف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ خود بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے) لہذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا کہ ہم آپ کو یاد کرا دیا کریں گے پھر آپ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے مگر جس قدر بھلانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اور نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مضمون کو سب کے ذہنوں سے فراموش کر دیا جائے، ”إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝۱۲“ وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے یہ یاد رکھانا اور فراموش کر دینا سب قرین حکمت ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور مخفی دونوں کو جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں ہے، ”وَنُيَسِّرُكَ لِیُيسِّرَ ۝۱۱“ اور ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے یعنی جس طرح ہم آپ کے لئے قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دے دیں گے (یعنی شریعت کے حکم کا سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل کرنا بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہو جائے گی) (اور شریعت کی صفت یسری لانا بطور مدح کے ہے یا اس لئے کہ وہ نیر کا سبب ہے یعنی آخرت میں آسانی کا)

تذکرہ نیسرک کا ایک ترجمہ ہے کہ ہم آپ کو شریعت یسرئی کے لئے آسان کر دیں گے حالانکہ مقام کا تقاضا یہ تھا

قوله احوی، صفة لغشاء ای غشاء اسود لان الغشاء اذا قدم واصابته الامطار اسود و تقفن فصارت احوی و قل هو حال من المرغی، ای اخرج المرغی اسود من شدۃ الخضرة اس صورت میں احوی کو مخر کرنے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔

کہ یہ کہا جاتا کہ ہم آپ کے لئے شریعت کو آسان کر دیں گے یعنی آسان ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ بندہ کی، تو جواب یہ ہے کہ حکمت اس کے اندر یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طبعی طور پر ایسا بنا دیں گے کہ شریعت آپ کی طبیعت بن جائے گی گویا شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو آسان بنا دیا۔



فَاذْكُرْ سَنُقْرِئُكَ نَقْرِي، (افعال) مضارع معروف جمع متکلم آقرء فلاناً: پڑھانا، قرء (ف) قِرَاءَةٌ وَقُرَّانًا: پڑھنا۔ لَا تَلْسَنِي (س) مضارع واحد مذکر حاضر، نَسِيَ الْأَمْرَ (س) نَسِيًا وَنَسِيَانًا بھولنا، دراصل تَلْسَنِي تھا، قاعدہ کے جاری ہوا ہے، يَتَعَلَّمُ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، عَلِمَ الشَّيْءَ (س) عَلِمًا: جاننا۔ الْجَهْرَ (ظاہر) (خواہ قول ہو یا فعل) باب فتح کا مصدر ہے اور یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ جَهَرَ الشَّيْءَ (ف) جَهْرًا: ظاہر و آشکارا ہونا، جَهَرَ بِالْكَلَامِ وَنَحْوِ جَهْرًا وَجَهْرًا: ظاہر کرنا، اعلان کرنا، قرآن میں دوسری جگہ ہے وَإِنْ تَجَهَّرَ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى۔ يَخْفَى (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَفِيَ الشَّيْءَ (س) خَفَاءً وَخَفِيَّةً پوشیدہ ہونا۔ يُبَيِّنُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، يَبَيِّنُ الشَّيْءَ: آسان کرنا، يَبَيِّنُ فَلَانًا: سہولت دینا، توفیق دینا، يَبَيِّنُ يَبَيِّنُ (ض) يَبَيِّنُ: آسان ہونا۔ يُبَيِّنُ موصوف مخذوف ہے ای للشریعة الیسری (آسان شریعت) اسم تفضیل اَبَيَّنُوا كَامُونًا، جمع يَبَيِّنُونَ، يَبَيِّنُ (ض) يَبَيِّنُ: آسان ہونا۔

ترکیب سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَلْسَنِي إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى سنین برائے استقبال، نُقْرِئُكَ (ای نُقْرِئُكَ مَا نُوحِي إِلَيْكَ) فعل فاعل مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ تفریعیہ لَا تَلْسَنِي فعل مضارع، ضمیر انت فاعل إِلَّا حرف استثناء ما شاء الله (شاء کا مفعول بہ مخذوف ہے ای أَنْ تَنْسَأَهُ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ (انہ یعلم الجہر وما یخفی) جملہ تعلیلیہ ہے اپنے ماقبل کا، اس میں الجہر معطوف علیہ ہے اور ما یخفی موصول مع صلہ کے معطوف پھر یعلم کا مفعول بہ) وَنُيَسِّرُكَ الرَّحْمَةُ وَادَّ عَاطِفُهُ (عطف علی سَنُقْرِئُكَ) نُيَسِّرُكَ فعل، ضمیر نحن فاعل، كاف مفعول بہ، لِلْيُسْرَى ای للشریعة الیسری جار مجرور متعلق نُيَسِّرُكَ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہے۔ (لا یحل لها)

فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ۝ سَيَذَكِّرْ مَنْ يَخْشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو • وہی شخص نصیحت ماننا ہے جو ڈرتا ہے • اور جو سخت بد نصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے • جو بڑی

۱۔ قولہ ما یخفی مضارع اس وجہ سے لایا گیا کہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اشیاء میں غالب احوال اخفاء ہی ہے، اظہار کبھی کبھی ہوتا ہے اور اظہار کبھی اگر ہو تو بعد اظہار وہی غلطی ہی ہو جاتی ہے (ہمان القرآن) دراصل یخفی تھا، بقاعدہ کے تطلیل ہوئی۔

۲۔ یبیسر الشیء (ک) یبیسر و تنسیء: آسان ہونا، (۲) کم اور معمولی ہونا۔

۳۔ قولہ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ: استثناء مفرغ من اعم المفاعیل ای لَا تَلْسَنِي اصلاً مقام سَنُقْرِئُكَ کہ شیئا من الاشیاء إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (روح المعانی) وقد یقال الاستثناء من اعم الاوقات ای فَلَا تَلْسَنِي فِي وَقْتِهَا مِنَ الْاَوْقَاتِ وَالْاَوْقَاتُ مَشِيئَةُ اللَّهِ تَعَالَى۔

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝

آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اس میں نہ مری جاوے گا اور نہ جئے گا۔

تشریح اے پیغمبر ﷺ جب ہم آپ کے لئے قرآن اور شریعت اسلام کو آسان کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو آپ جس طرح خود تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے چنانچہ فرمایا: ”فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝“ تو آپ نصیحت کیا کیجئے۔ اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (نصیحت فی نفسہ مفید ہی ہوتی ہے کما فی القرآن وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ، لِهَذَا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ کا اضافہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ اگر تو آدمی ہے تو فلاں کام کر لہذا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ کے الفاظ اگرچہ شرط کے الفاظ ہیں مگر درحقیقت شرط مقصود نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کو دوسروں کو نصیحت کرنے کے لیے تاکید دینا ہے) ”سَيِّدٌ تَقْوَىٰ مَنْ يَخْشَىٰ ۝“ نصیحت اگرچہ فی نفسہ مفید ہوتی ہے؛ مگر اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ سب ہی کے لئے مفید ہوگی اور سب ہی اس کو مان لیں گے بلکہ وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے، ”وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَىٰ ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝“ اور جو سخت بد نصیب ہو (یعنی مستحق دوزخ ہو) وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا (یعنی آتش دوزخ میں جو دنیا کی سب آگوں سے بڑی ہے) حدیث میں وارد ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے کہ نارِ صغریٰ دنیا کی آگ، اور نارِ کبریٰ جہنم کی آگ ہے۔ ”ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝“ پھر اس میں نہ مری جائے گا (کہ مصیبت سے چھٹکارا مل جائے) اور نہ جئے گا یعنی نہ آرام کی زندگی جئے گا، بلکہ ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا، العیاذ باللہ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ☆ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

نکتہ: جہنم میں موت کا نہ آنا کفار کے ساتھ خاص ہے، گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہاں ان کو موت آجائے گی اور جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا یعنی نہر حیاۃ میں، اور ان کو از سر نو حیات مل جائے گی۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت موجود ہے (روح، تفسیر ابن کثیر)

لغات ذَكِّرْ آپ نصیحت کیجئے، باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذَكَّرَ النَّاسَ: وعظ و نصیحت کرنا، نَفَعَتْ (ف) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفَعًا: فائدہ دینا۔ الذِّكْرَىٰ باب نصر کا مصدر، بمعنی نصیحت کرنا۔ سَيِّدٌ تَقْوَىٰ (تفعل) مضارع معروف، واحد مذکر غائب (نصیحت ماننا) دراصل يَتَذَكَّرُ تھا، تاء کو ذال سے بدل کر ذال کا ذال میں ادغام کر دیا۔ يَخْشَىٰ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَشِيَ (س) خَشِيَةً: ڈرنا۔

۱۔ قولہ اِنْ نَّفَعَتْ شَرْطٌ سے مقصود امر (فَذَكِّرْ) کی تاکید ہے ورنہ نصیحت تو نافع ہی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کسی کے بیٹے سے کہے کہ آؤ حقہ ان کا نابالک (بیان القرآن) الغرض تذکیر فی نفسہ نافع ہے مگر کسی وقت شرط نہ گرنے پائے جانے کی وجہ سے تذکر کا مرتب نہ ہو۔ (بیان القرآن)

يَتَجَنَّبُ (تفعل) مضارع معروف واحد مذکر غائب، تَجَنَّبَ الشَّيْءَ: گریز کرنا، بچنا۔ جَنَّبَ الشَّيْءَ (ن) جَنَّبًا: بچنا (۲) بچانا۔ **الْأَشَقَى** (سخت بد نصیب) (س) اسم تفضیل واحد مذکر، شَقِيٌّ (س) شَقًا و شَقَاءً و شَقَاوَةً: بد بخت ہونا (در اصل أَشَقَى تَهَا) (سورۃ الانفطار میں تحقیق گذر چکی) النَّارِ آگ، مراد دوزخ، جمع النَّيِّرَانُ وَاَنْوُرٌ۔ (نیران کی اصل نُوْرَان تھی، اور نار کے اندر الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ تغشیر نوبہ ہے، اعراب القرآن و صرفہ) الْكَبْرَى (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں فأراه الآیة الكبرى کے تحت گذر چکی) لَا يَمُوتُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، مَاتَ (ن) مَوْتًا: مرنا۔ لَا يَمُوتُ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، حَيٌّ (س) حَيَاتًا و حَيَاتًا: زندہ رہنا۔

ترکیب قَدْ كَرَّمَ أَنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى... فَا فَصِيح (اعراب القرآن) اِی لَمَّا يَشْرِنَا لَكَ الْقُرْآنَ وَالشَّرِيعَةَ السَّمْحَةَ اَلْخَ، ذَكَّرَ فَعْلَ امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط مقدر کی جزاء، (ذکر کا مفعول بہ محذوف ہے ای ذکر الناس بما یوخی الیک) اِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى شرط، اور جزاء مقدر ہے جس پر ما قبل ذَكَّرَ دال ہے، ای ذَكَّرَهُمْ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ... سَيِّدًا كَرَّمَ مِنْ يَخْشَى وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشَقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى..... سین برائے استقبال یَدَّ كَرَّمَ، مَنْ يَخْشَى اسم موصول مع صلہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واو عاطفہ یَتَجَنَّبُ فعل ہا مفعول بہ (ای الذکرئی) الاشقی موصوف الذی اسم موصول یَصْلَى فعل، ضمیر ہو فاعل، النار الکبری مرکب توصیفی ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف لا یَمُوتُ فیہا؟ لہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ لا یَحْيَى جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہو ایصلی کا، معارف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل، یَتَجَنَّبُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف ہو لَسَيِّدًا كَرَّمَ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (لاکل لہا من الاعراب)

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝۱۳ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝۱۴ بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝۱۵

• مراد ہوا جو شخص پاک ہو گیا • اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا • بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مستحکم رکھتے ہو •

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝۱۶ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝۱۷ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى ۝۱۸

• حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پاکدار ہے • یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے • یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں •

تشریح ما قبل میں ایک آیت تھی سَيِّدًا كَرَّمَ مِنْ يَخْشَى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے) اب سوال ہو گا ما

بعض صحراوت ذکر کو جزائے مقدم قرار دیتے ہیں اور ان نفعات کو شرط مؤخر، مگر عربی کتب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب جزاء کو مقدم نہیں مانتے لہذا اگر کسی جگہ شرط بظاہر مؤخر ہو تو اس کی جزاء علیحدہ سے محذوف مانتے ہیں۔

حَالٍ مَنْ تَذَكَّرَ یعنی اس شخص کا کیا حال ہو جس نے نصیحت قبول کی، تو جواب دیا ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہو گیا تَزَكَّى زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کے اصل معنی پاک کر دینے کے ہیں، مال کی زکوٰۃ کو بھی اس لیے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو انسان کے لیے پاک کر دیتی ہے، لہذا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب اور بامراد ہو گیا کہ جو قرآن سن کر اور نصیحت مان کر عقائد باطلہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو گیا، ”وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى“ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی نماز شامل ہے خواہ فرض ہو یا نفل یا واجب، اور بعض مفسرین نے جو خاص عید کی نماز سے اس کی تفسیر کی ہے وہ بھی اس میں داخل ہے، اور نماز چوں کہ مومن کی معراج ہے اس لیے بوجہ اہمیت کے اس کا ذکر کر دیا اور نہ مراد جملہ احکامِ شرع کو بجالانا ہے۔

”بَلْ تُؤْتِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرًا وَّ اَبْقٰی“ مگر اے منکر و تم قرآن سن کر مانتے نہیں اور تم اس کام کو نہیں کرتے جس میں تمہارے لیے صلاح اور بہترائی ہے۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو یہی وجہ ہے کہ کافر، پتھر دل سب کچھ کر لے گا مگر اپنے پالنہار کو یاد نہیں کرے گا، حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے (دنیا بہتر نہیں بلکہ دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں اور پائیدار بھی نہیں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ آج کا بادشاہ کل تختہ دار پر نظر آتا ہے، آج کا کروڑ پتی کل کا فقیر، اور آخرت پائیدار اور باقی رہنے والی ہے، وہاں کی نعمتیں بھی لازوال اور غیر فانی ہیں خود قرآن نے فرمایا: وَفَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ لِّمَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْدُوْعَةٍ (دیکھئے تدریس قرآن پارہ: ۲، سورۃ الواقعة) ”اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ“ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَّ مُوْسٰی“ یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں یہ مضمون یعنی اس سورت کا مکمل مضمون یا آخری مضمون یعنی والآخرۃ خیر و ابقی کا مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے، حضرت موسیٰ کو توریت سے پہلے کچھ صحیفے بھی دیئے گئے تھے وہ مراد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ صحیفہ موسیٰ سے تورات ہی مراد ہو (معارف) روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوعہ مذکور ہے کہ ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ پر بھی قبل نزول توریت دس صحیفے نازل ہوئے۔

لغات اَفْلَحَ (افعال) ماضی معروف واحد مذکر غائب، کامیاب ہونا۔ فَلَحَ (ف) فَلَاحًا کامیاب ہونا۔ تَزَكَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، (باقی تفصیل فقل هل لك الي ان تزكی کے ضمن میں گذر چکی) صَلَّى باب تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، صَلَّى صَلَاةً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ تُوْتِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: (تحقیق سورۃ النازعات میں

۱۔ قولہ صَلَّى، صَلَّى عَلَیْہِ: کسی کے لئے دعائے خیر کرنا قرآن میں موصول علیہا ان صَلَّاتِکُمْ عَلَیْہِمْ، صَلَّى بِالنَّاسِ: نماز پڑھانا، صَلَّى اللہ علی رسولہ: اللہ کا اپنے پیغمبر کو اپنی برکت و رحمت سے ڈھانپنا۔ (باب تفعیل کے مصادر کس کس وزن پر آتے ہیں، دیکھئے مولف کی دوسری کتاب ”قواعد الصرف و نحویات الایجاب“)

وَأَثَرُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَتَمْتُمْ وَيَكْمَيْتُمْ) تو ثرون، افعال سے مضارع جمع مذکر حاضر "تم ترجیح دیتے ہو"، الآخرۃ عالم بقاء یعنی موت کے بعد کا زمانہ (۲) پچھلی۔ دراصل اسم فاعل ہے، مگر لفظ دنیا کی طرح اس پر بھی اسمیت کا غلبہ ہو گیا، اور یہ موت کے بعد والے زمانہ کا نام ہو گیا ثلاثی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (اور ما سمعنا بهذا فی الملة الآخرة میں الآخرة بمعنی پیچھے کے ہے۔ تخیز اسم تفضیل خلاف قیاس (اصلہ اخیر) بمعنی زیادہ بہتر، زیادہ اچھا۔ تخاز (ض) خیز و خیزا: اچھا اور بھلا ہونا، مفید ہونا۔ ابھی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بقی (س) بقاء: دیر پا ہونا، باقی رہنا۔ الضخف اور اق، کتابیں، واحد صحیفۃ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیل جمع فعل کے وزن پر نہیں آتی، نادر ہونے میں اس کی نظیر سفینۃ کی جمع سفن ہے۔ الأولی پہلی، جمع أول یہ الأول کا مؤنث ہے، أول (س) أولاً: سبقت لے جانا، پہلے ہونا۔ ابراہیم اللہ کے مقدس رسول، اور ہمارے نبی خاتم التنبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد اور بجز آپ کے تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں (بر بنائے عجم و علیت غیر منصرف ہے) موسیٰ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر، باپ کا نام عمران تھا گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے تھے، آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت تھی، یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے، عبرانی زبان میں مؤ پانی کو کہتے ہیں اور لشی کا معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا، حضرت موسیٰ کو پیدائش کے بعد فرعون وقت کے ڈر سے لکڑی کے صندوق میں بند کر کے درخت کے نیچے پانی کی موجوں میں ڈال دیا گیا تھا اس لئے موسیٰ نام ہو گیا، یہ صندوق قصر فرعون کے کنارہ آگ، فرعون کی بیوی آسیہ نے اس کو نکلوایا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہوا ہے، بے اختیار اس کو سینہ سے لگا لیا، اور منہ بنانے کا فیصلہ کر لیا، بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔

فائدہ بعض وہ مضامین جو حضرت موسیٰ کے صحفوں میں تھے، عَجِبْتُ لِمَنْ آيْتَنَ بِالْمَوْتِ كَيْفَ يَفْرُحُ، عَجِبْتُ لِمَنْ آيْتَنَ بِالنَّارِ كَيْفَ يَضْحَكُ، عَجِبْتُ لِمَنْ رَأَى الدُّنْيَا وَتَقَلَّبَهَا فِي أَهْلِهَا كَيْفَ يَطْمِئِنُّ إِلَيْهَا، عَجِبْتُ لِمَنْ آيْتَنَ بِالْقَدْرِ ثُمَّ تَنَصَّبَ، عَجِبْتُ لِمَنْ آيْتَنَ بِالحَسَابِ ثُمَّ لَا يَفْعَلُ، وَأَوْرَدَ النَّسْفِي قَوْلَهُ وَفِي صَحْفِ اِبْرَاهِيمَ، يَنْبَغِي لِلْمَاقِلِ أَنْ يَكُونَ حَافِظًا لِللِّسَانِ، عَارِفًا بِزَمَانِهِ، مُقْبِلًا عَلَى شِئَانِهِ۔ (اعراب القرآن و صرفہ بیانہ)

ترکیب قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَلَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى..... قَدْ حَرَفَ تَحْقِيقًا أَفْلَحَ فَعْلٌ مِّنْ اسْمٍ مَّوْصُولٍ تَزَلَّى

- ۱۔ قولہ خیر خیر اس چیز کو کہتے ہیں جو حسن لذتہ ہو، خیر کبھی بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر بمعنی نیک، بھلائی، نیک کام اس طرح من عمل مشقال ذرۃ خیر اسم بمعنی نیک ہے۔ اور کبھی جواز بمعنی بل آتا ہے، جیسے سورۃ العنکبوت میں ہے وإنہ لحن الخیر لشدید۔
- ۲۔ قد افلح میں قد برائے تحقیق ہے، کبھی لفظ قد ماضی پر داخل ہو کر تفریب کے لئے آتا ہے یعنی ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے اور لفظ قد مضارع پر داخل ہو کر تفریب کے لئے آتا ہے جیسے قد یصدق الکذوب کبھی کبھار بڑا جمود آدی بھی صحیح بول دیتا ہے، مگر تفریب کے لئے آنا قاعدہ اکثر یہ ہے، اور نہ کبھی کبھی مضارع پر داخل ہو کر تحقیق کا بھی قاعدہ دیتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے قد یعلم اللہ المعوقین منکم یقینا اللہ تعالیٰ تم میں سے روکنے والوں کو جانتے ہیں۔

فعل فاعل ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ ذکر اسمِ رتبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعطفہ صلی جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول باصلہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ متانفہ (لاکل لہا)، ہل تَوَثَّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ وَأَبْقَى ہل برائے اضراب مقدر سے آئی لا تفعلون مافیہ صلاح امر کم، ہل تَوَثَّرُونَ الخ ہل حرف اضراب انتقالی، تَوَثَّرُونَ فعل، ضمیر واو ذوالحال، الحیوۃ الدنیا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، والآخرة الخ واو حالیہ الآخرة مبتدا خبریہ وابقی معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال مع حال کے فاعل، پھر مکمل جملہ، جملہ متانفہ - إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى إِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہذا اسمِ إِنَّ (والاشارۃ الی ما ذکر) لام مزحلقتہ برائے تاکید فی حرف جار الصحف الاولی مرکب توصیفی ہو کر مبدل منہ صحف مضاف ابراہیم و موسی معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن ہمزوف کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا۔

سورۃ الغاشیہ

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلِي نَارًا ۝۴ حَامِيَةً ۝۵ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ أَنْبِيَّةٍ ۝۶ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۷ لَا يُسْمِنُ وَلَا

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے • بہت سے چہرے اس روز ذلیل • مصیبت جھیلنے، خستہ ہوں گے • آتش سوزاں میں داخل ہوں گے • کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جاویں گے • ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا • جو نہ فرہہ کرے گا

يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝۸

اور نہ بھوک کو دفع کرے گا •

ربط سورت سابقہ میں آخرت کی تیاری کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں آخرت کی تیاری کرنے اور نہ کرنے پر جزا و سزا کا ذکر ہے، اور جزا و سزا چوں کہ قیامت میں ہوگی اس لیے قیامت کے قائم کرنے اور جزا و سزا کو نافذ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اخیر سورت میں اپنی قدرت کا اثبات کیا اور قیامت اور جزا و سزا کے انکار پر جو آپ ﷺ کو رنج ہوتا تھا اس پر آپ ﷺ کو تسلی بھی دی گئی۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور پھر اہل جنت کا حال بیان کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "كُلَّنْ

أَتَمَّكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ ۝“ کیا آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے غاشیہ صیغہ اسم فاعل غشوع سے مشتق ہے جس کے معنی چھا جانے اور ڈھانپ لینے کے ہیں، مراد اس سے قیامت ہے کہ جو تمام عالم پر چھا جائے گی، اور اس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا، اور آیت کے اندر استفہام برائے تشویق ہے یعنی اس غاشیہ کی خبر سننے کا شوق دلانا مقصود ہے، آگے بہ صورت جواب اس خبر کی تفصیل ہے، فرمایا: ”وَجُودَةٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝“ بہت سے چہرے اس روز ذلیل، مصیبت جھیلنے، خستہ ہوں گے بہت سے چہروں سے مراد چہروں والے ہیں اور آیت میں کفار کا حال مذکور ہے کہ وہ اس دن خاشعہ ہوں گے یعنی ذلیل۔ اور عاملہ ہوں گے یعنی مصیبت جھیلنے اور تھک جانے والے، عاملہ صیغہ اسم فاعل از باب سمع کے لفظی معنی ہے، عمل اور محنت کرنے والے، محاورہ میں عامل اور عاملہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو مسلسل عمل اور محنت کرنے سے تھک کر چور چور ہو جائے، آیت میں مصیبت جھیلنے سے مراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل اور اغلال یعنی زنجیروں اور طوقوں کو اپنے اوپر لادنا اور دوزخ کے پہاڑوں میں چڑھنا ہے، اور اس مصیبت جھیلنے کی وجہ سے ان کا خستہ حال اور نڈھال ہونا ظاہر ہے۔ جو کہ ناصبہ کا مفہوم ہے، بعض نے کہا عاملہ اور ناصبہ سے ان کی دنیا کی حالت مراد ہے یعنی کتنے ہی لوگ دنیا میں محنت کرتے کرتے تھک جاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے جوگی اور نصاریٰ کے راہب کہ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں مگر طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب محنتیں بیکار جاتی ہیں۔

کسی کے ایک آنسو سے دہل جاتی ہے یہ دنیا ☆ کسی کا عمر بھر رونا یوں ہی بیکار جاتا ہے
”تَصَلَّى نَارًا حَامِيَةً ۝“ آتش سوزاں میں داخل ہوں گے تصلی الخ وجوہ کی چوٹی خبر ہے۔

نکتہ: آگ کی خاصیت تو گرم ہونا ہی ہے تو پھر آیت میں حامیہ صفت لانا کیوں کر درست ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت لانا بطور مبالغہ کے ہے اور یہ بتلانے کے لیے ہے کہ وہ آگ دنیا کی آگ کی طرح کسی وقت کم یا ختم نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ تیز گرم اور دہکتی ہوئی ہوگی۔ ”تَسْقِي مِنْ عَيْنِ اَنِيبَةٍ ۝“ کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے عین کے معنی پانی کا چشمہ اور انیہ صیغہ اسم فاعل از باب ضرب ائع سے مشتق ہے جس کے معنی تیز گرم یعنی کھولنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار کو جہنم رسید کر کے کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلایا جائے گا، اور کھولتا ہوا چشمہ وہی ہے جس کو دوسری آیتوں میں حمیم فرمایا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہاں اس کا بھی چشمہ ہوگا۔ ”لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝“ ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ فریہ گرے گا، اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔ ضریع دنیا میں ایک خاص قسم کی خاردار گھاس ہے جو زمین پر پھیلتی ہے اور ایسی بدبودار اور زہریلی ہوتی ہے کہ کوئی جانور اس کے پاس نہیں جاتا، دوزخ کے اندر بھی ایک خاردار درخت ہوگا

۱ نماز میں بھی خشوع کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اور ذلت و پستی کے آثار اپنے اوپر طاری کرے، جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و تذلل اختیار نہیں کیا وہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی اٹھائیں گے۔

جونہایت کڑوا اور بد بودار ہوگا وہ کفار کو کھانے کے لیے دیا جائے گا، بعض کفار مکہ نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ہمارے اونٹ تو ضریح کھا کر خوب فر بہ ہو جاتے ہیں، ان کے جواب میں فرمایا کہ لَا یُسْمِنُ وَلَا یَغْنِیْ مِنْ جُوعٍ کہ جہنم کی ضریح کو دنیا کی ضریح پر قیاس نہ کرو وہاں کی ضریح کھانے والوں کو نہ فر بہ کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی، یعنی اس میں نہ غذا بننے کی صلاحیت ہوگی اور نہ بھوک کو دفع کرنے کی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | ضریح بطور مثال کے ہے لہذا ضریح میں حصر کرنا اس غذا کے مقابلہ میں ہے جو کھانے کے لائق اور خوشگوار ہو، لہذا ضریح کے علاوہ زقوم غسلیین وغیرہ کا اہل جہنم کے کھانے میں شامل ہونا اس کے منافی نہیں۔

جہنم میں درخت کیسے؟ | آگ تو درخت کو جلا کر خاک کر دیتی ہے تو جہنم میں ضریح وغیرہ کے درخت کیسے باقی رہیں گے؟ جواب یہ ہے کہ جس خدا نے دنیا کے اندر درخت کو پانی اور ہوا سے پالا پرورش کیا اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ جہنم میں درخت کی غذا آگ ہی کو بنا دے اور وہ اسی سے پھلے پھولیں (معارف)

لغات هل اثنک حدیث (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں ”هل آتاک حدیث مؤسی“ کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الغاشیہ چھا جانے والی، ڈھانپ لینے والی، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، مراد قیامت ہے، کہ اس کی ہولناکی سب پر چھا جائے گی، اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کر لیا گیا، اور یہ قیامت کا نام ہو گیا۔ غشیی الامو (س) غشییا: ڈھانکنا۔ وُجُوہًا وَجْهٌ کی جمع، چہرہ۔ خاشعۃ ذلیل، باب فتح سے اسم فاعل واحد مؤنث، خَشَع (ف) خَشُوْعًا: ذلیل ہونا، عاجزی دکھانا۔ عَامِلَةٌ باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، عَمِلَ (س) عَمَلًا: کام کرنا، محنت کرنا (یہاں مراد ہے مصیبت جھیلنا) ناصبۃ (تھکے ہوئے، خستہ حال) باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، نَصَب (س) نَصَبًا: بہت تھک جانا۔ تَضَلَّى (س) مضارع واحد مؤنث غائب (تحقیق اور استعمال سورۃ الانفطار میں یَضَلُّوْنَہَا یوم الدین کے تحت ملاحظہ فرمائیں) نازا آگ، مراد دوزخ، جمع نیران و انور۔ حَامِیَةٌ دکتی ہوئی، گرم، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، حمیت الناز (س) حَمِیًا وَحُمُوًا: آگ کا گرم ہونا۔ تَسْفَى (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، سَفَى فَلَانًا (ض) سَفِیًا وَاسْفَى: پانی پلانا۔ عَیْنٌ چشمہ، جمع عُیُونٌ۔ اَنْبِیَۃ: سخت کھولتا ہوا (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، اَنِی الْمَاءُ (ض) اَنْبِیَا: پانی کا کھولنا۔ طَعَامٌ کھانا، جمع اَطْعَمْتُ ضَرْبِیج خاردار گھاس، دوزخ کا ایک خاردار درخت جونہایت کڑوا اور بد بودار ہوگا۔ لَا یُسْمِنُ باب افعال (اسماں) سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، اَسْمَنَ وَاسْمَنَ: فر بہ کرنا سَمِنَ (س) سَمِنًا وَاسْمَانَةً: موٹا ہونا، (صفت سَمِیْنٌ وَسَامِیْنٌ جمع سِمْآنٌ) لَا یَغْنِیْ باب افعال سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، بے نیاز کرنا، غَنِیَ فَلَانٌ (س) غِنَى وَغِنَاءٌ: مالدار ہونا، عَنِ الشَّیْءِ: بے نیاز ہونا۔ جُوعٌ اسم بمعنی بھوک، جَاعَ (ن) جَوَّعًا وَمَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔

۱ باب ضرب سے معنی ہیں گاڑنا، نَصَبَ الشَّیْءِ (ض) نَضَبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا، والی الجبال کیف نصبت میں اسی باب سے ہے۔

۲ حَمَى فَلَانًا (ض) حَمِیًا وَحَمِیًا: حفاظت کرنا، بچانا، اَحْمَى الشَّیْءِ: گرم کرنا۔

ترکیب هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ هَلْ حرف استفہام برائے تشویق (یا بمعنی قَدْ برائے اخبار عند بعض)

آئی فعل کاف مفعول بہ، حدیث الغاشیہ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ

انشائیہ ابتدائیہ (لا محل لها) وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً تُسْفِي مِنْ عَيْنِ اٰنِيَةٍ
وجوہ مبتدا (تنوین برائے تنوین جو بمنزلہ صفت کے ہے، لہذا مبتدا کا نکرہ لانا صحیح ہو گیا، یا تنوین بعوض مضاف الیہ ای وجوہ

الکفار) یومئذ (ای یوم از غشیت الغاشیہ) ظرف مقدم برائے خاشعہ، خاشعہ شہ جملہ ہو کر خبر اول، عاملہ

شہ جملہ ہو کر خبر ثانی، ناصبہ شہ جملہ ہو کر خبر ثالث، تصلی نارا حامیہ جملہ ہو کر خبر رابع (محل رفع میں) (نارا حامیہ

مرکب توصیفی ہو کر مفعول فیہ تصلی کا) تُسْفِي مِنْ عَيْنِ اٰنِيَةٍ جملہ ہو کر خبر خامس (تصلی اور تُسْفِي کی ضمیر کا مرجع وجوہ

ہے مگر مراد اصحاب الوجوہ ہیں) اَلَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيحٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ لَيْسَ

فعل ناقص لہم ثابتاً کے متعلق ہو کر خبر مقدم، طعامٌ متشقی منہ الا حرف استثناء میں حرف جار ضریح موصوف لا

يُسْمِنُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یغنی من جوع جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے

معطوف سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنا مخذوف کے متعلق ہو کر طعاماً

مخذوف کی صفت (ای طعاماً کائناً) موصوف اپنی صفت سے مل کر متشقی، متشقی منہ اپنے متشقی سے مل کر اسم مؤخر، فعل

ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ بیانیہ، (کائنا قیل ما ہو طعام مہم بعد ما ذکر شرابہم) یا خبر سادس

مبتدا اپنی تمام خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (وجوہ الخ جملہ متانفہ بیانیہ ہے، وقع جواباً عن سوال نشأ من

الاستفہام التشویقی) کائنا قیل من جهة النبی ﷺ ما اتانی حدیثہا ما ہو؟ فقیل وجوہ الخ ۲۔

وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعِيهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا غِيَةَ ۙ

بہت سے چہرے اس روز بارونق • اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے • بہت بریں میں ہوں گے • جن میں کوئی لغوات نہ نہیں گے •

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۙ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۙ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۙ وَنَمَارِقُ

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے • اس میں اونچے اونچے تخت ہیں • اور رکھے ہوئے آنکھوں کے ہیں • اور برابر لگے

مَصْفُوفَةٌ ۙ وَزُرَابِيٌّ مَبْتُوثَةٌ ۙ

ہوئے گدسے ہیں • اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں •

۱۔ ضمیر و مرجع میں مطابقت کا بیان آپ حضرات "مشکل ترکیبوں کا حل" میں دیکھ لیں۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ خاشعہ، عاملہ، ناصبہ صفت ہیں وجوہ کی، اور تصلی نارا حامیہ اور تسفی الخ اور لیس لہم الخ تینوں خبر ہیں۔

قولہ لیس لہم طعام الا من الخ کے اندر میں ضریح متعلق ہو کر طعام کی صفت اور اس سے بدل بھی بن سکتا ہے۔

قولہ من جوع ایک قول یہ ہے کہ من ذائقہ ہے اور ما بعد محلاً منصوب ہے۔

تشریح ما قبل میں اہل جہنم کا حال مذکور تھا اب ان آیات میں اہل جنت کا حال مذکور ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَجُودًا تَوْمِيذًا نَاعِمَةً ۝۸ لَسَعِيهَا رَاضِيَةٌ ۝۹“ بہت سے چہرے اس روز بارونق، اپنے کاموں کی بدولت خوش ہوں گے۔ اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور یہ چہرے ایمان والوں کے چہرے ہوں گے جو ناعمہ ہوں گے، یعنی پُر رونق اور تروتازہ کہ نعمتوں کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہوں گے اور چوں کہ ان چہرہ والوں یعنی مومنین نے دنیا کے اندر نیک کاموں میں خوب کوششیں کی تھیں، آج ان کا میٹھا پھل ملا، اس لیے وہ اپنے کاموں اور کوششوں سے خوش و خرم ہوں گے، ”فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰“ بہشت بریں میں ہوں گے۔ بریں فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی بلند، یعنی وہ جنت مرتبہ کے اعتبار سے بھی عالی ہے اور ظاہری اونچائی کے اعتبار سے بھی بلند ہے، ”لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝۱۱“ جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے لا تسمع صیغہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر کا مرجع و جُودًا ہے اور مراد اصحاب الوجوہ ہیں یعنی جنتی جنت کے اندر کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں سنیں گے (بلکہ خوشی اور سلامتی کا ماحول ہوگا، جگر خراش، دل آزار، گالی گلوچ اور بہتان بازی والی و الزام تراشی جیسی گھناؤنی حرکت وہاں کوئی نہیں کرے گا۔ ”فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲“ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے عَيْنٌ کی تنوین یا توبرائے تعظیم ہے یعنی عظیم الشان چشمہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے چشمے مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں یا برائے تکثیر ہے ای غیون کثیرہ یعنی کثیر چشمے (روح) یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ عین نکرہ فی الاثبات واقع ہے اس لیے ایک چشمہ مراد نہیں ہے بلکہ جنس پر محمول ہے یعنی کثیر چشمے (ابن کثیر) ”فِيهَا سُرُورٌ مَرْفُوعَةٌ ۝۱۳“ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں یعنی مرتبہ کے اعتبار سے بھی اونچے اور بلند و برتر اور مکان کے اعتبار سے بھی اونچے، جن کی مسافت حدیث ترمذی میں پانچ سو سال چلنے کی مقدار بتلائی گئی ہے، اور ان کے تختے لکڑی کے نہیں بلکہ سونے کے ہوں گے، اور ان کے کنارے زمر، موتی اور یاقوت سے آراستہ ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | جب جنت کے تخت بہت اونچے ہوں گے تو ان پر چڑھنے میں مشقت بھی اٹھانی پڑے گی اور دیر بھی لگے گی، تو جواب یہ ہے کہ جب بیٹھنے والا ان پر بیٹھنا چاہے گا تو وہ فوراً نیچے ہو جائیں گے اور پھر اٹھ جائیں گے اور اپنے مقام پر چلے جائیں گے۔

”وَ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝۱۴“ اور رکھے ہوئے آنخورے ہیں یعنی پیالے اور یہ ان کے سامنے ہی موجود ہوں گے تاکہ جب پانی پینے کو جی چاہے تو دیر نہ لگے، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیالے جنت کے چشموں کے کناروں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ ”وَ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝۱۵“ اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے ہیں۔ ”وَ زَرَّابِيٌّ مَبْنُوثَةٌ ۝۱۶“ اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کر لیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں، خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی، اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔

لغات و جُودًا چہرے، واحد وَجْهٌ نَاعِمَةٌ بارونق (س) اسم فاعل واحد مؤنث، نَعِيمُ الشَّيْءِ (س) نَعْمًا وَ نَعْمَةً

وَنَعِيْمًا: پُر رونق ہونا۔ سَمِعَ باب فتح کا مصدر سَمِعَ (ف) سَمِعًا: کوشش کرنا، کمائی و کوشش کے معنی میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہوتا ہے، جمع مَسَاعٍ۔ رَاضِيَةٌ خوش و خرم (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِيَتْهُ وَبِهِ وَعَنْهُ وَعَلَيْهِ (س) رِضًا وَرِضَاءً وَرِضْوَانًا وَمَرْضَاةً: خوش ہونا، راضی ہونا۔ عَالِيَةٌ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، عَلَا (ن) عَلُوًّا: بلند ہونا۔ لَا تَسْمَعُ صيغہ واحد مذکر حاضر سَمِعَ (س) سَمِعًا وَسَمَاعًا وَسَمَاعَةً: سنالہ۔ لَا عِيَةَ مصدر ہے بمعنی لَعُو جیسے عافیة (روح المعانی) بیہودہ کلام، لَعَا يَلْعُو لَعْوًا وَلَعَا يَلْعَى وَلَعِي يَلْعَى لَعَى وَلَعَا يَدٌ وَلَا عِيَةَ وَمُلْعَاةٌ: بیہودہ بات کرنا، بغیر سوچے سمجھے بولنا۔ (لا عِيَةَ در اصل لَا عِيَةَ تَهَا، واو کو بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا) (مزید عمدہ تحقیق بضممن اختیاری مطالعہ) عَيْنٌ جَارِيَةٌ: بہتے چشمے، عین سے یہاں جنس مراد ہے اس لئے جمع سے ترجمہ کیا گیا ہے، عَيْنٌ كِي جمع اعيون و عيون۔ جَارِيَةٌ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، جَرَى المَاءُ (ض) جَرَبًا وَجَرَبَاتًا: بہنا، جاری ہونا۔ سُرُرٌ وَاحِدٌ سُرٌّ تَوَحَّتْ مَرْفُوعَةٌ اَوْ نَحَى، (ف) اسم مفعول، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفَعًا وَرَفَاعًا: اٹھانا، اوپر اٹھانا، بلند کرنا۔ اَكْوَابٌ اَنْخُرَے جن میں پکڑنے کا دستہ نہ ہو، یعنی پیالے، گلاس، واحد كُوْبٌ مَوْضُوعَةٌ (ف) اسم مفعول واحد مؤنث، وَضَعَ الشَّيْءَ (ف) وَضْعًا: رکھنا۔ تَمَارِقُ گدے، واحد تَمْرُقَةٌ (حضرت تھانویؒ نے گدے ترجمہ کیا ہے) بعض حضرات نے تکیے ترجمہ کیا ہے، اس میں تین لغات ہیں: (۱) تَمْرُقَةٌ (نون اور راء کا ضمہ (۲) دونوں کا فتح (۳) دونوں کا کسرہ، اور بغیر ہاء کے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی التَّمْرُقُ (روح المعانی) مَصْفُوفَةٌ برابر لگے ہوئے (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، صَفَّ الشَّيْءَ (ن) صَفًّا: ترتیب سے لگانا، زَرَّابِيٌّ قَالِيْنٌ، واحد زَرِّيْبَةٌ (زاء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ، روح المعانی) مَبْفُوفَةٌ (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، بَثَّ الشَّيْءَ (ن) بَثًّا: پھیلانا، بکھیرنا۔

ترکیب وَجُودٌ يَوْمِيٌّ نَاعِمَةٌ لَسَعِيهَا رَاضِيَةٌ... وجوہ مبتدا (توین برائے تنويع) یومئذ مرکب اضافی ہو کر ناعمة کا ظرف، ناعمة شہ جملہ ہو کر خبر اول، لَسَعِيهَا متعلق مقدم راضية کے (والتقديم للاعتناء مع رعاية الفاصلة) ۲۔ اور وہ خبر ثانی فی جَنَّةٍ عَالِيَةٍ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا عِيَةَ... فی حرف جار جنة موصوف عالیة صفت اول، لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا عِيَةَ ۳۔ صفت ثانی (لا عِيَةَ مفعول بہ اور فِيهَا متعلق لَا تَسْمَعُ کے) فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ... فِيهَا جار مجرور ثابتہ محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم عَيْنٌ جَارِيَةٌ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ثالث، فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ وَ اَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ وَ تَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ وَ زَرَّابِيٌّ مَبْفُوفَةٌ... فِيهَا جار مجرور ثابتہ محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ تَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف

۱۔ سمیع لہ: اطاعت کرنا سمیع اللہ یمن حمیدہ: اللہ کا کسی کی حمد کو سننا اور قبول کرنا۔

۲۔ قولہ لَسَعِيهَا الخ وقيل المضاف مقتدر ای لشواب سعيها الخ

۳۔ قولہ لَا تَسْمَعُ الخ خطاب لكلی من يصلح للخطاب، او هو مسند الی ضمير الغائبة المؤنثة وهو راجع للوجه علی أن المراد بها

اصحابها والاسناد مجازي.

علیہ معطوف، وادعاطفہ زراہی مبعوثۃ مرکب تو صیغی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت رابع، جنتہ کی، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر ثالث، مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

عمدہ تحقیق: قولہ لاغیۃ: لاغیۃ کے بارے میں ایک قول تو لظمن لغات لکھ دیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مصدر نہیں بلکہ اسم فاعل ہے، اب تین صورتیں ہیں، یہاں پہلی صورت یہ ہے کہ فاعل کا یہ وزن اسم فاعل کے معنی میں نہیں کیوں کہ اسم فاعل ماننے کی صورت میں ترجمہ ہوگا لغو اور بے ہودہ کام کرنے والا، اور اس کا موصوف کلمہ مخدوف ہے تو ظاہر ہے کہ کلمہ کو لغو بولا جاتا ہے نہ کہ خود کلمہ لغو بے ہودہ کام کرنے والا ہوتا، لہذا فاعل کا یہ وزن نسبت کے لیے ہے، جیسے: تا میرو لا بن؟ ای ذات لغو یعنی کلمۃ ذات لغو۔ ”لغو بے ہودہ بات“ دوسری صورت یہ ہے کہ لاغیۃ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے، اور کلمہ کی صفت ہی ہے، اور کلمہ کی طرف اس کی نسبت اسناد مجازی ہے کیوں کہ کلمہ لاغیۃ نہیں ہوتا بلکہ لغو بہا ہوتا ہے، یعنی کلمہ خود لغو کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ یعنی اس کو بول کر لغو بے ہودہ کام کیا جاتا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ یہ نفس مخدوف کی صفت ہے ای لا تسمع فیہا نفسا لاغیۃ یعنی جنتی لوگ کسی شخص کو بے ہودہ بات کرتے نہیں سنیں گے، اب یہ اسناد اسناد حقیقی ہوگی، اور اسم فاعل اپنے معنی میں ہوگا۔ (روح و مظہری ملخصاً)

نکتہ: قولہ فیہا عین جاریۃ: چشموں کا پانی تو جاری و ساری ہوتا ہی ہے تو جاریۃ صفت کیوں لائی گئی، جواب یہ ہے یہ صفت بطور مبالغہ کے لائی گئی ہے کہ اس کا پانی ایسا رواں دواں ہوگا کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۶﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۷﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے • اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے • اور پہاڑوں کو

كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۸﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۱۹﴾

کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں • اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے •

تشریح ان آیات سے ما قبل آیات میں قیامت اور مومن و کافر کی جزا و سزا کا بیان تھا تو جو بعض لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں جزا و سزا وغیرہ کے سب واقعات ہوں گے تو یہ ان کی غلطی ہے ان کو اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیوں میں غور کرنا چاہیے، چنانچہ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جن میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے قیامت کو قائم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۶﴾“ تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے یعنی اونٹ کی ہیئت اور خاصیت دوسرے جانوروں کی بہ نسبت عجیب ہے، ہیئت بایں طور عجیب ہے کہ اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے سب سے بڑا جانور ہے (ہاتھی بھی اگرچہ بڑا چوپایہ ہے مگر وہ عرب کے اندر ہوتا ہی نہیں اور قرآن کے اولین

مخاطب وہی حضرات ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں وہ فوائد و خصائص نہیں جو اونٹ میں پائے جاتے ہیں نیز نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ دودھ پیا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنا دیئے جن کی تہہ کر کے وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس پر چڑھنا آسان ہو جاتا ہے، اور باعتبار خاصیت و اوصاف کے بھی وہ عجیب ہے کہ وہ مسکین طبع اور بڑا سادہ مزاج ہے کہ ایک پنکی بھی اگر چاہے تو اس کی رسی پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے، نیز تمام پالتو جانوروں میں سب سے زیادہ بھوک پیاس گرمی سردی برداشت کر لیتا ہے اور تھوڑی سی دیکھ بھال سے خوش ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ میں ایک ایسی ٹنکی بنا دی کہ وہ سات آٹھ روز کا پانی پی کر اس ٹنکی میں محفوظ کر لیتا ہے اور حسب ضرورت اندر اندر پی لیتا ہے، ”وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾“ اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے کہ بظاہر نہ کوئی ستون ہے اور نہ کوئی کھمبا۔ ”وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾“ اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے کہ ذرا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے۔ ”وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾“ اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے کہ اس پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا بھی آسان، اور کھیتی کرنا بھی آسان، خلاصہ یہ ہے کہ کیا منکرین بعث اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کو نہیں دیکھتے کہ ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے پر قادر ہونا سمجھ لیتے۔

غائدہ مذکورہ آیات میں بطور خاص چار چیزوں کو بیان کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب عرب کے لوگ تھے اور عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے تو اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ، اس لیے ان علامات میں غور کرنے کے لیے فرمایا گیا۔

نات الإِبِلِ اونٹ، یہ بطور اسم جنس واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، اِبِل کا کوئی واحد نہیں ہے البتہ اس کی جمع اِبَال آتی ہے، لفظ اِبِل مؤنث ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر میں تا آتی ہے چنانچہ اِبَيْلَةٌ بولتے ہیں (روح المعانی) كَيْفَ اسم مبنی برفتحہ ہے، عموماً یہ استفہام کے لئے ہوتا ہے خواہ استفہام حقیقہ ہو یا اعتباراً مثلاً تعجب وغیرہ کے لئے، کیف کے بعد اگر کوئی اسم ہو تو کیف خبریت کی بناء پر محل رفع میں ہوگا، اور اگر کیف کے بعد فعل ہو تو کیف مفعول مطلق یا حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہوگا، آیت مذکورہ میں کیف حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے اور الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل میں کیف مفعول مطلق ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے، اور کیف شرط کے لئے بھی آتا ہے، جیسے کیف تصنع اصنع پس یہ ایسے دو فعلوں کا تقاضا کرتا ہے جو لفظاً و معنی متفق ہوں اور مجزوم نہ ہوں۔ (معنی اللیبیب: ص ۲۰۴، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۹۳) حَلِقَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، حَلَقَ الشَّيْءَ (ن) (خَلَقًا: پیدا کرنا۔ رُفِعَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفَعًا وِرْفَاعًا: بلند کرنا۔ الْجِبَالِ الْجِبَلُ کی جمع، پہاڑ۔ نُصِبَتْ (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَصَبَ الشَّيْءَ (ض) نَصَبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا۔ الارض زمین، جمع اَرْضُونَ، اَرَاضٍ، اَرُوضٌ۔ سَطِحَتْ بچھائی گئی۔ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، سَطَحَهُ

(ف) سَطَحًا: بچھانا، پھیلانا۔

ترکیب أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبْلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ... ہمزہ برائے استفہام انکاری (اعراب القرآن) فاعطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے ای ایتھکرون البعث فلا یظنوں الخ یظنوں فعل، واؤ ضمیر فاعل، الی حرف جار الابل مبدل منہ کیف حال از ضمیر خلیقت (ای خلقت علی ای حال، اؤ لا یظنوں الی خلق الابل، اوالی کیفیۃ خلقہا) ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عطفہ الی السماء کیف رُفِعَتْ (اس کی ترکیب بعینہ الی الابل کیف خلقت کی طرح ہے) معطوف علیہ معطوف، واؤ عطفہ الی الجبال کیف نُصِبَتْ (حسب سابق) معطوف علیہ معطوف، واؤ عطفہ الی الارض کیف سُطِحَتْ (حسب سابق) معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر متعلق لا یظنوں فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ، (کلام مستانف مسوق لتقریر ما مضی من حدیث الغاشیہ)

فَذَكِّرْهُنَّ أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۷۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ﴿۷۲﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ﴿۷۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے • آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہیں • آپ ان پر مسلط نہیں ہیں • ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا • تو خدا اس

اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿۷۴﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿۷۵﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۷۶﴾

کو بڑی سزا دے گا • ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا • پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے •

تشریح ماقبل میں چار چیزوں میں غور و فکر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا تھا، مگر جب یہ لوگ باوجود دلائل موجود ہونے کے غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”فَذَكِّرْهُنَّ أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۷۱﴾“ تو آپ (اے پیغمبر) نصیحت کر دیا کیجئے اور ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے، کیوں کہ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ ”لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ﴿۷۲﴾“ آپ ان پر مسلط نہیں ہے (جو زیادہ فکر میں پڑیں، اور بات منوا کر ہی رہیں) ”إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ﴿۷۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿۷۴﴾“ ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا تو خدا اس کو بڑی سزا دے گا (یعنی آخرت میں) ”إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿۷۵﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۷۶﴾“ یہ جملہ ماقبل عذاب کی تعلیل کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑی سزا دے گا کیوں کہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا، پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔ لہذا آپ صرف نصیحت کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کر دیجئے کہ ہم ان سے ایک ایک رتی کا حساب لے لیں گے۔

نکتہ: وعید کو قوی بنانے کے لیے اِنّ الینا یا بہم میں الینا کو مقدم ذکر کیا یعنی ان کی واپسی ایسے جبار و قہار کی طرف ہی ہوگی جو ان کو سزا دینے پر قادر ہے۔ (مظہری)

نکتہ: اِنّ عَلَیْنَا حِسَابُهُمْ عَلٰی لُزُومِ کے لیے آتا ہے لیکن اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں یعنی بالذات لازم نہیں، ہاں اس نے کفار کو معاف نہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس وعدہ کی وجہ سے کفار کو عذاب دینا اس پر لازم ہے، بس یوں سمجھو کہ اس جگہ عَلٰی کا استعمال تاکید و وعید کے لیے ہے۔

لغات **ذَکِّرَ** باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذَکَّرَ النَّاسَ: وعظ و نصیحت کرنا۔ مُذَكِّرٌ باب تفعیل سے اسم فاعل کا واحد مذکر۔ لَسْتُ فعل ناقص لیس سے، واحد مذکر حاضر۔ مُصَيِّرٌ مسلط، اسم فاعل واحد مذکر، از ثلاثی مزید فیہ ملحق بر باعی مجرد صَيَّرَ صَيَّرَةً بَرُوزًا فَيَعْلَهُ (در اصل سَيَّرَةً ہے، سین کو صا د سے بدل دیا، سَيَّرَةً بمعنی ذمہ دار ہونا، مسلط ہونا) تَوَلَّى (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، روگردانی کرنا۔ كَفَّرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، كَفَّرَ الرَّجُلُ (ن) كُفِّرًا وَكُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ يُعَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، عَذَّبَهُ تَعَذِّبَانَا وَعَذَابًا: عذاب دینا، سزا دینا۔ العذاب باب تفعیل کا اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ، جمع آعَذِبَتَهُ۔ الأَكْبَرُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھیے سورۃ النازعات میں فاراہ الآیۃ الکبریٰ) ایاب مصدر از باب نصر، آب الیہ (ن) (أَوْثَانًا وَإِبَاتًا، وَمَاتَانًا: لوٹنا) (در اصل إَوَابٌ ہے، او و بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ ثُمَّ (للتراخی الرتبی لا الزمانی) حساب مصدر از باب نصر، حَسَبَ الْمَالِ وَنَحْوَهُ (ن) حِسَابًا وَحِسْبَانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا۔ (مزید تحقیق سورۃ النبأ میں)

ترکیب **فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَدَّتْ مُذَكِّرٌ... فَاصْحِيهِ** (اور شرط مقدر ہے) اِنّ اِنّ کانوا لا ينظرون الى هذه الاشياء نَظَرَ تَدْبِيرٍ فَذَكِّرْهُمْ (اعراب القرآن) ذَکِّرَ فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ۲۔ اِنَّمَا اَدَّتْ مُذَكِّرٌ (ترکیب آسان ہے) اور جملہ تعلیلیہ ہے (ای تعلیلٌ لِلْأَمْرِ بِالتَّذْكِيرِ) لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ..... لَسْتُ (تاکید لمضمون انما أنت مذکر) فعل، تاء ضمیر اس کا اسم علیہم جار مجرور متعلق مقدم مُصَيِّرٍ کے مصیطر بازائدہ برائے تخمین و تاکید مُصَيِّرٍ لفظاً مجرور محلاً منصوب، لیس کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، اِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ..... اِلَّا بمعنی لکن مَنْ اسم موصول تَوَلَّى وَكَفَرَ معطوف و معطوف علیہ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فازائدہ (جو مشابہ ہے فاجزائیہ کے کیونکہ مبتدا میں اس جگہ شرط کے معنی کی جھلک ہے) اور یہ الذی یاتینی فی الدار فلہ درہم کی طرح

۱ تَوَلَّى فَلَئِنَّا: دوست بنانا، محبت کرنا۔

۲ قولہ فذکر الخ مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا ای ذَکِّرْهُمْ مفعول بہ کو کسی غرض کی بناء پر حذف کرنا جاتا ہے، لفظی غرض ہو جیسے رعایت فواصل جیسے ما و ذعکریک و ما قلی ای قلاک یا معنوی غرض ہو، جیسے: مفعول بہ کے ذکر کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اس کو حذف کرنا جیسے کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ای لا غلبن الکافرین۔

(ہے) یُعَذِّبُهُ اللهُ فعل، فاعل، مفعول بہ، العذاب الاکبر مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ متانفہ یا پھر مستثنیٰ منقطع (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِنَّ الْيَنَّا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الینا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم ۲۔ ایاہم مرکب اضافی ہو کر اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (حسب سابق) معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ تعلیلیہ (ای تعلیل للعذاب الاکبر)

فائدہ ایاہم اور حسابہم کی ضمیر کا جمع لانا لفظ من کے معنی میں عموم کے اعتبار سے ہے اور بعض جگہ ضمیر کا واحد لانا لفظ من کی رعایت میں ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق لطیف: قوله اَلَا مَنْ تَوَلَّى: عصام الدین نے فرمایا کہ من تولى الخ کو لست علیہم کی ضمیر ہم سے مستثنیٰ منقطع ماننے میں اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع وہ ہوتا ہے جو الا کے بعد واقع ہو اور اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اسکے متعدد میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ اس متعدد یعنی مستثنیٰ منہ کے حکم میں مخالف ہو، تو دیکھئے یہاں مَنْ تَوَلَّى وَ كَفَرَ سے کفار مراد ہیں اور لست علیہم میں ہم ضمیر سے بھی کفار مراد ہیں تو یہاں مستثنیٰ منہ متعدد سے نکالا نہیں گیا اور حکم کے اعتبار سے بھی یہاں مستثنیٰ منہ کے مخالف نہیں بلکہ حکم میں شریک ہے کہ مستحق عذاب ہے، اس کا جواب دیا کہ کبھی کبھی مستثنیٰ منقطع کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لیے آتا ہے بغیر اس کے کہ وہ حکم میں مستثنیٰ منہ کے مخالف ہو، پس اس کے لیے حکم کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا حکم مستثنیٰ منہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے پس یہاں مستثنیٰ عذاب کے وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ لست علیہم میں ہم ضمیر کے جو مصداق ہیں ان کو تو عذاب ہو اور جو من تولى و کفر کے مصداق ہیں ان کو عذاب نہ ہو، لہذا ان کا حکم بیان کیا گیا کہ فَيُعَذِّبُنَا اللهُ الخ۔

سورۃ والفجر مکیہ

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالْيَلِ إِذَا يَسْرٍ ۝۴ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ

ہم ہے فحسب کی • اور دس راتوں کی • اور جنت اور طاق کی • اور رات کی جب وہ چلنے لگے • کیا اس میں عقلمند

۱۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الاحرف استثناء من تولى و کفر موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ متصل ذکیر کے مفعول بہ سے آئی ذکیر عبادی الا من تولى الخ یا علیہم کی ضمیر سے، اس صورت میں فَيُعَذِّبُنَا اللهُ الخ کی قاطعہ ہوگی اور معطوف علیہ مخدوف ہوگا ای یُعَذِّبُنَا اللهُ الخ اور یہ جملہ متانفہ ہوگا (اعراب القرآن و بیانہ و صرفہ) کو قیل الاستثناء منقطع (تفصیل در روح المعانی)

۲۔ والسفر فی تقدیم الجار والمجرور التشدید بالوعدی وفي العطف بثم للدلالة على التراخي في الرتبة لافي الزمان

لِذِي حَجْرٍ ۝

کے واسطے کافی قسم بھی ہے۔

ربط سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت کا بڑا مقصد فریقین کے ایسے اعمال کو بیان کرنا ہے جو جزا و سزا کے سبب بنتے ہیں، اور تمہید میں بعض ہلاک شدہ امم سابقہ کا ذکر ہے جن کے اعمال موجب سزا تھے اور اخیر میں فریقین کی بعض جزا کا مضمون ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور جو اب قسم مقدر ہے آی لَشَعَذَبُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ (جلالین) تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَ الْفَجْرِ ۝“ قسم ہے فجر (کے وقت) کی، یعنی ہر روز کے صبح صادق کے وقت کی کہ وہ عالم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ آدمی سوتے سوتے کیسے بیدار ہو گیا، گویا زندگی کی ایک نئی صبح ہو گئی (حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ماہ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر ہے جو اسلامی قمری سال کا پہلا دن ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک یوم النحر کی فجر مراد ہے (جلالین حاشیہ، معارف القرآن) لَ ”وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ۝“ اور دس راتوں کی دوسری چیز جس کی قسم کھائی وہ دس راتیں ہیں یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اور ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ (بہذانی الحدیث) ”وَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ ۝“ اور جفت اور طاق کی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی شفع کے لغوی معنی جوڑے کے ہیں جس کو اردو میں جفت کہتے ہیں اور جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور وتر کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ اور طاق سے مراد ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ ہے (بہذانی الحدیث) (ایک حدیث میں ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں اور کسی کی جفت، بعض نے کہا کہ طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور جفت سے مراد مخلوق)

”وَ الْبَيْلِ إِذَا يَسِرُونَ ۝“ اور رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گزرنے اور ختم ہونے لگے، یاد رکھئے کہ رات کا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ و انعامات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے، ”هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَجْرٍ ۝“ یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ہے تا کہ اس قسم کا عظیم ہونا معلوم ہو جائے کہ کیا اس (قسم مذکور) میں عظمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے (یعنی کیا عقل والے آدمی کے لیے یہ قسمیں بھی کافی ہیں یا نہیں، ذی حجر کا ترجمہ ہے عقل والا، اور قسم کی تئیں برائے تعظیم ہے، بنا بریں ترجمہ میں لفظ کافی استعمال کیا گیا) یہ استفہام تقریر

۱۔ دسویں ذی الحجہ یعنی یوم النحر کی تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن کے ساتھ ایک رات لگا رکھی ہے جو اسلامی اصول کے مطابق دن سے پہلے ہوتی ہے صرف یوم النحر ایسا دن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی رات نہیں، یوم النحر سے پہلے جو رات ہے وہ نویں تاریخ یعنی عرفہ کی رات ہے گویا عرفہ کی دو راتیں ہیں ایک اس سے پہلے کی اور ایک بعد کی یہی وجہ ہے کہ اگر حاجی عرفہ کے دن میدان عرفات میں پہنچ سکا اور رات میں کسی وقت بھی صبح صادق سے پہلے تک پہنچ گیا تو اس کا عرف معتبر اور حج صحیح ہو جاتا ہے (معارف)

و تاکید کے لیے ہے یعنی واقعہ ان مذکورہ قسموں میں ہر قسم تاکید کلام کے لیے کافی ہے معمولی نہیں ہے گو خدائے پاک کی سب قسمیں ایسی ہی ہیں مگر اہتمام شان کے لیے اس کے کافی ہونے کی تصریح فرمادی کہ کافی قولہ تعالیٰ فی سورۃ الواقعة، واند لَقَسْتُمْ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمًا اب اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے ای لتعذببن یا کفار مکة اے کفار مکہ تم کو ضرور سزا ہوگی اور اس جواب قسم پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین یعنی قوم عاد، ثمود اور فرعون کو عذاب دینے کا ذکر ہے۔ کہ جس طرح وہ منکر خدا تھے تم بھی ہو تو جو حشر ان کا ہوا تمہارا بھی ہوگا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ سب تصرفات الہیہ کی دلیل ہیں اور جو ایمان و اطاعت کے واجب ہونے کی مقتضی ہیں اور ترک واجب پر عذاب کا مرتب ہونا ظاہر ہے۔

فائدہ قسم کا عظیم ہونا قسم کھانے سے سمجھا گیا اب ہل فی ذلک قسم الخ سے تاکید ہے یعنی قسم کے عظیم ہونے کی تاکید ہے۔

لغات **الفجر** (مراد وقت فجر) **الفجر** مصدر ہے اور دراصل اس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، بطور اسم صبح کو اس لئے فجر کہتے ہیں کہ اس سے رات کی تاریکی چاک ہو جاتی ہے، **فَجَرَ اللَّهُ الْفَجْرَ** (ن) فجر طلوع کرنا۔ لیالی راتیں، واحد لَيْلَةٌ دراصل لیالی تھا، یا بوجہ التقاء ساکنین حذف ہوئی، اور لیالی کو نکرہ لانا اس کی دیگر راتوں پر فضیلت کی وجہ سے ہے۔ (اعراب القرآن) عشر دس، یہ بغیر ہا کے مؤنث کا عدد ہے، اور جب اس کے ساتھ آخذ سے لیکر تسعة کا کوئی لفظ استعمال ہوگا تو شین پر فتح ہوگا۔ **الشَّفْعُ** بمعنی جوڑا، جفت و ثور کے بالمقابل، یہ مصدر ہے بمعنی جوڑا بنانا، کسی چیز کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز ملانا، **شَفَعَ الشَّيْءَ (ف) شَفَعًا**: جوڑا بنانا۔ پھر یہ بمعنی مشفوع (ملایا ہوا یعنی جفت) استعمال ہونے لگا، **شَفَعُ** کی جمع **أَشْفَاعٌ** و **شِفَاعٌ**۔ **الْوَثْرُ** طاق، اکیلا، ضد **شَفَعُ** (بکسر الواو و بفتحها) جمع **أَوْتَارٌ** **يَشْرِبُ (ض) مضارع** واحد **كَرغائب**، سزی اللیل (ض) **سَتْرًا** و **سِتْرًا**: جانا، گذرنا، اصلہ **يَشْرِبُ** حذف الیاء تخفیفاً، (بیان القرآن) روح المعانی میں ہے حذف الیاء عند الجمهور وصلًا ووقفًا للتخفیف و لتوافق رؤس الآی، (یعنی رعایت فاصلہ کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا) بعض قراء نے **حالت وصل** اور **حالت وقف** دونوں میں یاء کو ثابت مانا ہے اور بعض نے صرف **حالت وقف** میں یاء کو حذف کر دیا۔ **قَسَمَ** اسم مصدر بمعنی یمین، جمع **أَقْسَامٌ** (قسم کی جمع بھی أقسام ہی ہے) **أَقْسَمَ أَقْسَامًا** و **مُقْسَمًا**: قسم کھانا۔ **حَجْرٌ** عقل، جمع **حجور** و **أحجار**، اصل

۱ **فَجَرَ الْمَاءَ**: چشمہ جاری کرنا، **فَجَرَ (ن) فَجْرًا**: گناہ کرنا، **أَفَجَرَ**: وقت فجر میں داخل ہونا، گناہ کرنا، **فَاجَرَ** مفاخرۃ: کسی کے ساتھ مل کر بدکاری کرنا **مَفَجَرَ** الارض: چشمہ جاری کرنا۔

فَلَمَّا: فوجوں فجر ہی سے ہے، دیانت کے پردہ کو چاک کر دینا جسکی دوسری تعبیر ہے نافرمانی و گناہ کرنا

۲ **اللیل** کے معنی بھی رات کے ہیں جمع **الیالی** (یاء کی زیادتی کے ساتھ خلاف قیاس) اور **لیالی** بھی کہا جاتا ہے، اور **اللیلۃ** بمعنی ایک رات، جمع **لیالی** و **لیالی**، مصباح اللغات میں لکھا ہے کہ **لیل** نہار کے مقابل ہے اور **لیلۃ** یوم کے مقابل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ **لیل** مثل **لیلۃ** ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ **لیل** واحد معنی میں جمع کے ہے، اور اس کا واحد **لیلۃ** ہے۔

۳ **معدود** اگر دس تک ذکر ہو تو **عشرۃ** آئیگا جیسے **عشرۃ** و **عشرۃ** اور اگر معدود مؤنث ہو تو **عشرۃ** آئیگا جیسے **عشرۃ** و **عشرۃ** (الجم الوسیط، القاموس الوحید)

معنی روکنے کے ہیں، حجَرَ علیہ (ن) حَجَرًا: روکنا (عقل کو حجر اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ وہ نامناسب باتوں میں مشغول ہونے سے روکتی ہے، روح المعانی)

ترکیب وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشِيرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِيرٌ... واو جارہ قسمیہ، الفجر معطوف علیہ واو حرف عطف لیلای عَشِيرٍ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف۔ واو حرف عطف الشَّفْعِ معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف الوتر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف اللیل (ای عظمة اللیل) معطوف، معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کا، إِذَا مضاف (مجرد عن الشرط) يَسِيرٌ جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا، عظمة اللیل میں عظمة محذوف کا، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (لا محل لہا)، جواب قسم محذوف ہے ای لثعدبن یا کفار مکة (دوسرا قول یہ ہے کہ جواب قسم ان رتک لبا المرصاد ہے) هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حَجْرِ (فی ذلک ای فیما ذکرث من القسم المذكور)... هَلْ حرف استفہام برائے تقریر و تاکید (لَفَخَامَةِ الاشياء المذكورة المقسم بها، روح المعانی) فی ذلک ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، قسم موصوف لام جارہ ذی حجر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا (لا محل لہا)۔ (یعنی قسم اور جواب قسم محذوف کے درمیان)

الْمُ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۗ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۗ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد • یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے • جن کی برابر شہروں میں

الْبِلَادِ ۗ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۗ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۗ الَّذِينَ

کوئی فحش نہیں پیدا کیا گیا • اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے • اور میمونوں والے فرعون کے ساتھ • جنہوں نے

طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۗ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۗ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۗ إِنَّ

شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا • اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا • سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا • بے شک

رَبِّكَ لَبِالْمُرْصَادِ ۗ

آپ کا رب گھات میں ہے •

تشریح ان آیات میں موجودین کی عبرت کے لئے منکرین سابقین کے دنیا ہی کے اندر عذاب میں مبتلا ہونے کا

قوله وليال علامت جره الفتحه نيباثة عن الكسرة المقدره على الياء المحذوفه لالتقاء الساكنين، يمتنع صرفه لقيام الجمع فيه

مقام علتين۔

ذکر ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، ایک تو قوم عاد کا ذکر کیا، عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے یعنی عاد بیٹا تھا عاص کا اور عاص بیٹا تھا ارم کا اور ارم بیٹا تھا سام ابن نوح علیہ السلام کا، عاد کی نسل و اولاد بھی اسی نام سے موسوم ہوئی، یعنی اولاد کو باپ کے نام پر عاد بھی کہتے ہیں اور دادا کے نام پر ارم بھی گویا اس قوم کے دو لقب ہیں، عاد اور ارم۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاد کی اولاد میں دو گروہ ہوئے ایک ان کے متقدمین جن کو عاد اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے متاخرین جن کو عاد آخریٰ کہتے ہیں، تو جب عاد کے ساتھ ارم کا لفظ ملتا ہے تو اس سے عاد اولیٰ مراد ہوتی ہے (کہ یہ لوگ اپنے جدا مجد یعنی ارم سے بہ نسبت عاد آخریٰ کے قریب تر ہیں) اسی طرح ارم کا ایک بیٹا تھا عابر اور عابر کا بیٹا تھا ثمود، پھر ثمود کے نام سے بھی ایک قوم موسوم ہوئی گویا عاد و ثمود کا دادا ارم تھا۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "الْمُتْرَكِيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۗ" کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے، (ہمزہ، استفہام تقریری کے لیے ہے ای قدرایت اور مخاطب آپ ﷺ ہیں یعنی واقعہ آپ کو معلوم ہے گویا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ واقعات اپنی شہرت کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہر ایک کو ان کا علم ہونا چاہیے۔ اور لم تر میں روایت سے مراد روایت قلبی یعنی علم ہے، اسی وجہ سے لفظ "معلوم" سے ترجمہ کیا گیا اور علم کو روایت سے اس لیے تعبیر کیا کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اور عرب کے عام باشندے اس قوم سے خوب واقف تھے کہ کس طرح ان کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ یاد رکھئے کہ آیت کے اندر قوم کی دو صفت لائی گئیں ایک ذات العمد دوسری التی لم یخلق۔ عمد ستون کو کہتے ہیں، قوم عاد کو ذات العمد اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے قد و قامت ستون کی طرح بڑے طویل تھے، شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ ان میں کم سے کم قد کا آدمی بارہ گز کا ہوتا تھا، (عمد کی جمع عمدہ کما قال تعالیٰ: فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ، سورۃ الہزۃ، وقال تعالیٰ: بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْوُنَهَا، سورۃ الرعد) "الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۗ" جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا یعنی دنیا بھر کے شہروں میں قوت و طاقت کے اعتبار سے ان جیسا بہادر کوئی نہیں پیدا کیا گیا، مگر بوجہ سرکشی و نافرمانی انجام کیا ہوا آگے خود آ رہا ہے کہ فَصَبَّ عَلَيْهِمُ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ، وَ تَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۗ" اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے، ثمود کا عطف عاد پر ہے یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ تیرے رب نے قوم ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو وادی القریٰ میں پہاڑ کے پتھروں کو تراشا کرتے تھے، اور مکانات بنایا کرتے تھے ا۔ (ان کا انجام بھی وہی ہوا)

واضح رہے کہ وادی القریٰ ان کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جیسا کہ ایک کا نام حجر ہے اور یہ سب ججاز

۱ اللہ نے ان کو یہ فن عطا کیا تھا اور اس سنگ تراشی میں وہ بڑے ماہر تھے معلوم ہوا کہ کسی فن میں مہارت اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر انہوں نے اس نعمت کا یہ صلہ دیا کہ اس نعمت و محسن کی نافرمانی کی۔ فیما للعجب۔

وشام کے درمیان میں ہیں اور سب میں شموذ رہتے تھے (بیان القرآن) جابوا بروزن قالوا ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی تراشا، اور الصخر کا واحد صخرۃ بمعنی پتھر۔ ” وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝۱۱ ” اور میخوں والے فرعون کے ساتھ فرعون کا عطف بھی عابد پر ہے یعنی تیرے رب نے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا، اوتاد و تَد کی جمع ہے بمعنی میخ، فرعون کو ذی الاوتاد یعنی میخوں والا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کے چاروں ہاتھ پیر میخوں سے باندھ کر یا خود ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑ کر دھوپ میں لٹا دیتا تھا اور اس پر سانپ بچھو چھوڑ دیتا تھا، (معارف)

”الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۝۱۲“ جنہوں نے شہروں میں سراٹھار کھا تھا، اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا الَّذِي طَغَوْا الخ عاد، شموذ اور فرعون سب کی مشترکہ صفت ہے ای الہذکورین، جنہوں نے شہروں میں سراٹھار کھا تھا یعنی سرکشی و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور کفر و معاصی سے ایک فساد برپا کر رکھا تھا، چنانچہ ظلم و فساد حد سے بڑھا تو قدرت کو جلال آیا کہ ”فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۲“ سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا یعنی عذاب نازل کیا۔

نکتہ: سوط کے معنی کوڑا، اور عذاب کو کوڑے سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ جس طرح جب کوڑا اور ڈنڈا بدن پر بجننا شروع ہوتا ہے تو بدن کے مختلف حصوں پر بجننا ہے اسی طرح ان ظالموں اور فساد یوں پر عذاب بھی مختلف قسم کے نازل کئے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ عذاب کے لیے بجائے لفظ اَنْزَلَ استعمال کرنے کے صَبَّ بمعنی برسانا استعمال کیا تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ان پر عذاب بارش کی طرح مسلسل برسا کہ سنہلنے کا موقع بھی نہ دیا۔

”إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمُرْصَادِ ۝۱۳“ بیشک آپ کا رب گھات میں ہے اس آیت میں عذاب کی علت اور موجودین کی عبرت کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے مرصاد اسم ظرف برائے مکان ہے، یعنی گھات کی جگہ کہ جہاں بیٹھ کر کوئی شخص دور دور تک کے لوگوں کو دیکھ سکے اور ان کے افعال و اعمال کی نگرانی کر سکے، اور وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں، یہ کلام بطور تشبیہ کے ہے کہ جس طرح کوئی آدمی گھات میں بیٹھ کر کسی کی نقل و حرکت کی خبر رکھے ہوئے ہو تو بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی نافرمانوں کی گھات میں ہے یعنی ہر انسان کے تمام اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے اور جب دیکھ رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا و سزا دینے والا ہے، لہذا یہ عذاب کی علت ہوئی، چنانچہ عذاب و سزا یہ ہے کہ نافرمانوں میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو آئندہ عذاب دینے والا ہے۔ (پس ان واقعات سے کفار کو عبرت پکڑنی چاہیے اور ایسے اعمال سے بچنا چاہیے کہ جو عذاب کا سبب ہوں، مگر کفار نے عبرت نہیں پکڑی جیسا کہ اگلی آیات میں تفصیل آرہی ہے)

فائدہ: قوم عاد کی سزا کا ذکر سورہ اعراف میں ہے فانجینہ والذین معہ برحمة منا وقطعنا دابر الذین کذبوا بآیاتنا وما کانوا مؤمنین، اس قوم پر یعنی عاد اولیٰ پر سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ہلاک کر دئے گئے اور قوم شموذ کے متعلق بھی سورہ اعراف میں ہے فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارہم جنمین (پس آپکڑا ان کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے) دوسری آیت میں صحیحہ یعنی چیخ سے

ہلاک ہونے کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہو، اور فرعون کی ہلاکت کے متعلق تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دریا قلمز میں غرق کر دیا گیا۔

لغات لَمْ تَرَ مضارع نفی، حمد بلم واحد مذکر حاضر، دراصل تزی تھا، شروع میں لَمْ جازمہ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا، رَأَ (ف) رُؤْيَةٌ ورأيتا: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا۔ عَادَ رُوحُ الْمُعَانِي فِيهِ ہے کہ عاد منصرف ہے حی (قبیلہ) کے معنی کے اعتبار سے، اور حی مذکر ہے، اور قبیلہ کے معنی کے اعتبار سے اس کو غیر منصرف بھی بولا جاتا ہے (اس صورت میں علمیت اور تانیث دو سبب ہو گئے) مگر چونکہ یہ ساکن الاوسط ہے اس لئے منصرف ہونے ہی کو ترجیح دی گئی ہے، إِزَمَ بَرَبْنَاءُ عَلِيَّتٍ وَتَانِيثٌ غَيْرُ مَنْصَرَفٍ ہے (عجمی لفظ ہے) اور تانیث قبیلہ مراد لینے کی وجہ سے ہے۔ الْعِمَادُ تاج العروس میں ہے کہ آیت شریفہ إِزَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ فِي بَعْضِ نَعْمَاتِ الْعَمَادِ لِيُنْفِذَ فِيهَا مَعْنَى دَرَا زِقَامَتِ بَيَانِ كُنْتُمْ فِيهَا، سَتُونَ كِي طَرِحَ، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے (بحوالہ لغات القرآن) كَيْ مِثْلُ مَانِدٍ، مَشَابِهِ، جَمْعُ أَمْثَالٍ۔ الْبِلَادُ وَاحِدُ الْبَلَدِ، شَهْرٌ۔ ثَمُودٌ بَرَبْنَاءُ عَلِيَّتٍ وَتَانِيثٌ غَيْرُ مَنْصَرَفٍ ہے ۲ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) جَابُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، جَابَ (ن) جَابُوا: تَرَا شَاءُ، (در اصل جَابُوا تَرَا شَاءُ، وَادٌ كُو مَاقِلٍ مَتَحَرِّكٍ هُوْنَةُ كِي وَجْهٌ سَعِ الْفِ سَعِ بَدَلِ دِيَا) الطَّغْوَى وَاحِدُ الصَّخْرَةِ، بَطْحَرٌ۔ الْوَادِ جَمْعُ الْوَادِيَةِ مَرَادُ وَادِي الْقَرْيَةِ ہے، دراصل الوادی تھا، رُوسِ آيَاتِ وَرَعَايَاتِ فَوَاصِلِ كِي بِنَاءٍ پَرِيَاءٍ كُو حَذْفِ كَرِيَا كِيَا ہے (تفسیر مظہری، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) فَرَعُونَ (تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْ هَبَّ الٰی فَرَعُونَ كِي تَحْتِ كَذَرِ چُكِي) الْاَوْتَادِ وَتَدُّ كِي جَمْعٌ بِمَعْنَى مِيخٍ۔ طَغَوْا (ف) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْ هَبَّ الٰی فَرَعُونَ إِنَّهُ طَغَى كِي ضَمْنِ مِيخٍ) اَكْتَرَوْا (افعال) ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی زیادہ کرنا، مجرد میں باب کرم سے ہے كَثُرَ الشَّيْءُ (ك) كَثْرَةٌ: بہت ہونا۔ الْفَسَادُ بَابُ نَصْرِ كَامِصْرٍ، فَسَدَ الْاُمُورُ (ن) فَسَادًا: معاملات بگڑ جانا، افراتفری پیدا ہونا۔ (یہاں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے بمعنی بگاڑ، خرابی) صَبَّ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، صَبَّ الْمَاءُ وَنَحْوَهُ (ن) صَبًّا: اوپر سے پانی ڈالنا، بہانا۔ (باب ضرب سے یہ لازم آتا ہے بمعنی بہنا اور مصدر صَبَّيْتُ ہے مگر عبارت بالا میں یہ متعدی استعمال ہوا ہے) سَوَّطَ اسْمُ جَامِدٍ، كُوْرَاءُ، جَمْعُ اَسْوَاطٍ۔ عَذَابٌ بَابُ تَفْعِيلٍ (تَعْذِيْبٌ) كَا اسْمُ مَصْدَرٍ، بِمَعْنَى سَزَاءٍ، ذُكُوْهُ وَغَيْرُهُ جَمْعٌ اَعْذِيْبَةٌ۔ (عذاب اور کوڑا الگ الگ نہیں تھے لہذا اس وقت سَوَّطَ عَذَابٍ میں اضافت بیانہ ہے ای سَوَّطًا مِّنْ

۱ قولہ العِمَادُ، بلند عمارت، واحد عِمَادَةٌ (قاموس القرآن، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ایک قول یہ بھی ہے) مصباح میں علامہ احمد لکھتے ہیں کہ عِمَادٌ وہ چیز ہے جس کا سہارا لیا جائے، مثلاً ستون، اسکی جمع عَمَدٌ ہے، عین اور میم کے فتح کے ساتھ (بحوالہ لغات القرآن و اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲ علم چھ مقامات میں غیر منصرف بنتا ہے (۱) مؤنث کا علم ہو (۲) علم عجمی ہو (۳) علم علی الثلاثہ جیسے ابراہیم، اور یس، سقراط، (۴) فعل کے وزن پر علم ہو جیسے پتھر (۵) ایسا علم ہو جو مرکب اجزائی ہو اور وہ پر ختم نہ ہو (۶) علم بروزن فعل ہو جیسے عمر (۷) ایسا علم ہو جس کے آخر میں الف و نون زائد ہو جیسے عثمان۔ اور وصف تین مقامات میں غیر منصرف ہوتا ہے (۱) مفت الفعل کے وزن پر جو کاسم مؤنث فِعْلَاءٌ ہو جیسے اَنْفَعَلُ (۲) مفت فعلان کے وزن پر جو اور اس کا مؤنث فَعْلَانِ ہو جیسے غَطَّشَانِ مؤنث غَطَّشِي ہے (۳) مفت مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو جیسے اَخْرَجْتُمْ مِّنْ اِيَّامِ اٰخِرِ الْقُرْآنِ (لفظ منثی و ثلث جیسے الفاظ) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

العذاب) (روح) المرصاد (تحقیق سورۃ النباء میں ان جہنم کانت میز صاڈا کے تحت گذر چکی)

ترکیب اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ..... ہمزہ برائے استفہام تقریری ای قدر آیت لان المراد بالرویۃ لہنا رویت القلب وہی العلم اور اس کو رویت سے بایں وجہ تعبیر کیا ہے کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے، (اعراب القرآن) لَمْ تَرَ فعل جازم، ضمیر اَنْتَ مستتر فاعل، كَيْفَ مفعول مطلق از فَعَلَ اِی اِی فَعَلَ فَعَلَ رُبُّكَ (یا فَعَلَ رُبُّكَ فَعَلًا عَظِيمًا یَعَادِ اور کَیْفَ کو مقدم کرنے کی وجہ اس کا صدر کلام کا مقتضی ہونا ہے) فَعَلَ رُبُّكَ فعل با فاعل، با جارہ (بمعنی فی) عَادِ مبدل منہ اِرْمَ موصوف ذات العیاد مرکب اضافی ہو کر صفت اول، الَّتِي لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانیہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (عطف بیان بنانا بھی درست ہے) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ثمود موصوف الذین جابوا الصخر بالواد (الصخر مفعول بہ بالواد متعلق جابوا کے، یا فاعل یا مفعول بہ سے حال) اسم موصول مع صلہ کے صفت (معنی ثمود کی وجہ سے صفت کو جمع لایا گیا ہے) موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف فرعون موصوف ذی الاوتاد مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ (عاد) اپنے معطوف سے مل کر موصوف الذین طغوا فی البلادِ فَا کَثُرُوا فِیْهَا الْفِیْسَادُ فَصَبَّ عَلَیْہِمُ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ..... الذین اسم موصول طغوا فی البلادِ جملہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فاعطفہ اکثر و فیہا الفساد جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (فیہا متعلق فعل مذکور کے) فاعطفہ صَبَّ عَلَیْہِمُ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فَعَلَ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر لَمْ تَرَ فعل مذکور کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ متانفہ اے۔ اِنْ رَبُّكَ لَیْلَیْمٌ صَادٍ..... اِنْ حرف مشبہ بالفعل رَبُّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم لام مزحلقہ بالمرصاد جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لہا)

اجزاء اِنْ رَبُّكَ لَیْلَیْمٌ صَادٍ عزیز طلبہ! دوران اجراء آپ حضرات یہ کہیں گے کہ اِنْ شروع کلام میں آتا ہے اور اِنْ وسط کلام میں، اسی طرح صلہ کے شروع میں، جواب قسم میں، قول کے بعد، جملہ حالیہ کے شروع میں، نداء کے بعد اِنْ آتا ہے، اور فاعل، مفعول بہ، مضاف الیہ، مجرور میں اِنْ آتا ہے، مگر یہ بات واضح رہے کہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد ہر جگہ اِنْ نہیں آئے گا، بلکہ اِنْ جب آئے گا، جب کہ

ل الذین طغوا الخ مبتدا محذوف ہُم کی خبر بھی بن سکتا ہے نیز فرعون کی صفت ثانی بھی بن سکتا ہے اِنی قوم فرعون نیز منصوب علی الذم بھی ہو سکتا ہے، قولہ فاكثر و فیہا، فیہا محذوف کے متعلق ہو کر اکثر و اکی ضمیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

ترکیب میں مقولہ بنے لہذا مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۱۳ پر ایک مثال ہے، اَخْضَكْ بِالْقَوْلِ اَنْتَكَ فَاِضْلٌ، ای لَانْكَ فَاِضْلٌ، یہاں یہ جملہ مقولہ نہیں بلکہ برائے تعلیل ہے، اور تین شکلوں میں اَنْ اَوْرَانِ دُونوں کا استعمال برابر ہے، مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۰۸

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا اِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام انعام دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی • اور جب اس کو

مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اِهَانِنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾

آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی • ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو •

وَلَا تَحْضُوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التَّرَاثِ اٰكْلًا لِّمَالٍ ﴿۱۹﴾ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے • اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو • اور مال سے بہت ہی

حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

محبت رکھتے ہو •

تشریح ما قبل میں اِنَّ رَبَّكَ لِبَالِمٍۭ صَادِکٍ کے تحت یہ بیان کیا تھا کہ تیرا رب گھات میں ہے کہ مذکورین یعنی عاد و ثمود

کو تو ہلاک کر دیا اور موجودہ کفار کو عذاب دینے والا ہے، لہذا اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار عبرت پکڑتے اور ایسے اعمال سے

پرہیز کرتے جو عذاب کا سبب ہوں مگر کفار کا حال یہ ہے کہ ایسے ہی اعمال کو اختیار کرتے ہیں کہ جو عذاب کا سبب ہوں

اور جن سے دنیا کی محبت ظاہر ہوتی ہو، چنانچہ اب مذکورہ آیات میں کفار کی دو حالتوں کو ذکر کیا، پہلی حالت: ”فَاَمَّا

الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾“ سو آدمی کو جب اس کا پروردگار

آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) انعام و اکرام دیتا ہے مثلاً مال و دولت اور مرتبہ، جس سے اس کی شکرگزاری کو دیکھنا ہوتا

ہے اور اسی وجہ سے اس کو آزمانے سے تعبیر کیا تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی یعنی کافر انسان اس

انعام و اکرام کو اپنا ضروری حق سمجھ کر فخر اور غرور سے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی کہ میں چوں کہ اس کا

محبوب و مقبول ہوں اس لیے مجھ کو انعام و اکرام سے نوازا، اگر میں مردود ہوتا تو وہ مجھے یہ نعمتیں کیوں دیتا، کفار کی دوسری

حالت: ”وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اِهَانِنِ ﴿۱۶﴾“ اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی

اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی یعنی جب اللہ تعالیٰ رزق میں تنگی اور

فقر وفاقہ دے کر آزماتا ہے جس سے مقصد اس کے مبرور رضا کو دیکھنا ہوتا ہے تو وہ بطور شکایت کہتا ہے کہ ربی اهانن

میرے رب نے میری قدر گھٹادی اور میری توہین کر دی کہ میں مستحق انعام و اکرام تھا، مجھے بے وجہ ذلیل و حقیر کر دیا،

مطلب یہ ہے کہ کافر آدمی دنیا ہی کو مقصود سمجھتا ہے کہ خوشحالی کو دلیل مقبولیت اور تنگی کو دلیل مردودیت سمجھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی بطور استدرراج اور بطور ڈھیل دینے کے معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے جیسا کہ فرعون کو کہ باوجود اس کے کہ اس کم بخت نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر کبھی اس کے سر میں درد بھی نہ ہوا (حالانکہ وہ عند اللہ مردود و ذلیل تھا) اور بعض پیغمبروں کو دشمنوں نے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جب کہ وہ عند اللہ مقبول و باعزت تھے، ”کَلَّا“ ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا سے زبردستی فرمائی کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ انعام و اکرام حاصل ہونا دلیل مقبولیت ہے اور تنگی رزق دلیل مردودیت ہے۔ ”بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ“ بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی تمہارے اندر اے کافر وہی مذکورہ اعمال سبب عذاب نہیں بلکہ تمہارے اندر دیگر خصلتیں بھی مذموم ہیں جو سبب عذاب ہیں، مثلاً چند خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت: ”لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ“ تم لوگ یتیم کی کچھ قدر نہیں کرتے، یعنی یتیم بچہ کہ جس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا تم اس کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو، اور ظلم یہ کہ اس کا مال کھا جاتے ہو۔
دوسری خصلت: ”وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ“ اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے یعنی تم خود تو کسی مسکین غریب کو کیا دیتے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب نہیں دیتے، یعنی دوسروں کے حقوق واجبہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ دوسروں کو حقوق واجبہ ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہو، طعام بمعنی اطعام ہے (کافر کے لیے ترک واجب زیادتی عذاب کا سبب ہے اور کفر و شرک نفس عذاب کا سبب ہے)

تیسری خصلت: ”وَتَأْكُلُونَ الثَّمَاثَ أَكْلًا لَّمًّا“ اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ تراث کے معنی میراث کے ہیں، اور لَمًّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا، خوب سمیٹنا، اور لَمًّا ترکیب میں صفت واقع ہے اور صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالانکہ مصدر و وصف محض ہوتا ہے اور وصف محض کا حمل درست نہیں ہوتا۔ لہذا یوں کہا جائے کہ یہاں صیغہ صفت کے بجائے مصدر کو بقصد مبالغہ لایا گیا ہے جیسے: نَزَبْدُ عَذْلًا۔ اسی طرح حُبًّا جَمًّا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر دوسروں کا مال بھی کھا جاتے ہو، (واضح رہے کہ میراث موجودہ تفصیل کے ساتھ اگرچہ مکہ مکرمہ میں مشروع نہ تھی مگر نفس میراث شریعت ابراہیمی و اسماعیلی سے برابر چلی آرہی تھی، (زمانہ جاہلیت کی مذکورہ مذموم خصلتیں دور حاضر کے مسلمانوں کے اندر بھی عام ہوتی جارہی ہیں، خدا محفوظ رکھے)

چوتھی خصلت: ”وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا“ اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو کہ اس میں کچھ خرچ ہی نہیں کرتے (جَمُّ مصدر صفت کے معنی میں ہے ای کثیراً معلوم ہوا کہ مال سے کثیر محبت مذموم ہے ایک گونہ محبت مذموم نہیں بلکہ وہ تو انسان کا فطری تقاضا ہے)

اختیاری مطالعہ

قوله فاما الانسان الف لام عهد خارجی کا ہے اس لیے انسان سے کافر انسان مراد ہے، مگر فسوس یہ ہے کہ اس گراہی

میں بہت سے مسلمان بھی جتلا ہیں کہ مال کی فراوانی کو محبوب عند اللہ اور تنگی مال کو مردود عند اللہ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔
خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟ **قوله** إذا ما ابتلاہ: ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں تو اعتراض یہ ہے کہ اللہ کو تو سب کچھ ازل ہی سے معلوم ہے پھر اس کو امتحان لینے کی کیا ضرورت پڑی، تو جواب یہ ہے کہ امتحان لینے کے دو مقصد ہوتے ہیں (۱) خود اس کی قابلیت کو جاننا (۲) اس کی حقیقت و صلاحیت سے دوسروں کو آگاہ کرنا، یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

قوله و تاکلون التراث | بطور خاص میراث کے مال کا ذکر کیا حالانکہ ہر ایک مال جس میں حلال و حرام کو جمع کیا گیا ہونا جائز ہے، وجہ خصوصیت شاید یہ ہو کہ میراث کے مال کے درپے ہونا کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے باہمت لوگ مردوں کے مال پر ایسی حریمانہ نظر نہیں رکھتے۔

لغات الانسان (مَرَّ تَحْقِيقَهُ فِي سُوْرَةِ عَبَسَ) اَبْتَلَى (اِفْتَعَلَ) ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتَلَا اِبْتِلَاءً: آزمانا، بَلَا (ن) بَلَّوْا وَتَلَّاءً: آزمانا۔ اَکْرَمَ (اَفْعَال) ماضی واحد مذکر غائب، اَکْرَمَ فُلَانًا: عزت کرنا، کَرَمًا فُلَانًا (ن) کَرَمًا وکرامتہ: صاحب عزت ہونا (کریم کے پانچ معانی آتے ہیں دیکھئے نجوم الحواشی شرح اصول النشاشی شروع خطبہ میں بکریم خطابیہ کے تحت) نَعَّمَهُ (تَفْعِيل) ماضی واحد مذکر غائب، نَعَّمَهُ تَنْعِيمًا: خوشحال کرنا، اِنْعَامًا دینا، نِعَمَ الرَّجُلِ (س) نَعَّمًا وَنَعْمَةً وَنَعِيمًا: خوشحال ہونا۔ قَدَّرَ ماضی واحد مذکر غائب، قَدَّرَ الرَّزْقَ عَلَيْهِ (ض) قَدَّرًا: رزق میں تنگی کرنا، قَدَّرَ عَلَيْهِ: قادر ہونا۔ رِزْقُ اسْمٍ بِمَعْنَى رُوْزِي۔ اَهَانَ (اَفْعَال) واحد مذکر غائب، اَهَانَ فُلَانًا: کسی کی بے عزتی کرنا، هَانَ فُلَانًا (ن) هُوْنَا وَهَوَانًا وَهَمَانَةً: حقیر و ذلیل ہونا (اَکْرَمَنِ اور اَهَانَنِ کے آخر سے یاء متکلم بغير ض اختصار محذوف ہے جس پر کسرۃ نون دال ہے) اَلْيَتِيْمَ صِبْغَةً صِفَتٌ، وَهٓ نَابِلُحٌ بِحِجِّهِ جَسُّ كَابَاپٍ مَرَّغِيَا هُو، جَمْعُ الْيَتِيْمِ اَلْيَتِيْمِ (ک) يَتِيْمًا: یتیم ہونا۔ لَا تَحَاطُّوْنَ (تَفَاعُل) مضارع منفی جمع مذکر حاضر، تم ترغیب نہیں دیتے ہو، دراصل تتحاضون تھا، باب تفاعل میں ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مصدر تتحاضُ ہے، ایک دوسرے کو رغبت دینا، ابھارنا، مجرد میں باب نصر سے ہے حَصَّهٗ عَلٰی الْاَمْرِ حَصًّا: ابھارنا۔ طَعَامٍ مصدر ہے از باب سَمْعٍ بِمَعْنَى كِهَانَا كِهَانًا۔ یہاں طَعَامٍ بِمَعْنَى اِطْعَامٍ ہے، کھانا دینا، جیسے عَطَاءٌ بِمَعْنَى اِعْطَاءٍ (وَانْ كَانَ بِمَعْنَى مَا يُوَكَّلُ فَهٓوْ جَامِدٌ جَمْعُ اَطْعِمَةً اس صورت میں مضاف پوشیدہ ہوگا ای علی بذل طعام المسکین) الْمَسْكِيْنَ نَادِرٌ، مَفْلَسٌ، جَلَالِيْنَ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو جمع: الْمَسَاكِيْنَ۔ تَاكُلُوْنَ (ن) مضارع جمع مذکر حاضر، اَكَلِ الطَّعَامِ (ن) اَكْلًا: کھانا۔ التُّرَاثِ میراث، یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔ دراصل وراثت تھا، واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا، وِرْثٌ (حَسْب) وِرْثًا وَوَرِثًا وَوَرِثَاتًا: وارث ہونا۔

۱۔ ابتلاء کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے قول میں فقیر علیہ رزقہ کے ساتھ فَأَهَانَهُ نہیں ہے جیسا کہ پہلی آیت میں فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ دو چیزیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ رزق کو تنگ کرنا حقیقت میں اہانت ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن) **قوله** اَکْرَمَنِ میں چونکہ اکرام اور تعظیم ہی واحد کے حکم میں ہیں اس لئے اَکْرَمَنِ میں اسی پر اکتفاء کیا و نَعَّمَنِ کو نہیں ملایا۔ (بیان القرآن)
 ۲۔ يَتِيْمٌ (ض) يَتِيْمًا: تمہارہ جانا، يَتِيْمٌ الصَّبِيْحُ: نابالغ اولاد کا بے باپ کے رہ جانا۔

اکلاً مصدر از نصر۔ لَمَّا مصدر از باب نصر، لَمَّ الشَّيْءُ (ن) لَمَّا: اچھی طرح اکٹھا کرنا، خوب سمیٹنا، جمع کرنا (لَمَّا بمعنی جمع، اسْتَعْمَلَ فی الآیۃ استعمال الصفة مبالغۃً ای الجمع الكثير والمراد بہ ہنہنا الجمع بین الحلال والحرام یعنی انکم تجمعون بین نصیبکم ونصیب غیرکم) تُحِبُّونَ مضارع جمع مذکر حاضر، أَحَبَّ شَيْئًا: چاہنا، محبت کرنا، حَبَّ (س) حُبًّا: محبوب و پسندیدہ ہونا، حُبًّا مصدر از باب سمع۔ حُبًّا ای کثیراً مصدر بمعنی الصفة ہے مبالغۃً، از باب نصر، حَمَّ (ن) حَمًّا و جُمُوعًا، بہت ہونا، اکٹھا ہونا۔

ترکیب فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ..... فاستثنایہ امّا حرف شرط و تفصیل الانسان مبتدا اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط، ما زائدہ ابتلی فعل ہاء ضمیر مفعول بہ ربُّہ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فاعاطفہ برائے تفسیر (اکرمہ و نعمہ دونوں جملے ابتلی کی تفسیر ہیں اور اس پر معطوف ہیں) اکرمہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ نَعَّمَهُ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اپنے جواب و جزا، یَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ کا، فارابطہ برائے جواب امّا یقول فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، رَبِّي مرکب اضافی ہو کر مبتدا اکرمہ فعل، ضمیر ہو فاعل، نون و قایہ یا ضمیر متکلم مخذوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ ہو کر الانسان مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَاَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ..... وَاو عاطفہ امّا حرف شرط و تفصیل الانسان مبتدا مخذوف (یا ہو ضمیر مبتدا مخذوف) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط ما زائدہ ابتلاه جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاعاطفہ برائے تفسیر قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اپنے مابعد جواب و جزا یقول کا، فارابطہ برائے جواب امّا یقول فعل با فاعل ہو کر قول رَبِّي مرکب اضافی ہو کر مبتدا آھانَنِ فعل فاعل مفعول بہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول مع مقولہ کے مبتدا مخذوف الانسان کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ ہوا۔

كَلَّا بَلْ لَأَكْرَمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَبًّا... كَلَّا حرف ردع (ای لیس الامر کما تقول ای لیس الاکرام بالغنی والاهانة بالفقر، بَلْ برائے اضراب (فتیح سے اقبح کی طرف) ای لا ترتکبون هذه الافعال الشنیعة فقط بَلْ لَأَكْرَمُونَ الخ لا تکرمون الیتیم، فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف لا تَحْضُونَ علی طعام

۱ قولہ فاما الانسان مذکورہ ترکیب کلمات کے پیش نظر ہر نامل یہ ہے مہنایکن من شیء فالانسان یقول الخ (اعراب القرآن صرفیہ بیانہ)
۲ قولہ لا تکرمون الخ واستعمل الجمع باعتبار معنی الانسان اذا المراد هو الجنس۔

المسکین فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف تاکلون التراث فعل با فاعل و مفعول بہ اکتلاً لئلا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف تحتون المال فعل با فاعل و مفعول بہ، حبثا حبثا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ متانفہ۔ (لاحل لہا) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَ جَاءَ رَبُّكَ وَ الْمَلِكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَ جَاءَ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا • اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے • اور اس روز جہنم کو لایا

بِجَهَنَّمَ ۝ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَ أَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۝ يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ

جاوے گا • اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا • کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی عمل آگے

لِحَيَاتِي ۝

بھیج لیتا •

تشریح لفظ ”کلا“ کے ذریعہ کفار کو تشبیہ اور زجر ہے کہ تم جمع مال اور اس کے ساتھ بخل اور دیگر امور جن کا اوپر ذکر ہوا انکے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ ان پر عذاب نہ ہوگا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ عذاب ضرور ہوگا، آگے جزا و سزا کا وقت بتلاتے ہیں ”إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا“ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا ذک کے لفظی معنی کسی چیز کو ضرب مار کر توڑنے کے ہیں، اور ارض سے مراد اس کے پہاڑ اور عمارتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ بوقت نوحہ پیمانہ پہاڑوں کو باہم ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور بلند و پست زمین سب برابر ہو جائے گی، دوسرا دنگا پہلے کی تاکید نہیں بلکہ استیعاب و تسلسل پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ ”أَيُّ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا مَتَابَعًا يَعْنِي قِيَامَتِ كَابِيہ زلزلہ یکے بعد دیگرے مسلسل رہے گا (روح، معارف) ”وَ جَاءَ رَبُّكَ وَ الْمَلِكُ صَفًّا صَفًّا“ اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے باری تعالیٰ کے آنے کی کیا شان ہوگی اور وہ آنا کس طرح ہوگا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے جاء کا لفظ تشابہات میں سے ہے یعنی اس کی مراد کو صرف اللہ ہی جانتے ہیں اور رہا فرشتوں کا آنا تو وہ ظاہر ہے کہ وہ میدان محشر میں حساب کے وقت نظم و انتظام کے لیے صف بصف آئیں گے (یعنی قطار در قطار، اسی کو ترجمہ میں جوق در جوق سے تعبیر کیا، اور الملك میں الف لام جنسی ہے اس لیے جنس ملائکہ مراد ہیں یعنی آسمانوں کے تمام فرشتے (روح) وفي الجلالین وجاء ربك اي امزربك۔ ”وَ جَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ“ اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا جہنم کے آنے کی کیا حقیقت اور کیفیت ہوگی اس سلسلہ میں کتب تفسیر میں دو قول

مذکور ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہوں گے۔ (ابن کثیر، مظہری، بیان القرآن، سورۃ المدثر) قرطبی نے کہا کہ جہنم کو اس کے پیدائشی مقام سے قید کر کے سر زمین حشر میں لایا جائے گا اور سوائے پل صراط کے جنت میں جانے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا، جہنم کو لانے کے سلسلہ میں دوسرا قول وہ ہے کہ جو معارف القرآن میں مذکور ہے کہ اس کو لانے کی کیفیت اور حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ جہنم جو اب ساتویں زمین کی تہہ میں ہے اس وقت وہ بھڑک اٹھے گی اور سمندر سب آگ ہو کر اس میں شامل ہو جائیں گے اس طرح جہنم سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ ”يَوْمَ مَيِّدٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ﴿١٠﴾“ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ يَتَذَكَّرُ، إِذَا ذَكَّتْ لَخ كَا جَوَابٌ ہے کہ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آئیں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی کہ ہائے افسوس دنیا میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے تھا اور میں نے کیا کیا، مگر وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى اور اب سمجھ آنے کا موقعہ کہاں رہا یعنی اب سمجھ آنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ دار العمل نہیں دار الجزاء ہے، اور سمجھ آنے کے بعد اس کا قول یہ ہوگا ”يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿١١﴾“ کہے گا کاش میں اس زندگی کے لیے کوئی عمل آگے بھیج لیتا آیت میں حیات سے مراد اخروی حیات ہے یعنی اے کاش میں دنیا میں رہتے ہوئے کچھ نیک عمل اخروی زندگی کے لیے کر لیتا، مگر اب کف افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

لغات ذُكِّرَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ذَكَّهَ (ن) ذَكَّاهُ: كَوْنًا، ذَكَّتِ الْأَرْضُ: زَمِينَ كَيْفَ نَشِيبٍ وَفِرَازٍ كَو دور کر کے ہموار کر دینا۔ ذَكَّاهُ مصدر از باب نصر۔ جاء (رکوع ۳ میں آنُ جاءہ الاعنی کے تحت اس کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں) رَبِّ (سورۃ النبأ میں جزاء من رَبِّكَ کے تحت ملاحظہ ہو) الْمَلِكُ فرشتہ جمع، الْعَلَمَاتُكَ صَفًا (رکوع ۲ میں تحقیق گذر گئی) جاء (ض) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، بَاء کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں لانا۔ يَتَذَكَّرُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، تَذَكَّرَ الشَّيْءُ: يَادِرْنَا، مَادَهُ ذَكَرَ ہے (باب نصر) الْإِنْسَانُ (رکوع ۵ میں تحقیق گذر چکی) آئی استقہام بمعنی النفسی (جلا لیں) آئی برائے شرط بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے اسی تذهب اذهب جہاں تو جائے گا میں بھی جاؤں گا، اور برائے استقہام بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی کب، کہاں سے، کیسے، جیسے اسی جنت تم کب آئے؟ لغات القرآن میں لکھا ہے کہ اسی ظرف زمان و مکان دونوں بتا ہے اگر ظرف زمان ہو تو بمعنی متنی اور ظرف مکان ہو تو بمعنی آئین، اسی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۱۲۶، مصنف حسین احمد قاسمی ہر دواری، استاد دارالعلوم دیوبند) قَدَّمْتُ (تفعیل) ماضی واحد متکلم، قَدَّمَ تَقْدِيمًا: آگے بھیجا (قَدَّمَ الْقَوْمَ) (ن) قَدَّمُوا: آگے آگے ہونا) حَيَاتِي (مرکب اضافی) باب سبوح کا مصدر حیی (س) حَيَاتًا وَحَيَاتَانًا: زنده رہنا (معنی زندگی حاصل مصدر ہے)

ترکیب كَلَّا إِذَا ذَكَّتِ الْأَرْضُ ذَكَّا ذَكَّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ مَّبْهَتًا ... كَلَّا

حرف ردع (ردع الکافرین عن جمع المال والبخل بہ وغیر ذلک) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط دکت الارض فعل مع نائب فاعل دکتا دکتا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر حال، پھر جملہ فعلیہ معطوف علیہ (محل جر میں ا واو عاطفہ جاء فعل ربک مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف الملک (ای جنس الملک) ذوالحال صفاً حال (ای مصطفین او ذوی صفوی) صفاً اول کی تاکید، ذوالحال اپنے حال سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر)، واو عاطفہ جاء فعل مجہول یومئذ طرف جاء کا، با برائے تعدیہ، جہنم لفظاً مجرور محل مرفوع نائب فاعل، جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے، اپنے جواب و جزایتذکر کا جو کہ اگلی آیت میں ہے، یَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنْتَ لَهٗ الذِّكْرٰی..... یومئذ طرف مقدم یتذکر کا، یتذکر فعل الانسان ذوالحال واو حالیہ الی اسم استفہام ثابت محذوف کا ظرف مکان ہو کر خبر مقدم، لہ بھی خبر کے متعلق الذکر ہی مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور طرف وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، بالفاظ دیگر یتذکر الانسان بشرط مذکور یعنی اذا دکت الخ کی جزا ہے۔ (لا محل لہا جواب شرط غیر جازم) (انہی لہ الذکر کی کو جملہ معترضہ بنانا بھی صحیح ہے) ۲۔

یَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي..... یقول فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، یا حرف تنبیہ (یا پھر یا حرف ندا اور منادی محذوف ہے مثلاً ایہا الحاضرون یا لفظ قوم وغیرہ) لیت حرف مشبہ بالفعل، نون وقایہ یا ضمیر اسم لیت، قَدَّمْتُ فعل با فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای اعمالاً صالحہ، روح المعانی) لام جارہ حیاتی مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا قَدَّمْتُ فعل مذکور کے، پھر جملہ فعلیہ خبریہ حرف مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا (فی محل نصب) (اور اگر یا کو حرف ندانا تھا تو لیتنی الخ جواب ندا ہو کر مقولہ بنے گا) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ متانفہ۔ (وقع جوابا عن سوال نشأ منه كانه قيل ماذا يقول عند تذکرہ فقيل يقول لیتنی الخ) ۳۔

فِيَوْمٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿١٥﴾ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ

پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا ۱۵ اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا ۱۵ اے اطمینان والی روح تو

۱۔ **قولہ** دکتا دکتا ابوحیان اور زحشری نے کہا ہے کہ دکتا دکتا دونوں مصدر محل حال میں ہیں اور ثانی تاکید نہیں ہے بلکہ یہ تکرار استیعاب پر دلالت کرنے کی غرض سے ہے جیسے قرأت النحو یا تابا بنا۔ (اعراب القرآن) اور بعض نے مفعول مطلق قرار دیا۔

۲۔ **قولہ** یومئذ یتذکر، ایک قول یہ ہے کہ یومئذ تاکید ہے اول یومئذ کی، دوسرا قول یہ ہے کہ یومئذ ثانی بدل ہے اذا دکت سے آئی یوم اذا دکت الارض وحای بجہنم (تفسیر مظہری، اعراب القرآن) **قولہ** وَاَنْتَ لَهٗ الذِّكْرٰی تفسیر مظہری میں ہے لیس لہ معنفا الذکر ہے۔

۳۔ **قولہ** یقول لیتنی یہ جملہ یتذکر کے فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یتذکر الانسان سے بدل اشتمال بھی۔ (روح المعانی)

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۱۷﴾ اَرْجِعِيْ اِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۱۸﴾ فَاَدْخُلِيْ فِيْ عِبْدِيْ ﴿۱۹﴾

اپنے پروردگار کی طرف چل • اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش • پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا •

وَ اَدْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۲۰﴾

اور میری جنت میں داخل ہو جا •

تشریح ماقبل میں بیان کیا تھا کہ کافر انسان تمنا کرے گا ”یا لیتنی قَدَمْتُ لِحیاتی“ مگر اس وقت یہ تمنا کرنا بے سود ہوگا اور مجبوراً عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا، اور عذاب کیسا ہوگا فرمایا ”فَیَوْمَ مَمْدُ لَا یُعَذِّبُ عَذَابَهُ اَحَدٌ ﴿۱۷﴾ وَ لَا یُوثِقُ وَ ثَاقَهُ اَحَدٌ ﴿۱۸﴾“ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دے گا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی بھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی اور نہ ایسی قید کی ہوگی (لہذا ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکل پائے گا کہ اس نے کسی جانی دشمن کو بھی ایسی خطرناک، روح فرسا سزا دی ہو (العیاذ باللہ) یہاں تک تو کفار کے عذاب کا بیان تھا اب آگے مومنین کے ثواب کا ذکر ہے۔ ”یَأْتِيْهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۱۹﴾ اَرْجِعِيْ اِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۰﴾“ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ ”یَأْتِيْهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ“ والا جملہ یا تو بذات خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یا بزبان فرشتہ کہلوا یا جائے گا، اور یہ حساب سے فراغت کے بعد کہا جائے گا لفظ نفس سے مراد آدمی ہے اور آدمی کے بدن میں جزء اشرف روح ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا گیا اے اطمینان والی روح، اور مطمئنہ صیغہ اسم فاعل ہے یعنی ایسی روح کہ جس کو امر حق میں اطمینان و یقین تھا اور کسی طرح کا شبہ نہ تھا، اور وہ روح اس کی اطاعت میں سکون پانے والی تھی، لہذا اس سے کہا جائے گا ارجعی الی ربک، ای الی محل عنایتہ تو اپنے پروردگار کے جو ار رحمت اور اس کے فضل و کرم کی طرف چل، اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش یعنی یہ نفس اللہ تعالیٰ کے تشریحی و تکوینی احکام پر راضی ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے کیوں کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام پر راضی ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوتا تو بندہ کو رضا بالقصا کی توفیق نہ دیتا۔

”فَاَدْخُلِيْ فِيْ عِبْدِيْ ﴿۱۹﴾ وَ اَدْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۲۰﴾“ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں

داخل ہو جا یعنی نفس مطمئنہ کو کہا گیا تھا کہ تو اپنے پروردگار کے جو ار رحمت کی طرف چل، اب کہا جا رہا ہے کہ ادھر کو چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا (یہ بھی نعمت روحانی ہے کہ انس کے لیے احباب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں) اور پھر ان خاص بندوں کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ ارجعی الی ربک: ای الی محل عنایتہ و موقف کرامتہ (روح) یعنی اللہ کی عنایت و رحمت اور اس کے کرم کی جگہ کی طرف لوٹ جا، لوٹنے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک صالح آدمی حساب و کتاب سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی جو رحمت میں تھا، تو جو اب یہ ہے کہ ہاں نیک صالح آدمی کا حساب و کتاب سے پہلے بھی محشر میں مخصوص مقام تھا، اب حساب سے فراغت پر بھی اس کو اللہ کے جو رحمت کی طرف چلنے اور لوٹنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ پھر ادھر کو چل کر میرے خاص بندوں کے زمرہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہو جا۔ (روح) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے کہ ارجعی الی ربک الخ۔

قولہ المطمئننہ: آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے، نفس مطمئنہ، نفس لوامہ، نفس امارہ، تفصیل تدریس قرآن پارہٴ تبارک الذی میں بضم سورۃ القیامۃ۔

قولہ ارجعی الی ربک: الی اللہ یا الی نہیں کہا بلکہ رب کا لفظ استعمال کیا تا کہ مزید لطف و کرم پر دلالت ہو کہ وہ تیرا پالنے والا ہے۔ اسی طرح جنت کی نسبت اپنی طرف کی جو بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

سوال: کافر کو اس قدر سخت سزا کیوں دی جائے گی کہ قرآن نے کہا کہ فیومئذ لا یُعذِّبُ عذابہ احدًا۔

جواب: کفر و شرک بغاوت ہے اور بغاوت جرم عظیم ہے اس لیے سزا بھی عظیم دی جائے گی۔

لغات لا یُعذِّبُ (تفعیل) مضارع منفی واحد مذکر غائب، عذاب دینا۔ (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) اَحَدٌ کوئی، الاَحَدُ ایک، اکائی (۲) اکیلا، جمع آحاد۔ لا یُوَفِّی (افعال) سے مضارع معروف واحد مذکر غائب، رسی وغیرہ سے باندھنا یعنی جکڑنا۔ وَثَاقَةٌ (مرکب اضافی) وَثَقَ الشَّیْءُ (ک) وَثَاقَةٌ: مضبوط ہونا، زنجیر میں باندھنا، جکڑنا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ وثاق یا توباب افعال بمعنی الایشاق سے اسم مصدر ہے یا اسم جامد ہے بمعنی القید او الحبل۔ النَّفْسُ (حضرت تھانویؒ نے روح ترجمہ کیا ہے) اس کے معنی شخص، ذات، اصل، دل، جان کے بھی آتے ہیں، جمع النفوس۔ الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان والی، باب اِفْعِلَال (رباعی مزید فیہ باہمزہ وصل) سے اسم فاعل واحد مؤنث، اِطْمَأَنَّ اِطْمَئِنَّا: ٹھہرنا، پرسکون ہونا، مادہ طَمَنَ اِزْجَعِ (ض) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، رَجَعَ الشَّیْءُ وَالرَّجُلُ (ض) رَجُوعًا و مَرَجَعًا لوٹنا، رَجَعَ الشَّیْءُ: لوٹنا۔ رَاضِيَةٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِيَتْ وَبِهِ وعلیہ و عنہ (س) رِضًا و رِضَاءً و رِضْوَانًا و مَرْضَاةً: پسند کرنا، قبول کرنا و عنہ: کسی سے خوش ہونا۔ مَرْضِيَةٌ (س) اسم مفعول واحد مؤنث۔ اَدْخُلْ (ن) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، دَخَلَ الْمَكَانَ و نَحْوَهُ و فِیهِ (ن) دُخُولًا: اندر آنا، داخل ہونا۔

۱۔ وفي الروح، النفس قيل بمعنى الذات وقيل هي النفس المؤمنة المطمئنة الى الحق۔

۲۔ قوله راضية اي عن ربك و مرضية عنده، مرضية مؤنث ہے مريضی کا، اس کی اصل مَرَضُوْج ہے، واو اور یا و دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوئے، ان میں سے پہلا ساکن ہے اس لیے اس کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا اور یا قبل کو یا کی مناسبت کی بناء پر کسرہ دید یا گیا۔

فائدہ دخول مکانی کے لئے زیادہ استعمال حذف فی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے دَخَلَ الدار، اور دخول معنوی کے لئے فی کے ساتھ زیادہ استعمال ہے، جیسے دَخَلَ فِي السِّلْمِ (القاموس الوحید، اعراب القرآن)

ترکیب فَيَوْمَ مَيِّدًا لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُؤْتِي وَثَاقَهُ أَحَدٌ... فا استینافیہ (اعراب القرن و صرفہ و بیاناں) یوم مئیداً طرف مقدم لا یُعَذِّبُ کا (ای یوم اذ یكون ما ذکر من الاحوال والاقوال) لا یُعَذِّبُ فعل، عَذَابَهُ مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق (ای کعذاب اللہ) أَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق اور طرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یؤتی فعل، وَثَاقَهُ مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، أَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ، يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي..... یا حرف ندا اَيُّهُ مبدل منہ، ہا برائے تشبیہ، النفس المطمئنة مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مناد کی، ارْجِعِي فعل مؤنث ضمیر زوال حال الی ربک فعل مذکور کے متعلق راضیة مرضیة ضمیر فاعل سے حال مترادف، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ، فا عاطفہ ادخلی فی عبادی (ای فی زمرة عبادی) جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ ادخلی فعل با فاعل جنتی مفعول بہ علی السعة (اعراب القرآن) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جواب ندا (لا تل لها) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ متانفہ (لا تل لها) ۲

سورة المائد

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَالْوَالِدُ وَمَا وَلَدٌ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی • اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے • اور قسم بہ باپ کی اور اولاد کی • کہ ہم نے انسان کو

الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ أَيْحَسِبُ أَنْ لَنْ يُقَدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۝

بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے • کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا • کہتا ہے کہ میں نے اتنا دافر مال خرچ کر ڈالا •

أَيْحَسِبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہ دیکھا نہیں •

۱ اعراب القرآن مع صفحہ الدین میں اس فاکو عاطفہ لکھا ہے۔

۲ اُوہی مقول القول لقول مقدر ای یقول للہ تبارک و تعالیٰ للنفس المطمئنتیہ ایتہا النفس الخ

ربط سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے جو جزا و سزا کا سبب بنتے ہیں، اور ختم سورت پر اعمال شروخیہ کی جزا و سزا مذکور ہے۔

تشریح یہاں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ بتلایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ“ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی شہر مکہ کی، اور شہر مکہ کی قسم کھانا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ رحمت الہی کے نزول کا مقام ہے اور اس میں تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے، اور اس میں جنت کا پتھر یعنی حجر اسود لگا ہوا ہے اور اس میں شکار کرنا حرام ہے، اور اس کی شرف و فضیلت کی بناء پر ہی سردار انبیاء و سر تاج اولیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے، اور اگر مجھ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا۔ (ترمذی، مظہری) ”وَ اَنْتَ حَلَلٌ بِهَذَا الْبَلَدِ“ اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے، ابھی دوسری و تیسری قسم باقی ہے درمیان میں یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تسلی کے پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں کے نزدیک نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا اور کفار و مشرکین کو مار گرانے اور اس سرزمین مقدس کو کفر و شرک سے پاک کرنے کے لیے آپ کے لیے لڑائی حلال ہوگی چنانچہ ۸ھ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی فتح مکہ کے روز صرف ایک دن آپ کے لیے قتال جائز کر دیا گیا اور احکام حرم باقی نہیں رہے چنانچہ جو آپ سے لڑا اسے مار گرایا، پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لیے قائم ہوگئی، مذکورہ ترجمہ و مطلب اس شکل میں ہے جب کہ جَلَّ صِیغہ صفت بمعنی حلال ہو از باب ضرب ای حلالٌ لک مالہ یجَلُّ لغيرک من قتل (آپ حلال ہیں یعنی آپ کے لیے وہ چیز حلال ہونے والی ہے جو آپ کے علاوہ کے لیے حلال نہیں ہے یعنی لڑائی آپ کے لیے حلال ہونے والی ہے) (روح، جلالین)

وانت جَلُّ میں بقیہ احتمالات ”اختیاری مطالعہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَ وَاٰلِدٍ وَّ مَا وَاَلَدٌ“ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں، اور مَا وَاَلَدٌ سے مراد اولادِ آدم ہے جو قیامت تک ہوگی، اس طرح اس لفظ میں حضرت آدم اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ کَبَدٍ“ یہ جواب قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا چنانچہ عمر بھر کبھی مرض ہے تو کبھی رنج و غم، اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان میں عاجزی و انکساری آتی اور اپنے کو محکوم اور اپنے پیدا کرنے والے کو قادر مختار سمجھ کر مطیع و فرماں بردار بنتا لیکن کافر انسان کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ ”اَيُّ حَسْبٍ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ“ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اس قدر خواب و غفلت میں پڑا ہے اور یہ سوچ بیٹھا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس کی سرکشی کی سزا دے سکے، ”يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَا لَا لُبَدَا“

ل۔ ترجمہ استہلال کا ہوگا اس پر بنا کرتے ہوئے کہ نزول سورت قبل ہجرت ہے۔

کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا یعنی بیک وقت تین گناہ کرتا ہے ایک تو یہ کہ شیخی بھگارتا ہے اور منہ پھیلا پھیلا کر کہتا ہے کہ دیکھو میں نے اتنا کثیر مال خرچ کر ڈالا، دوسرے یہ کہ عداوت رسول و مخالفت اسلام میں خرچ کرنے کو ہنر اور کمال سمجھتا ہے۔ پھر تیسرے یہ کہ جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے، یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے مخالفین کے یہی اقوال و احوال تھے (بیان القرآن) ”أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَزِرْكَ آحَدٌ“ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں یعنی یہ بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا نہیں حالانکہ اس کا خالق اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس نے معصیت میں خرچ کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خرچ تو کم کیا اور لوگوں کو جھوٹ بول کر زیادہ بتلا رہا ہے پس خدائے قہار اس پر سزا ضرور دے گا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ اس بلد میں اس وقت افضل الخلق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مشقت میں تھے جس مشقت کے رفع کرنے کے لیے جملہ معترضہ یعنی وانت حلُّ بهذا البلد لایا گیا۔ پس غیر افضل کی مشقت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی جس کا بیان جواب قسم لقد خلقنا الانسان فی کبد میں ہے، اسی طرح والد و ولد محل مشقت ہیں جیسا کہ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ اس کی واضح دلیل ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ وانت حلُّ۔ حلُّ کو صیغہ صفت مان کر دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے ای انت مُسْتَحَلٌّ فی زعم الکفار بهذا البلد کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں، حالانکہ وہ اس شہر میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے اور اگر حلُّ کو صیغہ صفت یا مصدر مان کر حال اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو مطلب دوسرا ہوگا، اور پورا جملہ ترکیب میں حال بنے گا، حَلُّ يَحِلُّ (ن، ض) حَلًّا وَحَلُولًا: ای نَزَلَ نَزْوُلًا: ای انت نازلٌ بهذا البلد (حلُّ مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی) یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہیں۔ یعنی شہر مکہ خود بھی محترم ہے خصوصاً جب کہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں کہ مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے گویا اب تو اس شہر مکہ کی عظمت میں چار چاند لگ گئے (روح، مظہری، معارف) گویا کل تین قول ہو گئے۔ (۱) حِلٌّ بمعنی حلال (۲) حِلٌّ بمعنی مُسْتَحَلٌّ (۳) حِلٌّ بمعنی حَالٌ (اسم فاعل)

نکتہ: قولہ لقد خلقنا الانسان فی کبد: مشقت میں تو جانور بھی ہیں تو انسان کی تخصیص کیوں؟

الجواب: انسان شعور و ادراک سب جانوروں سے زیادہ رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بڑی محنت و مشقت دوبارہ زندہ ہو کر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے اس لیے بطور خاص انسان کا ذکر کیا، بعض علماء نے کہا کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لیے اسی کی تخصیص کی گئی۔

لغات لَا أَقْسِمُ (سورۃ النکویر میں تحقیق گزر چکی) الْبَلَدُ شہر، جمع الْبِلَادُ۔ حَلٌّ صیغہ صفت حَلَالٌ کے معنی میں ہے جو حرام کی ضد ہے، حَلٌّ الشَّيْءِ (ض) حَلَالًا: جائز و مباح ہونا۔ (مزید تحقیق بعضمن اختیاری مطالعہ گزر چکی)

حَلٌّ الدِّينِ حَلُولًا: قرض کا ادا ہونا، حَلٌّ الْمَكَانِ وَبِهِ (ن، ض) حَلُولًا: قیام کرنا، مقیم ہونا۔

وَالِدٍ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، وَلَدَتْ الْاُنْثَى (ض) وِلَادًا وِوِلَادَةً: حاملہ کا بچہ جنما۔ وَلَدَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب۔ الْاُنْسَانُ (تحقیق گذر چکی ہے) کَبِدٌ اسم بمعنی مشقت، تھکاؤٹ، یا مصدر از سَمِعَ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) کَبِدًا: درِجگر میں مبتلا ہونا، پھر مطلق سختی اور مشقت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) يَحْتَسِبُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، حَسِبَ الشَّيْءَ كَذَا (س) حَسِبْتَانَا: گمان کرنا۔ لَنْ يَقْدِرَ (ض) نفی تاکید بن واحد مذکر غائب، قَدَرَ عَلَيْهِ (ض) قَدَارَةٌ وَقُدْرَةٌ: قادر ہونا۔ آخِذٌ (سورۃ الفجر میں گذر چکا) أَهْلَكْتُ (افعال) سے ماضی واحد منکلم، أَهْلَكْتُ إِهْلَاكًا: ہلاک کرنا، یہاں مراد ہے خرچ کرنا، اور خرچ کرنے کو ہلاک کرنے سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس نے چوں کہ عداوت رسول میں خرچ کیا ہے جس سے اس کو اس مال کے بدلہ کچھ نفع تو ہونے والا نہیں تو سختی بگھارنے میں ہی کیوں کمی کرے تو بطور نخر یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے کثیر مال اڑا دیا۔ هَلَكٌ فَلَانٌ (ن)، (ض) هَلَاكًا وَتَهْلُكَةً: ہلاک ہونا، مرجانا۔ مَا لَمْ يَجْعِ اَمْوَالٌ، یہ قبیل سے مشتق ہے جس کے معنی بصلہ الی مائل ہونے کے ہیں اور بصلہ عَنْ اِعْرَاضٍ كَرْنِ کے ہیں۔ لُبْدًا اسم بمعنی الكئیس، مِنْ تَلَبَّدَ الشَّيْءُ اِذَا اجْتَمَعَ (بیان القرآن، القاموس الوحید، روح المعانی) لَمْ يَرَهُ اَخَذٌ (مَرَّ حَقِيقَه)

ترکیب لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَاَلَدٌ... لا زائدہ ۲، اُقْسِمُ فعل، ضمیر اکا فاعل، ہا حرف جار، هَذَا الْبَلَدِ هَذَا اسم اشارہ مبدل منہ، الْبَلَدِ مِثَارِ الْيَهُودِ مَبْدَلٌ، مَبْدَلٌ مِنْهُ اِپْنِ بَدَلٍ سَلِ كَرِ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ (وَاَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ) درمیان میں جملہ معترضہ ہے، اَنْتَ مَبْتَدَاٌ وَاورِ جِلُّ خَبْرٌ وَاورِ بِهَذَا الْبَلَدِ مَتَعَلِقٌ هِ جِلُّ (کے) وَاوْ حَرْفٌ عَطْفٌ وَاوَالِدٍ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ مَعْطُوفٌ، وَاوْ عَاطِفٌ مَا وَاَلَدٌ (مَا بِمَعْنَى مَنْ) اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق اُقْسِمُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِي كَبَدٍ..... لام قسمیہ قَدْ حرف تحقیق خَلَقْنَا فعل، ضمیر نا بارز فاعل، الْاِنْسَانَ (ای جنس الْاِنْسَانَ) ذوالحال فی کَبِدٍ کَانِنًا وَاغیرہ محذوف کے متعلق ہو کر حال (ای مِکَابِدًا لِلْمَشَاقِقِ) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب قسم۔ اَيَحْتَسِبُ اَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ اَخَذٌ... هَمْزَةٌ حَرْفٌ اسْتِفْهَامٌ بِرَايَ تَوْخِيعٍ وَاِنْكَارٍ۔ يَحْتَسِبُ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، اَنْ مَخْفَفٌ مِنَ الْمَشْقَلِ، ضمیر محذوف اس کا اسم لَنْ يَقْدِرَ فعل علیہ جار مجرور اس کے متعلق، اَخَذٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) پھر اَنْ مَخْفَفٌ اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر يَحْتَسِبُ کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔ (لا محل لہا) يَقُولُ اَهْلَكْتُ مَا لَمْ اَلْبَدَا... يَقُولُ فعل، ضمیر هو فاعل، فعل اپنے

۱۔ مال کو مال اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک کی طرف مائل ہوگا اور دوسرے کی طرف سے اعراض کرتا ہے یا اس لئے کہ مال میں میلان ہے یعنی زوال (رافع) یا اس لئے کہ لوگوں کی خواہشات یا مباح کا اس کی طرف میلان ہوتا ہے۔ (بجم)

۲۔ قَبْلُہِ نَافِیَةٌ

فاعل سے مل کر قول، اهلکت فعل، ضمیر تاء بارز فاعل، ما لا یهدا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مقولہ (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ، یا حالیہ (حال از ضمیر یختسب) ایختسب ان لم یروا آخذ..... ہمزہ حرف استفہام برائے انکار و توجیح، باقی ترکیب ایختسب ان لن یقیدر علیہا آخذ کی طرح ہے۔

الْمُ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝۱۰ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ ۝۱۱ وَ هَدَيْنَهُ النُّجْدَيْنِ ۝۱۲ فَلَا اقْتَحَمَ

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں • اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے • اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیے • سو وہ شخص گمائی میں سے

الْعُقْبَةَ ۝۱۱ وَ مَا آذُرِكَ مَا الْعُقْبَةُ ۝۱۲ فَكُ رَقَبَةٍ ۝۱۳ أَوْ اِطْعَمُ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝۱۴

ہو کر نہ نکلا • اور آپ کو معلوم ہے کہ گمائی کیا ہے • وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے • یا کھانا کھانا فاتح کے دن میں •

يَتِيًّا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَوَاصَوْا

کسی رشتہ دار یتیم کو • یا کسی خاک نشین محتاج کو • پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے

بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸

اور ایک دوسرے کو پابندی کی تمہائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی تمہائش کی • یہی لوگ داہنے والے ہیں •

وَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۝۲۰

اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں • ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا •

تشریح انسان دو چیزوں سے متاثر ہوتا ہے (۱) رنج و غم اور مشقت سے (۲) انعامات و احسانات سے، چنانچہ شروع سورت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انسان کی زندگی رنج و غم سے بھری ہوئی ہے کما فی قولہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی کبدٍ مگر غافل انسان نہ تو رنج و غم اور مشقتوں سے متاثر ہوا کہ راہِ راست پر آجاتا۔ (بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) اور نہ غافل انسان انعامات و احسانات سے متاثر ہوا جس کا بیان ان آیات میں ہے، فرمایا۔ ”الْمُ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝۱۰ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ ۝۱۱“ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے۔ ہمزہ حرف استفہام برائے تقریر ہے یعنی ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھتا ہے (واقعی آنکھ بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر اس سے پوچھئے جس کے پاس آنکھ نہ ہو) اسی طرح زبان بہت بڑی نعمت ہے جس سے انسان بولتا ہے اور اپنی مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے، اسی طرح دو ہونٹ دیے اور ہونٹ کا ذکر اس لیے کیا کہ زبان کے کام میں ہونٹ بڑے مددگار ہیں کہ آواز اور حروف کی ممتاز شکلیں وہی بناتے ہیں اسی طرح کھانے، پینے اور خوبصورتی میں بھی ان کو بہت دخل ہے۔ ”وَ هَدَيْنَهُ“

التَّجْدِيْنَ ﴿۱۱﴾ اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلائے (یعنی کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلائے) النجدین، النجد کا تشبیہ ہے، نجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد کھلا ہوا اور واضح راستہ، یہاں نجدین سے مراد خیر اور شر کے دو راستے ہیں تو اللہ نے دونوں راستے دکھلائے تاکہ انسان خیر اور جنت کے راستہ کو اختیار کرے یعنی صوم و صلوة اور شریعت کے دوسرے تمام احکام کی تعمیل کرے اور شر اور جہنم کے راستے سے پرہیز کرے یعنی زنا، چوری، حقوق تلفی اور تمام برائیوں سے بچے لہذا ان انعامات و احسانات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان احکام الہی کا تابع ہو جاتا مگر کافر انسان نہ مشقتوں سے متاثر ہو اور نہ احسانات سے، چنانچہ فرمایا ”فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾“ وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا یعنی اس نے دین کے کاموں کو انجام نہیں دیا۔ العقبة کے معنی دشوار گزار پہاڑی راستہ یعنی گھاٹی کے ہیں، یہاں دین کے کاموں کو گھاٹی سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ نفس پر مشکل اور شاق گذرتے ہیں۔ ”وَمَا آذْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾“ اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے یعنی مذکورہ آیت میں گھاٹی سے کیا مراد ہے تو کیا آپ کو معلوم ہے، خود فرمایا ”فَلِكِ رَقَبَةٌ ﴿۱۳﴾ أَوْ اطْعَمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ أَوْ مَسْكِيْنًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾“ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یعنی کسی کی گردن کا غلامی سے چھڑا دینا اور اس کو آزاد کر دینا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت بلال وغیرہ کو کافروں سے خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا جب کہ بلال حبشی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے کہ تپتی ہوئی ریت میں ان کو ڈال کر ایک بڑا پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

فائدہ کھانا کھلانا کسی کو بھی ثواب سے خالی نہیں مگر بعض کو کھلانا بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مثلاً رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں دو ہر ثواب ہے ایک تو بھوکے کا پیٹ بھرنا اور دوسرے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی اور اس کا حق ادا کرنا، مسغبہ مصدر میسی بمعنی سغب ہے یعنی بمعنی بھوک، اور بھوک کی نسبت بجائے یتیم کی طرف کرنے کے یوم کی طرف کی گئی تو وہ مجازاً ہے، مقربہ مصدر میسی ہے بمعنی قرابت، لہذا مقربہ کا ترجمہ ہو قرابت والا، یعنی رشتہ دار۔ مَثْرَبَةٌ بھی مصدر میسی ہے، از تَرَبِ اِی التَّصَقُّ بِالْتَرَابِ مراد ایسی مفلسی جو مٹی سے چمٹا دے، اب اگلی آیت میں اس گھاٹی کی سب سے بڑی شرط یعنی ایمان کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا ”ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۶﴾“ پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی، اور ایک دوسرے کو رحم کی فہمائش کی (نفسی کا ترجمہ اس لیے ہوا کہ کان فعل ناقص کا عطف اقْتَحَمَ پر ہے اور دونوں صیغے نفی کے تحت ہیں، ای لا اقْتَحَمَ و لا آمن (روح) تو اسی بالصبر سے مراد ہے ایمان پر پابند رہنے کی ایک دوسرے کو نصیحت

۱۔ مجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد واضح راستہ، لہذا خیر کے راستہ کی بلندی تو واضح اور ظاہر ہے مگر سوال یہ ہے کہ شر کے راستہ میں کیا بلندی و رفعت ہے، الجواب: اس کو بوجہ تغلیب کے بلند کہہ دیا جیسے باپ کو ماں پر غلبہ دینے کی وجہ سے ابوین اور والدین بولتے ہیں (روح العالی میں ہے فهو علی التغلیب و علی توهم المتخیلة له صعوداً)

و وصیت کرنا، اور تو اسی بالمرحمة سے مراد ہے ترحم علی الخلق کی ایک دوسرے کو نصیحت و وصیت کرنا، یعنی ایک دوسرے کو لوگوں پر رحم و کرم اور ترک ظلم کی تاکید نصیحت کرنا۔ (بیان القرآن)

فائدہ ثم کان من الذین آمنوا، ثُمَّ ترتیب ذکر اور ایمان کے مرتبہ کے عظیم ہونے کو بتلانے کے لیے ہے نہ کہ ترتیب زمانی کے لیے ورنہ لازم آئے گا کہ فیک رقبۃ یعنی غلام کو آزاد کرنا ایمان لانے سے بھی مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو تمام اصول و فروع یعنی ایمان و عمل ہر ایک میں اطاعت کرنی چاہیے تھی، نہ صرف یہی کہ اعمال تو اچھے کئے جائیں اور ایمان نام کو بھی نہ ہو بلکہ ایمان کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے پھر تو اسی بالصبر پھر تو اسی بالمرحمة پھر فیک رقبۃ پھر اطعام طعام (بیان القرآن)

”أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾“ یہ الذین آمنوا کی جزاء کا بیان ہے یہی لوگ داہنے والے ہیں یعنی ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے دوسروں کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور ترحم علی الخلق کی وصیت کی (مظہری) آگے ان کے مد مقابل لوگوں کا بیان ہے کہ ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ﴿۲۰﴾“ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں، ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا۔ یعنی اصول ہی کے منکر ہیں یعنی نفس ایمان ہی ان کے پاس نہیں، فروع و اعمال تو کیا ہوں گے تو ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کیوں کہ خلود فی النار کی وجہ سے نار سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

سوال: ثم کان من الذین آمنوا ایمان جزء اشرف ہے اور اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے نیک عمل کا ثواب ملے گا یا نہیں، جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان لے آیا تو حالت کفر کے کئے ہوئے نیک اعمال مقبول ہو جائیں گے ورنہ تو دنیا میں ہی ان کا صلہ دے دیا جائے گا۔

نکتہ: حکماء کا قول ہے کہ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان دے کر تنبیہ فرمادی کہ بولنا دیکھنے سے کم ہونا چاہیے، دیکھنا تو خیر اور شردنوں کو عام ہے، لیکن بولنا خیر ہی کا ہونا چاہیے، ورنہ خاموش رہے، اس لیے زبان کو بتیس فوجیوں یعنی بتیس دانتوں کے اندر بند رکھا گیا۔

احْفَظْ لِسَانَكَ إِثْمًا لِلْإِنْسَانِ

لَا يَلْدَغَنَّكَ إِنَّهُ تَعْبَانُ

لغات لَمْ تَجْعَلْ (ف) مضارع نفی جمد بلم جمع متکلم، جَعَلَ اللهُ الشَّيْءَ (ف) جَعَلًا: پیدا کرنا۔ (۲) بَنَانًا، جَعَلَ لَهُ كَذَا: دینا (یہاں لام کے صلہ کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے) عَيْنٌ كَاشْتِيَةٌ، آتَمٌ، جَمْعُ عَيْوُنٍ، وَأَعْيُنٌ، لِسَانًا، زَبَانٌ، جَمْعُ أَلْسِنَةٍ، شَفَقَةٌ كَاشْتِيَةٌ، جَمْعُ شِفَاةٍ وَشَفَوَاتٍ (بعض کے نزدیک لام کلمہ ہاء ہے اور

اس کی اصل شَفْهُةٌ ہے، ہا اصلیہ کو حذف کر دیا گیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل شَفْوَةٌ ہے، واو کا فتح ماقبل کو دیدیا اور اس کو حذف کر دیا۔ هَدَيْتَنَا (ض) ماضی جمع متکلم، هَدَى فَلَانًا الطَّرِيقَ وَلَهُ وَالْيَنِيهِ (ض) هَدَى وَهَدَيْتَا وَهَدَايَةٌ: کسی کو راستہ بتلانا۔ النَّجْدَيْنِ، دو راستے، واحد النَّجْدُ، یعنی خیر و شر کے راستے۔ (روح المعانی) جَمْعُ أَنْجَدٍ وَأَنْجَادٍ وَنَجَادٍ وَنُجُودٍ۔ لَا أَقْتَحِمَ (افتعال) ماضی منفی واحد مذکر غائب، ای الدخول بسرعية وشددة، اِقْتَحَمَ الْمَكَانَ: کسی جگہ زبردستی گھسنا، داخل ہونا۔ الْعَقَبَةَ اسم للطريق الصعب في الجبل، یعنی گھاٹی یعنی دشوار گزار پہاڑی راستہ، جمع عُقْبٌ وَعُقَابٌ یہاں بطور استعارہ اعمال طاعات جو نفس پر شاق ہوں مراد ہیں، (مطلب یہ ہے کہ جس طرح عقبہ دشمن سے نجات دلانے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں) فَكَ باب نصر کا مصدر، فَكَ الشَّيْءَ (ن) فَنَّا: کھولنا، فَكَ الرِّقْبَةَ: قیدی کو رہا کرنا، غلام کو آزاد کرنا۔ (یہاں آخری معنی مراد ہے) رَقَبَةٌ گردن، مراد غلام و باندی، تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قاعدہ سے، جمع رِقَابٌ۔ إِطْعَامٌ مصدر از باب افعال أَطْعَمَ فَلَانًا: کھلانا۔ طَعِمَ (س) طَعَّمَا وَطَعَامًا: کھانا، چکھنا۔ مَسْغَبَةٌ مصدر میسی بمعنی الجوع مع التعب۔ سَغَبَ (ن) و سَغِبَ (س) سَغَبْنَا وَسُغِبْنَا وَسُغِبْنَا وَمَسْغَبَةٌ: بھوکا ہونا۔ يَتِيمًا (مر فی سورۃ الفجر) مَقْرَبَةٌ مصدر میسی از باب کرم بمعنی قرابت، رشتہ داری، قُوتِ الشَّيْءِ (ک) قَرَابَةٌ وَقُرْبًا وَقُرْبَةً وَقُرْبِي وَمَقْرَبَةٌ، قریب ہونا، جمع مَقَارِبٌ۔ مَسْكِينًا (مر فی سورۃ الفجر) مَثْرَبَةٌ مصدر میسی از سَمِعَ (بیان القرآن) تَرِبَ (س) تَرَبْنَا وَمَثْرَبَةٌ، مٹی لگ جانا، محتاج ہونا، ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے) تَوَاصَوْا (تفاعل) ماضی جمع مذکر غائب، (در اصل تَوَاصَّيُوا تھا، قاعدہ جاری ہوا ہے پھر بوجہ اجتماع ساکنین الف حذف ہو گیا) تَوَاصَى الْقَوْمُ: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت و تلقین کرن الصَّبْرُ باب ضرب کا مصدر بمعنی ہمت سے کام لینا اور نہ گھبرانا۔ (مراد استقامت علی الایمان و الطاعة و احتراز عن المعاصی)۔ الْبَزْحَةُ باب مع سے مصدر میسی، رَجِمَ فَلَانًا: (س) رَحِمَةً وَرُحْمًا وَمَرَحَمَةً: کسی پر شفقت کرنا، معاف کرنا۔ أَصْحَابٌ صاحب کی جمع بمعنی والا، دوست۔ الْمَيِّمَنَةُ اسم بمعنی داہنی جانب، جمع مِيَامِنٌ۔ (اس کے معنی برکت و خوش بختی کے بھی آتے ہیں يَمَنٌ (ض) يَمَنًا: دائیں طرف ہونا یا آنا)

۱۔ قولہ النجدین، النجد اسم بمعنی الطريق المرتفع، وقصده هنا طريق الخير والشر وقيل هما الشديان روى عن ابن عباس وعلى لانهما كالطريقين للحياة والولد ورزقه

۲۔ مجرد میں از باب نصر، قَحَمَ (ن) فُحُوْمًا: اپنے کو مشکل میں ڈالنا، قَحَمَ فِي الْأَمْرِ وَعَلَيْهِ: کسی کام میں انجام سوچے بغیر کود پڑنا۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۳۔ وَضَى فَلَانًا (ض) وَضَبًا: ترقی کے بعد تنزلی ہونا، الشیخ: ملنا۔

۴۔ شریعت میں صبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جمائے رکھنا، اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رہنا، مبر ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف نام ہو جاتے ہیں، مثلاً اگر جنگ میں مبر ہو تو اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اگر بات کو روک رکھنے کے بارے میں مبر ہو تو اس کو کتمان کہتے ہیں (مبر کی تین قسمیں ہیں: صبر عن المعاصی، صبر علی الطاعات، صبر علی المصائب)

المَشْتَمَّة اسم بمعنی بائیں جانب۔ (دوسرے معنی ہیں کبختی) مُؤَصَّدًا باب افعال سے اسم مفعول واحد مؤنث، آصَدَ اِنْصَادًا: بند کرنا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں وَصَدَ (ض) وَصَّدًا: قائم رہنا)

ترکیب اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفْتَيْنِ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ..... ہمزہ حرف استفہام تقریری، (لأنّ نفی النفی اثبات و تقریر) لم جازمہ، نجعل فعل، ضمیر نحن فاعل، له جار مجرور متعلق نجعل کے (نجعل نخلق کے معنی میں ہے) عینین ولساناً وشففتین باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واو عاطفہ، ہدینا فعل با فاعل ہا ضمیر مفعول بہ اول النجدین مفعول بہ ثانی یا منصوب بزعم الخافض، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، معطوف فاعلف، لانا فیہ اقتحمہ فعل، ضمیر ہو فاعل العقبة مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف لہ، وما اذک ما العقبة فک رقبة او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیمًا ذا مقربة او مسکینًا ذا متربة..... واو اعتراضیہ، ما اسم استفہام بمعنی ای شیء مبتدا، ادزی فعل ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما العقبة ما اسم استفہام مبتدا، العقبة خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی ادزی فعل کا (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، (فی محل رفع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، فک رقبة مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، او حرف عطف، اطعام مصدر لہ فی حرف جار یوم موصوف ذی مسغبة مرکب اضافی ہو کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اطعام مصدر کے، یتیمًا موصوف ذا مقربة مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ او حرف عطف مسکینًا ذا متربة مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ، اطعام مصدر اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (مصدر کا فاعل حذف کرنا جائز ہے لہذا اطعام مصدر کا فاعل حذف کر دیا گیا ہے، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۱۲۳) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا محذوف ہی کی خبر (ای ہی فک الخ اور ہی ضمیر کا مرجع العقبة ہے

۱۔ لا اقتحم ماضی پر لا داخل ہے جبکہ ماضی پر دخول لا کے لئے تکرار کا ہونا لازم ہے جب کہ یہاں بظاہر تکرار نہیں ہے اس کا جواب بیان القرآن میں یہ لکھا ہے کہ تکرار کا لازم ہونا اکثری قاعدہ ہے، واجب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو لازم ہی سمجھا جائے تو علامہ زنجشیری نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہاں معنی تکرار ہے، کیونکہ فلا اقتحم العقبة کے معنی یہ ہیں فلا فک رقبة ولا اطمع مسکینا اور زجاج کا قول یہ ہے کہ ثم کان من الذین الیہ قائم مقام تکرار کے ہے کیونکہ اس کا عطف لا اقتحم منفی پر ہے اور یہ بھی منفی ہی کے تحت ہے گویا معنی یہ ہیں فلا اقتحم العقبة ولا آمن احقر نے علامہ زنجشیری اور زجاج کا یہ قول اعراب القرآن سے نقل کیا ہے، تفسیر مظہری میں ہے کہ یہاں لا بمعنی ہلا ہے والمعنی فہلا اقتحم الخ۔

۲۔ یاد رکھئے کہ ہدینا الخ کا عطف نجعل لہ الخ پر ہے نہ کہ لم نجعل لہ الخ اور جس طرح نجعل لہ الخ کے تحت ہے اسی طرح ہدینا الخ بھی لہ الخ کے تحت ہے۔ ای ما ہدینا الخ النجدین کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلادئیے۔

۳۔ مصدر تین حالتوں میں مل کر تا ہے: (۱) مضاف ہونے کے وقت جیسے عجب من ضربک عمرا (۲) جب مصدر پر توین ہو جیسے عجب من ضرب عمرا (۳) جب اس پر انف لام ہو جیسے عجب من الضرب عمرا

ای اقتحام العقبة مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ بیانیہ ہوا) یہ ترکیب درمیان میں آگئی تھی، الحاصل ہم نے اقتحام العقبة کو معطوف علیہ بنایا تھا۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ..... ثُمَّ حرف عطف کان فعل ناقص، ضمیر ہو اسم من حرف جار الذین اسم موصول امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر ثابتاً مخذوف کے متعلق ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، اقتحام پر، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، ہدینا الخ کا، پھر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، الخ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ ہوا۔ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ..... أُولَئِكَ مبتدا، أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَأَوْ حرف عطف الذین اسم موصول کفروا فعل بافاعل با جارہ آیاتنا مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کفروا کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، ہم مبتدا أصحاب المشأمة مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر اول علیہم جار مجرور ثابتہ مخذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم ناز مؤصدة مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ۔ (اعراب القرآن و صرفہ)

سورة الشمس مکیة

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی • اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے • اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے • اور رات کی جب

يَغْشَاهَا ۝ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضِ وَمَا طَرَاهَا ۝ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝

وہ اس کو چھپالے • اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا • اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا • اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا •

۱۔ توفہ ہم کان ایک قول یہ ہے کہ کان میغذ ماضی بتاویل مصدر ہو کر فکرقبہ پر عطف ہوا، کیونکہ من الذین امنوا الخ، دوسری بات یہ ہے کہ

جب کان کا عطف اقتحام پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ کان کے تحت جو ایمان کا ذکر ہے وہ ایمان عقبہ میں داخل نہیں اور بس عقبہ میں توفک رقبة

اور اطعام ہی ہے۔ لہذا عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آئے گا، بلکہ ایمان چوں کہ عقبہ کا جزء اشرف ہے اس لیے اس کو بصورت عطف علیحدہ سے ذکر کر دیا۔

۲۔ یہ جملہ الذین امنوا الخ کے لئے بطور جزا کے ہے۔ (بیان القرآن)

۳۔ علیہم ناز مؤصدة جملہ متانفہ بھی ہو سکتا ہے۔

فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

پھر اس کی بد کرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا • یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا • اور نامراد ہوا جس نے اس کو بدایا •

ربط سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ کی جزائے اخرویہ کا بیان تھا، اس سورت میں قصداً کذبت ثمود الخ سے یہ بتلانا ہے کہ اعمال کفریہ پر دنیا میں بھی سزا کا احتمال ہے، اور قَدْ أَفْلَحَ الخ میں جزائے اخرویہ کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ وہ انسان کامیاب ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیا اور وہ ناکام ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں کی ذل میں دھنسا دیا اسے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

پہلی قسم: "وَالشُّنْسِ وَضُحَيْهَا ۝" قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ سورۃ النازعات میں وَأَغْطِشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَيْهَا کے تحت لکھا گیا ہے کہ ضحیٰ کے تین معنی ہیں چناں چہ یہاں ضحیٰ کے معنی روشنی کے ہیں یعنی وہ روشنی جو سورج کے کچھ بلند ہونے یعنی چاشت کے وقت ہوتی ہے۔

دوسری قسم: "وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ۝" اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آئے یعنی قسم ہے چاند کی جب کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد نکلے، اس سے مراد وسط ماہ کی بعض راتوں کا چاند ہے کہ سورج کے چھپنے کے بعد طلوع ہوتا ہے جب کہ چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور اس کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔

ثالثہ والقمر کے بعد اذا تلا کی قید شاید اس لیے لگائی کہ وہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی جن راتوں میں چاند سورج کے غروب ہونے کے بعد جلد ہی طلوع ہوتا ہے اس وقت چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور یہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی چاند کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے، جیسا کہ والشمس کے بعد ضُحَيْهَا کا اشارہ کمال نور آفتاب کی طرف ہے کیوں کہ ضحیٰ کے ایک معنی اگرچہ روشنی کے ہیں مگر دوسرے معنی وقت چاشت کے ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہو جائے اور اس کی روشنی پھیل جائے لہذا ضحیٰ سے مراد وہ روشنی ہے کہ جو وقت چاشت میں ہوتی ہے (چناں چہ معارف القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں اگرچہ ضحیٰ کو واو حرف عطف کے ساتھ لکھا ہے مگر بقرینہ بعد کی اشیاء کے ضحیٰ کا ذکر بطور وصف شمس کے ہے یعنی سورج کی قسم اس کی روشنی کے مکمل ہونے کی حالت میں ہے)

تیسری قسم: "وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝" اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے۔ یعنی قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو خوب روشن کر دے یعنی دل نکل آنے کے سبب آفتاب روشن نظر آنے لگے۔ (یہ اسناد مجازاً ہے ورنہ دن بے چارہ سورج کو کیا روشن کرتا، سورج ہی دنیا کو روشن کرتا ہے مگر چوں کہ سورج کی روشنی دن میں ہوتی ہے نہ کہ رات میں اس لیے روشن کرنے کی نسبت دن کی طرف کر دی)

چوتھی قسم: "وَالْيَلِ إِذَا يَغْشَاهَا ۝" اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے یعنی قسم ہے رات کی جب

وہ سورج کو ڈھانپ لے یعنی خوب تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے دن کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے (چاروں مقسم بہ میں جو قیدیں لگائی گئی ہیں وہ ان کے کمال حالت کے اعتبار سے ہے)

پانچویں قسم: ”وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنَيْنَاهَا“ اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا، بنانے والی ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح ما طحہا اور ماسوئہا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد ہیں اور تینوں جگہ ما بمعنی مَنْ ہے اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم کرنا بایں وجہ ہو سکتا ہے کہ اس میں ذہن کو دلیل سے مدلول کی طرف منتقل کرنا ہے کیوں کہ مصنوع یعنی بنائی ہوئی چیزیں دلیل ہیں صالح یعنی بنانے والے خدا کے وجود پر

ہرچہ دیدم در جہاں غیرے تو نیست ☆ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

چھٹی قسم: ”وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَّهَا“ اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا (طَحَّوْ کے معنی بچھانے اور پھیلانے کے ہیں)

ساتویں قسم: ”وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا“ فَالْهَبَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا“ اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا یعنی قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی یعنی اللہ تعالیٰ کی جس نے اس کو خلقت میں درست بنایا یعنی شکل و صورت اور اعضاء گویا ہر طرح سے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں کو القا کیا (اللہ کی جانب فجور و تقویٰ کے الہام و القاء کی نسبت باعتبار تخلیق کے ہے کہ قلب میں نیکی و بدی کے میلان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو فجور و بدی پر مجبور محض نہیں بنایا لہذا انسان کو اپنے قصد و اختیار سے گناہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اور اپنے قصد و اختیار سے نیکی کرنے پر ثواب۔ ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا“ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا اور نامراد ہو جس نے اس کو دبا دیا یہ جواب قسم ہے اور تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو فسق و فجور سے روک کر تقویٰ اختیار کر لیا اور خاب خبیثہ کے معنی نامراد ہونے کے ہیں یعنی وہ شخص نامراد و ناکام ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خواہشات نفسانی میں دبا دیا اور گناہوں کی ذل ذل میں دھنسا دیا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی، دن کا اُجالا اور رات کی اندھیری، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں بھی خیر و شر کی متضاد قوتیں رکھیں، اسی طرح مختلف و متضاد اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ (تفسیر عثمانی)

لغات الشمس سورج، جمع شمسوس۔ طَحَّى اسم ہے اس کے معنی دھوپ پھیلنے کے ہے، پھر دو معنی میں معروف ہو گیا بمعنی سورج کی روشنی (یہ مجازی معنی ہے) (۲) وقت چاشت۔ الْقَمَر چاند، جمع أقمار (تیسری تاریخ سے آخر ماہ

تک کا چاند۔ (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد والی رات سے آخر ماہ تک کا چاند۔ (راغب) تَلَا (ن) ماضی واحد مذکر غائب۔ تَلَا (ن) تَلَّوْا: پیچھے آنا، اور اگر مصدر تِلَاوَةٌ ہو تو معنی ہوں گے ”پڑھنا“ النهار دن، جمع اَنْهَرُوْا وَنْهَرُوْا۔ جَلَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، جَلَّى تَجَلَّيْتُ: روشن کرنا، ظاہر کرنا۔ يَغْشَى (س) مضارع واحد مذکر غائب، غَشِيَ (س) غَشِيَا وَغَشِيَانَا: چھپانا، ڈھانکنا (رعایت فواصل کی بناء پر مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے) اور غَشَّاهَا اس لیے نہیں کہا کہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس لیے ایک مفعول کو مخذوف ماننا پڑتا (روح) بَلَى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، بَنَى (ض) بَنَيْتَا، وَبَنَاءٌ وَبُنْيَانًا: تعمیر کرنا، بنانا۔ ظَلَى (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طَحَى الشَّيْبَ (ف) طَحَّوْا: پھیلانا۔ طَحَى الشَّيْبَ: پھیلنا (باب نصر سے اس کے معنی بعید ہونے اور ہلاک ہونے کے ہیں) سَوَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَوَّى الشَّيْبَ تَسْوِيَةً: درست کرنا، سَوَّى الرَّجُلُ (س) سَوَّى درست کار ہونا۔ اَلْهَمَّ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اَلْهَمَّ اَلْهَمًا: القاء کرنا یعنی دل میں بات ڈالنا، اور مجرد میں دوسرے معنی ہیں (حضرت مجدد دہرہ ہندی فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف میں یہ فرق ہے کہ کشف کا تعلق حیات کے ساتھ ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیت سے) فُجِّرَ (ن) فُجِّرَ فُجْرًا وَفُجْرًا: گناہ کرنا، بدکرداری کرنا اور بمعنی بدکرداری حاصل مصدر ہوگا، تَقَوَّى اِتْقَاءً (باب افتعال) سے اسم مصدر، بمعنی پرہیزگاری، بچنا، لغت میں اس کے معنی ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا، پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقویٰ اور تقویٰ بول کر خوف مراد لیتے ہیں، اور عرف شرع میں نفس کو ہر گناہ کی طرف لے جانے والی چیز سے بچانے کا نام ہے۔ اَفْلَحَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَفْلَحَ اِفْلَاحًا: بامراد و کامیاب ہونا، فَلَاحَ (ف) فَلَاحًا: مقصد میں کامیاب ہونا۔ زَلَى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، زَلَى الشَّيْبَ تَزْكِيَةً: پاک صاف کرنا۔ حَابَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، حَابَ (ض) حَيْبَةً: ناکام و نامراد ہونا۔ دَشَى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، دراصل دَشَسَ تھا، (مصدر تدسیس) آخر والے سین کو یاء سے بدل دیا تخفیفاً (جلالین) پھر قاعدہ ۷ سے یاء کو الف سے بدل دیا، دَشَى تدسیتہ: چھپانا، دبانا۔

ترکیب وَالشَّانِسِ وَضُحَّهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّاهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلَّاهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَاهَا وَالسَّمَاءَ وَمَا بَنَاهَا وَالْاَرْضَ وَمَا ظَلَّهَا وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَالْهَمَّهَا فُجَّورَهَا وَتَقَوَّاهَا واو حرف جار برائے قسم، الشمس معطوف علیہ واو حرف عطف ضُحَّهَا مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف القمر معطوف علیہ

۱ جَلَّاهَا (ن) جَلَّاهَا: ظاہر ہونا، واضح ہونا، جَلَّاهَا (ن) جَلَّاهَا: واضح کرنا، ظاہر کرنا، مادہ جلو ہے

۲ تقویٰ کی اصل تَقِيْتُ ہے، یاء کو واو سے بدل دیا، لام قفلی بالفتح کی یاء واو ہوتی ہے۔ (علم الصیغہ قاعدہ ۲۶) اور اس کا مادہ وقی ہے، لہذا شروع کا تاء بھی اصلی نہیں ہے بلکہ واو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا گیا، اس میں طلبہ عزیز کو دھوکہ لگ جاتا ہے، وقی الشَّيْبَ بقی (ض) وَقِيْتُ وَوَقِيْتُ: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، فافہ: فُجَّورَ كُرَاعِيْتِ فَوَاصِلِ كِي بِنَاءِ بِرْمَقَدَمِ كِيَا، فُجَّورَ هَا اور تَقَوَّاهَا كِي ضَمِيرِ كَامِرِ جَمْعِ نَفْسٍ هِيَ۔

۳ زَكَا الشَّيْبَ (ن) زَكَوْا وَزَكَوْا: نشوونما پانا، بڑھنا، زَكَوْا: نیک و صالح ہونا، زَكَوْا (س) زَكَوْا وَزَكَوْا: بڑھنا

۴ دَشَى (ن) دَشَا وَدَسِيْسًا: چھپانا، دَشَى الشَّيْبَ: دھنانا۔

فَاعِل، قَدْ اَفْلَحَ فَعْلٌ اِپْنِے فَاعِل سے مَل کر مَعْطُوف عَلَیْہِ، وَاَوْ حَرْفِ عَطْفٍ قَدْ حَرْفِ تَحْقِیْقِ خَابَ فَعْلٌ، مِّنْ اِسْمِ مَوْصُولٍ، دَشَى فَعْلٌ، ضَمِیْرٌ هُوَ مُسْتَرْتَفِعٌ فَاعِلٌ، هَا ضَمِیْرٌ مَفْعُولٌ بِهِ، فَعْلٌ اِپْنِے فَاعِل، اَوْر مَفْعُولٌ بِهِ سے مَل کر جملہ فَعْلِیَّہِ ہُو کر صلہ، اِسْمِ مَوْصُولٍ اِپْنِے صلہ سے مَل کر فَاعِل، فَعْلٌ اِپْنِے فَاعِل سے مَل کر مَعْطُوف، مَعْطُوفٌ عَلَیْہِ اِپْنِے مَعْطُوف سے مَل کر جَوَابِ قِسْمِ (لَا مَلَّ لَهَا)۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۙ إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا ۗ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی • جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا • تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ

نَاقَةَ اللَّهِ وَ سُقِيَاهَا ۗ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۗ فَدمَمَ عَلَيْهِمُ

اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا • سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے

رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۗ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۗ

پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا • اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا •

تشریح ماقبل میں ایک آیت تھی وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا چنانچہ اسی کی ایک مثال عبرت ک لیے بیان کر رہے ہیں

کہ قوم ثمود بوجہ فسق و فجور دنیا ہی کے اندر عذاب خداوندی کی زد میں آگئی، چنانچہ قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قوم ثمود اور اونٹنی کا مختصر واقعہ | قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا حضرت

صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، قوم نے ایک خاص معجزہ کی

درخواست کی کہ اس معین پتھر میں سے ایک حاملہ اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لے آئیں گے، چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام

کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی اور اس کے پیٹ سے اسی جیسا بچہ پیدا ہو گیا،

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا مگر قوم کے

چند سرداروں نے لوگوں کو قبول اسلام سے روک دیا، یہ عجیب الخلقہ اونٹنی جب پانی پیتی تھی تو پورے کنویں کا پانی ختم کر دیتی

تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے باذن ربانی یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ ہذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم یعنی

ایک دن یہ اونٹنی پانی پئے گی، اور دوسرے دن دیگر جانور تاکہ یہ جانور پیاسے نہ مرے، جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تو

اونٹنی تمام پانی پی جاتی اور اس روز نہ دوسرے جانوروں کو پانی ملتا اور نہ آدمیوں کو، اس لیے قوم کے لوگوں کو یہ تقسیم ناگوار

گذری اور اس اونٹنی کو مار ڈالا تاکہ پورا پانی انھیں اور انھیں کے جانوروں کو ملے، چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ

۱۔ بعض حضرات نے جواب قسم محذوف مانا ہے، ای لثبعتن اور قد افلح الخ اس صورت میں مستانفہ ہوگا، بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے بھی

جواب قسم محذوف ہے، مثلاً لتعذبن یا کفار مکہ وغیرہ، اور قد افلح من زکمتا وقد خاب من دسہا سے اہل فجور اور اہل تقویٰ کا آل بتلایا ہے، کیونکہ

فألہما فجورہا وتقلہا میں فجور اور تقویٰ کا ذکر ہے۔

زمین سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے فرشتہ کا نعرہ یعنی سخت ہیبت ناک چیخ، جس سے سب کے سب بیک وقت بیٹھے بیٹھے اوندھے منہ گر کر مر گئے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا جس میں یہ باری تھی اور اونٹنی کو قتل کرنے والا قوم کا ایک بد بخت شخص قدار بن سالف تھا (کلہ در بیان القرآن، پارہ: ۱۸، ۱۹) تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۖ“ قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی كَذَّبَتْ کا مفعول بہ مخذوف ہے، اور طغوی مصدر ہے جس کی اصل طغیا تھی، بمعنی سرکشی کرنا، انتہائی سرکش ہونا، اور بمعنی سرکشی و شرارت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود نے اپنی شرارت یعنی گناہوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانے کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ”اِذَا نُبِعْتْ اَشْقٰہَا ۗ“ یہ شرارت کرنے کا قصہ اس زمانہ کا ہے کہ جب اَشْقٰہِ الْقَبیلہ یعنی اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا یعنی قدار بن سالف اس اونٹنی کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا، اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے، یعنی مشورہ قتل میں سب شریک تھے، ”فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نٰقَۃٌ اللّٰهِ وَ سُقٰیہَا ۗ“ تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا یعنی ان لوگوں سے ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ناقة اللہ و سقیاہا ای اُحذروا عَقْرَ نٰقِۃِ اللّٰهِ اُوْثْنٰی كَيْ لَا تَقُوْلُوْا سِقٰیہَا ۗ“ ای اُحذروا عَقْرَ نٰقِۃِ اللّٰهِ اُوْثْنٰی كَيْ لَا تَقُوْلُوْا سِقٰیہَا ۗ (سقیاہا یعنی پانی پینے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس اونٹنی کے قتل کے درپے تھے) ”فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهُ ۗ“ سو انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا یعنی دلیل نبوت کو جو ناقة اللہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی جھٹلادیا، کیوں کہ وہ صالح علیہ السلام کو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ فَعَقَرُوْهُ ۗ پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا اَنْبَعَثْ واحد کا صیغہ ہے کہ قدار نامی شخص قتل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اور یہاں عَقَرُوْا جمع کا صیغہ ہے کہ انھوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو واضح رہے کہ قتل کرنے والا تو قدار ہی تھا، مگر چون کہ مشورہ قتل میں سب شریک تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فنادوا صاحبہم فتعاطی فَعَقَرُوْا۔ اس لیے قتل کی نسبت سب کی طرف کر دی۔ ”فَدَمَدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۗ“ تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرما دیا۔ سوئی کا مطلب یہ ہے کہ عذاب پوری قوم کفار پر عام اور محیط ہو گیا کہ مرد و عورت، بچے اور بوڑھے سب برابر ہو گئے یعنی سب فنا ہو گئے۔ ”وَ لَا يَخَافُ عُقْبٰہَا ۗ“ اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جس طرح شاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کو سزا دینے کے بعد کسی ہنگامہ اور انقلاب کا خطرہ رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں ہے کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ ناقة اللہ: اللہ کی اونٹنی اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معجزہ کے طور پر عجیب طرح سے پیدا کر کے دلیل نبوت بنا دیا تھا، اور اس کے احترام کو واجب قرار دیا تھا، گویا یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی اونٹنی کے شرف و عظمت کو بیان کرنے کے لیے جیسے

مسجد کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) یا طلبہ دین کو مہمانان رسول کہتے ہیں۔

کیفیتِ عذاب | تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز تک تو تم لوگ زندگی سے بہرہ اندوز ہو، پہلے دن صبح کو تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ اور تین روز کے بعد تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

قاعدہ مفیدہ نحویہ | جب اسم تفضیل کی اضافت معرفہ کی جانب ہو تو اس سے واحد اور متعدد دونوں مراد ہو سکتے ہیں اسی طرح مذکر و مؤنث دونوں (روح) چنانچہ مقاتل نے فرمایا کہ اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمی تھے۔

اونٹنی کا بچہ کہاں گیا | لکھا ہے کہ پہاڑوں میں جا چھپا اور پھر ملا نہیں۔

لغات | **كَذَّبَتْ** (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی فکذبت وعصى کے تحت) **ثَمُودُ**

(سورۃ الفجر میں تحقیق گذر چکی) اتنا یاد رکھئے کہ ثمود قبیلہ کے معنی میں ہے اس لیے فعل کو مؤنث لایا گیا (روح) **طَغَوٰی**

مصدر من الطغیان بمعنی تجاوز الحد فی **العصیان** (روح المعانی) اصل طغیا یا ع کو واؤ سے بدل دیا (طغی فلان)

(ف) **طَغِيًا وَطَغِيَاتًا**: انتہائی سرکش ہونا اسم ازبَعَثَ باب انفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی روانہ ہونا، اٹھ کھڑا

ہونا، مادہ بَعَثَ ہے ۲۔ **أَشْفَى** (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بڑا بد بخت، **شَقِيٌّ** (س) **شَقَا وَشَقَاءٌ وَشَقَاوَةٌ** بد بخت ہونا،

أَشْفَاهَا، ہا ضمیر کا مرجع ثمود ہے۔ **نَاقَةٌ** اونٹنی جمع **نُوقٌ وَأَنَاقٌ وَأَنِيُقٌ**، **سُقِيًا سَقِيٌّ** مصدر سے اسم بمعنی سیرابی، (۲)

مصدر بمعنی پانی پلانا (یہاں مصدر مجہول مراد ہے پانی پلایا جانا آیت میں اس کے لازمی معنی سے ترجمہ کر دیا گیا) **سَقِيٌّ** (ض)

سَقِيًا: پلانا۔ **عَقَرُوا** (ض) ماضی جمع مذکر غائب، **عَقَرَةٌ** (ض) **عَقَرًا**: زخمی کرنا، ذبح کرنا، کوچیں کاٹنا (یعنی پاؤں کے پٹھوں

کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں ان کو کاٹنا تاکہ بھاگ نہ جائے) یہاں مراد ہے **مَارُذُ النَّاءِ** (باب فعللۃ)

دَمْدَمَةٌ، **دَمْدَمَةٌ** سے واحد مذکر، **دَمْدَمٌ عَلَيْهِ**: ہلاک کرنا، **دَمَّ فُلَانًا** (ن) سزا دینا، مارنا۔ **ذُنُوبٌ** گناہ، جمع **ذُنُوبٌ**

(المراد لھنا تکذیب الرسول وعقر الناقة) **لَا يَخَافُ** (س) مضارع واحد مذکر غائب، **خَافَ** (س) **خَوْفًا وَمَخَافَةً**

وَجِيْفَةً: ڈرنا۔ **عَقِبِي** اسم بمعنی جزاء الامرا و عاقبتہ ای عقبی **الدَّمْدَمَةِ** (اعراب القرآن و صرف و بیان)

ترکیب | **كَذَّبَتْ ثَمُودٌ بِطَغْوَاهَا إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا فَكَذَّبُوهُ**

فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا **كَذَّبَتْ** فعل، **ثَمُودٌ** فاعل، (مفعول بہ محذوف ہے ای

الصالح علیہ السلام) **بَطَغَوْهَا** فعل مذکور کے متعلق **إِذِ** ظرفیہ مضاف **انْبَعَثَ** فعل اشقہا مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل

اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی طرف ہوا **كَذَّبَتْ** کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر

معطوف علیہ (لا محل لہا) فاعاطفہ **قَالَ** فعل **لَهُمْ** (ای قوم ثمود) جار مجرور متعلق قال کے، رسول اللہ مرکب اضافی

۱ **طَغَا** (ن) **طَغَوًا وَطَغُوًا وَطَغَوَاتًا**: حد سے بڑھ جانا، (طغی یائی اور وادی دونوں سے یقال طغوت و طغیث (روح المعانی) قاموس القرآن

اور لغات القرآن میں طغوی کو اسم مصدر لکھا ہے از طغیان۔

۲ **بَعَثَ** (ف) **بَعَثًا**: ویسٹہ الیہ، ولہ بھیجتا، وفد بھیجتا۔

ہو کر فاعل (رسول اللہ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قول، ناقۃ اللہ وسقیہا مرکب اضافی پھر مرکب عطفی ہو کر مفعول بہ ہے فعل محذوف کا بر بناء تحذیر آئی اتقوا یا احذرو عقرھا واحذرو اسقیہا پھر یہ جملہ مقولہ ہو قول مذکور کا (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ برائے تعقیب، کذبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعاطفہ عقر وہا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (ہا ضمیر کا مرجع ناقۃ اللہ) فاعاطفہ دمدمہ فعل، علیہم اس کے متعلق، ربہم مرکب اضافی ہو کر اس کا فاعل، ہذہم متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ سوہا جملہ ہو کر معطوف (ای سوی الدمدمۃ) یہ سب معطوفات مل ملا کر جملہ مستانفہ۔ وَلَا یَخَافُ عُقْبَہَا..... وَادُّمْتَانفہ لَا یَخَافُ فعل منفی، ضمیر ہو مستتر فاعل، عُقْبَہَا (ای عقبی الدمدمۃ) مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لا محل لہا)۔

فائدہ اگر کوئی یہ کہے کہ تحذیر کے لیے تو شرط یہ ہے کہ محذوم نہ مکر ہو جیسے طریق طریق۔ یا پھر محذوم بجا بعدہ ہو یعنی کسی کو بجا بعد چیز سے ڈرایا گیا ہو جیسے ایک والا سد، حالانکہ یہاں ناقۃ اللہ وسقیہا مکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یا تو یہی شرط ہے جو مذکور ہوئی یا پھر اگر محذوم نہ مکر نہ ہو تو اس پر دوسرے محذوم نہ کا عطف ہو (حاشیہ بیان القرآن، روح المعانی)

البلاغۃ: الشمس والقمر، اور اللیل والنہار، اور فجورھا وتقوھا کے درمیان صنعت طباق ہے، اور والنہار اذا جلھا واللیل اذا یغشھا اور قد افلح الخ کے درمیان صنعت مقابلہ ہے۔

سورۃ النیل مکیہ

وَ النِّیلِ إِذَا یَغْشَى ۝ وَ النِّهَارِ إِذَا تَجَلَّى ۝ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَ الْأُنثَى ۝ إِنَّ سَعِیْکُمْ

تسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے • اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو جاوے • اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ • بے شک تمہاری کوششیں

لَشَقِی ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَ اتَّقَى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِیْسِرُہُ لِلْیُسْرَى ۝

مکلف ہیں • سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا • اور اچھی بات کو سچا سمجھا • تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے •

وَ أَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَى ۝ وَ کَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِیْسِرُہُ لِلْعُسْرَى ۝ وَ مَا یُغْنِی

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی • اور اچھی بات کو جھٹلایا • تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے • اور اس کا مال اس کے کچھ کام

عَنْہُ مَالُہُ إِذَا تَرَدَّى ۝

نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا •

۱۔ یہ سوئی کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے، ہولا یخاف کے واؤ کو اعراب القرآن میں واؤ عاطفہ لکھا ہے، لہذا دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔

ربط سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی اعمال اور ان کی جزا و سزا کا ذکر ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کی کوششیں یعنی اعمال الگ الگ ہیں لہذا یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جس طرح کوششیں اور اعمال مختلف ہیں ان پر مرتب ہونے والی جزا میں بھی مختلف ہوں گی جیسا کہ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ رِجْخًا میں بیان کیا گیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالنَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ“ قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھپالے یعنی آفتاب اور دن کو چھپالے۔ ”وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ“ اور دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے۔ ”وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ“ اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ما اسم موصول بمعنی مَنْ ہے اور مراد باری عز اسمہ ہے آگے جواب قسم ہے کہ ”إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ“ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ یعنی اعمال مختلف ہیں کسی کے اچھے اور کسی کے برے، لہذا ان کے ثمرات اور نتائج بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ”فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ“ و ”وَصَدَقَ بِالْحُسْنَىٰ“ سو جس نے دیا یعنی راہِ خدا میں مال خرچ کیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ احکامِ خدا کی خلاف ورزی سے بچتا رہا، اور اس کی اطاعت کرتا رہا، تفصیل سورۃ النحل کے ربط میں) اور اچھی بات کو سچا سمجھا حسنیٰ بمعنی اچھی بات سے مراد ملتِ اسلام یعنی لا الہ الا اللہ وغیرہ ہے، اور سچا سمجھنے سے مراد اس کو اختیار کرنا ہے۔ ”فَسَنِّيئَسِرُهُ لِيُسْرَىٰ“ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، اور راحت کی چیز سے مراد نیک عمل ہے اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ وہ یسر کا سبب اور محل ہے اسی لیے یسریٰ کہہ دیا گیا ورنہ یسریٰ کے معنی ہیں آسان چیز۔ (بیان القرآن) ”وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ“ و ”كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ“ اور جس نے بخل کیا (یعنی حقوق واجبہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کیا) اور بے پروائی اختیار کی۔ یعنی خدا سے ڈرنے کے بجائے اس سے بے پروائی اختیار کی۔ اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی ملتِ اسلامیہ کو جھٹلایا، تو ”فَسَنِّيئَسِرُهُ لِيُعْسَىٰ“ تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی برے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، تکلیف کی چیز سے مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے کہ وہ عسر کا سبب اور محل ہے، ”وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ“ اس آیت میں صاحبِ عسریٰ کا حال مذکور ہے کہ۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا، جب وہ برباد ہونے لگے گا۔ بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے، یعنی جس مال و دولت پر وہ گھمنڈ کر کے آخرت سے بے پروا رہتا تھا وہ مال و دولت ذرا بھی اس کو آخرت کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

فائدہ نِيئَسِرُ کے معنی لغت میں آسان کرنے کے ہیں اور آسان یا مشکل ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ آدمی کی لہذا ایوں کہا جاتا کہ فَنِيئَسِرُ لَهُ الْيُسْرَىٰ ای الاعمال الیسریٰ ناسی طرح العسریٰ، ای الاعمال العسریٰ مگر قرآن کی تعبیر ہے کہ ہم انسان کو آسان کر دیتے ہیں تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم ان کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنا دیتے ہیں کہ ان سے اعمال جنت یا اعمال جہنم کا صدور آسان ہو جاتا ہے، اور ان اعمال کا صدور ان کی طبیعت بن جاتی ہے۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں باہم مناسبت ظاہر ہے کہ لیل و نہار بھی تمہاری مختلف کوششوں کی طرح مختلف ہیں اور اسی مناسبت سے خالق کی صفت بھی ایسی لائی گئی کہ جس میں دو مختلف چیزیں مذکور ہیں یعنی نروماہ۔

اختیاری مطالعہ

مسئلہ: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ میں خنثی مشکل کا ذکر نہیں کیا واضح رہے کہ وہ خنثی مشکل ہمارے نزدیک ہے ورنہ اللہ کے علم میں تو اس کا ذکر ہونا طے ہے یا مؤنث ہونا، چنانچہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ فلاں دن نہ ذکر سے گفتگو کرے گا نہ مؤنث سے، اور وہ شخص پھر اس دن خنثی مشکل سے گفتگو کرے تو حانث ہو جائے گا۔ (جلالین)

نکتہ: یاد رکھئے کہ عقیدہ توحید کی تکمیل کے لیے چار درجوں کی توحید کا ماننا لازم ہے اگر کسی بھی درجہ کی توحید میں ذرہ برابر بھی کمی رہ گئی تو انسان ہرگز موحد نہیں بن سکتا۔ (۱) توحید ذات یعنی یہ ماننا کہ واجب الوجود یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۲) توحید خلق یعنی یہ تسلیم کرنا کہ تمام مخلوقات کا خالق صرف خدائے واحد ہے۔ (۳) توحید تدبیر یعنی یہ یقین کرنا کہ کائنات عالم کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ رب العظیم ہے۔ (۴) توحید الوہیت یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معبود اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں۔

لغات اللیل رات جمع الیالی۔ یغشی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) النهار (رکوع ۱ میں گذر چکا) تجلی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، تَجَلَّى الشَّيْءُ تَجَلَّيْنَا: واضح ہونا، روشن ہونا، جَلَا الْأَمْرُ (ن) جَلَاءً: واضح ہونا۔ الذَّكَر، نر، مذکر، جمع الذُّكُورُ، وُذُكَرَانِ، الْأُنثَى عورت، مادہ، جمع الْإِنَاثُ۔ سَعَى باب فتح کا مصدر، سَعَى بمعنی مساعی ہے (کوششیں) یہاں مصدر مضاف عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ سَعَى فلانٌ (ف) سَعَيْتَا: کوشش کرنا، چلنا، دوڑنا، السَّعَى کوشش جمع مساعی، سَعَى بمعنی کوشش حاصل مصدر ہے اور بطور اسم مستعمل ہے اور اس کی جمع آجاتی ہے۔ سَعَى واحد شَيْئٌ بمعنی متفرق، جیسے مریض کی جمع مَرَضَى، شَتَّ (ض) شَتًّا وَشَتَاتًا وَشَتِيَّتًا: متفرق ہونا۔ أَعْطَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَعْطَى فَلَانًا الشَّيْءَ اعْطَاءً: دینا، عَطَا الشَّيْءَ وَالِيَهُ (ن) عَطَوْا: لینا۔ اِنْتَفَى (انتعال) ماضی واحد مذکر غائب اِنْتَفَى اِتِّقَاءً: پرہیز کرنا، ڈرنا (مادہ وَقْفٌ ہے) وَقَفَى (ض) وَقَايَةً وَوَقَيْتًا: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا۔ صَدَّقَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، صَدَّقَهُ وَصَدَّقَ بِهِ تَصَدِّقًا وَتَصَدَّقًا: سچا ماننا، صَدَّقَ فَلَانٌ فِي الْحَدِيثِ (ن) صَدَّقًا: سچ بولنا۔ الحَسْبَى (اچھی بات، مراد ملت اسلامیہ) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، حَسُنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا۔ يُبَيِّرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، لغت میں اس کے معنی آسان کرنے کے ہیں، مگر روح المعانی میں ہے کہ یہ يَسِّرُ الْفَرَسَ لِلرَّكُوبِ سے مشتق ہے وَيُطْلِقُ اِذَا اسْتَرْجَعَهَا وَالْجَمْعُهَا (یعنی گھوڑے کو زین اور لگام لگا کر تیار کرنے کے وقت بولا جاتا ہے) لِهَذَا يُبَيِّرُ كَوَاسِي سَعَى مَأخُذَ مَانٍ كَرِهَتْ تَهَانُوتِي نِي تَرْجَمَهُ كَمَا "سامان دینا" یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے۔ يُسْرِي (راحت کی

چیز، مراد نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، یَسْتَرُ الشَّيْءَ (کرم) یُسْتَرُ: آسان ہونا۔ یَجِلُّ (س) ماضی واحد مذکر غائب، یَجِلُّ (س) بِخَلٍّ وَنُخْلًا وَنُخْلًا: کججوی کرنا۔ استغلی (سورۃ عبس میں گذر چکا) الحسلی (ابھی ابھی گذر چکا) العسری (تکلیف دہ چیز، مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے، باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، عَسْرُ الْأَمْرِ (ک) عُسْرًا وَعَسَارَةً: مشکل و دشوار ہونا۔ مَا يُغْنِي (افعال) مضارع منفی واحد مذکر غائب، أَعْنَى عَنْهُ اغْنَاءٌ: کافی ہونا، أَعْنَى اللَّهُ فَلَانًا: مال دار کرنا۔ غَنِيَ فَلَانٌ عَنْ الشَّيْءِ (س) غِنَى وَغِنَاءٌ: بے نیاز ہونا۔ تَرَدَّى (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی گڑھے میں گرنا، ہلاک و برباد ہونا (مراد جہنم میں جانا ہے) (اصلہ تَرَدَّى قاعدہ ے جاری ہوا ہے) رَدَى (س) رَدَى: ہلاک ہونا۔

ترکیب وَالنَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارُ إِذَا تَجَلَّى ان جیسی آیات کی ترکیب والقمر اذا تلاها کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى واو حرف عطف ما بمعنی من اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر هو فاعل، الذکر والانی معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ (لا محل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول (واللیل الخ) اپنے معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقْسِمُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اِنْ سَعَيْكُمْ لَشِئِيْ جِوَابِ قَسْمٍ۔ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى فا حرف استیناف آما حرف شرط و تفصیل، مَن اسم موصول، أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ (أَعْطَى) کا مفعول بہ محذوف ہے ای مَالَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) بِالْحُسْنَى متعلق صَدَّقَ کے، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا فارابطہ برائے جواب آما بالفاظ دیگر فارابطہ برائے جواب شرط، کیونکہ یہاں مبتدا شرط کے معنی کو مقتضی ہے، سین برائے استقبال يُيَسِّرُهُ فعل، ضمیر نحن فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، لِلْيُسْرَى جار مجرور متعلق يُيَسِّرُهُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَإِمَّا مَنْ بَخِلَّ وَاسْتَغْلَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى واو حرف عطف، آما حرف شرط و تفصیل، مَن اسم موصول، بَخِلَّ وَاسْتَغْلَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فارابطہ برائے جواب شرط، سین برائے استقبال يُيَسِّرُهُ فعل، ضمیر نحن فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ لِلْعُسْرَى متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى واو حرف عطف، مَا يُغْنِي فعل منفی، عَنْهُ اس کے متعلق، مَالُهُ مرکب اضافی ہو کر فاعل، إِذَا ظَرْفِيَّةٌ مضاف، تَرَدَّى جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ

۱. باخُل کججوی کرنے والا جمع بَخِلُّ، بَخِلَّ (ک) بِخَلٍّ وَنُخْلًا وَنُخْلًا: کججوی کرنا، کججوی جمع بَخِلَاءٌ۔

۲. العسری دوسرا معنی ہے الضیق والشدہ اس وقت یہ اسم ہوگا (اعراب القرآن و صرف و بیان)

سے مل کر ظرف ہو اما یہی فعل مذکور کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے • اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا • تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں •

لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي

اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا • جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی • اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے • جو اپنا مال اس غرض

مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝

سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے • اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو •

وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا •

تشریح ”إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝“ واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے یہ آیت بطور استیناف کے ہے جس میں

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں، ہاں یہ ہم نے بطور فضل و احسان اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی و بدی کی راہ سمجھا دیں سو وہ ہم نے پورے طور پر سمجھا دی۔ (ظاہر ہے کہ

اس سورت میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی جنت میں لے جانے والی راہ اور اعمال اور جہنم میں لے

جانے والی راہ اور اعمال بیان کر دیئے گئے) پھر کسی نے ایمان و طاعت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر ابھی ابھی مَنْ

أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ الخ میں ہوا ہے، اور کسی نے کفر و معصیت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ الخ میں ہوا

ہے، اور جو شخص جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے، کیوں کہ ”وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝“ اور

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے، اس لیے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے

اور آخرت میں ان کی مخالفت پر سزا اور موافقت پر جزا دیں گے جس کا بیان فَسْتَنْتَبِئُونَهُمْ میں ہوا ہے، ”فَأَنْذَرْتُكُمْ

نَارًا تَلَظَّىٰ ۝“ چوں کہ دنیا و آخرت ہماری ہی ہیں لہذا جو شخص ان کو ہمارے غیر سے طلب کرے تو اس نے بڑی

غلطی کی اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا، پس میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں (جس پر ماقبل جملہ

۱۔ فاقا من اعطى الخ کی مذکورہ ترکیب سہولت کے پیش نظر ہے ورنہ اصل ترکیب یہ ہے مہما یکن الامر فمن اعطى الخ واما الخ حذف

فسنیئیرہ لِّلْعُسْرَى دالالت کر رہا ہے) تاکہ تم لوگ ایمان و اطاعت اختیار کر کے اس آگ سے بچ جاؤ، ”لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝“ اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا یعنی دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی دین حق سے روگردانی کی۔

فائدہ یہاں جہنم میں دخول سے مراد دائمی دخول ہے جو کہ کفار کے لیے ہے لہذا مسلمان جو تکذیب دین تو نہیں کرتا مگر دین پر عمل بھی نہیں کرتا تو وہ جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر اس سے نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، یا پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کی سفارش سے یا خالص اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کسی سراپا گنہگار پر نظر شفقت فرمادے اور جہنم میں داخل کئے بغیر اس کو شروع میں ہی جنت میں داخل کر دیں۔

”وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝“ اور اس نارسے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ اتقی یعنی وہ آدمی جو مکمل اطاعت حق کا خوگر ہو اور اپنا مال راہ خدا میں صرف اس لیے خرچ کرتا ہو کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے، یعنی محض رضائے الہی اس کا مطلوب ہے نہ کہ اس کے علاوہ ”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝“ اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں اگرچہ فی نفسہ احسان کا بدلہ اتارنا بھی کارِ ثواب ہے مگر یہ شخص تو محض رضائے پروردگار عالیشان کے لیے ہی گھر بار لٹا رہا ہے تو وہ شخص یقین رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلی آیت ہے کہ ”وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝“ اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا یعنی اس کے کمال اخلاص اور نام و نمود سے کلی اجتناب کی بناء پر اس کو آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو دائمی خوشی نصیب ہوگی۔

فائدہ وما لاحد کے الفاظ اگرچہ عام میں مگر سبب اس کا ایک خاص قصہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا تھا (بیان القرآن، جلالین شریف) (والاعتبار لعموم الالفاظ لالخصوص الاسباب)

اختیاری مطالعہ

توہ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى: علی الزام یعنی لازم کرنے کے لیے آتا ہے حالانکہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں، تو جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ نے راہ دکھانے کا خود وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس پر رہنمائی کرنا وعدہ کے مطابق لازم ہو گیا کسی کے واجب کرنے سے نہیں ہوا۔

توہ لَا يَصْلُهَا الْخ: مومن فاسق کا جہنم میں دخول دائمی نہ ہوگا بلکہ عارضی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مومن موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے کیوں کہ باجماع اہل سنت ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے کوئی فاسق نہ تھا۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کو آگ نہیں لگے گی، (رواہ الترمذی عن جابر)

لغات الہدی باب ضرب سے مصدر، راہ بتلانا، نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے بمعنی رہنمائی، ہدی فلاناً (ض) ہدی و ہدیاً و ہدایۃ: کسی کو راہ بتانا۔ الاخرۃ و الاولی (سورۃ النازعات میں دونوں کی تشریح گذر چکی ہے) اذذتک (افعال) ماضی واحد متکلم، اذذتک الشیء انذاراً: ڈرانا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) کاذراً آگ، جمع نیران و انور۔ تکلظی (تفعیل) مضارع واحد مؤنث غائب (اصلہ تتلظی ایک تاء حذف ہوئی) تلظت النار تلظیاً: آگ بھڑکنا، لظیت النار (س) لظی: آگ بھڑکنا۔ لا یصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یصلونہا یوم الدین کے تحت) الاشقی (سورۃ الشمس میں تحقیق گذر چکی) سیدجنتب (تفعیل) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جنتب فلاناً الشیء: دور رکھنا، (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں ویتجنتبہا الاشقی کے تحت) الاثقی بڑا پرہیزگار، باب ضرب سے اسم تفضیل واحد مذکر، دراصل اذقی تھا، واؤ کو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا۔ (مزید تحقیق سورۃ الشمس میں فآلہمہا فجورہا و تقوہا کے تحت) یوتی (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، آئی فلاناً الشیء ایتاء: دینا، ائی (ض) ایتیا و ایتیاناً: آنا۔ یتزلی (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ عبس میں لعنہ یزگی کے تحت) نعیمۃ خوشحالی، فضل، احسان، یہاں مراد آخری معنی ہیں جمع نعم و انعم۔ تجزی (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث، جزی فلاناً بکذا و علیہ (ض) جزاء: بدلہ دینا۔ ابتغاء مصدر از باب افتعال بمعنی چاہنا، تلاش کرنا، بغی الشیء (ض) بغیۃ: چاہنا۔ و وجہ چہرہ، ذات، خوشنودی، پہلے معنی میں حقیقت ہے بقیہ معانی میں مجاز، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ یرضی (س) مضارع واحد مذکر غائب، رضی عنہ (س) رضا و رضاء و رضواناً و مراضاً: خوش ہونا۔

ترکیب اِن عَلَيْنَا لِلْهُدَىٰ وَاِنَّ لَنَا لِلْاٰخِرَةِ وَالْاٰوَلٰی... اِن حرف مشبہ بالفعل عَلَيْنَا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، لامہ برائے تاکید الہدی اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف اِن حرف مشبہ بالفعل لَنَا جار مجرور متعلق ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم (و تقدیم الخبر للحرص) لام برائے تاکید الاخرۃ و الاولی معطوف و معطوف علیہ ہو کر اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلام مستانف مسوق لاجبارہم بان علیہ سبحانہ بمقتضی حکمتہ بیان الہدی من الضلال، اعراب القرآن، بیان القرآن میں ہے کہ یہ دونوں آیتیں بطور تعلیل ماسبق کے ہیں) فَاذذْتُكُمْ نَارًا تَلْظِي لَا يَصْلُهَا اِلَّا الْاَشَقٰی الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلٰی وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَثَقٰی الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَلٰی... فا عطف اس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے، آی فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ مِنْ غَيْرِنَا فَقَدْ اٰخَطَا فَاذذْتُكُمْ اَلْح (اعراب القرآن) اذذت فعل بافاعل کم مفعول بہ نارا موصوف

تَلَطَّى جملہ ہو کر صفت اول، لا یضلی فعل ہا مفعول بہ الا اداة حصر الاشقی موصوف، الذی اسم موصول کذبت و تولى جملہ ہو کر صلہ (آی کذبت الرسول و تولى عن الایمان) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل لا یضلی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف سین برائے استقبال یُجَنَّبُ فعل مضارع مجہول ہا مفعول بہ، الاتقی موصوف الذی اسم موصول یوتی فعل مضارع، ضمیر ہو ذوالحال مآلہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، یتزلی جملہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی نار اکی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ مقدرہ پر عطف، اور وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ یا ماقبل پر عطف، بعض نے اس کو فاعلیہ کہا ہے، فافہم) وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ واو استینافیہ ما نافیہ لاحد جار مجرور متعلق ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم عندہ کائنتہ کے متعلق ہو کر حال مقدم نعمۃ سے اسم منج زائدہ برائے تحسین کلام، نعمۃ لفظاً مجرور، محلاً مرفوع موصوف تجزی جملہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء ابتغاء مضاف وجہ مضاف الیہ مضاف رہہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الاعلیٰ صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر پھر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مستثنیٰ منقطع، (لان ابتغاء وجہ رہہ لیس من جنس النعمۃ) مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ یہ جملہ متانفہ ہے) وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ واو استینافیہ لام قسمیہ اور قسم مقدر ہے ای باللہ (روح المعانی) جار مجرور متعلق فعل محذوف أقسم کے۔ سوف برائے استقبال یرضی فعل، ضمیر هو فاعل (مرجع ہے الاتقی) فعل اپنے فاعل سے مل کر جواب قسم۔ (بیان القرآن کے اندر اس آیت کے ترجمہ میں قسم کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات نے اس لام کو لام ابتدائی لکھا ہے اور لام قسمیہ ہونے کو منع کیا ہے، اور مبتدا محذوف مان کر اس کو جملہ اسمیہ مانا ہے ای ولہو سوف یرضی)

فائدہ جب فعل مضارع پر لام قسم داخل ہو تو ساتھ ساتھ فعل مضارع پر نون تاکید کا دخول بھی ضروری ہے حالانکہ آیت بالا میں نون تاکید نہیں ہے، الجواب: اس تلازم سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: (۱) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان سین یا سوف حائل ہو۔ (۲) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان معمول فعل حائل ہو، جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُحْشَرُونَ۔

۱۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ تجزی کا ظرف ہے (اعراب القرآن و صرفہ بیانہ)

۲۔ قولہ ابتغاء الخ یہ ترکیب میں مفعول نہ بھی ہو سکتا ہے اس وقت الامتناعی لکن ہوگا، ای لکن فعل ذلک ابتغاء رہہ الخ

سورۃ الضحیٰ

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَاكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَ لِلْآخِرَةِ خَیْرٌ لِّكَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی • اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے • کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی • اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا

الْاٰوَّلٰی ﴿۴﴾ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾

بہتر ہے • اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے •

ربط سورۃ اللیل میں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی سے لُفُفَسْرِیٰ تک مہمات اصول و فروع اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید کا ذکر تھا اور یہ مضمون تمام قرآن کا بمنزلہ خلاصہ کے ہے کیوں کہ فاما من اعطی میں عبادت مالیہ آگئی، اور اتقی میں دیگر عبادات آگئیں، یعنی جنات پر عمل کرنا اور سیدئات کو ترک کرنا، حسنات مثلاً اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا خواہ وہ ظاہری نعمت ہو جیسے انسان کا پیدا ہونا، اس کا احسن تقویم میں ڈھالا جانا، رزق و راحت وغیرہ یا معنوی نعمت ہو جیسے رسالت و نبوت، علم و قرآن وغیرہ، اور ترک سیدئات جیسے اعمال قبیحہ سے بچنا، غفلت عن الآخرت کا ترک کرنا عمر کو ضائع کرنے سے بچانا، غیبت و طعنہ، کفر و نفاق، مخالفت رسول اور ہر ایسے کام سے بچنا جو سبب عذاب ہو وغیرہ وغیرہ اور صدق بالخسنى میں توحید اور ہر وہ چیز آگئی جن پر ایمان و اعتقاد ضروری ہے مثلاً قرآن، وقوع قیامت، جزا و سزا کا اعتقاد، حضور ﷺ سے محبت و عقیدت، توکل علی اللہ وغیرہ۔ اور یہی مضمون قدرے تبدیلی کے ساتھ سورۃ الناس تک چلا گیا ہے اور اسی مضمون میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے بعض مضامین کے سورۃ الفصحیٰ میں ہے (مثلاً آپ ﷺ کو بعض اوامر و نواہی کا مخاطب بنانا) اسی طرح بقیہ سورتوں میں ان مہمات کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورت کے شروع میں ان جزئیات و مناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جائے گی، اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ربط اور ماقبل سے بھی ارتباط واضح ہو گیا۔

تشریح و شان نزول: شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے دو تین شب تہجد کے لئے نہیں اٹھے، اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی تو ایک کافرہ (ام جمیل، ابولہب کی بیوی) نے کہا، اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو تیرے شیطان نے چھوڑ دیا ہے، دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے، اس پر و الضحیٰ الخ نازل ہوئی (بیان القرآن) تاخیر وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں ایک شروع نزول قرآن کے وقت جس کو زمانہ فترت وحی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ طویل تھا (علوم القرآن میں ۳ سال کی مدت لکھی ہے ص ۷۷)

تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَ الضُّحٰی ﴿۱﴾ وَ اللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾“ قسم ہے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے قرار پکڑنے کا معنی ہے کہ اس کی ظلمت و تاریکی کامل ہو جائے اور اندھیرا خوب چھا جائے۔ آگے جواب قسم ہے کہ ”مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ﴿۱﴾“ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی کیوں کہ آپ سے ایسی کوئی بات صادر نہیں ہوئی، لہذا آپ کفار کی خرافات و لغو گفتگو سے غمگین نہ ہوں، جو چند روز وحی کی تاخیر کے سبب یہ کہنے لگے کہ آپ کو آپ کے خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ آپ برابر نعمتِ وحی سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لیے دنیا میں ہے، آخرت کے بارے میں اگلی آیت ہے کہ ”وَ لَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ ﴿۱﴾“ اور آخرت آپ کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی وہاں آپ کو دنیا سے زیادہ نعمتیں ملیں گی، اور دوسرا مطلب و لآخِرَةُ کا یہ ہے کہ پچھلی حالت بہتر اور افضل ہے پہلی حالت سے، یعنی آپ کو دن بہ دن ترقی ہوگی چنانچہ اس میں علوم و معارف اور قربِ الہی میں ترقی بھی داخل ہے۔ اور دنیا کے معاشی مسائل اور عزت و حکومت بھی، ”وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ﴿۱﴾“ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے یعنی آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ ان کے عطا ہونے سے خوش ہو جائیں گے، اور اگر يُعْطِيكَ میں عموم مراد لیا جائے تو دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں مراد ہوں گی۔

فقد أعطيت مالم يعط خلق ☆ عليك صلاة ربك بالسلام

قسم و جواب قسم میں مناسبت | اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی اور رات کی قسم کھائی تو جس طرح سورج کی روشنی کے بعد رات کا چھا جانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں اور رات کی اندھیری میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب سورج کی روشنی میسر نہ ہوگی بس اسی طرح وحی کا تسلسل اور کبھی تاخیر ہو جانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں نیز وحی کی تاخیر میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب نور وحی میسر نہ ہوگا۔ (پس وحی کا مسلسل آنا یا کبھی تاخیر ہونا لیل و نہار کے تبدیل کے مشابہ ہے)

لغات الضحیٰ اسم ہے (تحقیق گذر چکی) سَجٰی (ن) ماضی واحد مذکر غائب، سَجٰی (ن) سَجَوْا و سَجَوْا: قرار پکڑنا (در اصل سَجَوْا تھا، قاعدہ جاری ہے، قیاس کے مطابق سَجَا ہونا چاہئے مگر رسم مصحف یاء کے ساتھ ہے) مَا وَدَّعَ (تفعیل) ماضی منفی واحد مذکر غائب، وَدَّعَ الشَّيْءَ تَوَدَّعًا: چھوڑنا، وَدَّعَ الشَّيْءَ يَدَّعُ (ف) وَدَّعًا: چھوڑنا۔ مَا قَلٰی (ض) ماضی منفی واحد مذکر غائب، قَلٰی فَلَانًا (ض) قَلٰی: دشمنی کرنا، ترک تعلق کرنا، (ناقص یا کی ہے، بعض نے داوی بھی مانا ہے) الْاٰخِرَةُ وَالْاُولٰٓئِ (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی ہے) يُعْطِي (افعال) مضارع معروف واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ اللیل میں) تَرْضٰی (س) مضارع واحد مذکر حاضر، رَضِيَ عَنْهُ (س) رَضًا و رَضَاءً و رِضْوَانًا و مَرْضَاةً: خوش ہونا۔

ترکیب وَالضُّحٰی وَاللَّیْلَ اِذَا سَجٰی کی ترکیب واللیل اذا یغشی کی طرح ہے (اللیل کا عطف الضحیٰ پر ہے) والضحیٰ الخ متعلق اقسام کے اور وہ اپنے فاعل سے مل کر قسم مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی وَلَا خِرَۃَ خَیْرًا لَّكَ مِنَ الْاٰوَّلٰی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی... ما و د ع فعل منفی کاف مفعول بہ رَبُّكَ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ما قلی فعل، ضمیر هو مستتر فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای ما قلاک، مفعول بہ رعایت فواصل کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے) فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ لام برائے قسم الْاٰخِرَةُ مَبْتَدَا خَیْرًا اسم تفضیل لک جار مجرور اس کے متعلق مِنَ الْاَوَّلٰی جار مجرور اسم تفضیل، ہی کے متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف لام برائے قسم سَوْفَ حرف استقبال یعطیک رَبُّكَ فعل فاعل مفعول بہ پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (یعنی کا مفعول ثانی بر بنائے عموم حذف کر دیا گیا ای یعطیک ربک عطاءً جزیلاً مِنَ النَّصْرِ وَالتَّمْکِیْنِ وَکَثْرَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَشِیْوعِ دِیْنِکَ فِی الدُّنْیَا وَکَثْرَةِ الثَّوَابِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ) فا عاطفہ تَرْضٰی فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم لے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۱۰ وَ وَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی ۱۱ وَ وَجَدَکَ عَابِلًا فَاَغْنٰی ۱۲ فَاَمَّا

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا • اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتلایا • اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا • تو آپ

الْیَتِیْمَ فَلَا تُقَهَّرْ ۱۳ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۱۴ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ۱۵

یتیم پر سختی نہ کیجئے • اور سائل کو مت جھڑکئے • اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے •

۱۔ **قوله** وَلَا خِرَۃَ خَیْرًا الخ او پر ذکر کردہ ترکیب سہولت کے پیش نظر اختیار کی گئی ہے اور یہ اعراب القرآن سے نقل کی گئی ہے اور روح المعانی میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ جواب قسم چاروں جملے ہیں، دو مثبت دو منفی (بلدانی الجلالین) دوسرے اعراب القرآن (مصنف محی الدین درویش) میں دوسری ترکیب نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وَلَا خِرَۃَ کَالَامِ قَسْمِیۃٍ نِّسْبِیۃٍ بَلْکَمَا اِبْتَدِیۃٍ ہے، (برائے تاکید) اسی طرح وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ الخ کَالَامِ بھی ابتداء ہے کیونکہ لام قسیمیہ اسی فعل مضارع پر آتا ہے جس کے آخر میں نون تاکید ہو جیسے تَاللّٰہِ لَا کَیْفَیْنَ اَضْرَاکُمْ لَہٰذِیۃٍ لَامِ قَسْمِیۃٍ نِّسْبِیۃٍ ہوگا، بلکہ ابتداء ہے، اب مبتدا محذوف ہے آئی لانت سوف یعطیک الخ اور یہ جملہ مستانفہ ہے نہ کہ جواب قسم پر معطوف، لیکن نحویوں کی ایک جماعت نے وَلَا خِرَۃَ الخ اور لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ کو جواب قسم میں ہی داخل فرمایا ہے اور علامہ ابن حاجب کا یہ قول روح المعانی میں منقول ہے کہ وہ مبتدا جو موکد باللام ہو اس مبتدا کو حذف نہیں کیا جاتا (تو پھر یہاں لانت کو کیسے محذوف مانا جاسکتا ہے) اور رہی یہ بات کہ لام قسم اسی فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جس پر نون تاکید داخل ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان فصل ہو تو پھر نون تاکید داخل نہیں ہوتا، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ لام اور فعل مضارع میں سوف کا فصل ہے، لہذا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ الخ او فُتِّیْکُمْ لِاٰلِی اللّٰہِ تَحْشُرُوْنَ، یہاں الی اللہ کا فصل ہے، ماقبل میں بھی اس طرح کی کچھ تفصیل آچکی ہے۔ (مزید تفصیل در روح المعانی ص ۱۸۳، ج ۱۵)

تشریح ما قبل میں آیت وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ﴿۱۰﴾ میں نعمتوں کا ذکر تھا اب بعض نعمتوں کا ذکر کر کے اسی مضمون مذکور کی تائید ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَى ﴿۱۰﴾“ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا استفہام برائے انکار نفی ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا کہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے دادا سے کرائی، پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے چچا ابوطالب سے کرائی، یہی مطلب ہے ٹھکانا دینے کا (والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی وفات جب ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی۔ ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ﴿۱۰﴾“ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتلایا لفظ ضال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف و بے خبر کے بھی، یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہوں سکتے ہیں۔ یعنی شریعت سے بے خبر پایا تو اللہ نے آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا بقولہ تعالیٰ: تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاٰیْمَانُ الخ اور وحی سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں۔ ”وَوَجَدَكَ عَابِلًا فَاَغْنَى ﴿۱۰﴾“ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا لفظ عائل، عیلتہ سے مشتق ہے جس کے معنی فقیر و نادار ہونے کے ہیں۔ یعنی آپ کے والد نے کوئی مال و دولت اور جائیداد نہیں چھوڑی تھی کہ وہ آپ کو پہنچ گئی ہو، بلکہ آپ غریب اور مفلس تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالدار بنا دیا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مال میں بطور مضاربت تجارت کی اور اس میں نفع ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیا، گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو مورد انعامات ٹھہرایا ہے اور آئندہ بھی آپ پر انعامات نازل ہوتے رہیں گے، ”فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرْ ﴿۱۰﴾“ تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے یعنی جب آپ کا یہ حال تھا اور ہم نے طرح طرح آپ کو نواز تو آپ اس کے شکر یہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے۔ (جلالین شریف میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرْ اٰی باخذ مالہ او غیر ذلک)

حدیث: حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان و محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری)

”وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾“ اور سائل کو مت جھڑکئے یعنی آپ کے اوپر جو طرح طرح کی نعمتیں ہیں ان کے شکر یہ میں سائل کو مت جھڑکئے، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے، اور اگر کچھ دے نہیں سکتا تو نرمی کے ساتھ معذرت کر دے، یہ تو شکر فعلی ہوا، آگے شکر قولی کے متعلق فرمایا کہ ”وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۰﴾“ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے یعنی انعامات کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کرنا بھی ایک طرح سے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے بشرطیکہ تکبر کے انداز میں نہ ہو جیسا کہ ابلیس نے کہا تھا کہ انا خیرٌ منه خلقتنی من نارٍ وخلقته من طین۔ نعمۃ

سے جنس نعمت مراد ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے انعامات کا لفظ اختیار کیا

اختیاری مطالعہ

قوله وَلَآخِرَةُ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ: صوفیہ کا قول ہے کہ جس کے دونوں دن برابر ہوں (دوسرا دن پہلے دن سے بہتر نہ ہو) وہ کھائے میں ہے۔

مسئلہ: اگر مسائل جم کر کھڑا ہو جائے اور بالکل معذرت قبول ہی نہ کرے تو پھر اس کو ڈانٹنا جائز ہے (روح)

قول حسن بصری: واما السائل فلا تنهر کے ضمن میں حسن بصری نے فرمایا کہ اگر طالب علم کچھ معلوم کرے تو اس کو مت جھڑکو۔

لغات لَمْ يَجِدْ (ض) نفی مجد بلعم در فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب، وَجَدَ فَلَانَ الْمَطْلُوبَ (ض) وَجَدًا وَجَدَةً وَوُجُودًا وَوُجْدًا وَوُجْدَاتًا: پانا۔ يَتِيْمًا (متر فی سورۃ الفجر) آوَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آوَى اِيوَاءً: ٹھکانا دینا، آوَى (ض) اَوِيًّا وَاِيَاءً: ٹھکانا دینا۔ ضَالًّا بے خبر (ض) اسم فاعل واحد مذکر، ضَلَّ (ض) ضَلًّا وَضَلَالًا وَضَلَالَةً: گمراہ ہونا، بے خبر ہونا هَدَى (ض) هَدَى وَهَدَايَةً: ماضی واحد مذکر غائب عائلاً (محتاج و نادار) (ض) اسم فاعل واحد مذکر، عَالَ (ض) عَيْلًا وَعَيْلَةً: محتاج و نادار ہونا (اجوف یائی ہے) (در اصل عايلٌ تھا مثل بايع، جو واو اور ياء عين فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے جیسے قائل و بايع کبھی اس حرف علت کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: عَلِي شَفَا جُزْفٍ هَارٍ فَانْهَارِ الْخَيْلَ: رکوع ۳ کہ در اصل ہائز تھا۔ (عائل کی جمع عائلٌ و عَيْلٌ) اَغْلَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَغْنَى اللّٰهَ فَلَانًا اِغْنَاءً: مال دار کرنا، غْنَى فَلَانًا عَنِ الشَّيْءِ (س) غْنَى وَغْنَاءً: بے نیاز ہونا۔ لَا تَقْهَر (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَهَرَهُ (ف) قَهَرًا: مغلوب کرنا، سَخِي کرنا۔ السائل (ف) اسم فاعل واحد مذکر، سَأَلَهُ عَن كَذَا وَكَذَا (ف) سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً پوچھنا، سَأَلَ فَلَانًا الشَّيْءَ: کوئی چیز مانگنا۔ لَا تَنْهَر (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَهَرَ فَلَانًا (ف) نَهَرًا: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حَدَّثَ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، حَدَّثَ بِالنِّعْمَةِ تَحْدِيثًا: اظہار نعمت کرنا، نعمت پر شکر ادا کرنا۔

ترکیب اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاوَى... ہمزہ حرف استفہام برائے انکار نفی (روح المعانی) لَمْ حرف نفی يَجِدْ فعل، ضمیر ہو فاعل، كَافِ مفعول بہ اول، يَتِيْمًا مفعول بہ ثانی لئس فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فاعاطفہ آوَى فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے آوَى کی رعایت فواصل کی بناء پر مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف الیہ يَجِدْ كَافِ پر، جو وَجَدَكَ کے معنی میں ہے، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا قَهْدَى... واو عاطفہ وجد فعل، ہو ضمیر مستتر

۱ حَدَّثَ (ن) حَدَّثُوا وَحَدَّثَتْ: نیا ہونا، حَدَّثَ لَمْ يَحْدُثْ: پیش آنا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

۲ اَلَمْ يَجِدْكَ، الوجود بمعنى العلم ويجوز أن يكون الوجود بمعنى المصادفة لا بمعنى العلم فتكون الكاف مفعولاً به ويتيماً تفرقت حالاً من المفعول به (اعراب القرآن) اَلَمْ يَجِدْكَ: بمعنى وَوَجَدَكَ ہے اس لئے اعراب القرآن میں اس استفہام کو تقریری لکھا ہے۔

فاعل، کاف مفعول بہ اول، ضاراً (آی عن الشریعة) مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فاعطفہ ہدی فعل، ضمیر ہو فاعل، مفعول بہ محذوف ای ہدایک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى..... واو عاطفہ وجد فعل، ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، عائلاً صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، فاعطفہ اغنی فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ حسب سابق محذوف ہے ای اغناک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ماقبل پر عطف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جملہ متانفہ (کلام مستانف مسوق لتعداد نعمہ علیہ والغرض من تعدادها تقویۃ قلبہ)

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ..... فافصیہ (اعراب القرآن) ای اذا كان حالک کذلک یثما وضلالاً وفقراً فمہما یکن الامر فلا تقهر الیتیم، امّا حرف شرط و تفصیل (آی مہما یکن الخ، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) الیتیم مفعول بہ مقدم، لا تقهز کا، اور فلا تقهز میں فارابطہ کی ہے برائے جواب امّا، لا تقهز فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جزا (لا محل لہا، جواب شرط غیر جازم) شرط (مہما یکن الخ) اپنی جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واما السائل فلا تنهز کی ترکیب امّا الیتیم فلا تقهر کی طرح ہے اور یہ پورا جملہ شرط و جزا سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واما بدعمۃ ربک فحدیث..... واو عاطفہ امّا حسب سابق برائے شرط و تفصیل آئی مہما یکن الامر، شرط، بدعمۃ ربک متعلق مقدم حدیث کے (متعلق مقدم ہونے سے فاما نفع نہیں ہے لانہا فی حکم الزائد) حدیث فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جزا شرط مقدر کی (ای اذا کان حالک کذلک ای یثما وضلالاً الخ کی) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فاما الیتیم الخ کی فافصیہ سے پہلے یہ عبارت مقدر ماننی چاہئے اذا انعمنا علیک کذا و کذا فلا تقهر الخ۔

سورۃ الانشراح مکیہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپکا سینہ کھلا دیا اور ہم نے آپ پر سے آپکا بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپکا آواز

لَكَ ذِكْرَكَ ۙ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ فَاِذَا فَرَغْتَ

بلند کیا • سو بیک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • بیک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • تو آپ جب فارغ ہو جایا

فَانصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

کریں تو نعمت کیا کیجئے • اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے •

رب والضحیٰ میں جو مضمون اور نعمتوں کا ذکر تھا یہ سورت بالکل اس کا تمہ ہے (اور یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے: (۱) شرح صدر (۲) وضع وزر (۳) رفع ذکر۔

تشریح یہ سورت والضحیٰ کے بعد نازل ہوئی اور اس میں بھی آپ ﷺ پر نازل شدہ نعمتوں اور آپ کی عظمت کا تذکرہ ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”الْمَنْ نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ ۝“ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا استفہام برائے انکار نفی ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے اس لیے الْمَنْ نَشْرَحُ بمعنی شَرَحْنَا ہے۔ اور شرح کے لفظی معنی کھولنے اور کشادہ کرنے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو علم و حلم سے کشادہ کر دیا، یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اُوْتِيَتْ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اور تبلیغ میں جو مخالفین کی مزاحمت سے ایذا میں پیش آتیں اس میں حلم اور تحمل بھی دیا، ”وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر بعض مباح اور جائز امور آپ ﷺ سے ایسے صادر ہو جاتے جن کا بعد میں خلاف اولیٰ و خلاف مصلحت ہونا ثابت ہوتا تو آپ ﷺ اس بات سے بوجہ علو شان و تقرب الہی کے ایسے معنوم ہوتے جیسے گناہ سے کوئی معنوم ہوتا ہو گیا کہ آپ ﷺ کی کمر اس غم سے جھکی اور ٹوٹی جا رہی ہو، مشہور مقولہ ہے ”نزدیکوں را بیش بود حیرانی“ لہذا اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے ایسے امور پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہے۔ (وِزْر سے مراد آیت مذکورہ میں ایسے ہی جائز و مباح امور مراد ہیں) ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ یعنی آپ کا ذکر بلند کیا یعنی تیسری نعمت آپ ﷺ کو یہ دی گئی کہ عرش و فرش اور منبر و محراب اور میناروں پر آپ ﷺ کا ذکر خیر بلند کر دیا گیا، چنانچہ اکثر جگہ شریعت میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام مبارک بھی لیا جاتا ہے مثلاً کلمہ میں، اذان و اقامت میں خطبہ اور تشہد وغیرہ میں، خود قرآن میں ہے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ. وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَانلٰهٖ نَارَ جَهَنَّمَ۔

جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں محمد بھی ☆ اللہ جو کہتا ہے وہی کہتے ہیں محمد بھی

”فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝“ سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ یسر کے معنی آسانی اور راحت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کو روحانی راحت دی جیسا کہ اَلْمَنْ نَشْرَحُ اِلَيْهِ سے معلوم ہوا، سو اسی طرح دنیوی راحت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے اور وقتی پریشانی سے مایوس نہ ہونا چاہیے، چنانچہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے، اور چونکہ اس وقت مکہ میں آپ ﷺ اور مومنین طرح طرح کی تکالیف اور مشکلات میں مبتلا تھے

اس لیے اس وعدہ کو مکرر فرمایا کہ ”إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝“ چنانچہ وہ مشکلات ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں جیسا کہ روایات و تواریخ اس پر متفق ہیں۔ آگے ان نعمتوں پر شکر کا حکم ہے کہ ”فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝“ تو جب آپ فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے لفظ فَاَنْصَبْ، نَصَبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی محنت کرنے اور تھکنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دی ہیں تو جب آپ تبلیغ احکام سے جو دوسروں کی نفع رسانی کی وجہ سے عبادت ہے، فارغ ہو جایا کریں تو اپنی ذاتِ خاص کے لیے بھی محنت کیا کریں (مراد کثرتِ عبادت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے یعنی نماز، ذکر، دعا و استغفار کی کثرت) ”وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝“ اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے یعنی جو کچھ مانگنا ہو اس میں اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے، یعنی صرف اسی سے مانگئے (اس میں بھی ایک حیثیت سے بشارت ہے کہ مانگنے کا حکم کرنا گویا مانگ کر پورا کرنے کا وعدہ ہے)

فائدہ آیت میں لفظ الْعُسْر معرفہ لایا گیا ہے ہے اور لفظ يُسْر نکرہ، اور قاعدہ ہے کہ جب معرفہ دوبارہ لوٹایا جائے تو عینِ اوّل مراد ہوتا ہے اور جب نکرہ کو دوبارہ لوٹایا جائے تو غیرِ اوّل مراد ہوتا ہے لہذا اس آیت میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے۔ (اور دو سے مراد بھی خاص دو کا عدد نہیں بلکہ متعدد ہونا مراد ہے، یعنی اے محمد ﷺ جو عُسْر یعنی مشکل آپ کو پیش آئی اسی کے ساتھ بہت سی آسانیاں آپ کو دی جائیں گی۔

إِذَا اسْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوَىٰ فَفَكِّجْ فِي الْمَشْرِخِ ☆ فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ إِذَا فَكَّرْتَهُ فَافْرَحْ
ترجمہ: جب تجھ پر بلوی یعنی مصیبت سخت ہو جایا کرے تو تو المِ شَرِخ میں غور کر لیا کر، کہ اس میں ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے، جب تو یہ بات سوچ لے تو خوش و خرم ہو جا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ فان مع العسر يسرا: دو قاعدے تو اوپر فائدہ کے تحت بیان کر دیئے گئے، تیسرا اور چوتھا قاعدہ ملاحظہ فرمائیں، تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کو پہلے نکرہ ذکر کیا گیا پھر معرفہ تو ثانی عینِ اوّل ہوگا جیسے کما ارسلنا الی فرعون رسولاً فعصی فرعون الرسول، دونوں جگہ رسول سے مراد حضرت موسیٰ ہیں، چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ایک لفظ کو پہلے معرفہ استعمال کیا گیا پھر دوبارہ نکرہ تو ثانی غیرِ اوّل ہوگا (اور ان قواعد میں معرفہ سے مراد اس کے جملہ اقسام کے ساتھ معرفہ ہونا نہیں بلکہ صرف الف لام اور اضافت کے ساتھ معرفہ ہونا مراد ہے، وَلَا تُضِغِ الْيَمَانُ مِنَ الْقَالِ غَيْرِهِ)

مسئلہ: تحت قولہ ورفعنا لك ذكرك: حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت اور اس کی تصدیق کرے اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت نہ دے تو یہ اس کے لیے بے سود ہے وہ کافر ہی رہے گا۔

فائدہ آیت کے اندر الف لام عہد کا ہے اور مراد آں حضرت ﷺ اور صحابہؓ کا عمر ہے، اب اگر دنیا میں کسی شخص کو عمر کے بعد نیر نصیب نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، البتہ عَادَةُ اللّٰهِ ابھی بھی ہے کہ جو شخص مبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ (فوائد عثمانیہ)

لغات لَمْ نَشْرَحْ (ف) نھی، حمد، بلم در فعل مضارع جمع متکلم، شَرَحَ الشَّيْءَ (ف) شرحا: کھولنا، کشادہ کرنا۔ صدر سینہ، جمع صُدُور (المراد به ما فی الصدور وهو القلب) وَضَعْنَا (ف) ماضی جمع متکلم، وضع عند الامر (ف) وَضَعْنَا: ساقط کرنا، اتارنا۔ وَزَّرْ بوجھ، جمع أَوْزَار۔ انْقَضَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، انْقَضَ الظَّهْرُ (ف) انْقَاضًا: کمر توڑنا، کمر جھکانا، نَقَضَ الشَّيْءَ (ن) نَقْضًا: بنا کر توڑنا، ختم کرنا۔ ظَهَرَ کمر، جمع ظُهُورٌ وَأَظْهَرُوهُ وَظَهَرَانٌ۔ رَفَعْنَا (ف) ماضی جمع متکلم، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفْعًا: بلند کرنا۔ العُسْرُ، يُسِّرُ آدونوں مصدر ہیں، دیکھئے سورۃ الليل میں يُسِّرِي اور عُسْرِي، (عسر بمعنی مشکل اور يسر بمعنی آسانی بطور حاصل مصدر مستعمل ہیں) فَرَعْنَا، (ن، ف) ماضی واحد مذکر حاضر، فَرَعَ مِنَ الشَّيْءِ (ن، ف) فَرَاغًا: فارغ ہونا، پورا کرنا، انْصَبَ، (س) امر کا واحد مذکر حاضر، نَصَبَ (س) نَصَبًا: بہت ٹھکانا، محنت کرنا، (المراد به الجهد فی العبادۃ) اِزْغَبَ، (س) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، رَغِبَ فُلَانٌ (س) رَغْبًا وَرَغْبَةً وَرَغْبَةً: عاجزی کے ساتھ مانگنا، توجہ کرنا، (بصلۃ فی خواہش کرنا، بصلۃ عن اعراض کرنا، بصلۃ الی خواری و عاجزی ظاہر کرنا)

ترکیب لَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزَّرَكَ الَّذِي انْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہمزہ استفہامیہ برائے انکار نھی ای شرحنا (روح المعانی) لَمْ حرف نھی نَشْرَحْ فعل، ضمیر منحن فاعل، لَكَ جار مجرور متعلق، صدركَ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ وضعنا فعل با فاعل، عنكَ جار مجرور متعلق، و زَرَكَ مرکب اضافی ہو کر موصوف، الَّذِي اسم موصول، انقض ظہرک فعل، ضمیر ہو فاعل ظہرک مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ رفَعْنَا فعل با فاعل، لَكَ متعلق، ذِكْرَكَ مفعول بہ (و تقدیم الجار والمجرور ٹھہرنا و فی ما تقدم علی المفعول الصریح مع ان حقه التاخير عنه لتعجيل المسرة والتشويق) فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ متانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

فَيَا مَعْ العُسْرِ يُسِّرُ فا عاطفہ برائے تفریع اور معطوف علیہ محذوف ہے ای خولنا ک ما خولنا ک فلا یخامرک الیاس (خَوْلٌ، کسی کو ازراہ کرم کوئی چیز دینا، الیاس، ناامید) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مع الیسر مرکب اضافی کسی محذوف مثلاً کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم یُسِّرُ اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ محذوف اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ، (اعراب القرآن، روح المعانی) اِنَّ

۱. والتعبير عن ثبوت الشرح بالاستفهام الانكاري عن انتفائه للايدان بان ثبوت من الظهور، چونکہ الم نشرح بمعنی شرحنا ہے اسی لئے اعراب القرآن میں اس کو استفہام تقریری لکھا ہے۔

۲. تفسیر مظہری اور اعراب القرآن و صرف و بیان میں اس قام کو استیفاء فی قرادے کے اس جملہ کو مستانفہ مانا ہے۔

مَعَ الْعُسْرِ يُضْمِرًا بِتَرْكِبٍ سَابِقٍ جملہ مستانفہ فَاِذَا فَرَعْتَ فَاَنْصَبْ وَالِي رَبِّكَ فَاَرْغَب فَايَا تَوَاسْتَهِنَا فِيهِ هِيَ جِيْسَا كِه اعراب القرآن ميں مذکور ہے، يا پھر عاطفہ برائے تفریع ہے ادا ظرفیہ بمن معنی الشرط مضاف فرغی (ای عن دعوة الحق) فعل بافاعل، جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب و جزا نصب کا فارابطہ برائے جواب شرط، انصب فعل ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور اپنے ظرف سے ملکر جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ (لا محل لها جواب شرط غیر جازم) واو عاطفہ اور شرط مقدر ہے ای ان دعوتک الحاجۃ الی مسئلۃ، مکمل جملہ شرط، الی ربک متعلق مقدم ارغب کے فاجزائیہ ارغب فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (فَاِذَا فَرَعْتَ فَاَنْصَبْ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، اور دوسری ترکیب کے اعتبار سے فاذا فرغت فانصب معطوف ہے ان مع العسریسرا پر (الی ربک فارغب کی یہ ترکیب اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں مذکور ہے)

سورة التین

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝۱ وَطُورِ سِينِينَ ۝۲ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی • اور طور سینین کی • اور اس امن والے شہر کی • کہ ہم نے انسان کو بہت

فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝۵ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے • پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں • لیکن جو لوگ ایمان لائے اور

الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۶

ایچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا •

رَبِّطْ وَالضُّحَىٰ کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے انسان کا مبدأ و معاد بھی ہے کہ اولاً انسان پیدا ہوتا ہے پھر نیک و بد امور کو انجام دیتا ہے پھر معاد یعنی آخرت میں ان کی جزا و سزا پایا تا ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ

رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝۴ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝۵ وَطُورِ سِينِينَ ۝۶ وَ هَذَا الْبَلَدِ

الْأَمِينِ ۝۳ ”قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے یعنی انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی، (تین اور زیتون کا اطلاق ان کے درختوں پر بھی ہوتا ہے اور ان کے پھلوں پر بھی) یہ دونوں درخت اشرف الاشجار اور کثیر المنافع ہیں، کیوں کہ انجیر ایک عمدہ میوہ ہے جس

میں گھسی نہیں ہوتی، اور سریع الہضم ہوتا ہے، نیز طبیعت کو نرم اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور زیتون پھل کا پھل ہے اور سالن کا سالن اور دوا کی دوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طور سینین کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ طور سینین پر یعنی اس نام کے پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور ان کو نبوت سے نوازا گیا، اور بلدا میں یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ آپ ﷺ کا مولد و مسکن اور نزول وحی کا مقام ہے، آگے جو اب قسم ہے۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝“ کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے، پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت بنایا یعنی اس کی جسمانی اور ظاہری شکل و صورت کو بھی تمام مخلوق سے بہتر اور حسین بنایا اور اس کی جبلت و فطرت کو بھی، یہی مطلب ہے احسن تقویم کا، پھر بوڑھا پے میں انسان پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان انتہائی بوڑھا اور کھوسٹ ہو جاتا ہے تو خوبصورتی بد صورتی سے اور قوت ضعف سے بدل جاتی ہے اور اہل خانہ کی نظروں میں بھی حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے، مشہور ہے ”بڑھا پابرا آیا“ مقصود کمال قبح کو بیان کرنا ہے جس سے انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر حق تعالیٰ کا قادر ہونا واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ فَمَا يَكْذِبُ بَعْدَ الَّذِينَ هُوَ مِنْهُمْ ۝ اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں سن لو، ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

”الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝“ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا چونکہ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ لَخ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے سب کے سب قبیح اور برے ہو جاتے ہیں اور ان کے عمل کرنے کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، تو وہ شاید آخرت میں بھی خستہ حال ہی رہیں گے تو اس وہم کو دفع کرنے کے لیے بطور استثناء کے فرمایا کہ بے شک بوڑھا آدمی ردی ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر اجر و ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ ان کے لیے بڑھا پے کے ایام میں جوانی کے عمل کی طرح اجر و ثواب لکھا جائے گا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ان پر بوڑھا پے کے حالات اور ضعف نہیں آئے گا بلکہ یہ حالت تو آئے گی لیکن اس جسمانی بیکاری اور ماڈی خرابی کا نقصان ان کو نہیں پہنچتا، لہذا مومن آدمی انجام کار اچھا ہی رہا)

فائدہ اگر اسفل سافلین سے طبقہ نار مراد لیا جائے تو اب الذین آمنوا لَخ مستثنیٰ متصل ہوگا اور ردناہ کی ضمیر جس سے انسان مراد ہے جمع کے درجہ میں ہوگی اور مراد کافر انسان ہوگا، والمعنی فالقومون لایردون اسفل سافلین یوم القیامۃ (روح)

قسم اور جواب قسم کے درمیان مناسبت | چار چیزوں کی قسم کھائی گئی دو درختوں کی جو کثیر المنافع ہیں اور دو جگہوں کی جو کثیر البرکت ہیں، درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی انسان کی طرح نشوونما ہوتا

ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور چوں کہ یہاں اشرف المخلوقات یعنی انسان کا بیان ہے تو قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی، اور طور سینین اور بلد امین دونوں وحی نازل ہونے کے مقام ہیں تو آخرت کی جزا و سزا سے ان کو زیادہ مناسبت ہے کہ وحی سے ہی آخرت کی جزا و سزا کا علم حاصل ہوا ہے۔

اختیاری مطالعہ

انجیر و زیتون کے فوائد | گردہ اور مثانہ سے سنگریزوں کو صاف کرتا ہے، بواسیر کا دشمن ہے، فالج سے مامون رکھتا ہے، فاسد مادہ کو بذریعہ پسینہ بدن سے خارج کرتا ہے، یہ درخت اول پھلتا ہے پھر پھولتا ہے برخلاف دیگر درختوں کے کہ اول خود پھولتے ہیں پھر دوسروں کو پھل دیتے ہیں مزید بضم تشریح، اور زیتون بدن کو فرہ کرتا ہے، قوت باہ کے لیے اکسیر ہے، نمک کے پانی میں زیتون کا پھل ڈال کر کلی کریں تو دانتوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہے۔ مزید بضم تشریح (زیتون کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے مگر انجیر کا ذکر صرف ایک بار اسی سورت میں آیا ہے)

اعتراض و جواب | بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر مخالف خالی الذہن ہو اور منکر نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لایا جاتا ہے تو انسان کا حسن تقویم میں پیدا ہونا اور پھر کسی کا ناکارہ عمر کو پہنچنا کھلی ہوئی بات ہے کوئی اس کا منکر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے اس کلام کو قسم اور لام تاکید اور حرف قد کے ساتھ استعمال کیا، جواب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی دلیل واضح اور کھلی ہوئی ہو اور آدمی اس کے مدلول و مقصد کا انکار کرے تو گویا دلیل کا انکار ہوگا پس جو شخص بعث بعد الموت کا منکر ہے جیسا کہ کفار تو وہ گویا احوال انسانی کے تغیرات کے منکر ہیں۔ (یہ تغیرات ہی دوسری زندگی پر دال ہیں، اس لیے کلام کو تاکید کے ساتھ پیش کیا۔)

لغات التین، (۱) درخت انجیر یا انجیر پھل، اسم جنس (۲) ایک پہاڑ کا نام جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) الزیتون، ایک درخت جس سے روغن نکلتا ہے اس کے پھل کو بھی زیتون کہتے ہیں، (اسم جنس) (۲) بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) طور، پہاڑ، خواہ کیسا بھی ہو، بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت نہ ہو اس کو طور نہیں کہتے، سریانی اور قبطی زبان میں بھی طور، پہاڑ کو کہتے ہیں، طور سینین، وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی تھی، اور ان کو خلعت نبوت سے نوازا گیا تھا، یہ پہاڑ مصر و مدین کے مابین ہے، سینین، یا سینا اس مقام کا نام ہے جہاں پر کوہ طور واقع ہے (سینا، بفتح سین و بکسر ہا) سینین واحد ہے، اور اس کو دو طرح سے اعراب دیا جاسکتا ہے (۱) واو اور یا کے ساتھ یعنی جمع مذکر سالم جیسا اعراب (اعراب بالحرف) (۲) یاء اور نون متحرک کے ساتھ یعنی اعراب بالحرکت (غیر منصرف بوجہ عجم و علیت) انفخش نے کہا کہ سینین جمع ہے اور اس کے معنی شجر کے ہیں، واحد سیننہ، فکانہ قبیلہ طور الاشجار (روح) البلد الامین، مکہ معظمہ، (زادھا اللہ شرفا و عظمة) البلد، شہر جمع بلاد، الامین بروزن فعل، یا تو امانة (باب کرم) سے مشتق ہے بمعنی فاعل (یعنی آمن، مگر امانت سے اسم فاعل آمن کے وزن پر سنا نہیں گیا اس لیے یہ نسبت کے لئے ہوگا ای ذی آمن) فاعل کے معنی میں ہونے کی شکل میں ترجمہ ہوگا امانت دار شہر، اور شہر کی امانت

داری یہ ہے کہ ہر داخل ہونے والے کو وہ محفوظ رکھے جیسا کہ امین شخص امانت کی حفاظت کرتا ہے پس اس کلام میں شہر کو رجل امین سے تشبیہ دی ہے، دوسرا احتمال لفظ امین میں یہ ہے کہ یہ بمعنی مفعول ہو یعنی امین بمعنی مامون، بے خوف، (باب سمع سے، مشتق من الامن) اس وقت یہ کلام مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ مامون درحقیقت اس میں رہنے والے ہوتے ہیں، (روح المعانی ص ۱۹۹ جلد ۱۵) احسن، اسم تفضیل بہت خوبصورت، مادہ حُسن، حَسَنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا، حسین ہونا، تقویم، باب تفعیل کا مصدر، بمعنی تعدیل و تخفیف، یعنی سیدھا کرنا، درست کرنا، مادہ قوم ہے قام (ن) قوما و قیاما و قومۃ: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، رد دنا، (ن) ماضی جمع متکلم، ردۃ الیہ (ن) ردۃ و ردۃ: لوٹانا۔ اسفل، (پست تر) باب نصر سے اسم تفضیل واحد مذکر سفلی (ن) سُفُولًا و سُفَالًا و سُفَالًا: (ضد علا) پست اور حقیر ہونا، کم درجہ ہونا، (۲) نیچا اور نیچلا ہونا، سافلین، پستی والے، اسم فاعل جمع مذکر، (جمع سافل) مادہ سَفَلَ ہے، باب ابھی ابھی گذر چکا۔ الذین آمنوا و عملوا الصلحت فلہم اجر غیر ممنون کی تحقیق سورۃ الانشاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترکیب وَالَّذِينَ وَالزَّيْتُونَ وَطُورِ سَيِّدِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ واؤ جارہ قسمیہ التین معطوف علیہ واؤ حرف عطف الزيتون معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف طور سیدین مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف لهذا اسم اشارہ مبدل منہ البلد الامین مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اقسیم مخذوف کے، اقسیم فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ لام قسمیہ یعنی داخل بر جواب قسم، قد حرف تحقیق خلقنا فعل بافاعل الانسان ذوالحال فی حرف جر احسن تقویم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنا مخذوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ خلقنا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ اسم حرف عطف (زمان یا مرتبہ کی تراخی کے لئے، روح المعانی) رد دنا فعل بافاعل ہاء ضمیر ذوالحال اسفل سافلین مرکب اضافی ہو کر حال (ای رد دناہ حال کونہ اقبیح من قبیح صورۃ) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ اسم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم، إلا بمعنی لکن (مستثنیٰ منقطع) الذین آمنوا و عملوا الصلحت اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فارابطہ کیونکہ اسم موصول میں یہاں شرط کے معنی کی بو ہے، لہذا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم اجرہ موصوف غیر ممنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف صفت مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا اول (الذین آمنوا) کی،

۱۔ قولہ فی احسن الخ بعض حضرات نے اس کو خلقنا کا متعلق بتایا ہے۔

۲۔ یا پھر اسفل سافلین موصوف مخذوف مکانات کی صفت ہے اور وہ ظرف مکان، وارید بالسافلین الامکنۃ السافلۃ ای رد دناہ الی مکان اسفل الامکنۃ السافلۃ تو ہو جہنم، اور اسفل سافلین مفعول ثانی بھی مانا جا سکتا ہے کیونکہ ردۃ کے لئے دو مفعول آجاتے ہیں جب کہ بمعنی جقل ہو۔

سورۃ العلق

مکیّۃ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ

اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور

الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

ربط سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے عطاء نبوت اور تعلیم وحی بھی ہے اور اسی کی مناسبت سے صاحب وحی کی مخالفت پر ردع بھی ہے، اس سورت میں انہی چیزوں کا بیان ہے۔

تشریح شروع سورت کی یہ پانچ آیتیں صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی وحی ہے جس کے نزول سے نبوت کی ابتداء ہوئی جس کا قصہ حدیث شیخین میں یہ ہے کہ عطاء نبوت کے قریب زمانے میں آپ ﷺ کو از خود خلوت و تنہائی پسند آنے لگی، چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جا کر کئی کئی شب رہتے، اور عبادت میں گزارتے، ایک روز دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا اِقْرَأْ یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ دیا، جبرئیل علیہ السلام نے پھر دوسری مرتبہ کہا اِقْرَأْ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین بار ہوا کہ آپ ﷺ پڑھنے سے عذر کرتے رہے اور جبرئیل علیہ السلام زور سے دباتے رہے، پھر آخر میں یعنی تیسری بار زور سے دبانے کے

بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ بس یہیں سے نبوت اور وحی کی ابتداء ہو گئی حضرت جبرئیل علیہ السلام تو اللہ کا کلام سنا کر رخصت ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام لے کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زَمْلُونِي، زَمْلُونِي (مجھے کبل اڑھاؤ، مجھے کبل اڑھاؤ) گھر والوں نے آپ کو کبل اڑھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا (جبرئیل علیہ السلام کا زور سے دباننا شاید آپ ﷺ کے اندر باروحی کے تحمل کی استعداد پیدا کرنے کی غرض سے ہو، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اور آپ ﷺ سے یہ کہنا کہ پڑھ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ معلم متعلم سے الف، با، تا شروع کراتے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھ الف، با، تا۔

آپ ﷺ کا عذر کرنا | آپ ﷺ کا عذر کرنا بائیں وجہ تھا کہ آپ ﷺ اتنی تھے اور جبرئیل علیہ السلام کے قول اِقْرَأْ کی مراد آپ پر اس وقت تک واضح نہ تھی کہ کیا اور کس طرح پڑھوانا چاہتے ہیں، کیا کوئی لکھی ہوئی تحریر دیں گے جس

کو پڑھنا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے امی ہونے کا عذر کر دیا۔

آپ ﷺ کے امی ہونے کی وضاحت | آپ ﷺ کی جائے پیدائش ایسی جگہ تجویز ہوئی جو متمدن دنیا اور علم و حکمت کے گہواروں سے بالکل علیحدہ تھی اسی لئے عرب سب کے سب امیین کہلائے، جیسا کہ پارہ ۲۸ میں ہے **هو الذی بعث فی الامیین النبی**، اور پھر حق تعالیٰ نے اسباب بھی ایسے پیدا کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم و حکمت اور خط و کتابت سیکھ لیتا تھا آپ ﷺ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقعہ نہ دیا گیا تا کہ آپ ﷺ کی شان کو لوگوں کے فکر و قیاس سے بالکل بالاتر بنا دیا جائے پھر اچانک حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطاء فرمائی اور علم و حکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر جاری فرمادیا، فصاحت و بلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء و بلغاء آپ کے سامنے عاجز ہو گئے، یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپ کے کمالات، انسانی سعی و عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں اور آپ ﷺ کو خط و کتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی،

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ“ اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ یعنی آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا اس کو اپنے رب کا نام لے کر یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھئے، خواہ وہ آیتیں جو ابھی نازل ہو رہی ہیں، یا وہ آیتیں جو بعد میں نازل ہوں گی (بعض روایات میں اس سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نازل ہونا بھی آیا ہے، بیان القرآن) بسم ربک میں دوسرا اشارہ آپ ﷺ کے عذر کے جواب کی طرف ہے آپ نے عذر کیا تھا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں لہذا اس عذر کا جواب ہو گیا کہ اگرچہ آپ امی ہیں تو اپنی قوت اور علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، وہ امی شخص کو بھی پڑھوا سکتا ہے اور اعلیٰ علوم سے نواز سکتا ہے، اس مضمون کی مزید تاکید لفظ رب لا کر بھی ہو گئی کہ وہ آپ کا پالنہار ہے وہ امی ہونے کے باوجود آپ سے پڑھوا سکتا ہے (مظہری) اقْرَأْ کا مفعول بہ محذوف ہے ای ما یوحی الیک اور خَلَقَ کا مفعول بہ بھی محذوف ہے ای کل شیء (تو جس ہستی نے سب چیزوں کو پیدا کیا کیا وہ تمہارے اندر صفت قرأت پیدا نہیں کر سکتا) آگے بطور تخصیص بعد التعمیم کے ارشاد باری ہے ”خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ“ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پیدا ہونا ایک نعمت ہے مگر اس نعمت میں بھی انسان عام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے کہ اللہ نے انسان کو حسین صورت، عمدہ سیرت، عقل و شعور، اور علم و دانائی سے نوازا، اسی لیے انسان کو تخصیص بعد التعمیم کے طور سے ذکر کیا، عَلَقٌ کے معنی خون کے لوتھڑے یعنی جھے ہوئے خون کے ہیں، انسان کی تخلیق پر مختلف دور گزرتے ہیں ان میں عَلَقَہ درمیانی حالت ہے اس لیے اس کو بطور خاص ذکر کر دیا۔ (تفصیل در اختیار مطالعہ)

”اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ“ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے لفظ اقْرَأْ کو مکرر لانے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے اقرا کے بعد ایک قید ہے، ”باسم ربک“ تو اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ

اصل مقصود اللہ کے نام کا ذکر کرنا ہے نہ کہ قراءت اس شبہ کو ختم کرنے کے لیے بطور تاکید دوبارہ اِقْرَأْ اَلَا یَا گیا کہ قراءت خود بھی فی نفسہ مقصود ہے کیوں کہ تبلیغ دین کا ذریعہ یہی قراءت ہے۔ دوسری وجہ اِقْرَأْ کو مکرر لانے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا اِقْرَأْ تو خود آپ کے پڑھنے کے لیے فرمایا ہو، اور دوسرا اِقْرَأْ تبلیغ و دعوت اور دوسروں کو پڑھانے کے لیے فرمایا ہو کہ صاحبِ وحی کا اصل کام اشاعتِ اسلام اور تبلیغ و دعوت ہی ہے۔

اور آیت مذکورہ میں لفظ اَحْرَم کے ذریعہ صفت لا کر آپ ﷺ کے عذر کو ختم کر دینے کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت جبریل سے مانا بقاری کہہ کر کیا تھا کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، ”الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ“ جس نے قلم سے تعلیم دی (یہ رثک کی خبر ثانی ہے) مطلب یہ ہے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کو قلم سے تعلیم دی، یعنی قلم سے لکھی ہوئی تحریروں سے (ظاہر ہے کہ کتابیں اور مضامین قلم سے ہی لکھے جاتے ہیں گو اس ترقی یافتہ دور میں قلم کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی) ”عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا یعنی تعلیم قلم و کتابت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اللہ نے مطلق انسان یعنی عام لوگوں کو دوسرے طریقوں سے بھی ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتے تھے مثلاً قلمی تعلیم کے علاوہ دوسرا طریقہ زبانی تعلیم کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسبابِ تعلیم مؤثر بالذات نہیں بلکہ مسبب حقیقی اور علم دینے والے ہم ہیں پس اگر آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو یہ کوئی مانع نہیں ہم آپ کو قراءت اور علومِ وحی کے حفظ پر قدرت دے دیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پس ان آیات میں آپ ﷺ کی نبوت اور اس کے مقدمات و تممات کا پورا بیان ہو گیا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ: اسی طرح ایک جگہ ہے وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِعِزِّ الْعِزِّ بِاللّٰهِ پڑھ کر قرآن پڑھے تو دونوں امروں سے جو مقصود ہے یعنی توکل و استعانت وہ تو واجب ہے، البتہ اعوذ باللہ و بسم اللہ کے الفاظ زبان سے کہہ لینا مسنون و مندوب ہے۔

قولہ مَنْ عَلَّقَى: انسان کی ابتدائی سے ہے اور پھر غذاؤں پر چند دور گزرنے کے بعد مٹی، پھر علقہ یعنی خون بستہ پھر مضغہ (گوشت) اس کے بعد ہڈیاں وغیرہ پھر ان پر گوشت چڑھتا ہے اور پھر نَفْسِ رُوح ہوتا ہے۔

ایک شبہ: مَا لَمْ يَعْلَمْ کا کیا فائدہ ہے تعلیم تو نامعلوم چیز کی ہوتی ہی ہے ورنہ تو تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

جواب: یہ ہے کہ عجز انسان کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرے اور نعمتِ علم کا شکر گزار ہو (مظہری)

غار حراء: مکہ مکرمہ کے قبرستان جنۃ المعلیٰ سے کچھ آگے ایک پہاڑ پر یہ غار ہے اس پہاڑ کو جبل النور کہا جاتا ہے، صحیحین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔

۱ اور تبلیغ ہی صاحبِ وحی کا اصل کام ہے پس اس نگرار میں آپ کی نبوت اور مامور بالتبلیغ ہونے کا اظہار بھی ہو گیا۔

۲ کتنے ہی لوگ بغیر پڑھے اور لکھے سن سن کر بہت سی چیزوں کو جان لیتے ہیں اسی طرح ایک قلمی تعلیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے چیزیں قلب میں القاء والہام فرمادیتے ہیں، اسی طرح بہت سی چیزوں کا علم بذریعہ عقل ہوتا ہے، ایک نو مولود بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چماتوں کو خود بخود پہچان لیتا ہے، پھر چماتی سے دودھ حاصل کرنے کے لیے منہ کو دباتا ہے۔

قلم تین ہیں | (۱) جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا۔ (۲) فرشتوں کا قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ (۳) عام انسانوں کے قلم اور پینسل۔

فضیلت قلم | چار چیزیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنائیں یعنی قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام، باقی چیزوں کے لیے حکم دیا کُنْ یعنی ہو جا، وہ موجود ہو گئیں (معارف)

لغات | **اقْرَأْ** (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَرَأَ (ف) قِرَاءَةٌ وُقُرْنَا: پڑھنا۔ عَلَّقَ، عَلَقَةٌ کی جمع، خون کا لوتھڑا، (علق جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلا لفظ ”انسان“ جنس ہے جو جمع کے معنی میں ہے اور لفظ علقہ استعمال کر کے لفظ نطفہ یا تراب سے عدول کرنا رعایت فواصل کی وجہ سے ہے اور ایک دوسری وجہ تشریح کے ضمن میں لکھ دی گئی۔ تفسیر مظہری) الا کَرُمُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر، (لغات القرآن) وفی اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ ہو بصیغۃ اسم التفضیل و زنه أفعل و لکنه فی المعنی مبالغۃ الکریم آی کَرُمُهُ یزید علی کل کرم۔ کَرُمٌ فلانٌ (ک) کَرُمًا و کرامۃً: سخی اور کشادہ دل ہونا، صاحب عزت ہونا۔

نکتہ: علماء نے لکھا ہے کہ صفات خداوندی میں أفعل اور فعیل کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔

عَلَّمَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب عَلَّمَ فَلَانًا الشَّيْبَعِ: تعلیم دینا، سکھانا۔ القَلَمُ جمع أقلام، لکھنے کا آلہ۔

ترکیب | **اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ... اقْرَأْ** فعل، ضمیر انت مستتر ذوالحال با جارہ برائے ملاہست اسم مضاف ربک مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے آئی کل شیء فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق متلبستا یا مفتتحاً یا مبتدئاً کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (مفعول بہ محذوف ہے آی مایوحی الیک) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ (لا محل لہا ابتدائیہ) خَلَقَ الْإِنْسَانَ الخ فعل، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ، ما قبل خَلَقَ سے بدل (تخصیص بعد التعمیم، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) **اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ... اقْرَأْ** فعل، ضمیر انت مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ما قبل **اقْرَأْ** کی تاکید، **وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ** الخ واو استثنائیہ (اعراب القرآن، روح المعانی) **رَبُّكَ** مرکب اضافی ہو کر مبتدأ الا کَرُمُ خبر اول، الذی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ... الذی اسم موصول عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جملہ ہو کر مبدل منہ (علیم کے دونوں مفعول محذوف ہیں آئی عَلَّمَ الْإِنْسَانَ الخ بالْقَلَمِ) عَلَّمَ فعل، ضمیر ہو فاعل الانسان مفعول بہ اول ما اسم موصول لم يعلم فعل منفی، ضمیر ہو فاعل (عائد محذوف ہے ای لم یعلم) فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بدل، (بدل اشتمال روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر ثانی (اعراب القرآن) بعض نے الذی الخ

کو الاکرم کی صفت قرار دیا ہے مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ ہوا۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيْطَغِي ۖ ۱ أَنْ رَأَاهُ اسْتَغْنَى ۖ ۲ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَى ۗ ۳ أَرَأَيْتَ الَّذِي

سچ سچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے • اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے • اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا • اے مخاطب بھلا

يَنْهَى ۖ ۴ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۗ ۵ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهُدَىٰ ۖ ۶ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۗ ۷

اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے • اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو • یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو •

أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۗ ۸ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۗ ۹

اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو • کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے •

تشریح صاحب نبوت کی مخالفت بڑا گناہ ہے اس لئے آئندہ آیات میں آپ ﷺ کے ایک خاص مخالف یعنی ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی ہے مگر الفاظ عام اختیار کئے گئے تاکہ اسمیں دوسرے مخالفین بھی شامل ہو جائیں۔

سبب نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں آپ کو اس سے بار بار منع کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے اس کو جھڑک دیا تو ابو جہل کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو آپ کی گردن پر پیر رکھ دوں گا، چنانچہ ایک دفعہ اس ناپاک حرکت کے ارادہ سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے کولونے لگا، لوگوں نے وجہ معلوم کی تو بتلایا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حامل معلوم ہوئی اور اس کے اندر پردار چیزیں نظر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے چنانچہ اگر آگے آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالتے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ "كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيْطَغِي ۖ ۱ أَنْ رَأَاهُ اسْتَغْنَىٰ ۖ ۲" بیان القرآن میں لفظ كَلَّا کو حَقًّا کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے کہ سچ سچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے یعنی کافر آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے کہ بجائے عبدیت و سیدھی راہ اختیار کرنے کے سرکشی و نافرمانی اور

دوسروں پر ظلم و جور کرنے لگتا ہے جیسا کہ ابو جہل سید الانبیاء و اشرف المخلوق کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی طفیانی و سرکشی اور حد آدمیت سے باہر نکلنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے، حالاں کہ یہ کس قدر احمقانہ قدم ہے کہ آدمی گو من وجہ مخلوق سے مستغنی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سے تو کسی حال میں بھی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا، اگلی آیت میں ایسے سرکش کو اس کے برے انجام پر تشبیہ ہے کہ "إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۗ ۳" اے مخاطب (عام مخاطب یا مراد انسان طاعی ہے) بے شک تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہے لہذا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سرکشی کی سزا بھی دے گا۔ آگے بصورت استفہام اس کی سرکشی پر

تعجب ہے (یعنی تعجب دلانا) ”أَرَعَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ۞ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۞“ اے مخاطب (یعنی عام مخاطب) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ أَرَأَيْتَ بِمَعْنَى أَخْبَرَنِي ہے اور مقصد تعجب ہے نہ کہ سوال، مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا حال دیکھ کر تو بتلا کہ اس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے کہ وہ شخص ہمارے ایک خاص بندہ یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، حاصل یہ ہے کہ نمازی کو نماز سے روکنا نہایت عجیب اور بری بات ہے (الذی ینہی سے مراد ابو جہل اور عبدًا سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے) آگے اسی تعجب کی تاکید و تقویت کے لیے آگے دو جملے آرہے ہیں ایک میں ایک قید کے ساتھ منہی عنہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کا حال مذکور ہے اور دوسرے جملہ میں ایک قید کے ساتھ ناہی یعنی نماز سے روکنے والے یعنی ابو جہل کا حال مذکور ہے، چنانچہ فرمایا ”أَرَعَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى ۞ أَوْ أَمَرَ بِالْتَّقْوَىٰ ۞“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اس آیت میں منہی عنہ یعنی حضور ﷺ کا حال مذکور ہے کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا ہے ہدایت پر ہو (ہدایت پر ہونا اپنے لیے فائدہ کی چیز ہے) یا وہ دوسروں کو بھی تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو (دوسروں کو تقویٰ کی تعلیم دینا یہ دوسروں کے لیے فائدہ کی چیز ہے) تو اس کو نماز سے روکنا کس قدر عجیب بات ہے (یہاں کلمہ تردید یعنی لفظ اَوَّلَانِے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ مذکورہ دو صفات میں سے اگر اس بندہ میں ایک صفت بھی ہوتی تب بھی نماز سے منع کرنے والے کی مذمت کے لیے کافی تھی نہ کہ اس بندہ میں دونوں صفات ہوں) ”أَرَعَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۞“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ اس آیت میں ناہی یعنی نماز سے روکنے والے ابو جہل کا حال مذکور ہے، فرماتے ہیں کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (یعنی منع کرنے والا) دین حق کو جھٹلاتا ہو اور اس سے روگردانی کرتا ہو یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل، یعنی منع کرنے والا ایک گمراہ شخص ہے اور جس کو منع کر رہا ہے وہ خود بھی ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور دوسروں کو بھی تقویٰ کا حکم کرے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گمراہ آدمی دوسرے کو بھلائی اور نماز سے روکے، آگے اس منع کرنے پر اس کو وعید ہے کہ ”أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۞“ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یعنی اس کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے لہذا اس پر ضرور سزا دے گا (لم یعلم کی ضمیر کا مرجع الذی ینہی ہے)

لغات لِيَطْفِي (ف) مضارع واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں إِذْ هَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ کے تحت) رَأَىٰ (ف) ماضی واحد مذکر غائب، راہ (ف) رَأَىٰ اور وَرِثَةٌ: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا (۲) رائے رکھنا، اعتقاد و گمان کرنا اِسْتَعْلَىٰ (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب اِسْتَعْلَىٰ عنہ: بے نیاز ہونا، مادہ غَنَجٌ ہے۔ الرُّجْعِي باب ضرب کا مصدر بمعنی الرجوع والالف فیہا للتانیث (روح المعانی) رجوع (ض) رُجُوعًا وَمَرَجَعًا وَرُجْعِي: واپس ہونا، لوٹنا۔ رَأَيْتَ (ف) ماضی واحد مذکر حاضر، اَزَّيْتُ بِمَعْنَى أَخْبَرَنِي۔ کیوں کہ کسی چیز کا دیکھنا یا جاننا سبب، اور خبر

دینا مستحب ہوتا ہے اور سبب بول کر سبب مراد لینا مجاز مرسل ہے، اور اس کی چوبیس قسمیں ہیں جو سوم کے طلبہ عزیز کے لیے ضروری نہیں۔ فللتفصیل مقام آخر۔ یتنہی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، تنہی عن الشیء (ف) نہیاً: روکنا، جھڑکنا۔ الہدی (سورۃ اللیل میں گذر چکا) امر (ن) ماضی واحد مذکر غائب، امر فلاتا کذا وکذا (ن) امر او امرآة و امرآة: حکم دینا۔ التقوی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) کذب و تولی وغیرہ کی تحقیق بھی گذر چکی۔

ترکیب کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافِرٌ مِّنْ جَنِينٍ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافِرٌ مِّنْ جَنِينٍ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافِرٌ مِّنْ جَنِينٍ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافِرٌ مِّنْ جَنِينٍ ۚ

جنیس الانسان بنعمة الله عليه بطغيانه (ان حرف مشبہ بالفعل الانسان اسم ان لام مزحلقة برائے تاکید: يتطغى فعل، ضمير هو مستتر فاعل، ان حرف مصدری (حروف مصدریہ تین ہیں ما، ان، ان) رأى فعل، ضمير هو مستتر فاعل (ضمير فاعل کا مرجع انسان ہے) هاء ضمير مفعول بہ اول (والهاء يعود الى الانسان أى رأى نفسه) استغلى فعل با فاعل، جملہ فعلیہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بتاویل مصدر مفعول لہ يتطغى کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان حرف مشبہ بالفعل الی حرف جار ربك مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، (والالتفات للتشديد فى التهديد لمخاطبة الانسان الطاغى) الرجعى اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (کلام مستانف مسوق لمخاطبة الانسان الطاغى)

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى... هَمْزَةٌ حَرْفِ اسْتِفْهَامٍ بَرَاءِ تَعْجَبٍ (تینوں مقامات میں، جلالین) رایت فعل با فاعل (یہاں تین جگہ رایت استعمال ہوا ہے اور یہ بمعنی اُخْبِرْنِي ہے، لہذا ہر ایک کو دو مفعول چاہئے اور مقصود تعجب ہے نہ کہ سوال) الذی اسم موصول ینہی فعل ضمیر هو فاعل عبداً مفعول بہ إذا صلی... إذا ظرفیہ مجرد عن الشرط مضاف صلی جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اینہی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ اول، اور مفعول بہ ثانی محذوف ہے ای فما أعجب من ذا (صیغہ تعجب) رایت فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اَرَأَيْتَ إِنَّ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ... هَمْزَةٌ حَرْفِ اسْتِفْهَامٍ بَرَاءِ تَعْجَبٍ رَايْتُ فَعْلٌ، ضمير بارز فاعل، اور دونوں

۱ البلافة: قولہ یتنہی، التعمیر ما یفید الاستقبال لاستحضار الصورة الماضیة لنوع غرابیہ

۲ قولہ ری یہ بمعنی علم ہے (فعل قلب) اور فعل قلب میں یہ جار ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیریں فرد واحد کی طرف راجع ہوں جیسا کہ رائی کی ضمیر فاعل اور مفعول دونوں انسان کی طرف راجع ہیں۔

قولہ آن ذراہ اس کو لاندراہ کی تاویل میں کر کے تطغی کے متعلق بھی کر سکتے ہیں ای لروية نفسه مشتغفياً۔

۳ رایت فعل کو دو مفعولوں کی ضرورت جب ہے جب کہ یہ فعل قلب مانا جائے اور اگر رویت بھری مراد ہو تو پھر ایک مفعول کافی ہے۔

مفعول محذوف ہیں، مفعول اول ہے نہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب من ذا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالْتَّقْوَىٰ... اِنْ حرف شرط کان فعل ناقص، ضمیر ہو مستتر اس کا اسم علی الہدی، ثابتاً کے متعلق اور وہ شیبہ جملہ ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، اَوْ حرف عطف اَمَرَ فعل، ضمیر ہو فاعل، بالتقوی متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جواب شرط محذوف ہے آی فما أعجب من ذا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ معترضہ ہوا۔ (لا محل لها) اِنَّ كَذِبًا اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى... ہمزہ حرف استفہام برائے تاکید تعجب، رأیت فعل بافاعل اور مفعول اول محذوف ہے آی نہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب من ذا فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، اِنْ كَذَّبَ اِنْ اِنْ شَرَّطِيہ كَذَّبَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل (آی التاھی اور مفعول بہ محذوف ہے آی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جزم، فعل الشرط) واو حرف عطف تَوَلَّى (ای عن الإیمان) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جزا محذوف ہے فما أعجب من ذا (لا محل لها، اعتراضیہ) اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى... ہمزہ استفہام برائے تقریر و تعجب، لم يعلم فعل بافاعل بازائدہ، اَنَّ اللّٰهَ يَرٰى جملہ ہو کر يعلم کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (بری بمعنی یعلم ہے، ماسبق کی دلالت کی وجہ سے اس کے دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا، آی بری اللہ التاھی ناھیتا عن الہدی والامر بالتقوی، تفسیر مظہری)

كَلَّا لَیْن لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۷﴾ نَاصِیَةِ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۸﴾ فَلِیَدْعُ نَادِیَهُ ﴿۱۹﴾

ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آوے گا • تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے • سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے •

سَنَدْعُ الزَّبَانِیَّةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا لَا تُطِغُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے • ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا ماننے اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے •

تشریح ماقبل میں ابوجہل کی ایک بری حرکت کا بیان تھا کہ وہ نمازی کو نماز سے روکتا ہے جو بڑے تعجب کی بات ہے تو اب اس آیت میں لفظ کَلَّا کے ذریعہ اس پر زجر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "كَلَّا لَیْن لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۷﴾ نَاصِیَةِ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۸﴾" ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آئے گا تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے، نسفَع کے معنی سختی کے ساتھ گھسیٹنے کے ہیں، اور ناصیۃ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں، اور جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اس کے ہاتھ میں مجبور ہو کر رہے گا۔ مذکورہ آیات کی ترکیب میں اور بھی احتمالات ہیں فارجع الی روح العانی والتعیر المظہری نیز تفسیر مظہری میں مکتوب ہے کہ ان کا علی الہدی الخ جملہ شرطیہ ہو کر آیت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو جائے گا وہ کذا اِنْ كَذَّبَ۔

جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی دھمکی اور شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیں گے، "فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ" سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے یعنی اس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھمکاتا ہے تو اگر وہ ہمارے نازل کردہ عذاب کو دفع کرنے پر قادر ہے تو وہ اپنے مجلس والوں کو بلا لے، اگر اس نے ایسا کیا تو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے (چوں کہ اس نے نہیں بلایا تو اس لیے اللہ نے بھی فرشتوں کو نہیں بلایا) "كَلَّا لَا تَطْعَهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" پھر زیادت زجر کے لیے اس کو تنبیہ ہے کہ ہرگز نہیں یعنی اس کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر فرمایا لَا تَطْعَهُ اِنْ اے پیغمبر آپ اس کا کہنا نہ مانئے یعنی آپ اس کی حرکتوں کی کچھ پرواہ نہ کریں اور نہ اس کا کہنا مانیں جیسا کہ اب تک نہیں مانا۔ اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔ یعنی آپ نماز و عبادت میں مشغول رہئے کہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

فائدہ واسجد میں سجدہ سے مراد نماز ہے نہ کہ صرف سجدہ، لہذا یہ تسمیۃ الکل باسم الجز کے قبیل سے ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ لنسفقا: پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی ایک وجہ تو بھمن تشریح لکھی گئی دوسری وجہ یہ ہے کہ غرور و تکبر کا اصل مصدر و مرکز سر ہی ہے اس لیے سر کے بال پکڑ کر اس سر کو گھسیٹا جائے گا۔

قولہ کا ذیۃ خاطیۃ: کذب و خطا کا مرکب دراصل پیشانی والا ہے لہذا ناصیۃ کی طرف نسبت مجازاً ہے، خاطی وہ شخص جو قصد اخطا کرتا ہے اور غلطی وہ شخص جس سے نادانستہ یا بوجہ غفلت خطا سرزد ہو جائے۔

لغات لَمْ يَلْتَمِسْ (افعال) نفی جمد بلم واحد مذکر غائب، اِنْتَهَى عَنِ الشَّيْءِ: باز آنا، مجرد نہی، نہی عن الشَّيْءِ (ف) نَهَيْتَا: روکنا۔ نَسَفَقَا (ف) مضارع معروف بانون خفیفہ جمع متکلم، سَفَع (ف) سَفَقَا: زور سے پکڑ کر کھینچنا، گھسیٹنا۔

فائدہ لَنْسَفَقَنَّ کے نون خفیفہ کو الف سے لکھا گیا ہے، کیونکہ حالت وقفی میں نون تاکید خفیفہ الف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ لہذا اسی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں حالت وصل میں بھی الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ **الناصیۃ** پیشانی کے لمبے بال یعنی پٹھے (۲) پیشانی۔ جمع النواصی کا ذیۃ جھوٹی، باب ضرب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ **خاطیۃ** (س) اسم فاعل واحد مؤنث، **خَطِيْعٌ** (س) **خَطَاٌ وَخَطَطًا** غلطی کرنا، گناہ کرنا۔ **لِيَدْعُ** (ن) امر غائب کا واحد مذکر غائب، **دَعَا فَلَآتًا** (ن) **دَعَا وَدَعَا وَدَعَا** و دعویٰ: پکارنا، بلانا۔ **نَادِيَهُ** (مرکب اضافی) نادی بمعنی مجلس جمع **اَلْنَادِيَةِ وَنَوَادِي** (مراد اہل مجلس) **نَدَا الْقَوْمَ** (ن) **نَدَوُا**: مجلس میں جمع ہونا۔ **سَنَدْعُ** (ن) مضارع جمع متکلم (وقد اسقطت الواو من المصحف فی کل واو ساکنۃ استقبلتها اللام الساکنۃ) چوں کہ بوجہ اجتماع ساکنین معلقاً واو نہیں تو کتابت و خطا بھی حذف کر دیا گیا۔ **الزبانۃ** عذاب کے فرشتے، دراصل اس کے معنی پولیس کے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ جمع ہے، جس کا کوئی واحد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زبانیۃ ہے، جیسے **عَفْرِتَهُ** (بد باطن، خبیث) اور

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زینئ، ہے مشتق من الزین وهو الدفع، زین (ض) زینتا: دفع کرنا۔ دھکیلنا، کیونکہ یہ فرشتے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے، دراصل زبانی تھا، ایک یاء کے بدلہ میں تاء لائی گئی۔ (روح المعانی) لا تُطع باب افعال سے نہیں واحد مذکر حاضر، اطاع فلا تا: فرماں برداری کرنا، طاع (ن) طوعا: فرماں بردار ہونا، دراصل لا تطیعہ تھا، بر بناء نہی آخر کو یعنی عین کو ساکن کیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہو یا یاء اور عین کے مابین اس لئے یاء کو حذف کر دیا۔ اشہد (ن) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سجد (ن) سجدوا: سجدہ کرنا، سجد له، عبادت کرنا۔ اقترب (افتعال) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر۔ منہ کسی سے قریب ہونا۔

ترکیب کلاً لیکن لم یدتہ لندسفاً بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ... کلاً حرف ردع وزجر (ردع للناھی اللعین) لام موطنہ للقسم، (لام مؤذنه) اور قسم محذوف ہے آی واللہ، ان حرف شرط لم یدتہ فعل مضارع منفی، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، لام قسمیہ نسفَعَن فعل مضارع مبنی، ضمیر نحن فاعل، ہا جارہ الناصیۃ مبدل منہ، ناصیۃ موصوف، کاذبۃ خاطئۃ دونوں صفت، موصوف مع صفت کے بدل (وجاز ابدالہا من المعرفۃ وہی نکرۃ لانتہا وصفت والبصریون لایشترطون فی البدل المطابقتہ) (اعراب القرآن) وفی روح المعانی قد ذکر البصریون انہ یشرط لبدال النکرۃ من المعرفۃ الا فادۃ لا غیر) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر لفظاً جواب قسم، معنی جزا (تفسیر مظہری)۔ فلیدع نادیۃ..... فانصیر اور شرط مقدر ہے آی ان کان قادیراً علی دفع العذاب فلیدع الخ (اعراب القرآن) و صرفہ و بیانہ) لام لام امر یدع فعل مضارع مجزوم، (و علامۃ جزمہ حذف الواو) ضمیر ہو مستتر فاعل نادیۃ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ سہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط، شرط اپنے جواب شرط سے مل کر جملہ متانفہ، سددع الزبانیۃ... سین حرف استقبال، ددع فعل مضارع مرفوع، ضمیر نحن فاعل، الزبانیۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ کلاً لا تطعہ و اشہد و اقترب... کلاً حرف ردع وزجر (ردع لذلك اللعین) لا تطعہ فعل نہیں، ضمیر انت فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فعل نہیں اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ اشہد فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ اقترب فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ متانفہ ہوا۔

۱. قُرب (کی) قُرباً قُرباً و قُرباً قُرباً و قُرباً قُرباً: قریب ہونا، قُرباً منہ و الیہ قریب ہونا۔

۲. البلاغۃ: قولہ بالناصیۃ اللام فیہ عوض عن المضاف الیہ، آی ناصیۃ المذكور، قولہ کاذبۃ خاطئۃ و صفت الناصیۃ بالکذب والخطا و ہما لصاحبہما علی الاسناد المجازی للمبالغۃ (روح المعانی و تفسیر مظہری)

۳. قولہ نادیتہ علی تقدیر المضاف آی اهل نادیتہ فاطلق المحل وارید الحال فالمجاز مرسل علاقته المحلیۃ (اعراب القرآن) او الاسناد فیہ مجازی (روح المعانی) و النادی هو المجلس الذی ینتدی فیہ القوم ولا یسنی العکان نادیتا حتی یكون فیہ اهلہ۔

سورۃ القدرِ

مکیّۃ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے • شب قدر ہزار مہینوں

شہرٍ ۗ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۗ سَلَّمَ شَيْءٌ حَتَّىٰ

سے بہتر ہے • اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں • سراپا سلام ہے

مَطْلَعُ الْفَجْرِ ۗ

وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے •

ربط وَالضُّحَىٰ کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر تھا منجملہ ان کے قرآن کی عظمت اور اس کی حقانیت بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے، یا اس طرح یاد کیجئے کہ سورت سابقہ میں قراءت قرآن کا حکم تھا یعنی اقرأ باسم ربك الذي خلق اور اس سورت میں اس کی علت کو بیان کیا گیا ہے یعنی اس کی عظمت و حقانیت کو۔

تشریح **وشان نزول:** ان آیات میں قرآن کریم کا شب قدر میں نزول اور شب قدر کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے، اور شان نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ساری رات عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا اور دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، چنانچہ اس نے ایک ہزار مہینے اسی طرح گزار دیئے، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ (بایں وجہ کہ ہماری عمریں اتنی کہاں ہیں کہ ہم اتنی عبادت کر سکیں) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرما کر اس امت کی فضیلت کو تمام امتوں پر ثابت کر دیا کہ شب قدر کی ایک رات کی عبادت اس مجاہد بنی اسرائیل کی عمر بھر یعنی ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ" بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے آنزلنا جمع متکلم کا صیغہ ہے اور انزال قرآن کی نسبت چوں کہ اللہ کی طرف ہے اس لیے قرآن برحق بھی ہے لہذا حقانیت ثابت ہوگئی، اور چوں کہ مبارک رات یعنی شب قدر میں نازل ہوا اس لیے قرآن باعظمت بھی ہے، اور شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت عزت نامی مقام پر اس رات میں اتارا گیا، اور پھر بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا تیس سال کے عرصہ میں پیغمبر ﷺ پر اترا، اور پیغمبر ﷺ پر بھی صحیح قول کے مطابق اسی رات میں اترنا شروع ہوا۔

۱۔ ومعنى انزاله من اللوح المحفوظ الى السماء الدنيا جملة أن جبرئيل أملاه الى ملائكة سماء الدنيا وكتبوه في صحف وكانت تلك الصحف محل من تلك السماء يقال لها بيت العزة (جلالین حاشیہ)

آگے مزید شوق دلانے کے لیے فرماتے ہیں کہ: ”وَمَا آذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے آگے جواب ہے کہ ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ“ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔

قدر کے معنی | قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں، چوں کہ اس رات میں عظمت و شرف ہے اس لیے اس کو شب قدر کہتے ہیں، مزید تفصیل بضم ن لغات۔ ”تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَ الرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ“ اس رات میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور حضرت جبرئیل اگرچہ لفظ الملائکہ میں داخل تھے مگر علیحدہ سے ان کا ذکر کرنا افضلیت اور عظمت شان کی بناء پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس رات میں جبرئیل ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں، ”مِنْ كُلِّ أَمْرٍ“ میں بمعنی باء ہے، حدیث بیہقی میں ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود اور ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ سلام، ای ہی سلام کہ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی یہ رات سلامتی اور خیر ہی خیر ہے امیں شر کا نام نہیں اور امر خیر سے مراد بھی یہی ہے۔ ”هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ“ وہ شب طلع فجر تک رہتی ہے یعنی وہ رات اسی صفت و برکت کے ساتھ طلع فجر تک رہتی ہے، یعنی پوری رات شرف و عظمت اور سلامتی کی ہے ایسا نہیں کہ یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص ہوں۔

لیلۃ القدر کی تعیین | تاریخ کے تعیین میں علما کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں زیادہ احتمال ہے یعنی اکیسویں رات، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اثنیسویں۔ (معارف) مخصوص دعا: اس رات کی مخصوص دعا یہ ہے: ”اللَّهُمَّ أَنْتَ عَفُوٌّ نُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي“ (یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطائیں معاف فرمائیے۔) (قرطبی)

اہم اشکال: لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل فرمایا تو ان ہزار مہینوں میں بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی اور وہ بھی ہزار مہینوں سے افضل ہوگی و لہذا، تو اب حساب کیسے لگے گا بظاہر تسلسل لازم آرہا ہے، ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ہزار مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں شب قدر نہ ہونا ملحوظ ہو، یا ان کا ہزار مہینوں سے افضل نہ ہونا ملحوظ ہو۔ فلا اشکال (بیان القرآن، معارف)

اختیاری مطالعہ

نکتہ: قولہ انا انزلناہ: قرآن میں دو لفظ ذکر ہوئے ایک انزال، دوسرا تنزیل، انزال کے معنی ہے کسی چیز کو ایک دفعہ میں مکمل نازل کرنا، اور تنزیل کے معنی ہے تھوڑا تھوڑا نازل کرنا، چنانچہ جہاں انزال استعمال ہوا وہاں مراد وہ نازل ہے جو لوح محفوظ سے آسمان

دنیا کی طرف ہوا اور تنزیل سے مراد وہ نزول ہے جو آں حضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا ہوا۔

نولہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر: شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے، پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں کتنی بہتر ہے یعنی دو گنی، چو گنی، دس گنی، سو گنی، سبھی احتمالات ہیں۔

ایک قول: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ اس سورت میں تین مرتبہ آیا ہے اور نو کو تین سے ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں، اس سے یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے۔ (یہ ایک اندازہ ہے قول محکم نہیں)

لغات اَنْزَلْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اتارنا، نازل کرنا، مصدر انزال ہے مجرد میں ہے نَزَلَ (ض) نَزُولًا: اترنا، اوپر سے نیچے آنا۔ القدر برکت و عظمت، چونکہ اس رات میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں جمع اَقْدَار، (۲) ہُو مصدر بمعنى التقدیر (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ جو کچھ تقدیر ازل میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس رمضان سے اگلے رمضان تک کا ہے وہ اس رات میں فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، یعنی ہر انسان کی موت، رزق، بارش وغیرہ کی مقدار (معارف القرآن) حَيَّرُوْا (سورۃ الاعلیٰ میں گذر چکا) اَلْف (ہزار) جمع الالف شہر (مہینہ) جمع اَشْهُرُوْا و شْهُوْرُوْا، تَنَزَّلُ (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب دراصل تَنْتَزِلُ تھا، ایک تاء حذف ہے، بمعنی اترنا۔ اَلْبَلَايَا كُتِبَتْ (رکوع ۲ میں اس کی تحقیق گذر چکی) الرُّوحُ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام (روح کی مراد میں مفسرین کے تقریباً آٹھ اقوال ہیں جن کو تفسیر کی کتب میں دیکھا جاسکتا ہے) اِذْنٌ اجازت، حکم، ارادہ (باب سمع کا مصدر ہے) اَمْرٌ کام، معاملہ، جمع امور، لفظ امر تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے (۲) حکم، جمعہ اوامر قرآن میں ہے وَقَضِيَ الْأَمْرُ، اَمْرًا، (ن) اَمْرًا: حکم کرنا۔ سَلَامًا سَلَامًا، امان، باب سمع کا مصدر بمعنی السَّلَامَةِ (روح المعانی) سَلِمَ مِنَ الْأَقَاتِ (س) سَلَامًا و سَلَامَةً: آفات وغیرہ سے محفوظ رہنا۔ مَطْلَعٌ مصدر میسی از باب نصر طَلَعَ طُلُوعًا (ن) طلوع ہونا، الفجر (مرفی سورۃ الفجر)

ترکیب اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ... اِن حرف مشبہ بالفعل، ضمیر اسم (در اصل اِنَّا تھا، تخفیفاً ایک نون کو حذف کر دیا گیا) اَنْزَلْنَا فعل بافاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ (ضمیر کا مرجع قرآن ہے اور مرجع کا ذکر بوجہ تعظیم ماقبل میں نہیں کیا گیا کیونکہ بوجہ شہرت اور بوجہ نسبت انزال الی اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کے ذہن صرف قرآن ہی کی طرف منتقل ہوگا، فی حرف جار لیلۃ القدر مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اَنْزَلْنَا کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وما ادرک ما لیلۃ القدر واؤ اعتراضیہ ما اسم استفہام، مبتدأ، اذی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدأ، لیلۃ القدر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَيَّرُوْا مِنَ الْاَلْفِ شَهْرًا... لیلۃ القدر مرکب اضافی ہو کر مبتدأ، حَيَّرُوْا صیغہ اسم تفضیل، ضمیر اس کا فاعل وین حرف جار، الف مضاف ممیز، شہر مضاف الیہ تمیز، پھر

مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق خیر کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (لا محل لها) (کانتها جواب لسوالِ نَشَأَ عَنْ تَفْخِيمِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تَقْدِيرُهُ وَمَا فَضَّائِلُهَا) تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ... تَنْزَلُ فَعْلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ مُرَكَّبٌ عَطْفِيٌّ هُوَ كَرَفَاعِلٍ (وانما أفرّد جبریل بالذکر مع انه داخل فی الملائکة تنویہا بفضله) فیہا تنزل کے متعلق باذن ربہم متعلق ثانی تنزل کے، من کل امر متعلق ثالث تنزل کے (من بمعنی باء ہے) فعل اپنے فاعل اور تینوں متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ استینافیہ بیانیہ ہوا (کانتها مسوقة للاجابة عن السوالِ نفسه) سلامہ مبتدا محذوف ہی کی خبر ہے (سلام مصدر کا حمل مبالغۃ ہے) ہی حتی مَطْلَعِ الْفَجْرِ... ہی مبتدا حتی جارہ مطلع الفجر مرکب اضافی مجرور، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سورۃ البینۃ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل

الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتِبَ الْقِيَمَةُ ۝

نہ آتی • ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے • جن میں درست مضامین لکھے ہوں •

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے • حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم

لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ

ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں یعنی ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی

دِينُ الْقِيَمَةِ ۝

طریقہ ہے ان درست مضامین کا •

ربطاً والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کی تصدیق و تکذیب کرنے

والوں کی جزا و سزا بھی ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔ یا یوں کہئے کہ سورۃ القدر میں انزال قرآن کا ذکر تھا جو بمنزلہ

دعویٰ تھا اور اس سورت میں اس کی دلیل ہے گانہ قیل، اِنَّا أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ لِأَنَّ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَّا

تشریح آیات کی تفسیر ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ ذہن نشیں رہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کفر و شرک کی ظلمت پھیلی ہوئی تھی، جب حضور ﷺ کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا تو دو قسم کے انسان تھے، ایک تو وہ جو کسی نبی پر ایمان لا چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں ملا کر اور تحریف کر کے کافر ہو چکے تھے جیسے یہود و نصاریٰ کہ جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا، دوسرے مشرکین کہ جو کسی بی یا کسی کتاب پر ایمان نہ رکھتے تھے بلکہ بتوں، ستاروں اور درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے، (واضح رہے کہ مشرکین تمام کے تمام کافر ہی ہیں) اب ایسے خطرناک ماحول کو سدھارنے کے لئے اور انسانوں کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے کسی رسول برحق کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صحیح راستہ دکھلانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا، ان آیات میں یہی مضمون ہے ملاحظہ فرمائیں:

”لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝“ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی یعنی جس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت جو لوگ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے جو کافر تھے۔ ان کا کفر بڑا شدید تھا وہ کفر سے باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی اور واضح دلیل یعنی بینہ سے جو مراد ہے اس کو اگلی آیت میں بیان کیا کہ ”رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝“ **فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝** ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ یہ آیت البینۃ سے بدل ہے، یعنی واضح دلیل سے مراد اللہ کا رسول ہے جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں، مراد قرآن شریف ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کا کفر و شرک ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بغیر کسی رسول عظیم کے ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام کرنے کے لیے آپ ﷺ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا۔ **صُحُفٌ جَمْعٌ هِيَ صَحِيفَةٌ** کی اور صحیفہ کا معنی ہے وہ ورق جس میں کوئی تحریر لکھی ہوئی ہو حالانکہ اس وقت قرآن تحریری شکل میں نہیں تھا، بلکہ حافظہ میں تھا تو جواب یہ ہے کہ قرآن کو صحف یا اس کے مضامین کو کُتُب یعنی مکتوبات کہنا مجاز مایوں یعنی آئندہ کے اعتبار سے ہے۔

”وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝“ اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے تفرق کے معنی انکار و اختلاف کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ کہ ان کے پاس تو علم ساوی بھی نہ تھا) وہ اس واضح دلیل یعنی حضور ﷺ کے آنے کے بعد دین میں مختلف ہو گئے، جب کہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے سب اہل کتاب متفق اور خوش تھے کیونکہ ان کی آسمانی کتب تو رات و نخل میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور آپ کی خاص

ک اور وہ لوگ کہ جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے افعال فرما گئے اور وہ اپنے نبی کی شریعت پر قائم و دائم رہے تو وہ کافر نہیں کہلائے گے (روح)

خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر موجود تھا اس لئے کسی یہودی و نصرانی کو اس میں اختلاف نہ تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے، اور سب کو آپ کا اتباع کرنا لازم ہوگا، مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کو اہل کتاب غنیمت سمجھتے اور ایمان لے آتے مگر افسوس صد افسوس کہ بجائے غنیمت سمجھنے کے دین کے سلسلہ میں مختلف ہو گئے کہ بعض تو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور دوسرے بعض انکار کرنے لگے۔

”وَمَا أُمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ“ حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ حُنَفَاءَ یکسو ہو کر، یعنی ادیانِ باطلہ کی طرح کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ ”وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۗ“ اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا ذلک کا مشار الیہ ما ذکر ہے یعنی جو چیزیں ابھی ابھی ذکر کی گئیں یعنی عبادت باخلاص، اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی ہی ان درست مضامین یعنی قرآن کا طریقہ ہے، اور ذلک اسم اشارہ بعید کا استعمال کرنا ان مذکورہ چیزوں کے علو شان و بلندی مرتبہ کی وجہ سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ان اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں انہیں مذکورہ چیزوں کا حکم ہوا تھا اور یہی تمام باتیں کتبِ قیمہ یعنی درست مضامین (قرآن) کی بھی ہیں اس لیے قرآن کو نہ ماننے سے اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ یہ الزام تو اہل کتاب کو ہوا، اور مشرکین اگرچہ کتب سابقہ کو نہیں مانتے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا حق ہونا یہ بھی تسلیم کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بالکل بری تھے اور کتبِ قیمہ یعنی قرآن کا اس طریقہ ابراہیم کے ساتھ متوافق ہونا بھی ظاہر ہے اس لیے ان پر بھی حجت تمام ہوگئی، لہذا جب مشرکین طریقہ ابراہیم کو حق سمجھتے تھے تو ان کو قرآن شریف کو بھی حق سمجھنا چاہیے تھا۔

لغات اهل الکتاب یہود و نصاریٰ۔ المشرکین (افعال) اسم فاعل جمع مذکر، اَشْرَکَ بِاللَّهِ! اللہ کی حاکمیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، شَرِکَ فَلَئِنَا فِی الامر (س) شَرِکًا وَشَرِکَةً: کسی کے ساتھ شریک ہونا۔ مُنْفَکِّینَ باز آنے والے (انفعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِنْفَکَّ الشَّيْءُ اِنْفِکًا تَا: جدا ہونا، باز آنا، فَکَّ الشَّيْءَ (ن) فَکَّا کھولنا البینۃ صیغہ صفت از باب ضرب، واضح دلیل، گویا موصوف محذوف ہے ای الحجۃ الواضحة مراد معجزہ اور یہاں اس کے مصداق آپ ﷺ ہیں اور وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، صفات و کمالات، صورت و سیرت گو آپ کی ہر چیز معجزہ تھی۔ جمع بَیِّنَات، بَانَ الشَّيْءُ (ض) بَیِّنًا وَبَیِّنَاتًا: واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ رَسُوْلٌ (سورۃ التکویر میں اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَتَمْتَ الْتَحْتَ غَیْرَکَ، وَالْمَرَادُ هُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ) يَتْلُو (ن) مضارع واحد مذکر غائب، تَلَا الْکِتَابَ وَغَیْرَهُ (ن) تَلَاوَةٌ: پڑھنا، پڑھ کر سنانا۔ ضَخْفًا وَاحِدًا صَحِيفَةً، اوراق جس میں کوئی تحریر ہو، کتابیں (یہاں مراد بَانَ الشَّيْءَ (ض) واضح کرنا، بَانَ مِنْهُ وَعِنْدَهُ (ض) بَیِّنًا وَبَیِّنَاتًا، وَبَیِّنَاتًا: جدا ہونا، دور ہونا، قَوْلُهُ الْبَیِّنَةُ اس صیغہ صفت کو بمعنی اسم فاعل بھی لیا جاسکتا ہے۔ ای المبین للحق، اوہی بمعناہا المعروف وهو الحجۃ المبتدئۃ للمدعی (روح المعانی)

قرآن شریف ہے) مُظَهَّرَةٌ (سورۃ عبس میں گذر چکا) کُتِبَ کتات کی جمع، یہاں کُتِبَ سے مراد مکتوبات ہیں یعنی مضامین (روح المعانی) قَبِيْمَةٌ سچی، درست (ای المستقیمۃ واستقامتها نطقها بالحق) صیغہ صفت مؤنث قیام سے، اس کی اصل قِيَوْمَةٌ ہے، قاعدہ سید جاری ہے، قامہ (ن) قومًا و قیامًا: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، قام الامو: درست ہونا۔ تفرَّقَ (تفعل) سے ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مختلف ہونا، بکھر جانا، فَرَّقَ الشَّيْءَ (ن) فَرَّقًا: جدا کرنا۔ أُوْتُوا (افعال) ماضی مجہول کا جمع مذکر غائب، آئی فلانًا ابتداءً: کوئی چیز دینا، آئی (ض) أَتَيْتَا وَ اِئْتَانَا: آنا۔ مَا أُمِرُوا (ن) ماضی منفی مجہول جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ علق میں أَوْ أَمَرَ بِالْتَقْوَى کے تحت لِيَعْبُدُوا مضارع، جمع مذکر غائب، از باب نَصَرَ، عَبَدَ اللهُ (ن) عِبَادَةٌ وَعِبُودِيَّةٌ: عبادت کرنا۔ مُخْلِصِينَ (افعال) اسم فاعل جمع مذکر أَخْلَصَ لِلَّهِ دِينَهُ، خلوص نیت سے خدا کی عبادت کرنا۔ الذِّينَ (اطاعت و بندگی) باب ضرب کا مصدر، دانَ (ض) دِينًا وَ دِيَانَةً: جھکنا، فرماں بردار ہونا، جمع اذیان (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) مُخَنَّفًا، خَيْفٌ صیغہ صفت کی جمع، تمام ادیان باطلہ شرکیہ کو چھوڑ کر دین اسلام کی طرف جھکنے اور یکسو ہونے والا، خَنَفَ عَنِ الشَّيْءِ (ض) خَنَفًا: ایک طرف کو جھکنا۔ الصلوة نماز، تصلية (تفعیل) کا اسم مصدر بقاعدہ مشہورہ واو کوالف سے بدل دیا (اس کے معنی دعا اور رحمت کے بھی آتے ہیں) يُؤْتُوا (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، الزکوٰۃ، تزکیۃ (باب تفعیل) سے اسم، شرع میں زکوٰۃ مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو صاحب نصاب بحکم شرع راہ خدا میں نکالتا ہے، اور اس کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مالدار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے (لغوی معنی زیادتی اور پاکیزگی کے ہیں) دین اس کے کثیر معانی ہیں جیسا کہ سورۃ الانفطار میں لکھا گیا مجاز اس کے معنی طریقہ کے بھی آتے ہیں یہاں یہی ہے۔

ترکیب لَمْ يَكُنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيْتَةُ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قَبِيْمَةٌ... لَمْ يَكُنْ فعل منفی (وَحَرَكَ لِالتقاء الساكنين) الَّذِينَ اسم موصول كَفَرُوا فعل، وَاذْ ضمير ذوالحال من جارہ اهل الكتاب مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنین محذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر فعل ناقص کا اسم، منفکین صیغہ اسم فاعل (یہ نامہ ہے نہ کہ از قبیل فعل ناقص، روح المعانی) حَتَّى جارہ تاتی فعل مضارع (آئی) اَتَتْهُمْ تفسیر مظہری) هُمْ ضمیر مفعول بہ، البیتۃ مبدل منہ رسول موصوف من الله جار مجرور کائن محذوف کے متعلق ہو کر صفت اول، يَتْلُوا فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، صُحُفًا موصوف مطہَّرَةٌ صیغہ اسم مفعول شبہ جملہ ہو کر صفت اول، فیہا جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم، کُتِبَ قَبِيْمَةٌ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ

فعلیہ ہو کر رسول کی صفت ثانی لہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (بدل الكل من الكل علی سبیل المبالغہ) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو ا صیغہ اسم فاعل کے (یعنی منفکین کے) صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل (ضمیر ہم) اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فعل ناقص کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ..... وَادَّ حَرْفِ عَطْفٍ (واو متانفہ بھی ہو سکتا ہے، اعراب القرآن محی الدین الدرویش) مَا تَفَرَّقَ فعل منفی الذین اسم موصول أُوتُوا فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل (جو در حقیقت مفعول بہ اول ہے) الْكِتَابَ مفعول بہ ثانی فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، الْإِ حَرْفِ اسْتِثْنَاءٍ مَلْعَمٍ مِنْ جَارِهِ عَطْفٍ مضاف ما مصدریہ جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ (البینۃ فاعل) جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو ا فعل مذکور تَفَرَّقَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ..... وَادَّ حَالِيهِ مَا أُمِرُوا فعل منفی واو ضمیر نائب فاعل، إِلَّا اِدَاةَ حَصْرٍ لَامٍ بَرَاءِ تَعْلِيلٍ يَعْبُدُوا فعل واو ضمیر ذوالحال اللہ مفعول بہ مخلصین صیغہ اسم فاعل ضمیر ہم فاعل لہ جار مجرور مخلصین کے متعلق، الذین مفعول بہ، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر حال اول، حُنَفَاءَ حال ثانی لہ ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، وَادَّ حَرْفِ عَطْفٍ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَادَّ حَرْفِ عَطْفٍ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور (ما أمروا) کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے الذین اوتوا الكتاب سے۔ (نوٹ ملاحظہ ہو) وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ..... وَادَّ اسْتِثْنَاءٍ لِمَا كَانَ ذَلِكَ مَبْتَدَأً (اشارۃ الی ما ذکر من عبادۃ اللہ تعالیٰ بالاخلاص و اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و استعمال اسم الاشارۃ للبعید للإشعارِ بِغُلُوِّ مَرْتَبَتِهِ) دین القیمۃ (ای دین الکتب القیمۃ ای المستقیمۃ) لہ مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۱۔ **نولہ یتلو الخ** یہ جملہ من اللہ کے متعلق کی ضمیر سے حال نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح فیہا کتب قیمۃ، مطہرۃ کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے، نیز یہ ترکیب بھی ممکن ہے کہ حال یا صفت فیہا ہو متعلق ہو کر، اور کتب قیمۃ فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو، نیز رسول مبتدأ محذوف ہی کی خبر بھی بن سکتا ہے اور رسول من اللہ مبتدأ اور یتلو الخ خبر بھی ہو سکتا ہے، اور پھر عمل جملہ یسنن الخ تفسیر۔

۲۔ یا پھر یہ حال ہے مخلصین کی ضمیر سے، حال متداخلہ۔

۳۔ وقیل الواو عاطفقا و حالیتہ

۴۔ وقال الفراء اضافة للذین الی القیمۃ وہی نعتہ لاختلاف اللغظین و دخلت الہاء للمدح و المبالغۃ (اعراب القرآن)

نوٹ تدریس قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے اعتبار سے جو کہ بیان القرآن کے مطابق ہے لیعبدوا اللہ مخلصین الخ میں لام تعلیل کا نہ ہوگا بلکہ اصل آن یعبدوا ہے آن کو حذف کر دیا گیا اور لام لایا گیا، اور ترکیب میں ما امر و ما مفعول بہ ہے، گولفظاً مجرور ہے (مزید تحقیق در اعراب القرآن)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

أُولَئِكَ هُمُ الشُّرُكِيُّونَ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمُ خَيْرُ

یہ لوگ بدترین خلائق ہیں • بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے • وہ لوگ بہترین

الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

خلائق ہیں • ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی پیشیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ

فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

رہیں گے • اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے • یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے •

تشریح ما قبل میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا (۱) اہل کتاب اور مشرکین (۲) مومنین۔ لہذا ان آیات میں دونوں فرقوں

کی جزا و سزا کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ فِي

نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا“ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے

جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے مشرکین تو سب کے سب کافر ہیں ہی، اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جنہوں نے اپنی آسمانی

کتابوں میں تحریف کر دی اور دین موسوی و دین عیسوی پر قائم نہ رہے وہ بھی کافر ہیں، اور حضور ﷺ کے تشریف لانے کے

بعد تو تمام ادیان منسوخ ہو گئے، صرف آپ ﷺ پر ایمان لانا معتبر رہا۔ لہذا جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ بھی کافر

ہیں، اور جو آپ ﷺ پر ایمان لے آیا وہ مومن ہے جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے، ”أُولَئِكَ هُمُ الشُّرُكِيُّونَ ۖ

”یہ لوگ بدترین خلائق ہیں یعنی کفار و مشرکین، جیسا کہ دوسری آیت میں بھی ہے، ”إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْإِنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ“

سوال و جواب اولئک ہم شر البریۃ میں اہل کتاب اور مشرکین کو سب سے بدترین مخلوق کہا گیا حالانکہ خدا کی مخلوق

میں ان سے بدترین لوگ بھی ہیں مثلاً ابلیس، دیگر شیاطین، منافقین (منافقین میں کفر و شرک کے علاوہ نفاق کا جرم علیحدہ

سے ہے) اسی طرح فرعون و نمرود کہ کفر و شرک کے ساتھ خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔

جواب: بریۃ بمعنی مخلوق سے مراد اکثر مخلوق ہے اور مقصود اصلی ان کا فی نفسہ شر میں کامل ہونا ہے نہ یہ کہ مخلوق میں ان

جیسا شری اور بدتر کوئی ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن)

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۗ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلایق ہیں یہاں بھی بہترین خلایق سے مراد اکثر مخلوق خدا سے بہتر ہونا ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام مومنین تمام ملائکہ سے بھی افضل ہیں بلکہ خواص مومنین مثلاً انبیائے کرام تمام ملائکہ سے افضل ہیں (یعنی خواص ملائکہ جبرئیل وغیرہ سے بھی) ”جَزَاءُ وَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا“ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی نعمتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ (دودھ، شہد اور شراب وغیرہ کی نہریں) ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے بعد اہل جنت سے کوئی معصیت تو صادر ہوگی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے بایں وجہ کہ ان کی تمام تمنائیں پوری ہو چکی ہوں گی۔ ”ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ“ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ڈلک کا مشار الیہ اہمذ کو رہے یعنی جنت و رضا اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (اور اسی خشیت و خوف کی وجہ سے وہ ایمان لا کر اعمال صالحہ میں مشغول رہا کہ یہ دخول جنت و حصول رضا کا سبب ہے) خشیت: اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت و جلال کی وجہ سے پیدا ہونہ کہ وہ خوف جو کسی دشمن، یا درندہ یا درندہ صفت انسان سے طبعاً ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اولئک ہم شر البریۃ: اہل کتاب اور مشرکین کے بدترین مخلوق ہونے پر جو اشکال تھا اس کے روح المعانی میں دیگر جوابات بھی دیئے گئے ہیں مثلاً یہ اعتراض تھا کہ اہل کتاب اور مشرکین سے بدترین ابلیس اور اس کا لشکر اور منافقین بھی ہیں تو جواب یہ ہے کہ بریہ بمعنی مخلوق سے مراد ان اہل کتاب اور مشرکین کے ہم عصر ہیں لہذا وہ ان کے مقابلہ میں بدتر ہیں نہ کہ جمیع مخلوق سے، مگر اعتراض ہوگا کہ ان کے زمانہ میں شیاطین بھی تو رہے ہوں گے تو اب جواب دوسرا ہوگا کہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے یعنی یہ نسبت مومنین کے یہ لوگ بدتر ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہاں بریہ بمعنی مخلوق سے مراد بشر ہیں لہذا ابلیس اور اس کے لشکر کے شر البریہ ہونے کی نفی نہ ہوگی۔

قولہ شر البریۃ وخیر البریۃ: شر اسم تفضیل کی اصل آشتر ہے، را کی حرکت شین کو دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، اور را کا راء میں ادغام کر دیا، اسی طرح خیر کو بھی سمجھئے، یاد رکھئے کہ خیر اور شر ہر جگہ اسم تفضیل ہو کر ہی استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی محض اسم ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسے فمن يعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ۔ ومن يعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ خیر کا استعمال کبھی شر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور کبھی ضر (سختی) کے کمانی قولہ تعالیٰ وان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لموان یمسک بخیر فهو علی کل شیء قدیر۔

فائدہ خالدین حال مقدرہ ہوگا اور حال کی اقسام ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۹ پر۔

لغات خالدین ہمیشہ رہنے والے۔ (ن) اسم فاعل جمع مذکر، خَلَدَ (ن) خُلِدًا و خُلُودًا: ہمیشہ رہنا۔ مَرَّ، حَبِزَ

کی طرح اسم تفضیل ہے، اور دراصل اَشْرُ اور اَخْتِرُ ہے مزید تفصیل در اختیارِ مطالعہ۔ شَرَّ (ن، س) شَرًّا: شری اور فسادی ہونا، البیْرُیَّة مخلوق، جمع البرایا، دراصل بَرِیْنَةُ تھا (ہمزہ کے ساتھ) فَعِیْلَةُ صیغہ کھفت بمعنی مفعولہ ہے، ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا، مشتق من البراء، بَرِیٌّ (ف) بَرِّئًا: پیدا کرنا۔ عَدْن (ض) کا مصدر، عَدَنَ (ض) عَدْنَا: قیام کرنا، رہائش اختیار کرنا، جَنَّةُ عَدْن، رہائش یا قیام کا باغ، بعض حضرات عَدْن کو علم کہتے ہیں اور بعض جنت کی صفت قرار دیتے ہیں جو علم قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک خاص مقام اور درجہ کا نام ہے، امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں، دار الخلد، دار الجلال، دار السلام، جنت عدن، جنت المادئی، جنت نعیم، جنت الفردوس، جو لوگ عَدْن کو صفت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی اثبات و استقامت کے ہیں لہذا اس اعتبار سے تمام جنتیں جنت عدن ہیں۔ اَبَدًا ہمیشہ، جمع آباد (زمانہ مستقبل غیر محدود کے لئے) رَضِیَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، رَضِیَ عَنْہ (س) رِضًا و رِضًا و رِضًا و رِضًا و مَرْضَاة: کسی سے خوش ہونا۔ خَشِیَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، خَشِیَ (س) خَشِیَّةً: ڈرنا۔

ترکیب اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِی نَارٍ جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْهَا... (کلام مستأنف مسوق للشرع فی بیان مقر الاشیاء وجزاء السعداء) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول کفروا فعل واو ضمیر ذوالحال من جارہ اهل الکتاب مضاف مع مضاف الیه معطوف علیہ واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائناتین محذوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اسم ان، فی جار ہذا جہنم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ساکنون یا محذوفون یا کائناتین محذوف کے متعلق، اور اس کے اندر ضمیر ذوالحال خالدین فیہا (فیہا متعلق خالدین صیغہ اسم فاعل کے) کائناتین کی ضمیر سے حال مقدرہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الشَّرُّ الْبَرِیَّةُ..... اولئک مبتدأ ضمیر فصل، شر البریة مرکب اضافی خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لاکل لہا، استینافیہ) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمُ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول آمنوا و عملوا الصلحت معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے اسم ان، اولئک مبتدأ ضمیر فصل، خیر البریة مرکب اضافی خبر، مبتدأ مع خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

۱۔ قولہ ہم دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ ضمیر مبتدأ اور ما بعد خبر، مبتدأ مع خبر کے خبر مبتدأ اول کی، قولہ اولئک ہم شر البریة یہ جملہ تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی ان لوگوں کے خلود فی النار کی تظیل۔ اور ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

جَثَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جزائهم مرکب اضافی ہو کر مبتداء، عند ربهم مرکب اضافی ہو کر طرف ہے جزا مصدر کا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، تفسیر مظہری) لہ جنات عدن مرکب اضافی ہو کر ذوالحال اسم تجمیری فعل مِنْ تَحْتِهَا اس کے متعلق الانہار فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، خالدین فیہا ابدًا خالدین صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل، ابدًا اس کا ظرف (ظرف زمان) خالدین کا عامل محذوف ہے آئی دَخَلُوها، خالدین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور طرف سے مل کر شبہ جملہ ہو کر حال مقدرہ ہے دَخَلُو کی ضمیر فاعل سے مل کر

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ رَضِيَ فعل، اللہ فاعل عَنْهُمْ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف رضوا فعل با فاعل عنه متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (استیناف نحوی و اخبار عما تفضل عزوجل بہ زیادۃ علی ما ذکر من اجزیۃ اعمالہم، روح المعانی) ذَلِكْ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ذَلِكْ (ای المذكور من الجزاء والرضاء) مبتدایا لام جارہ من اسم موصول خَشِيَ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، رَبَّهُ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

سورۃ الزلزال

مدنیۃ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۚ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۚ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی • اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی • اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا •

يَوْمَ مَدَّ يَدَايَهُمْ أَخْبَارَهَا ۚ بَانَ رَبُّكَ أَوْسَىٰ لَهَا ۚ يَوْمَ مَدَّ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا

اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی • اس سب سے کہ آپ کے رب کا اس کو بھی حکم ہوگا • اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس ہوں گے

۱۔ عند ربہم کسی محذوف کا ظرف ہو کر جزاء سے اور ہم ضمیر سے اور جنات سے حال بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲۔ ذوالحال معرفہ ہوتا ہے یا نکرہ منحصہ، لہذا جنات کی اضافت علم (عدن) کی طرف ہونے کی بنا پر اس میں تعریف آگئی، یا اگر عدن اسم جنس ہے تو اس میں تخصیص آگئی (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۳۔ خالدین الخ کو جزائہم کی ہم ضمیر سے حال قرار دیے جانے کو اعراب القرآن میں منع لکھا ہے اور تفسیر مظہری میں جائز لکھا ہے۔

۴۔ قولہ رضی اللہ الخ یہ اول لک مبتدا کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، نیز ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، اس وقت جزائہم الخ جملہ مقررہ ہوگا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) روح المعانی میں ہے کہ ویجوز ان یکون بیاناً لمن یقول آلہم فوق ذلک امر آخر و يجوز ان یکون دعاء لہم من ربہم و هو خلاف الظاہر یعنی اس کا جملہ دعائیہ ہونا خلاف ظاہر ہے (روح المعانی)

أَعْمَالَهُمْ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں • سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا • اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا •

ربط والضحیٰ میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے وقوع قیامت اور اس میں جزا و سزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔ بالفاظ مختصر سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت میں وقت جزا کا ذکر ہے۔

تشریح شروع آیات میں وقوع قیامت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ ”اِذَا زُلْزِلَتْ

الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا“ جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی ”سخت جنبش“ مفعول مطلق یعنی زلزال کا ترجمہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ ساری زمین کو نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا (اس زلزلہ

کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ زلزلہ نوحہ اولیٰ سے پہلے دنیا میں واقع ہوگا یا نوحہ ثانیہ کے بعد جب مردے زندہ ہو کر زمین سے اٹھیں گے، اس سورت میں جو آگے احوال قیامت اور حساب کتاب کا ذکر ہے وہ قرینہ اس بات کا ہے کہ

یہاں نوحہ ثانیہ کے بعد کا زلزلہ مراد ہے، اور اس زلزلہ وجھٹکے سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہو جائیں گے تاکہ محشر کا میدان بالکل ہموار اور صاف ہو جائے۔ ”وَ أَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا“ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال

پھینکے گی بوجھ سے مراد دینے یعنی سونا چاندی اور مردے ہیں، اور کیفیت یہ ہوگی کہ کوئی بھی اس مال و زر کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے گا بلکہ کفِ افسوس ملے گا کہ اس بے حیثیت مال و زر کی وجہ سے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا، فلاں سے قطع

تعلق کیا تھا، فلاں پر ظلم کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ”وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا“ اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا یعنی کافر آدمی بوجہ تعجب اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا کہ یہ اس طرح بل رہی ہے اور سب دینے باہر آرہے ہیں، آگے

جواب شرط ہے یعنی ”يَوْمَئِذٍ تُخْبِرُهَاۗ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْسٰى لَهَا“ اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا یعنی اچھی بری سب خبریں، مثلاً کہے گی کہ

فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے فلاں کو ناحق قتل کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ زمین اگر چہ بے زبان ہے مگر خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس کو زبان و عقل عطا فرمادے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے (چنانچہ درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، بتوں کا کلمہ پڑھنا، کنکر یوں کا کلمہ پڑھنا، ستون حنانہ کا آہ و بکا کرنا احادیث سے ثابت ہے)

”يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُؤْوٰٓا۟ اَعْمَالَهُمْ“ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ اشتات، شت کی جمع ہے بمعنی مختلف و متفرق، مطلب یہ ہے کہ لوگ باگ موقف

حساب سے جب لوٹیں گے یعنی حساب سے فارغ ہو کر تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی قرار پا کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی تاکہ ان کو ان کے اعمال یعنی ثمرات اعمال دکھلا دیے جائیں، (اعمال بولا اور مراد اعمال کے ثمرات

ہیں لہذا سب بول کر مسبب مراد ہے) ”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ“ سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی جو شخص دنیا میں ادنیٰ درجہ یعنی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو آخرت میں دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کو اس کا پھل ملے گا، بشرطیکہ وہ نیک کام ایمان کی حالت میں کیا ہو، لہذا اگر کوئی کافر بھلا کام کر لے تو اگرچہ اس کو دنیا میں اس کا صلہ دے دیا جائے گا مگر آخرت میں اس کو اس بھلے کام پر کوئی اجر نہیں ملے گا (اور اگر کسی ایمان والے نے کچھ اچھے اعمال کئے اور کچھ برے اعمال، تو وہ بالآخر ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیا جائے گا اور مذکورہ آیت کے وعدہ کے مطابق اس کو اس کے نیک عمل کا بدلہ ضرور ملے گا اور اگر مومن نے کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تو خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے وہ اس کا صلہ ضرور پائے گا۔ ”وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ“ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کی سزا بھگتے گا، (یعنی وہ بدی اور شر جس کی اپنی زندگی میں توبہ نہ کی ہو، اور اگر توبہ سے وہ گناہ معاف ہو گیا تو اب وہ گناہ گناہ نہیں رہا) یا رحم الراحمین ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرماتا۔ آمین ثم آمین

یارب میسری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

اختیاری مطالعہ

مرتد کے نیک عمل اگر نیکی کے کام کر کے ان کو فدا کر دیا یعنی وہ مرتد ہو گیا تو اس کے بارے میں آیت قرآن ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِدْخِمْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَمِثْقَالِ ذَرَّةٍ فَاُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاُولَئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں، حالت اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا سب کالعدم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جائے تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پائے گا نہ کہ پہلے اعمال حسنہ کی، امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے چنانچہ اگر یہ حج کر چکا تھا تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد امام صاحب دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں، امام شافعی دونوں باتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی ابتداء سے ہی کافر ہے نہ کہ مرتد، اور کوئی نیک کام کر لے تو اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا تو سب اعمال حسنہ پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مر گیا تو سب بیکار ہو جاتا ہے، حدیث اَسْلَمْتُ عَلٰی مَا اَسْلَمْتُ مِنْ خَيْرِ اِیِّ مَعْنٰی میں وارد ہے، غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے اسی وجہ سے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے، اور مرتد اگر اسلام نہ لائے تو اگر مرد ہے قتل کر دیا جاتا ہے اور اگر عورت ہے تو جس دوام کی سزا دی جاتی ہے کیوں کہ مرتد نے اپنے فعل سے اسلام کی توبہ نہیں کی ہے۔ (بیان القرآن)

ملحوظہ: اگر کوئی کافر کفر پر مر گیا تو اس کے بھلے اعمال کے بیکار و ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال اس کو دائمی عذاب سے نجات نہ دلا سکیں گے ہاں احادیث صحیحہ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسکے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی، چنانچہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف نبی اکرم ﷺ کی حمایت کی وجہ سے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور آیت لَا يَخْفَى عَنْهُمْ الْعَذَابُ سے مراد

عذاب کفر ہے کہ اس میں تخفیف نہ ہوگی اور جس تخفیف کا اوپر ذکر ہوا وہ اعمال کفر کے عذاب سے متعلق ہے، یعنی ایک ہے نفس عذاب جو بوجہ کفر ہوگا اور ایک ہے شدت عذاب جو بوجہ اعمال کفریہ ہوگا تو نفس عذاب میں تخفیف نہ ہوگی کہ عذاب سے خلاصی ہو جائے اور جنت رسید کر دیا جائے۔

لغات زُلْزِلَتْ بِابِ فَعْلَلَةٍ (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زُلْزَلَةٌ زُلْزَلَةٌ وَزِلْزَالًا: ہلا ڈالنا، زِلْزَا (س) زِلْزَا: پریشان ہونا۔ زِلْزَالٌ مصدر از فعل لمل۔ اَنْقَالَ واحد ثِقْلٌ بوجہ (مراد دینے اور مردے) مُتَحَدِّثٌ (تفعیل) مضارع واحد مؤنث غائب، بمعنی بیان کرنا۔ اَخْبَارٌ واحد خَبْرٌ۔ اَوْحَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَوْحَى اليه وَاَوْحَى اليه وله يعجى (ض) وَحْيًا: حکم دینا، اشارہ کرنا۔ يَصْدُرُ مضارع واحد مذکر غائب صَدَرَ عَنْهُ (ن) صَدْرًا: واپس ہونا، لوٹنا۔ العائس (متر فی سورة المطففين) اَشْتَاتًا: واحد شَتَّ وشتات، مختلف، متفرق۔ لِيَبْرُوا (افعال) مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھئے فآراه الآیة الكبرى سورة النازعات) مِثْقَالٌ بمعنی برابر، جمع مثاقیل۔ (مثقال یہاں بطور اسم آلہ مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہے) ذَرَّةٌ ریت کا ذرہ، (۲) چھوٹی چوٹی، جمع ذرات (مراد قلت کو بیان کرنا ہے) خَيْدًا اسم (دیکھئے سورة الاعلیٰ) يَزِي (ف) مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، بمعنی دیکھنا۔ شَرٌّ برائی، جمع شرور۔ (خیراً و شَرًّا دونوں یہاں بطور اسم تفضیل مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہیں)

ترکیب اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا... اِذَا ظرفیہ مضاف منضم بمعنی الشرط، زُلْزِلَتْ فعل مجہول الارض نائب فاعل، زِلْزَالَهَا مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ، وَاَوْحَى عطف اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ فعل، معہ فاعل (اخراج کی نسبت زمین کی طرف مجازاً ہے کیونکہ مخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں) اَنْقَالَهَا مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَاَوْحَى عطف قَالَ الْاِنْسَانُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قول کے ما اسم استفہام مبتدأ لہا ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب تُحَدِّثُ کا، یومئذٍ تحدت اخباراً بان ربک اَوْحَى لہا، یومئذٍ تبدل ہے،

۱۔ حَدَّثَ الْاِمْرَاؤُ (ن) عَلُوْنَا: پیش آنا، واضح ہونا، پیدا ہونا۔

۲۔ فَوَلَّهِ وَقَالَ الْاِنْسَانُ اِنْ اِنْسَانٌ مِّنْ دُونِیْ (۱) انسان اسم جنس ہے اس سے مراد مومن اور کافر دونوں ہیں ای المؤمن بقول ذلک بطریق الاستعظام والکافر بطریق التمجید، ای بقول المؤمن لہنا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے صرف کافر انسان مراد ہے (تذکر المعانی، اعراب القرآن)

۳۔ یومئذٍ کی توحین جملہ کے عوض میں ہے ای یومئذٍ اذ تزلزل الارض زلزالاً وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْقَالَهَا وبقول الانسان مالہا، نظر اذ کا ذال اور توحین (جو کہ توحین ساکن کے حکم میں ہوتی ہے) دونوں ساکن ہیں لہذا ذال کو کسرہ دیدیا۔

اِذَا زُلْزِلَتْ اِلْحُ سے (تفسیر مظہری) (مبدل منہ یعنی اذا اور بدل یعنی یومئذ کا عامل تُحَدِّثُ ہے) مُحَدِّثُ فاعل، ضمیر فاعل اَخْبَارَهَا مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ ثانی، (اور مفعول بہ اول محذوف ہے آی الخلق) با حرف جر اَنْ رَبَّكَ اوخی لہا جملہ اسمیہ بتاویل مفرد ہو کر مجرور (لہا متعلق اوخی کے، واللام بمعنی الی اور بجائے الی کے لام کو رعایت فواصل کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے، لیکن روح المعانی میں ہے کہ اوخی کا صلہ لام بھی آتا ہے) جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا تُحَدِّثُ کے، تَحَدِّثُ (جو کہ بمنزلہ جزا کے ہے) اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق اور ظرف (اذا زلزلت اِلْحُ) سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

یَوْمَئِذٍ یَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوَّاْ اَعْمَالَهُمْ یومئذ اپنے مابعد یَصْدُرُ کا ظرف لَمْ یَصْدُرُ فاعل النَّاسُ ذوالحال اَشْتَاتًا حال، آی متفرقین بحسب طبقاتہم ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، لام برائے تعلیل یُرَوَّاْ فاعل مجہول، واو ضمیر نائب فاعل (جو کہ بمنزلہ مفعول اول ہے) اَعْمَالَهُمْ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، ای جزاء اَعْمَالَهُمْ سے فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا یَصْدُرُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا، استینافیہ) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) فَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا یَرَهُ ... فاعاطفہ تفریحیہ (اعراب القرآن) مَنْ اسم شرط مبتدأ، یَعْمَلُ فعل شرط، ضمیر ہو مستتر فاعل، مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کس مرکب اضافی ہو کر میز یا مبدل منہ، خَيْرًا تمیز یا بدل، میز اپنی تمیز سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط، یَرَهُ فعل مجرور، ضمیر ہو فاعل ہا ضمیر مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهُ واو حرف عطف مَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهُ حسب سابق ترکیب ہو کر معطوف (بقرہ ای بزی جزانہ) معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل ملا کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ فَمَنْ یَعْمَلْ اِلْحُ ما قبل لِّیُرَوَّاْ کی تفصیل ہے، لہذا اس صورت میں فافصیلیہ ہوگا)

- ۱۔ قولہ اذا زلزلت اِلْحُ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ اذ کو محذوف کا مفعول بہ ہو آی اذ کُرْ ذَلِکَ الْوَقْتُ یَاٰحْشَرُوْنَ محذوف کا ظرف ہو۔
- ۲۔ قولہ یومئذ اپنے ما قبل یومئذ سے بدل بھی ہو سکتا ہے اور یومئذ اول کی تاکید بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)
- ۳۔ قولہ لِّیُرَوَّاْ الرَّوْبَ بِنَهْنَاهَا بَصْرَیْہُ وَاَلْذَلِکَ غَیْثُہَا لِّیَاٰئِیْنِ لِاَنْ اَزٰی یَتَعَدٰی اِلٰی ثَلَاثِ، لِّیُرَوَّاْ، اوخی کے متعلق بھی ہو سکتا ہے، اور درمیانی جملہ محترضہ۔ (روح المعانی)
- ۴۔ قولہ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ تمیز کے بعض احکام، تمیز دو قسم پر ہے (۱) تمیز مفرد سے ہو یعنی اس کا میز محفوظ ہو، عدد ہو یا وزن ہو یا کیل ہو یا مساحت ہو یا مقیاس ہو اور اس قسم میں تمیز منسوب ہوگی، نیز میں جارہ داخل کر کے تمیز مجرور بھی ہو سکتی ہے جیسے اشتریت صاعاً من تمہ، نیز مجرور بالاضافہ ہونا بھی درست ہے، جیسے اشتریت صاعاً من تمہ، البتہ عدد کی تمیز منسوب ہی ہوگی، دوسری قسم یہ ہے کہ تمیز جملہ سے ہو یعنی اس کا میز جملہ کے معنی سے محفوظ و مہموم ہو اور یہ قسم منسوب ہی ہوگی جیسے وَفَجَرْنَا الْاَرْضَ عِبْوَانًا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

سورۃ العُدیۃ

مکیہ

وَالْعُدِيَّتِ صُبْحًا ۝۱۰ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝۱۱ فَالْبُغِيَّتِ صُبْحًا ۝۱۲ فَاتْرُنَ بِهِ نَقْعًا ۝۱۳

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں • پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں • پھر صبح کے وقت ناخست تاراج کرتے ہیں • پھر اس وقت غبار اڑاتے

فَوَسَطْنَ بِهِ جَنَعًا ۝۱۴ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۱۵ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝۱۶

ہیں • پھر اس وقت جماعت میں جاگھتے ہیں • بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے • اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے •

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۱۷

اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورت میں اس کی مذمت اور اس پر جزا کا مرتب ہونا مذکور ہے۔ (مثلاً ناشکری و حب مال جیسے اعمال قبیحہ)

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ میں کام آنے والے گھوڑوں کی چند صفات بیان کی اور ان کی

قسم کھا کر یہ فرمایا کہ بے شک انسان (حضرت تھانویؒ نے کافر انسان مراد لیا ہے) اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے، اور مال

کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، واضح رہے کہ مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، یہ اللہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی

مخلوق میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص احکام و واقعات بیان فرماتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَالْعُدِيَّتِ

صُبْحًا“ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں عادیات، عذو سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے

کے ہیں، جمہور کے نزدیک جنگی گھوڑے مراد ہیں، بعض کے نزدیک اونٹ مراد ہیں، اور صُبْحًا کے معنی اس خاص آواز

کے ہیں جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے جَوْف یعنی پیٹ سے نکلتی ہے، یعنی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کے پیٹ

سے آواز نکلنے لگتی ہے جس کو سانس پھولنا اور سانس چڑھنا بھی کہتے ہیں۔ ”فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا“ پھر ٹاپ مار کر آگ

جھاڑتے ہیں یعنی وہ گھوڑے پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ مُورِيَّتَاتٍ بِرِيَاءٍ (باب افعال) سے مشتق ہے

جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کی ٹاپوں یعنی پیروں کی

رگڑ سے چنگاریاں نکلتی ہیں جیسا کہ دیا سلانی کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے، اور قَدْحُ کے معنی ہے ٹاپ مارنا۔ (یعنی جب

گھوڑا پتھریلی زمین پر تیزی سے دوڑتا ہے تو خصوصاً جب کہ اس کے پیر میں آہنی یعنی لوہے کی نعل ہو تو نکلے گا آگ

کی چنگاریاں نکلتی ہے) ”فَالْبُغِيَّتِ صُبْحًا“ پھر صبح کے وقت ناخست تاراج کرتے ہیں یعنی وہ گھوڑے صبح کے

وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور چھاپہ مارتے ہیں (بُغِيَّتَاتٍ بِرِيَاءٍ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے کے ہیں

اور حملہ کرنے کی نسبت گھوڑوں کی طرف مجازاً ہے ورنہ حملہ تو گھوڑے والے کرتے ہیں۔ اور صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیوں کہ اہل عرب اظہار شجاعت کی بناء پر رات کی اندھیری میں چھاپہ مارنے کو معیوب سمجھتے تھے، اس لیے صبح کے وقت حملہ کیا کرتے تھے۔ ”فَأَثَرُنَ بِهِ نَقْعًا“ پھر وہ گھوڑے اس وقت یعنی صبح میں غبار اڑاتے ہیں نَقْعُ کے معنی غبار کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت میں غبار اڑنا گھوڑوں کے زیادہ تیز دوڑنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ یہ وقت غبار اڑنے کا نہیں ہوتا، کسی سخت دوڑ ہی کی وجہ سے اس وقت غبار اڑ سکتا ہے، ”فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا“ پھر اس وقت صبح میں جماعت میں جا گھتے ہیں یعنی وہ گھوڑے بے خوف و خطر دشمنوں کی جماعت اور ان کی صفوں میں جا گھتے ہیں، آگے جواب قسم ہے۔ ”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ“ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑانا شکر ہے۔ کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفا نہیں کرتا ”وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَلِكٍ لَّشَهِيدٌ“ اور اس کو خود بھی اس کی (یعنی ناشکری کی) خبر ہے۔ یعنی کبھی تو انسان ابتداء ہی میں اور کبھی کچھ غور و فکر کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کر لیتا ہے (ظاہر ہے کہ ایک طرف سے تو انعامات کی بارش اور دوسری طرف انسان کے قول و فعل سے اس کی ناشکری اور عدم اطاعت تو انسان کو اپنی اس حرکت کا احساس ضرور ہوگا۔

میری خونخوار تیسری جو عطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

”وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ“ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے (مال کی محبت فی نفسہ کوئی امر قبیح نہیں ہے، لیکن اگر مال کے چکر میں پڑ کر احکام خداوندی سے غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو اب مال کی یہ حرص مذموم ہے۔ (لحِبِّ الْخَيْرِ ای فی حُبِّ الْخَيْرِ)

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | قرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان کرتا ہے تو اس چیز کو اس مضمون کے ثبوت میں دخل ہوتا ہے، اور یہ چیز گویا اس مضمون کی شہادت دیتی ہے، جواب قسم یہ ہے کہ انسان بڑانا شکر ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے اور قسم جنگی گھوڑوں کی کھائی گئی اور جنگ و جدل کا سبب بھی ایک فریق کی کنودیت اور ناشکری ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جنگی گھوڑوں کی خدمات کا ذکر کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑا محض اس وجہ سے کہ اس کا مالک اس کو گھاس اور تھوڑا سادانہ کھلا دیتا ہے اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے، اور گھسان کی لڑائی میں اور گولیوں کی بارش میں کود پڑتا ہے حالانکہ انسان نے اس گھوڑے کو پیدا نہیں کیا، صرف تھوڑی سی دیکھ بھال رکھتا ہے، اس کے بالمقابل انسان کو دیکھئے جو قطرہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے وہ کس قدر ناشکر ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی ہی کو بھول بیٹھا۔

اختیاری مطالعہ

قوله إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ: انسان میں الف لام ضمی ہے مگر جنس انسان مراد نہیں۔ یعنی کافر و مومن سب مراد نہیں، بلکہ

جنس انسان کے بعض افراد مراد ہیں۔ یعنی کفار، دیگر بعض افراد اس کنودیت سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ارشاد باری ہے وقلیل من عبادی الشکور (میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں) لہذا ناشکری وحب مال یہ دونوں خصلتیں دراصل کافر کی ہیں اور اگر کسی مسلمان میں بھی خدا نخواستہ یہ خصلتیں پائی جائیں تو اسے ان سے باز آ جانا چاہیے۔ (روح المعانی)

لغات الْعَادِيَاتِ (ن) اسم فاعل جمع مؤنث، الْعَادِيَةُ کی جمع، دراصل الْعَادِيَاتُ ہے، مشتق مِنَ الْعَدْوِ ای تجری بسرعة مثل العدو، واو اپنے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ (روح المعانی) عَدَا (ن) عَدَّوْا وَعَدَّوْنَا وَعَدَّوْا: دوڑنا، (راہِ خدا میں مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑے مراد ہیں) صَبَّحًا باب فتح کا مصدر، ہانپنا، دوڑنے کی حالت میں گھوڑے کا جوف سے آواز نکالنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جانوروں میں سوائے گھوڑے، کتے اور لومڑی کے ہانپنے کی آواز کسی اور جانور کی نہیں ہوتی (مظہری) الْمُورِيَاتِ باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث (پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے گھوڑے) اَوْزِي اِنْزَاءً: آگ نکالنا، وزي (ض) وَّزِيًّا وَّزِيَّةً: آگ نکالنا۔ قَدَّحًا باب فتح کا مصدر، ٹاپ مارنا، قَدَحَ بِالزَّيْدِ، جَعَمَانٌ سے آگ نکالنا (گھوڑوں کا نعل دار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارنا) الْمَغِيْرَاتِ باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اَعَارَ اِعَارَةً: تارخت تاراج یعنی حملہ کرنا، چھاپہ مارنا۔ حملہ آور ہونا اصحاب الخیل کی صفت ہے، لہذا گھوڑوں کی طرف نسبت ہونا یا تو مجازاً ہے یا عبارت بتقدیر مضاف ہے والاصل فالْمَغِيْرُ اصحابها۔ (روح المعانی) صَبَّحًا دن کا ابتدائی حصہ، جمع اَصْبَاحٍ۔ اَقْرَبُ (افعال) ماضی جمع مؤنث غَائِبٌ، اَثَارٌ اِثَارَةٌ: اٹھانا، اڑانا، اِثَارَ الْعُبَارِ (ن) اَثُوْرًا: گرد اڑنا۔ دراصل اَثُوْرِيٌّ تھا، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی، اور واو دراصل متحرک تھا اور اب ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ نَقَّحًا غبار، جمع نِقَاعٍ وَنُقُوعٍ۔ وَسَطُنٌ (ض) ماضی جمع مؤنث غَائِبٌ، وَسَطَ الشَّيْخِ (ض) وَسَطًا وَسَيْطَةً: درمیان میں گھسنا۔ جَمَّعًا بمعنی جماعت، جمع جُمُوعٍ۔ كُنُودٌ اسم مبالغہ، بڑا ناشکر، كَنَدَ (ن) كُنُودًا: ناشکری کرنا۔ شَهِيدٌ بروزن فعیل صفت مشبہ، بمعنی فاعل ہے خبر رکھنے والا، شَهِدَ شَهِودًا اَحْضَرُ هُوَ، اور کسی چیز کے پاس حاضر ہونا گویا اس کو جاننا اور اس کی خبر رکھنا ہے اس لیے شَهِيدٌ کا ترجمہ ہے خبر رکھنے والا۔ وَفِي الرُّوحِ فَالشَّهَادَةُ بِلِسَانِ الْحَالِ الَّذِي هُوَ اَفْصَحُ مِنْ لِسَانِ الْمَقَالِ، وَقِيلَ هِيَ بِلِسَانِ الْمَقَالِ لَكِنْ فِي الْآخِرَةِ، وَقِيلَ شَهِيدٌ مِنَ الشُّهُودِ لَا مِنَ الشَّهَادَةِ بِمَعْنَى اِنَّهُ كَفُورٌ مَعَ عِلْمِهِ بِكُفْرِ اَنَّهُ حَبِيبٌ بِمَعْنَى مَحَبَّتِ، بِابِ سَمْعٍ كَامْصَدْرٍ مَحْبُوبٍ وَبِشِدِيدِهِ هُوَ۔ الْخَيْرُ يِهَابٌ مَرَادُ مَا لَيْسَ (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں) شَدِيدٌ مضبوط، (مؤفی سورۃ البروج)

ترکیب وَالْعُنُوبِ صَبَّحًا فَالْمُورِيَاتِ قَدَّحًا فَالْمَغِيْرَاتِ صَبَّحًا فَاقْرَبُ بِهِ نَقَّحًا فَوَسَطُنٌ بِهِ جَمَّعًا واو حرف قسم وجر العاديات صيغہ اسم فاعل، ضمير هُنَّ مستتر ذوالحال، صَبَّحًا فعل محذوف يَصْبِحُنَّ کا مفعول مطلق،

يَضْبَحْنَ جملہ ہو کر حال، از ضمیر عادیۃ لہذا الحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف
 علیہ، فاحرف عطف الموریت صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہن ذوالحال قدحھا فعل محذوف یضدحْنَ کا مفعول مطلق، پھر کھل
 جملہ حال از ضمیر الموریات، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فا
 حرف عطف المغيرات صیغہ اسم فاعل ضمیر ہن فاعل، صَبَحًا مفعول فیہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور طرف سے مل کر معطوف
 علیہ معطوف، فاعاطفہ اَثْرًا فعل جمع مؤنث، ضمیر ہن فاعل، بہ متعلق اَثْرًا کے (بہ ای بالوادی وهو مکان العدو،
 وقيل يعودُ على الصبح والباء في كل من التفسيرين بمعنى في) نَقَعًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور
 مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (اَثْرًا کا عطف المغيرات پر ہے کیونکہ وہ الف لام کے لئے بمنزلہ صلہ کے
 ہے ای فاللاتی اغزَنَ فَاَثْرًا اسی طرح العادیت اور الموریات کے معنی اللاتی عدوَنَ فاوَزِينَ ہے لہذا اس اعتبار سے
 عطف الفعل علی الفعل ہو گیا (لا محل لها) فاحرف عطف وَسَطْنَ فعل، ضمیر ہن فاعل، بہ اس کے متعلق (والضمیر
 يعودُ علی الصبح او علی النقع) بَجَعًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف
 علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو ا فعل محذوف اُقْسِمُ کے، اس میں ضمیر
 اَنَا فاعل پھر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الانسان ام لربہ اپنے
 مابعد کنود صیغہ اسم مبالغہ کے متعلق، (واللام غیر مانعہ من ذلك التعلق، وقدم للفاصلة وقيل للتخصيص
 علی سبيل المبالغة، روح المعانی) لام مزحلقة کنود صیغہ اسم مبالغہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف
 مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، (لا محل لها) وَاِنَّهٗ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ..... واو حرف
 عطف اِنَّہ حرف مشبہ بالفعل مع اسم، علی ذٰلِكَ (ای علی کنودہ) جار مجرور متعلق مقدم شہید کے، لام مزحلقة شہید
 صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف
 علیہ معطوف، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ..... واو حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر ہاء اس کا اسم، لام حرف جر
 حب الخیر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہو لشدید کے، لام مزحلقة شدید صیغہ صفت،
 ضمیر فاعل، پھر شبہ جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول
 اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر جواب قسم۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعِثَ رَاسًا فِي الْقُبُورِ ﴿۱۰﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ رَبَّهُم بِمَا

کيا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب ذمہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں • اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے • ہے تک ان کا پروردگار
 ل قولہ ضَبَحًا ضَبَحًا مصدر بمعنی ضابحات ہو کر بھی حال ہو سکتا ہے از ضمیر عادیۃ، نیز العادیت کا مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ معنی میں
 دونوں شریک ہیں لان الضبح لا یكون الا مع العدو اور یہی سب ترکیبیں قدحھا میں بھی ہو سکتی ہیں، اور ضَبَحًا سے پہلے یضدحْنَ اور تضبِحْ دونوں
 لائے جاسکتے ہیں، اور ضَبِحْ دوڑتے وقت گھوڑوں کے سانس کی آواز کو کہتے ہیں۔

يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾

ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے •

تشریح ما قبل میں یہ بیان تھا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، تو اب ان آیات میں حسب مال و ناشکری پر وعید ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ مَا فِي الْقُبُورِ ﴿١٠﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ﴿١١﴾" کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔ فاعطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے آئی أَيْفَعْلُ الْقَبَانِحِ فَلَا يَعْلَمُ الخ یعنی وہ ایسی ایسی قبیح حرکتیں کرتا ہے تو کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب قبروں کے سب مردے زندہ کئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا اور کوئی چیز چھپی نہ رہے گی، اور چوں کہ رب العالمین ہر ایک کے حال سے باخبر ہے اس لیے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، اس لیے غفلت کا کام یہ ہے کہ ناشکری و حب مال سے باز آجائے۔ "إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾" بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے لہذا لوگوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے گا۔

فائدہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے ہر وقت باخبر ہے مگر چوں کہ آخرت میں جزا و سزا کا وقوع ہوگا اس لیے إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾ میں يَوْمَئِذٍ کی قید لگادی کہ ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ إِذَا بُعِثَ مَا فِي الْقُبُورِ: ما سے مراد انسان ہیں حالاں کہ ما کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، اور مَنْ کا استعمال ذوالعقول کے لیے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چوں کہ اگلی آیت حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ میں ما ہے تو اس کی مناسبت کی وجہ سے مانی القبور میں بھی ما استعمال کر لیا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ چوں کہ مانی القبور میں ما کا مصداق مردے ہیں اور مردے عقلاء کے مرتبہ میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ جمادات کی طرح بے عقل ہوتے ہیں۔ (روح، مظہری)

طلبہ عزیز یہ یاد رکھیں مَنْ اور مَا میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں، البتہ ما بمعنی مَنْ کثیر الاستعمال ہے۔

لغات بُعِثَ رِباعی مجرد باب فعللہ سے ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، بمعنی اٹھانا، زندہ کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ حُصِّلَ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، بمعنی ظاہر کرنا، حاصل کرنا، حُصِّلَ (ن) حُضُولًا: حاصل ہونا۔ الصُّدُورِ واحد الصُّدُورِ سینہ۔ خَبِيرٌ باخبر، اللہ کا اسم صفت، صفت مشبہ، خَبَرَ الشَّيْءَ (ن، ک) خَبَرًا حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہونا۔

ترکیب أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ مَا فِي الْقُبُورِ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ... ہمزہ برائے استفہام انکاری، فاعل عاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے آئی أَيْفَعْلُ الْقَبَانِحِ فَلَا يَعْلَمُ إِذَا الخ، يَعْلَمُ فعل، ضمیر فاعل، إِذَا بمعنی وقت

مضاف، مجرد عن الشرط، بُعِثُوا مَا فِي الْقُبُورِ جملہ ہو کر معطوف علیہ (ما اسم موصول فی القبور ثبت کے متعلق ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے نائب فاعل) وَاَوْعَاطِفُهُ حُضِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ جملہ ہو کر معطوف (ما فی الصدر حسب سابق اسم موصول مع صلہ ہو کر نائب فاعل) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر یُعَلِّمُ کا مفعول بہ (روح المعانی میں ہے وقیل ان اذا مفعول بہ لیعلم علی معنی افلا یعلم ذلک الوقت واضح رہے کہ جب علم معرفت کے معنی میں ہو تو علم کے لئے ایک مفعول بہ کافی ہے) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (یفعل القبانح) اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ لہم اِنْ رَبَّہُمْ بِہُمْ یَوْمَئِذٍ یُخْبِرُ..... اِنْ حَرِیْبٌ مشہب بالفعل رَبَّہُمْ (ای المبعوثین) مرکب اضافی ہو کر اسم اِنْ، بہم اور یومئذٍ دونوں متعلق مقدم خبیرو کے، لام مزحلقة برائے تاکید، خبیرو صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم اور ظرف مقدم سے مل کر خبر، حرف مشہب بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

سورۃ القارعة مکیہ

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَ مَا أَذْرٰك مَا الْقَارِعَةُ ۳ یَوْمَ یَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز • جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو

الْمَبْتُوثِ ۴ وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶

جاویں گے • اور پہاڑ دھکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے • پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا •

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۷ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸ فَاَمَّهُ هَٰوِيَةٌ ۹ وَ مَا أَذْرٰك

وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا • اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا • اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ

مَٰهِيَةٍ ۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۱۱

کیا چیز ہے • ایک دہکتی ہوئی آگ ہے •

دوسری ترکیب اس طرح ہو سکتی ہے کہ اذا بعثوا کا عامل مقدر مانا جائے اور عبارت اس طرح ہو، افلا یعلم الانسان فی الدنيا انا نجاز بہ اذا بعثوا الخ اس وقت اذا بعثوا الخ نجاز بہ کا ظرف ہوگا، اور انا نجاز بہ الخ فعل مذکور یعلم کے لئے دو مفعولوں کے درجہ میں ہوگا، اور ان ربہم بہم یومئذٍ لخبیر فعل نجازی کی تعلیل، ای لآن ربہم الخ اور ان ربہم الخ میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ یعلم فعل کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے ہو، ہولہ ما فی القبور ایراذ مالکونہم اذا ذاک بمعزل من رتبة العقلاء۔

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے جزاوسزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت آنے کی ایک خاص حالت کہ اس وقت انسانوں اور پہاڑوں کی ایک خاص کیفیت ہوگی اس کو بیان کیا ہے، اور پھر اس کے بعد اعمال کے وزن کئے جانے اور ان کے ہلکے بھاری ہونے پر جزاوسزا کا بیان ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳“ وہ کھڑا کھڑانے والی چیز، کیسی ہے وہ کھڑا کھڑانے والی چیز، اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑا کھڑانے والی چیز۔ قارعة کے معنی کھڑا کھڑانے اور لرزادینے کے ہیں اور یہ لفظ قیامت کا علم و صغی ہے آیت کے اندر حادثہ قیامت کو بیان کرنا ہے کہ دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو سخت آواز اور خوف ناک دھماکہ سے کھڑا کھڑا دے گا اور لرزادے گا اور اس کی ہیبت ایسی گھناؤنی ہوگی کہ جو انسانی تصور سے بالاتر ہے، آگے اس کھڑا کھڑانے کا وقت بتلاتے ہیں کہ ”يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْتُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵“ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے، اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ گھبراہٹ اور کھڑا کھڑانے کا یہ عظیم حادثہ اس وقت ہوگا جب لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں پریشان حال پروانوں کی طرح سرگرداں اور بدحواس ہوں گے، یہاں آدمی کو پریشان پروانوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ تشبیہ چند چیزوں میں ہے، نمبر ایک کثرت میں کہ جس طرح روشنی کے آس پاس پروانوں کا ہجوم رہتا ہے، اسی طرح سارے اولین و آخرین انسان ایک میدان میں جمع ہو جائیں گے، نمبر دو کمزور اور عاجز ہونے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانوں میں کوئی دم خم نہیں ہوتا بلکہ عاجز و کمزور ہوتے ہیں اسی طرح انسان اس دن شدت ہول اور بدحواسی میں مثل پروانوں کے عاجز و کمزور اور بے بس ہوں گے، نمبر تین بے چینی اور بے تابی میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانے روشنی پر آنے کے بعد بے چین پھرتے ہیں کوئی ادھر کو اڑ رہا ہے اور کوئی ادھر کو جا رہا ہے، اسی طرح انسان بے چینی اور مارے گھبراہٹ کے کوئی ادھر کو پھرے گا اور کوئی ادھر کو۔ (البتہ بعض خاص مومنین اپنی قبروں سے مطمئن انھیں گے، گو ضعف و کمزوری سب کو عام ہوگی) دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ پہاڑ باوجود مضبوط اور بھاری بھر کم ہونے کے اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح دھنی ہوئی اون کے اجزاء ہوا میں اڑتے ہیں۔ (عُظُؤن کے معنی رنگین اون کے ہیں، اور مَنْفُوش صیغہ اسم مفعول کے معنی دھنی ہوئی کے ہیں، یاد رکھئے کہ اون کے ساتھ رنگین ہونے کی قید اس وجہ سے ہے کہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی کوئی سرخ، کوئی سفید، اور کوئی کالا لہذا مختلف رنگوں کے پہاڑ جب چورا چورا ہو کر اڑتے پھریں گے تو دیکھنے میں ایسا لگے گا گویا وہ پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی یا اون کے اجزاء ہیں)

”فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۷“ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ

آرام میں ہوگا۔ اس آیت میں اعمال کے وزن کرنے کا بیان ہے کہ انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے، گنے نہیں جائیں گے، لہذا جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا یعنی جو مومن ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی نجات پا کر جنت میں جائے گا۔ ”وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿۸﴾ فَأَمَّهُ هَٰوِيَةٌ ﴿۹﴾“ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا۔ یعنی جس کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا یعنی جو کافر ہوگا اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا، ہادیہ کے معنی اگلی آیت میں ہے ”وَمَا أَذْرٰك مَا هِيَبَةٌ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے یعنی ہادیہ کیا چیز ہے، فرمایا ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (لہذا یہ دہکتی ہوئی آگ ہی کافروں کا ٹھکانا ہوگا)

وضاحت: اوپر آپ نے پڑھا کہ جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا تو یہ بات واضح رہے کہ پلہ کا ہلکا ہونا بوجہ قلت ایمان کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ عدم ایمان کے ہوگا، یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے لئے مخصوص ہوگا وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہوگا تو یقیناً خالی پلہ بھرے ہوئے کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا، اور اوپر کو اٹھ جائے گا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایمان و کفر کے علاوہ اعمال حسنہ و سیئہ کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن کی بعض آیات جیسے ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها (ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اس لئے کسی شخص پر ادنیٰ ظلم نہ ہوگا، جو بھلائی یا برائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کی ہے وہ سب میزان عدل میں رکھی جائے گی) اور دیگر احادیث کثیرہ سے تمام اعمال کا موازنہ ہونا ثابت ہے، لہذا ایک دفعہ کے تول سے مومن و کافر الگ الگ ہو جائیں گے (ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلہ میں اگر مومن ہے تو ایمان رکھا جائے گا اور کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا) پھر دوسری مرتبہ ایک تول ہوگا ایک پلہ میں مؤمنین کی حسنات یعنی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلہ میں ان کی سیئات رکھی جائیں گی اگر حسنات غالب رہیں تو جنت اور اگر سیئات غالب رہیں تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعراف اس کیلئے تجویز ہوگی، (بشرطیکہ وہ گناہ حقوق العباد میں سے نہ ہو) پھر خواہ شفاعت سے، قبل سزا کے یا سزا پانے کے بعد مغفرت ہو جائیگی اور مومن ایک نہ ایک دن جنت میں پہنچ جائے گا، اس سورت میں بظاہر پہلے تول کا بیان ہے (کلہ من بیان القرآن)

سوال: اعمال میں تو وزن نہیں ہوتا تو پھر ان کو کیسے تولایا جائے گا؟

جواب: ایک صورت تو یہ ہے کہ نامہ اعمال تولے جائیں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعمال مجسم ہو جائیں گے، اور ایک جواب یہ ہے کہ وزن کے لیے جسمیت کا شرط ہونا اس عالم دنیا کے ساتھ خاص مانا جائے، عالم آخرت میں غیر اجسام کا وزن بھی ممکن ہوگا اور آج کل تو طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہونے کی وجہ سے یہ چیز قابل تعجب نہیں رہی۔ (حسین احمد)

اختیاری مطالعہ

موازن جمع کیوں موازن، میزان بمعنی ترازو کی جمع ہے، اس کو جمع کیوں لایا گیا جب کہ ترازو ایک ہوگی اس کے تین جواب بظہن لغات لکھ دیئے گئے، (بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک بندہ کی ترازو الگ الگ ہوگی، کیوں کہ متن معنوی اعتبار سے جمع ہے

اور اس کے مقابل موازن بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع کے مقابل جب لائی جاتی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اکائیوں کو اکائیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے پس اس صورت میں ہر شخص کی ترازو جدا جدا ہونا لازم آتا ہے۔

بعض کے اعمال تولے نہیں جائیں گے | علامہ قرطبی نے فرمایا کہ جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے ان کے اعمال کو وزن کرنے کے لیے میزان کو نصب نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو ایک براءت نامہ دے دیا جائے گا۔ کافر کی حسنت کا ذکر سورۃ الزلزال میں آگیا، اتنا یاد رکھئے کہ اس کی حسنت کو تولے نہیں جائے گا وہ بوجہ کفر کسی کام کی نہیں ہوں گی قرآن میں ہے اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم فلانقيم لهم يوم القيامة مؤزنا (پ ۱۶)

قولہ نازحامیۃ: آگ تو گرم ہوتی ہی ہے تو پھر حامیۃ کی قید کیوں لگائی۔ دیکھئے سورۃ الغاشیہ میں۔

لغات القارۃ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، کھڑکھڑانے والی، مراد قیامت ہے، قَرَعَ (ف) قَرَعًا: کھڑکھڑانا، الفَرَّاش الفَرَّاشۃ کی جمع، پروانہ، الفَرَّاش یہاں بطور اسم جنس کے مستعمل ہے، اسی لئے اس کی صفت کو یہاں مفرد مذکر لایا گیا ہے المَبْشُوث (ن) اسم مفعول واحد مذکر، بمعنی منتشر، پریشان، بَثَّ (ن) بَثًّا: پھیلانا، منتشر کرنا۔ العِجْن رگین اون، جمعُ عِجُونٍ۔ المَبْشُوثِش (ن) اسم مفعول واحد مذکر، نَفَشَ القُطْنَ او الصُّوفَ (ن) نَفَسًا و نَفُوسًا: روئی یا اون وغیرہ دُحْنًا۔ تَقَلَّتْ (ک) ماضی واحد مؤنث غائب، تَقَلَّ (ک) ثِقْلًا و ثِقَالَةً: بھاری اور وزنی ہونا۔ مَوَازِينُ، میزان کی جمع، ترازو (یعنی جس میں بندوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے) اسم آلہ از وزن (ض) و زَنَا و زِنَةٌ: وزن کرنا (۲) موزون کی جمع، مراد اعمال (تفسیر مظہری)

فائدہ موازین (بمعنی ترازو) کو جمع لانا تو اس لئے کہ عرب لفظ جمع کو کبھی واحد پر بھی واقع کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ ہر بندہ کیلئے ترازو نصب کی جائے گی اور وہ اگرچہ ایک ہی ہے مگر جن کے اعمال تولے جائیں گے وہ متعدد ہیں اور ہر ایک کے لیے اس کو نصب کیا جائے گا۔ اس لئے اس کو جمع لایا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ وہ دو پلڑوں اور ایک ڈنڈی پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے اس کو جمع سے تعبیر کر دیا۔ (بیان القرآن) عِيشَةَ زَنْدِجِ، گذران، مصدر، عاش (ض) عِيشًا و عِيشَةً و مَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی و آرام حاصل مصدر ہوگا) رَاضِيَةً (س) اسم فاعل واحد مؤنث یہاں فاعل کا یہ صیغہ یا تو نسبت کے لیے ہے لابن و تامر کی طرح، ای ذات رضاً، خوشی والی، یعنی ایسا عیش جس سے دوسرا خوش ہو (جلالین) باقی البلاغہ کے تحت دیکھئے۔ حَقَّقَتْ (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، حَقَّفَ (ض) حَقْفًا و حِقْفَةً: (بالکسر و بفتح) ہلکا ہونا۔ اُمُّ (ثُمَّكَا) اصل، ماں، جمع اُمَّهَات (یہاں مراد ٹھکانا ہے) هَاوِيَةً نَارُكَ اسم علم، (دبکتی ہوئی آگ) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، روح المعانی) هُوِيًا (ض) هُوِيًا: گزنا، اترنا۔ ہیتہ اس میں ہی ضمیر ہے اور آخر میں ہاء سکتہ کی ہے تاکہ یاء ضمیر کے فتح کی حفاظت رہے (ہاء سکتہ کی تعریف ”مشکل ترکیبوں کا حل“

میں) (گذر چکا) حامیۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، حیمیت الناز (س) حَمِیًا و حَمِیًا: تیز اور گرم ہونا۔
البلاغۃ: عیشۃ راضیۃ: میں مجاز مرسل ہے اس لئے کہ راضی ہونے والا عیش نہیں ہوتا بلکہ صاحب عیش ہوتا ہے، اس
 میں علاقہ محلیت ہے، و قیل راضیۃ بمعنی مرضیۃ (مجاز مرسل کی قسمیں نجوم الحواشی میں مذکور ہیں)

ترکیب الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ... الْقَارِعَةُ مبتدا (اوہی نعت لمنعوت آی القیامۃ التی تفرغ القلوب
 بأحوالہا) مَا اسم استفہام تعظیمی مبتدا الْقَارِعَةُ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (والرابط
 ہو اعادۃ المبتدا بلفظہ) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا وَمَا آذِکَ مَا الْقَارِعَةُ... وَاذِ اعْتَرَضِیْہِ مَا
 اسم استفہام تعظیمی مبتدا، آذی فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول، مَا اسم استفہام تعظیمی مبتدا الْقَارِعَةُ خبر،
 مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے

مل کر جملہ معترضہ۔ یَوْمَ یَکُونُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَکُونُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ... یوم
 مضاف (اور یہ اپنے مابعد مضاف الیہ سے مل کر اس فعل محذوف کا ظرف ہے جس پر الْقَارِعَةُ دال ہے آی تفرغ
 القلوب یوم الخ) یَکُونُ فعل ناقص الناس اسم کالفراش المبثوث جار مجرور متعلق ہو کر فعل ناقص کی خبر
 (الفراش المبثوث موصوف صفت ہو کر مجرور ہے) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ وَاذِ اعْتَرَضِیْہِ عطف

تَکُونُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ، حسب سابق ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر
 مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو ا فعل محذوف تفرغ کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل

کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ فَهُوَ فِی عِشَیۃٍ رَاضِیۃٍ..... فا استفہامیہ (اعراب القرآن و
 صرفہ و بیانہ) اور اعراب القرآن مجی الدین الدریش میں اس فاء کو تفریعیہ لکھا ہے، بیان القرآن کی تشریح کے

اعتبار سے یہ فاعلیہ بھی ہو سکتا ہے) اَمَّا حرف شرط و تفصیل مَن اسم موصول ثَقُلَتْ فعل موازیئہ مرکب اضافی
 فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا، فا رابطہ برائے جواب اَمَّا، ہو مبتدائی حرف

جر عیشۃ راضیۃ مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر
 جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (حل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل

لہا) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ فَأَمُّہُ هَآوِیۃٌ..... وَاذِ اعْتَرَضِیْہِ عطف اَمَّا حرف شرط و تفصیل مَن خَفَّتْ موازیئہ
 حسب سابق اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فا رابطہ اَمُّہُ هَآوِیۃٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ

۱۔ قولہ القارعة: قرء عیسی القارعة (بالص) کو خرج علی اندبا ضمار فعل آی اذکر القارعة (روح المعانی)

۲۔ قولہ یوم یكون الخ یہ فعل محذوف اذکر کا مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن، روح المعانی) قولہ کالفراش الخ اگر یكون کو تاہم مانیں

تو پھر کالفراش الخ الناس سے حال ہو جائے گا ای بوجدون فی المعشر حالہ کونہم کالفراش المبثوث

اسمیه خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، وما ادراک ماہیہ اس کی ترکیب و ما ادراک ما القارعة کی طرح ہے (ماہیہ، ما اسم استفہام مبتدأ، ہی خبر (مرجع ہاویۃ) نازِ حامیۃ مرکب توصیفی ہو کر مبتدأ محذوف ہی کی خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ۔ (مستانفہ بیانیہ)

سورۃ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ

الْهَيْكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے • یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو • ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جاوے گا • پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم

تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ

ہو جاوے گا • ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے • واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے • پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے

الْيَقِينِ ۝ ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

جو کہ خود یقین ہے • پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے غفلت عن الآخرة کا ترک کرنا ہے سو اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کیا ہے کہ دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے آخرت کی تباہی اور نقصان کا سبب ہے، "الْهَيْكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝" فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ دنیوی سامان مثلاً مال و دولت، اولاد وغیرہ پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یعنی کوئی کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس مال و اولاد زیادہ ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میری عزت و مرتبہ بڑا ہے، الغرض شب و روز یہی دُھن لگی رہتی ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاتے ہو، یعنی اسی غفلت میں زندگی برباد کر دیتے ہو یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور آدمی مر کر قبرستان پہنچ جاتا ہے:

رنگ ظاہر پر جو تو مفتون ہے، طفل نابالغ ہے یا مجنون ہے

جب گیا ظاہر کے اس کا رنگ و بو، کیا کرے گا پھر بتاے نیک خوا!

"کَلَّا" ہرگز نہیں، یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت و انکار ہے "سَوْفَ

تَعْلَمُونَ ۝" تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے یعنی تم کو اس فخر و غرور کا برا انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا (یعنی قبر میں

جاتے ہی) ”ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱﴾“ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ یعنی پھر دوبارہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ چیزیں قابل فخر اور آخرت قابل غفلت و انکار نہیں تم کو بہت جلد اس کا برا انجام قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں معلوم ہو جائیگا، ”کَلَّا“ پھر تیسری مرتبہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ چیزیں قابل توجہ اور آخرت قابل غفلت و انکار نہیں، ”لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿۲﴾“ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یہ شرط ہے اور جزا مقدر ہے ای لما الہکم التکاثر) مطلب یہ ہے کہ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے، یعنی اگر تم لوگ دلائل صحیحہ سے اس تفاخر کے انجام کو جان لیتے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو کبھی اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے، آگے اس وعید کی تاکید اور تہدید کی تشدید ہے کہ ”لَتَكُونَنَّ الْجَحِيمَ ﴿۳﴾“ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ ”ثُمَّ لَتَكُونَنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿۴﴾“ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے یعنی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لو گے (یعنی یہ دیکھنا دلائل اور استدلال کی راہ سے نہیں ہوگا کہ جس سے یقین حاصل ہونے میں کبھی دیر بھی لگتی ہے بلکہ یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہوگا لہذا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کو عین الیقین یعنی نفس یقین سے تعبیر فرمایا) ”ثُمَّ لَتَسْتَلْنَ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿۵﴾“ پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا حق، ایمان و اطاعت کے ساتھ بجالائے یا نہیں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی، اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا (معارف القرآن)۔

اہم بات: بیان القرآن میں لکھا ہے کہ لتسنلن کا خطاب عام ہے کہ نعمتوں کا سوال سب سے ہوگا اور پہلے خطابات بقرینہ ردع و رویت حجیم کے کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

اختیاری مطالعہ

قولہ علم الیقین یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ علم الیقین یعنی وہ کامل تصدیق جو ہر قسم کے شبہات سے پاک ہو مگر اس کی بنیاد خبر پر ہے جیسے جنت کے تحقق کا یقین کہ سچا مسلمان اس کا انکار نہیں کرتا، عین الیقین کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا جیسے اہل جنت کا حساب و کتاب سے فارغ ہو کر دخول جنت کیلئے جانا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ حق الیقین اس یقین کی مباشرت، مثلاً جنتیوں کا جنت کے عیش و آرام میں مشغول ہو جانا، اس وقت اہل جنت کو جنت کا حق الیقین حاصل ہوگا۔

قولہ لَتَسْتَلْنَ الخ: ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے قدم پل صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہ کر لی جائے۔ (۱) عمر کہاں کھپائی (۲) جوانی کہاں گنوائی (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (مظہری)

لغات الہی باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، غافل کرنا، مادہ لہو ہے، لَهَا عَنِ الشَّيْءِ (ن) لَهَا: غافل ہونا۔ التکاثر باب تفاعل کا مصدر، کثرت پر فخر کرنا، كَثُرَ (ك) كَثْرَةً: کثیر ہونا۔ رَزُّنَّم (ن) ماضی جمع مذکر حاضر، زارہ

(ن) زیارۃ: زیارت کرنا، ملاقات کرنا، (علی وزین فُلْتُمُ ضَعْفَ الزَّاءِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّ أَسْلَ الْاَلِفِ الْوَاوِ) التَّقَابِرِ مُتَقَبَّرَةٌ كِي جَمْعٍ، قَبْرِ سِتَانٍ (قَبْرَ الْمَيِّتِ) (ن، ض) قَبْرًا وَمُقَبَّرًا: (ذُنْ كَرْنَا) الْيَقِينِ صِيغَةُ صِفَتٍ، يَتَقَنَّ الشَّيْءُ (س) يَتَقَنَّ: وَاضِحٌ هَوْنًا، الشَّيْءُ وَبِهِ: جَانِبًا، يَقِينٌ حَاصِلٌ كَرِينًا۔ يَقِينٌ، طَهَامِيَّةٌ قَلْبِ كِي اس كَيْفِيَّةٌ كُو كَهْتِي هِي جَس مِيں كَسِي كَسْمِ كَا اِسْتِبَاهِنَه هُو۔ لَتَوَوُّنَ (ن) لَام تَاكِيْدٌ بَانُوْنِ تَاكِيْدٌ ثَقِيْلَه دَر فِعْلٍ مُسْتَقْبَلٍ مَعْرُوفٍ، صِيغَةُ جَمْعٍ مَذْكُرٍ حَاضِرٍ، مَا دَر رَايِ هِي بِمَعْنَى دِكْنَاك۔ عَيْنِ بِمَعْنَى النَّفْسِ، جِي سِي جَا زِيْدٌ عَيْنُهُ اِي نَفْسُهُ۔ لَتُسْتَلَّنَ (ف) لَام تَاكِيْدٌ بَانُوْنِ تَاكِيْدٌ ثَقِيْلَه دَر فِعْلٍ مَضَارِعٍ مُجْمُوْلٍ، صِيغَةُ جَمْعٍ مَذْكُرٍ حَاضِرٍ (بَابِ وَغَيْرِهِ كَا اِسْتِعْمَالِ عَمَّ بِتَسَاوِلُوْنِ كِي طَمْنِ مِيں) الدَّعِيْمِ (مَرْفِي سُوْرَةِ الْاِنْفِطَارِ)

ترکیب اَلْهَكْمُ التَّكَاثُرُ حَتَّى زُرْتُمْ التَّقَابِرَ..... اَلْهَى فِعْلٌ كَمُ ضَمِيْرٍ مَفْعُوْلٍ بِه التَّكَاثُرُ فَاعِلٌ، حَتَّى حَرْفِ جَرٍ، اَنْ مَصْدَرِيَه مَقْدَرٌ، زُرْتُمْ فِعْلٌ ثَمَّ ضَمِيْرٍ فَاعِلٌ، الْمَقَابِرُ مَفْعُوْلٌ بِه، جُمْلَه فَعْلِيَه بِتَاوِيْلٍ مَفْرُوْدٍ هُو كَرَجْرُوْرٍ، جَارِ اِنِّ مَجْرُوْرٍ سَلِّ كَر مَتَعَلِّقٌ هُو اِنِّ مَذْكُوْرٍ اَلْهَى كِي، فِعْلٌ اِنِّ فَاعِلٌ اُوْر مَفْعُوْلٌ بِه اُوْر مَتَعَلِّقٌ سَلِّ كَر جُمْلَه فَعْلِيَه خَبْرِيَه هُو، كَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُوْنَ..... كَلَّا حَرْفِ رَدْعٍ (اِي رَدْعٌ عَنِ التَّكَاثُرِ) سَوَفَ حَرْفِ اِسْتِقْبَالِ تَعْلَمُوْنَ فِعْلٌ، وَاوَّ ضَمِيْرٍ فَاعِلٌ، اُوْر مَفْعُوْلٌ بِه مَحْذُوْفٌ هِي اِي سُوْءٍ عَاقِبِيَه التَّفَاخُرِ (وَ الْعِلْمُ بِمَعْنَى الْمَعْرِفَةِ الْمُتَعَدِّيَةِ لِوَاحِدٍ، رُوْحِ الْمَعْنَى) ثُمَّ حَرْفِ عَطْفٍ كَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُوْنَ، تَكْرِيْزٌ لَتَاكِيْدِ الرَّدْعِ كَمَلِّ جُمْلَه مَعْطُوْفٍ، (وَ فِي ثَمَّ دَلَالَةٌ عَلَى اَنْ الثَّانِي اِبْلَغٌ مِنَ الْاَوَّلِ وَ لِكُوْنِهِ اِبْلَغٌ نَزَلَ مِنْزَلَةُ الْمَغَايِرَةِ فَغَطَّفَ وَقِيلَ الْاَوَّلُ عِنْدَ الْمَوْتِ اَوْ فِي الْقَبْرِ وَ الثَّانِي بَعْدَ الْبَعْثِ، تَفْسِيْرٌ مَظْهَرِيٌّ، رُوْحِ الْمَعْنَى) مَعْطُوْفٌ عَلَيْهِ اِنِّ مَعْطُوْفٌ سَلِّ كَر جُمْلَه فَعْلِيَه خَبْرِيَه مُسْتَانَفَه هُو۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ... كَلَّا تَاكِيْدٌ لِّلرَدْعِ بَعْدَ تَاكِيْدِ (تَفْسِيْرٌ مَظْهَرِيٌّ، جَلَالِيْنِ مِيں هِي كِي كَلَّا بِمَعْنَى حَقًّا هِي) لَوْ حَرْفِ شَرْطِ تَعْلَمُوْنَ فِعْلٌ، ضَمِيْرٌ وَاوَّ فَاعِلٌ اُوْر مَفْعُوْلٌ بِه مَحْذُوْفٌ هِي اِي عَاقِبِيَه التَّكَاثُرِ، عِلْمُ الْيَقِيْنِ مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ (اَصْلُه الْعِلْمُ الْيَقِيْنِ) اُوْر يَقِيْنٌ بِمَعْنَى مُتَقِيْنٌ هِي، (اِضَافَةٌ الْمَوْصُوْفِ اِلَى الصِّفَةِ) فِعْلٌ اِنِّ فَاعِلٌ اُوْر مَفْعُوْلٌ بِه مَحْذُوْفٌ اُوْر مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ سَلِّ كَر شَرْطِ اُوْر جَوَابِ شَرْطِ مَحْذُوْفٍ هِي، اِي لَمَّا اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ

فائدہ لایصح ان يكون قوله لترون الجحيم هو الجواب لانه محقق الوقوع فلا يعلق (اعراب القرآن) اگرچہ روح المعانی میں تاویل کے ساتھ اس کو جوابیہ لو بنانے کو جائز قرار دیا ہے فارح الیہ۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْتَلَّنَ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ..... لَام مَوْطِنَه لِّلْقَسَمِ

۱۔ تَرَوُنَّ اس سے عین کلمہ یعنی ہمزہ اور لام کلمہ یعنی یاہ دونوں محذوف ہیں، اس کی اصل لَتَرَوُنَّ تَجْمِ، یا تَحْرُكُ مَائِلٍ مَخْرُجٍ، یا كَوَافٍ سَلِّ بَدَلِ دِيَا، پھر اَلِفِ كُو بُوْجِدِ اِتِّعَاثًا سَاكِنِيْنَ سَاكِنِيْنَ مَسَاكِنِ كَر دِيَا، پھر ہمزہ کی حرکت فتح مائل راہ کو دی اور ہمزہ کو بوجہ نقل اور بوجہ اتقاء ساکنین حذف کر دیا، پھر نون جمع کو بوجہ دخول نون تَاكِيْدِ ثَقِيْلَه اُوْر بُوْجِدِ تَمِيْنِ نُوْنِ جَمْعِ هُوْنِي كِي حَذْفِ كَر دِيَا، اُوْر وَاوَّ كُو بُوْجِدِ اِتِّعَاثًا سَاكِنِيْنَ حَرَكَتِ هَمْدِي لَتَرَوُنَّ هُو كِيَا۔

۲۔ یا جواب قسم لما اشتغلتهم بالتفاخر ما يني بالعلم ما لا يمكن وصفه بالرجع عنهم عن الكفر والتكاثر۔

اور قسم محذوف ہے آی واللہ، تروون فعل، واؤ ضمیر فاعل، (اور یہ نون، نون تاکید ہے) الجعیم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، وُثم حرف عطف (تکریر للتاکید و ثم للدلالة على البلغیة، روح المعانی) لام مؤنثہ للقسمة تروون فعل بافاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، عین الیقین مفعول مطلق (یہ مصدر محذوف کی صفت ہے آی رویۃ عین الیقین، یارویۃ ہی نفس الیقین گویا اپنی آنکھوں دیکھ لینے کو عین الیقین سے تعبیر فرمایا مبالغۃ، لہذا اس بات کا احتمال بھی دفع ہو گیا کہ رویت اس جگہ علم کے معنی میں ہے کہ اس کو دو مفعول چاہئیں۔ یا پھر براہ راست اس کو مفعول مطلق مانا جائے لان الرویۃ والمعاینۃ شیء واحد) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے ملکر معطوف علیہ معطوف، ثم حرف عطف لتسئلن یومئذ عن النعمہ، لترونها کی طرح ہے (لام قسمیہ ہے) یومئذ لتسئلن کا ظرف (ای یوم اذ ترونها) عن النعمہ متعلق لتسئلن کے، فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جواب قسم۔

سورۃ العنصر

وَالْعَصْرِ ۱۰ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۱۱ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا ۱۲

قسم ہے زمانہ کی • کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے • مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی لہمائش کرتے رہے اور

بِالْحَقِّ ۱۲ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۱۳

ایک دوسرے کو پابندی کی لہمائش کرتے رہے •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اپنی عمر کو ضائع کرنے سے بچانا اور اس کو اعمال طاعات میں صرف کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح و شان نزول: شان نزول یہ ہے کہ کلدۃ بن اسید جو زمانہ جاہلیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اس نے صدیق اکبر سے ملاقات کی، اور کہا کہ آپ نہایت عقل مندی سے تجارتوں میں نفع کماتے تھے، آپ کو کیا ہوا کہ ایک دم خسارہ میں پڑ گئے، باپ دادا کا دین بھی چھوڑ دیا اور لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہو گئے، صدیق اکبر نے اس سے فرمایا کہ جو حق کو قبول اور نیکی کو اختیار کر لیتا ہے وہ ہرگز خسارہ میں نہیں رہ سکتا، چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر صدیق اکبر کی تائید فرمائی

۱۔ لترونها الخ کی قسم علیہ بھی محذوف مانی جاسکتی ہے اور اس کا مائل پر عطف کرنا بھی درست ہے اسی طرح لتسئلن بھی ہے، جملہ قسم کو حذف کرنا کثیر ہے اور حروف قسم میں سے غیر ہاء کے ساتھ خاص ہے جیسے لَا تَقْلَقَنَّ كَذَا يَوْمَئِذٍ وَلَا تَأْتِيَنَّكَ أُولَئِكَ (معنی المصیب)

ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارہ میں ہے یعنی جنت کی نعمتوں سے محرومی اور عذاب جہنم کی مشغولی، مگر اس خسارہ اور نقصان سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں، ایمان، عمل صالح، دوسروں کو اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں اور اعمال کی پابندی کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں، ”وَالْعَصْرِ ۱۰ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۱۱“ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں رنج اور خسار واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے خسارہ میں ہے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالْحَقِّ ۚ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۝“ مگر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ دونوں اپنے نفس کے لئے کمال کی چیزیں ہیں) اور ایک دوسرے کو اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی وصیت کرتے رہے، (یہ بعد کی دونوں چیزیں دوسروں کی تکمیل اور ان کے نفع کے لئے ہیں) لہذا یہ لوگ جنہوں نے یہ چار کام کئے تو وہ خسارہ میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں۔

وضاحت: تو اسی وصیت سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں کسی شخص کو تاکید کیسا تھ موثر انداز میں نصیحت کرنا، اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے مال میں سے کسی کو کچھ دئے جانے کی تاکید کرتا ہے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں، لہذا تو اسی بالحق کا مطلب ہے اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرنا، اور تو اسی بالصبر کا مطلب ہے اعمالِ صالحہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب کی نصیحت و وصیت کرنا، صبر کے معنی دراصل نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں لہذا صبر کے مفہوم میں اعمالِ صالحہ کی پابندی بھی داخل ہے اور نفس کو معاصی سے روکنا بھی داخل ہے، (صبر کی تین قسمیں ہیں، صبر علی الطاعات، صبر عن المعاصی، صبر علی المصائب)۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت انسان کے تمام اعمال، اخلاق، ایمان، حرکات و سکنات، نشوونما وغیرہ سب زمانہ ہی کے اندر ہوتے ہیں، اور جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی وہ بھی اسی زمانہ کے لیل و نہار میں ہوں گے لہذا اس مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

لغات العَصْر اسم بمعنى زمانه عند المحققين، جمع أعصر وعصور وأعصار۔ الإنسان (ما قبل میں گذر چکا) خُسْر بمعنى خساره باب سمع کا مصدر، خَسِرَ (س) خُسْرًا وَخَسَارًا وَخُسْرَانًا: نقصان اٹھانا (خسارہ کے معنی میں خُسْر بطور اسم یا بطور حاصل مصدر مستعمل ہے) الصالحات سورة الانشقاق میں گذر چکا ہے۔ تَوَّصُوا (مرئی سورة البلد) الحق (مرئی سورة النبا) مرادی معنی، تشریح و ترجمہ کے تحت ملاحظہ فرمائیں (سورة البلد میں گذر چکا)

ترکیب وَالْعَصْرِ ۱۰ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۱۱ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۝۰۰ وَالْعَصْرِ جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف أقسِم کے، فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم، إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الإنسان (اسم جنس) مستثنیٰ منه لام مزحلقة فی خسر متعلق کائن کے ہو کر خبر (والتنوين قيل للتعظيم

ای فی خسر عظیم ویجوز أن یکون للتنبوع ای نوع من الخسر غیر ما يعرفہ الانسان، روح المعانی (الآ حرف استثناء الذین اسم موصول آمنوا فعل بافاعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ واو حرف عطف عملوا فعل بافاعل الصلحت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تو اصوا بالحق فعل فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تو اصوا بالصبر فعل، فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ملا کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر متشقی، متشقی منہ اپنے متشقی سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔

سورۃ الہمزۃ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَ عَدَدَةً ۝

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو و طعنہ دینے والا ہو • جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو •

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اسکے پاس سدا رہے گا • ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاوے گا جس میں جو کچھ بڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے •

وَ مَا آذْرِكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقَدَةُ ۝

اور آپکو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے • وہ اللہ کی آگ ہے جو سلائی گئی ہے •

الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّتَدَدَةٍ ۝

جو دلوں تک جا پہنچے گی • وہ ان پر بند کر دی جاوے گی • بڑے بڑے بے بے ستونوں میں •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنے کو ایسی خصلتوں سے بچانا ہے جو عذاب کا سبب بنیں اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح و شان نزول: اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے تین سخت قسم کے گناہوں پر عذاب شدید کی وعید بیان فرمائی اور پھر اس عذاب کی شدت کا بیان فرمایا، وہ تین گناہ یہ ہیں ہمز، لَمَز، جَمَعَ مال، اور شان نزول کے سلسلہ میں

مقاتل نے فرمایا کہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پیچھے غیبت کرتا اور رو در رو طعنہ دیتا تھا اس کے متعلق اس سورت کا نزول ہوا (مظہری)

سورت کا نزول ہوا (مظہری)

”وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝“ بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در

روطعنہ دینے والا ہو، ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں سخت گناہ ہیں، ہمز یعنی پس پشت عیب نکالنا غیبت کہلاتا ہے اور غیبت کی وعیدیں قرآن و حدیث میں بڑی شدید آئی ہیں اور غیبت ایسا گناہ ہے کہ اس کے اندر اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی، اور جس بیچارے کی غیبت ہو رہی ہے اس کو خبر تک بھی نہیں کہ اپنی صفائی ہی پیش کر دے، اسی طرح لغز یعنی رو در رو کسی کو طعنہ دینا اور برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے کہ اس میں توہین و تذلیل کے ساتھ ساتھ اس کو اذیت اور ندامت بھی ہوگی، ”الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۖ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ“ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ یہ کل ہمزة الخ سے بدل ہے، کہ جو غایت حرص کی وجہ سے مال جمع کرتا ہو اور غایت درجہ اس سے محبت اور فخر کے بسبب اس مال کو بار بار گنتا ہو، ظاہر ہے کہ اس کے اس برتاؤ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ آدمی یہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا یعنی مال کی محبت میں ایسا انہماک رکھتا ہے جیسے وہ اس بات کا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ اس کی غلط فہمی ہے چنانچہ لفظ ”مَلًّا“ کے ذریعہ اس پر ردع اور زجر ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ مال و دولت اس کے پاس ہرگز نہیں رہے گا، ”لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ“ یہ اس ویل کی تفسیر ہے جس کا ذکر ویل لکل ہمزة میں ہوا کہ واللہ وہ شخص توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں ڈالا جائے گا یعنی ایسی آگ جو جہنمی کو توڑ پھوڑ کر اس کی دھجیاں اڑا دے گی، کیوں کہ اس نے بھی دوسروں کی عزت و آبرو کی دھجیاں اڑائی تھی، ”وَمَا آذْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے، سنئے ”تَارَ اللّٰهُ الْمُوقَدَةُ“ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلائی گئی ہے (آگ کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں اس کی سختی و ہولناکی کی طرف اشارہ ہے) ”الَّتِي تَطْلِعُ عَلَى الْاَفْدِقِ“ جو دلوں تک جا پہنچے گی (یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ کی طرح نہیں، دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لگتی ہے تو دل تک پہنچنے سے پہلے پہلے محض جسم جلنے سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے برخلاف جہنم کی آگ کے کہ وہ دلوں تک سرعت کے ساتھ پہنچ جائے گی اور آدمی کو دل کے جلنے کی شدید تکلیف برداشت کرنی پڑے گی اور موت موت پکارے گا مگر موت بھی نہیں آئے گی کہ تکلیف کا خاتمہ ہی ہو جائے) ”اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَسَّدَةٌ“ فی عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ“ وہ آتش دوزخ ان پر بند کر دی جائے گی، یعنی کفار کو جہنم میں ڈال کر دروازے بند کر دئے جائیں گے اور کوئی راستہ نکلنے کا نہیں رہے گا اور حال یہ ہوگا کہ وہ لوگ آگ کے بڑے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے، یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے (یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں)

شانہ مذکورہ صفات و افعال پر یہ خاص وعید اس صورت میں ہے جبکہ منشاء ان کا کفر ہو، گو مطلق وعید، صفات مذکورہ پر دوسری نصوص میں موجود ہے (بیان القرآن) لہذا غیبت اور طعنہ والی صفات اگر کسی مسلمان میں بھی پائی جائیں تو وہ بھی بڑے گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستحق ہوا، اسی طرح جمع مال بھی مذموم صفت ہے۔ جب کہ اس سے حقوق واجبہ

ادانہ کئے گئے ہوں یا فخر و تفاخر مقصود ہو۔ (اور اگر ایسا نہ ہو تو حلال طریقہ سے مال کمانے میں کوئی حرج نہیں)

لغات و **وئیل** (مرئی سورۃ اللطفین) کل (دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۸۹) **ہُمَزَة** صیغہ مبالغہ، بڑا عیب گو، پس پشت عیب نکالنے والا **ہَمَزَة** (ض) **هَمَزًا**: عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا۔ **لُہْمَزَة** صیغہ مبالغہ، رودر رو طعنہ دینے والا، **لَمَزَة** (ض) **لَمَزًا**: منہ پر برائی کرنا، عیب لگانا۔ (ہمزہ اور **لَمَزَة** مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے رجل ہمزہ امرأة ہمزہ) **جَمَعَ**، **جَمَعًا**، **جَمَعًا** (ف) **جَمَعًا**: جمع کرنا۔ **عَدَّدَ** (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، **عَدَّدَ الشَّيْءَ**: شمار کرنا، گننا، **عَدَّدَ الشَّيْءَ** (ن) **عَدَّدًا**: شمار کرنا۔ **أَخْلَدَ** (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، **أَخْلَدَ وَخَلَّدَ**: ہمیشہ رہنا، **خَلَّدَ** (ن) **خَلَّدًا**: ہمیشہ رہنا۔ **لَيُذَبِّدَنَّ** (ض) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، **نَبَذَ الشَّيْءَ** (ض) **نَبَذًا**: ڈالنا، پھینکنا۔ **الْحَطْمَةُ** صیغہ مبالغہ (وزنہ **فَعَلَّة** اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) توڑ پھوڑ دینے والی، (مراد نارِ جہنم) **حَطَمَ الشَّيْءَ** (ض) **حَطْمًا**: توڑنا۔ **المُوقَدَّة** (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، **أَوْقَدَ النَّارَ** ایقادًا: آگ جلانا، سلگانا، **وَقَدَّتِ النَّارُ** (ض) **وَقَدًّا وَوُقُودًا**: آگ جلنا، سلگانا۔ **تَطَلَّعَ** (افتعال) مضارع واحد مؤنث غائب، بصلہ علی جہانکنا، پہنچنا دراصل **تَطَلَّعَ** تھا، تاء افتعال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کر دیا، مادہ **طَلَعَ** ہے **طَلَعَ** (ن) **طَلُوعًا**: نکلنا۔ **الأفيدة** فواید کی جمع، دل۔ **مُؤَصِّدًا** (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، **أَوْصَدَ** الباب ایضادًا: دروازہ بند کرنا، **وَصَّدَ** (ض) **وَصْدًا**: ثابت ہونا۔ **عَمِدَ** عِمَادًا یا **عَمُودًا** کی جمع، ستون۔ **مُجَدِّدًا** (تفعیل) اسم مفعول واحد مؤنث، پھیلانے ہوئے، لمبے، **مَدَّدَ الشَّيْءَ** تمديدًا: پھیلاتا، لمبا کرنا، بڑھانا، **مَدَّدَ الشَّيْءَ** (ن) **مَدَّدًا**: بڑھانا۔

ترکیب و **وئیل** لِكُلِّ هَمْزَةٍ لَمْزَةٍ نَالِدِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنْ مَالَهُ أَخْلَدَهُ..... وئیل مبتدا (اللفظ دال علی دعاء فصَحَّ الابتداء بالنكرة) لام حرف جر کل مضاف **هَمْزَة لَمْزَة** مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول **يَجْعَ** فعل، ضمیر ہو فاعل، **مَالًا** مفعول بہ (مالاً کا نکرہ لانا **تَنْفِيمٌ وَتَكْثِيرٌ** کے لئے ہے، اور **تَحْقِيرٌ وَتَقْلِيلٌ** کے لئے ماننا بھی جائز ہے اس اعتبار سے کہ دنیا کا تمام مال و متاع عند اللہ قلیل و حقیر ہی ہے، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف **عَدَّدَ** فعل (ای **عَدَّدَهُ** مرہ بعد **أخری حُبَّالہ**، وقیل **جَعَلَهُ** اصنَافًا و انواعًا **كعقارٍ و متاعٍ و نقودٍ**، روح المعانی) ضمیر ہو مستتر ذوالحال، ہاء ضمیر مفعول بہ، **يَحْسَبُ** فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، **أَنْ** حرف مشبہ بالفعل **مَالَهُ** مرکب اضافی ہو کر **أَنْ** کا اسم، **أَخْلَدَ** فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل راجع الی المال، ہاء ضمیر مفعول بہ **عَدَّدَ** فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ

۱۔ قولہ **لَمْزَة** اس کو ہمزہ سے بدل بنا بھی سکتے ہیں (اعراب القرآن کو قیل ہو تو کید لفظی بالمرادف (اعراب القرآن)

۲۔ وزعم **عصام الدین** انہ یحتمل ان یكون فاعل **أَخْلَدَ** الحاسب و مفعولہ المال ای یظن أن یحفظ مَالَهُ ابتداءً ولا یعرف انہ معرض للحوادث او للمفارقة بالموت، روح المعانی۔

سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل مع اسم و خبر کے یحسب کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر بدل (بدل کل، و قیل بدل بعض، روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن محذوف کے، اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ کَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَيَةِ..... کَلَّا حرف ردع (ردع عن جمع المال او عن الخصال المذكورة) لام قسمیہ، اور قسم محذوف ہے آی واللہ، يُنْبَذَنَّ فعل مضارع مجہول بانون تاکید ثقیلہ، ضمیر ہو مستتر نائب فاعل فی الحطیۃ لاینبذَنَّ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جواب قسم۔ وَمَا اَذْكُ مَا الْحُطَيَةِ وَاَوْ اعتراضیہ (ما اسم استفہام برائے تفخیم و تہویل، مبتدا، اذکی فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول ما الحطیۃ مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، ناز اللہ الموقدۃ التي تطلع على الافئدة مبتدا محذوف ہے یعنی ہی ناز اللہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الموقدۃ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل پھر شبہ جملہ ہو کر صفت اول، اللتی اسم موصول تطلع فعل، ضمیر ہی مستتر فاعل، علی الافئدة متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، ہا ضمیر اس کا اسم، علیہم متعلق مقدم مُّوَصَّدَةٌ کے (علیہم کی ضمیر کو ماقبل لفظ کل کے معنی کی رعایت میں جمع لایا گیا ہے) مُّوَصَّدَةٌ شبہ فعل (اسم مفعول) اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، فی حرف جر، عمدہ مُّمَدَّدَةٌ مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف مستقر ہو کر علیہم کی ضمیر سے حال، ای موثقین فی عمدہ الخ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا، کاتہا فی جواب ما بالہم لایخرجون

سورۃ الفیل

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۙ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۙ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا • کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا •

۱۔ **قوله الذي الخ** اس کو کل ہمنۃ لہمنۃ کی صفت بھی بنا سکتے ہیں (روح المعانی، اعراب القرآن) نیز اس کو منصوب علی الذم بھی بنا سکتے ہیں۔

(اعراب القرآن) اور **اعنی فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بنا سکتے ہیں۔** (اعراب القرآن) **قوله** یحسب الخ یہ جملہ متانفہ بیانہ بھی ہو سکتا ہے کا نہ قیل ما بالہ یجمع المال، اور اس کو جمع کے فاعل سے حال بھی بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ **قوله فی عمدہ الخ** یہ متعلق ہو کر ان کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، فتكون النار داخل العمدة (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور مبتدا محذوف ہم کی خبر بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے • جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے • سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی

مَا كُؤِلٌ ۝

طرح کر دیا •

رَبِّطُ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے عذاب الہی سے ڈرنا ہے اس کے احکام کے ترک احترام پر، اس سورت میں بیت اللہ کا احترام ترک کرنے پر عذاب کا ذکر ہے۔

تَشْرِیح اس سورت میں اصحابِ فیل کے واقعہ کا مختصر بیان ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے قصد سے ہاتھیوں کو لیکر چڑھائی کی، مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ذریعہ عذاب سماوی نازل کر کے ان کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔

”الْمُ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝“ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا، یہ واقعہ رحمتِ عالم ﷺ کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے تو بظاہر یہ سوال بے موقع ہے، آپ اس کو کس طرح دیکھتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو واقعہ ایسا یقینی ہو کہ عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہو اور اس کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس کے علم کو روایت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ گویا یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، اور ایک حد تک دیکھنا بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے ہاتھی بانوں کو اندھے اور اپانچ بھیک مانگتے دیکھا ہے، لہذا اَلْمُ تَرَ میں روایت بصری قرار دینا درست ہے اور اس سے مجازاً علم مراد ہے اور استفہام سے مقصود اس واقعہ کی عظمت اور ہولناکی کو بیان کرنا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں روایت سے مراد شروع سے ہی روایت قلبی ہے یعنی علم، قول اول ابلغ ہے۔ (روح)

”الْمُ يَجْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝“ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا یہ استفہام برائے تقریر ہے یعنی واقعہ کی صحت کو ثابت کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو کہ جو انہدام کعبہ کے لیے تھے، سرتاپا غلط نہیں کر دیا۔ اِی جَعَلَ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ”وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝“ اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ ابابیل جمع ہے بمعنی غول کے غول، جماعت کی جماعت یعنی بڑی جماعت، اردوزبان میں جو ایک خاص چیز یا کو ابابیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں، حجارة من سجيل حجارہ کے معنی پتھریاں اور جھیل کے معنی ایسی کنکریں جو ترٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ کنکریاں بھی کوئی مضبوط اور طاقت ور نہیں تھی بلکہ معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں مگر بوجہ قدرتِ خداوندی انہوں نے بندوق کی گولی کا کام دیا۔ ”فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَا كُؤِلٌ ۝“ سو اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا عَصْفُ بھوسہ کو کہتے ہیں اول تو خود بھوسہ ہی منتشر اجزاء دیکھتے ہوتے ہیں پھر جب کہ اس کو کسی جانور نے چبا بھی لیا ہو، تو اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کو بھوسہ کی طرح پامال اور چورا چورا کر دیا (تشبیہ

پراگندگی، اور بیخ صورت اور منتشر و چوراچورا ہونے میں ہے)

خلاصہ کلام: حاصل یہ ہے کہ احکام الہیہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عذاب و عقاب سے ڈرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ احکام کی بے حرمتی، پیغمبر کی ایذا وغیرہ پر دنیا ہی میں عذاب آجائے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ ہوا، ورنہ آخرت کا عذاب تو یقینی ہی ہے۔

واقعہ اصحاب فیل | بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کے اندر ابرہہ نامی ایک حاکم تھا، اس نے ایک کنیسہ بنوایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگ کعبہ کا حج اور طواف کرنے کے بجائے یہاں آیا کریں، اور اس کا اعلان کر دیا، یہ بات عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار گذری اور کسی نے اس کنیسہ میں رات کے وقت جا کر پاخانہ کر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا کی وجہ سے اڑ کر اس کنیسہ میں آگ جا لگی اور سب جل گیا، ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جس میں ہاتھی بھی تھے، خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا، جب مخمسن جو کہ طائف کے راستہ میں ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں، صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں، اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا تو البتہ لڑوں گا، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے، اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی، دوران گفتگو عبدالمطلب نے ابرہہ سے یہ بھی کہا کہ آپ کے لشکر نے میرے دو سواونٹ گرفتار کر لیے ان کو آپ چھوڑ دیں چناں چہ ابرہہ نے وہ اونٹ واپس کر دئے۔ اور وہاں سے واپس آ کر عبدالمطلب بیت اللہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہو گئے قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی، سب نے اللہ سے دعائیں کیں اور پھر عبدالمطلب سب قریش کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے، تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں، اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا، جب وادی محسر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا، تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے پرندے (کوتر سے کچھ چھوٹے) آئے جن کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور حننے کے برابر کنکریاں تھیں، وہ کنکریاں لشکر پر برسنا شروع ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بندوق کی گولی کی طرح لگتی تھی اور ہلاک کر دیتی تھی، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہو گئے اور بعض بھاگ نکلے جو دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مر گئے، ابرہہ کو چوں کہ سخت سزا دینا تھی اس لیے وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اور اسی حالت میں اس کو واپس یمن لایا گیا، بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ (یہ واقعہ محرم کے آخر میں پیش آیا پھر اس کے پچاس روز بعد ربیع الاول میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی)

اختیاری مطالعہ

ابرہہ کا کنیسہ | ابرہہ نے بہت بڑا عایشان کنیسہ تعمیر کرایا، اور اتنا اونچا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا، اور اس کو سونے چاندی اور جوہرات سے مزین و مرصع کیا مگر خدائے قادر نے اس کو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

فائدہ شاہ حبشہ نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا ابرہہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے، بعض روایات میں ہے کہ اس کے ساتھ آٹھ ہاتھی دوسرے بھی اس لشکر کے لیے شاہ حبشہ نے بھیج دیئے تھے، ہاتھیوں کی یہ تعداد بھیجنے کا نشانہ تھا کہ کعبہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے، تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور طویل زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنگادیں تو سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) فوراً ہی زمین پر آگرے گا، مگر ہوا وہ جو خدا نے چاہا۔ فقال لیمایرید (معارف)

لغات لَمْ تَرَ نفی، حمد بلم کا واحد مذکر حاضر (وزنہ تَفَعَّلْ، سَقَطَتِ الالف للجزم وہی لَامُ الفعل مبدلة من یائی، والهمزة سقطت تخفیفاً) راہ (ف) رویہ و رأیتا: دیکھنا، ادراک کرنا یعنی سمجھنا، جاننا۔ اَصْحَاب (مرئی سورۃ البروج) الفیل ہاتھی، جمع اَفْیال و فِیول، الفیلۃ: ہتھنی (ہاتھی کی مادہ) تَضْلِيلُ باب تفعیل کا مصدر، بمعنی غلط کرنا، گمراہ کرنا ضَلَّ (ض) ضللاً و ضلالاً و ضلالۃً: پوشیدہ ہونا، ہلاک ہونا، بیکار ہونا۔ اَرْسَلَّ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب ”بھیجنا“ طَیْرًا طَیْرًا کی جمع، پرندے جیسے صاحب کی جمع صَحْبٌ (القاموس الوحید) طَازَ (ض) طَیْرًا: اڑنا، بعض نے کہا کہ لفظ طَیْرٌ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے، اور طَیْرٌ کی جمع طَیْرٌ و اَطْیَارٌ (لغات القرآن) و التنوین للتحقیق لانہا کانت صغار الجثۃ، بیان القرآن) اَبَیْلٌ واحد اِبَالَةٌ (بیان القرآن) مراد کثرت ہے یعنی غول کے غول لَمْ تَرَ حٰی (ض) مضارع واحد مؤنث غائب، رَمَى الشیخِ و بہ (ض) رَمَیْتا و رمایۃً: پھینکنا۔ حِجَارَةً حِجْرًا کی جمع، پتھریاں۔ سِجِّیلٌ کنکر، یہ لفظ معرب ہے دراصل سِجٌّ کل تھا، وہ ترمٹی جو آگ میں پکائی جائے اور آواز دینے لگے۔ عَصْفٌ بھوسا (قال القرطبی فی تفسیرہ العَصْفُ جمع العَصْفِ و العَصَافِ و العَصِيفَةِ، عَصَفَ (ض) عَصَفًا: ہوا کا تیز چلنا کہ چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دے) مَا کُولٌ (ن) اسم مفعول واحد مذکر، اَکَلَ (ن) اَکَلًا: کھانا۔

ترکیب اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ ہمزة استفہامیہ برائے تقریر (یا برائے تعجب و تہویل) باقی ترکیب اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بَعَادِ کی طرح ہے (سورۃ الفجر) کَیْفَ کو بوجہ صدارت مقدم کیا گیا ہے۔ اَلَمْ یَجْعَلَ کَیْدَهُمْ فِی تَضْلِیْلِ وَاَرْسَلَ عَلَیْہِمُ طَیْرًا اَبَیْلٌ ہمزة استفہام برائے تقریر کا تہ قیل قد جَعَلَ کَیْدَهُمْ فِی تَضْلِیْلِ و لَذَلِکَ عَطَفَ عَلٰی الْجُمْلَةِ الاستفہامیۃ ما بعدہا، روح المعانی، بالفاظ دیگر استفہام انکار نفی کے لئے ہے اِی جَعَلَ، معنی اللیب: ص ۱۷، ج ۱) اَلَمْ یَجْعَلَ فعل منفی، ضمیر ہو مستتر فاعل، کَیْدَهُمْ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فی تَضْلِیْلِ کائنات کے متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اَرْسَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، عَلَیْہِمُ متعلق ارسل کے، طَیْرًا اسم

۱۔ اِبَالَةٌ کے اصل معنی کلابوں کے گھمڑ کے ہیں، پرندوں کے جھنڈ پر گتھا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا واحد اَبَیْلٌ ہے، جیسے سِنُورٌ، یا اَبَیْلٌ ہے بروزن غَضُورٌ یا اَبَیْلٌ ہے بروزن سِجِّیْنٌ، بعض نے کہا کہ یہ اسم جمع ہے اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں۔ (اعراب)

جنس موصوفِ اہابیل صفت اول تَزِمُوهُمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ صفت ثانی لہ (ترمی فعل، ضمیر ہی فاعل، ہم مفعول بہ، با جارہ، حِجَارَةٍ موصوف، مین سِجِّيلٍ متعلق کائنۃ کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، اور وہ متعلق ترمی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صفت ثانی) موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، فَجَعَلَهُمْ كَعَضِفٍ مَّا كُوْلٍ فاحرف عطف جَعَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، هُمْ مفعول بہ اول، کاف حرف جر، عَضِفٍ ما کولٍ مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سورۃ القُرَیْشِ

لَا يَلْفِ قُرَيْشٍ ۱ الْفِهْمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۲ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۳

چونکہ قریش خور ہو گئے ہیں • یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خور ہو گئے ہیں • تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں •

الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ ۴ وَأَمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۵

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا •

ربط وَالصُّحْحَىٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اللہ کی نعمتوں کے شکر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجا لانا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت کا ذکر کرنے کے بعد قریش کو اس نعمت کا شکر یہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی، یہ بات معلوم و معروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی، وہاں باغات نہیں جن کے پھل اہل مکہ کو مل سکیں (اس لئے بانی بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرما) اس لئے اہل مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کا سفر کریں چنانچہ یہ لوگ سردی کے زمانہ میں گرم ملک یعنی یمن کا سفر کرتے اور گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے ملک یعنی شام کا سفر کرتے، اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس و محترم مانے جاتے تھے اس لئے راستہ کے تمام خوف و خطر سے بھی محفوظ رہتے اور جہاں بھی یہ قریشی لوگ جاتے لوگ ان کی بڑی آؤ بھگت کرتے، الغرض اس سورت میں یہ ارشاد ہے کہ قریش چونکہ دوسروں کے عادی

الترمی، مونث کا صیغہ بایں وجہ لایا گیا ہے کہ طبرکہ کو جماعۃ کی تاویل میں کر لیا گیا ہے، و غیرہ بالمضارع لحکایۃ الحال واستحضار تلک الصورۃ البدیعة (روح المعانی)

تھے اور انہی اسفار کی وجہ سے وہ مالدار تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن اصحابِ فیل کو عبرتناک سزا دیکر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھادی تھی تو اب ان لوگوں کو اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے، اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے رب البیت ہونے کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت اللہ ان لوگوں کے تمام فضائل و برکات کا سرچشمہ تھا۔

”لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۝ الْفَهْمُ رِحْلَةَ الْبَيْتَاءِ وَ الصَّيْفِ ۝“ چونکہ قریش عادی ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو اس نعمت کے شکر میں ان کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے چنانچہ فرمایا: ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۝ وَ أَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝“ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا، اور خوف سے ان کو امن دیا، اطعمہم من جوع میں حصول نفع کی طرف اشارہ ہے اور آمنہم من خوف میں دشمنوں، ڈاکوؤں کے خوف سے مامون ہونا بھی شامل ہے اور عذابِ آخرت سے مامون ہونا بھی، معارف) بالفاظِ دیگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو اگر وہ لوگ تمام نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کر سکے تو اس نعمتِ جلیلہ کے شکر یہ میں تو ان کو خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے جس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھلایا، پلایا، اور دشمنوں کے خوف سے امن دیا۔

فائدہ اس سورت میں تمام قبائل عرب میں سے قریش کے عند اللہ مقبول ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کر لیا ہے۔ (معارف القرآن) (نضر ابن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی ہے)

لغات ایلاف باب افعال کا مصدر، مانوس ہونا، خوگر ہونا۔ قُرَيْشِ نضر ابن کنانہ کی اولاد، حضور ﷺ کا تعلق اسی خاندان سے تھا، قُرَيْشِ، قَرَشُ کی تصغیر ہے، جو بیانِ عظمت کے لئے لائی گئی ہے، اور قرش ایک خاص قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں، جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو لقمہ بناتی ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتی ہے، قریش اپنی نسی شرافت اور عظمت اور طاقت کی بناء پر اس نام سے موسوم ہوئے۔ رِحْلَةَ مصدر از باب فتح، رَحَلَ (ف) رَحَلًا وَ رِحْلَةً وَ رَحِيلًا وَ تَرَحَّلًا: کوچ کرنا، سفر کرنا، دراصل اس کے معنی اونٹ پر کجاوہ کسے کے ہیں مگر چونکہ اس کا مقصد سفر کرنا ہوتا ہے اس لئے مجازاً سفر پر اس کا طلاق ہونے لگا۔ (قبیل ہو اسم جنس و لهذا أَفْرَدَهُ او اسم مصدر بمعنى الارتحال) البَيْتَاءِ موسمِ سردی، جمع اَشْتَيْدِ الصَّيْفِ موسمِ گرمی، جمع اَصْيَافٍ۔ فَلْيَعْبُدُوا (ن) امر جمع مذکر غائب، عَبَدَ اللّٰهَ (ن) عِبَادَةٌ وَ عِبَادِيَّةٌ: عبادت کرنا۔ الْبَيْتِ گھر، جمع بَيْتُوتِ (المرادُ به الكعبة المكرمة) أَطْعَمَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب،

۱ آلف فلانا: کسی کو مانوس کر لینا۔ آلف (س) اَلْفَاوُ اَلْفَا: مانوس ہونا، عادی ہونا، ایلاف یا تو آلف کا مصدر ہے جو دراصل اَلْفٌ تھا، لہذا ایلاف میں قاعدہ ایمان جاری ہوا ہے، یا آؤلف کا مصدر ہے، لہذا اب مصدر آؤلف ہوگا، واؤ آؤلف کسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدل گئی۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اطلق الایلاف ثم ابدل عنه تفخيمًا لامر الایلاف۔ ایلاف قریش میں اضلاعہ المصدر الی الفاعل ہے۔

أَطْعَمَ فُلَانًا: کھانا، طعم (س) طَفَعْنَا وَطَعَامًا: کھانا۔ جُوع اسم بمعنی بھوک، جَاع (ن) جُوعًا وَمَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔ آمِن (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آمِنَ فُلَانًا: امن دینا، آمِنَ (س) آمِنًا وَأَمَانًا وَأَمَانَةً: بے خوف ہونا۔ خَوْفٌ ذُر، باب سح کا مصدر ہے، خَاف (س) خَوْفًا وَمَخَافَةً وَخَيْفَةً: ڈرنا۔

ترکیب لا یلّف قریش ۱ الفہم رَحَلَةَ الشّتاءِ وَ الصّیْفِ ۲ فلیعبُدُوا رَبَّ هَذَا البیتِ ۳ الذّی اطعمہم من جوع ۴ وَ آمنہم من خوف ۵ لام حرف جر (برائے تعلیل، وقال غیر واحد انّ اللام للعاقبة، روح المعانی) ایلاف قریش مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ، ایلاف مصدر مضاف ہم ضمیر مضاف الیہ، رحلۃ مضاف الشتاء والصیف معطوف ومعطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم، یعبُدوا کے اور فلیعبُدوا میں فاجزائیہ اس لئے لائی گئی کیونکہ کلام میں شرط کے معنی پائے جا رہے ہیں کیونکہ کلام کے معنی یہ ہیں اِنَّ نِعْمَ اللّٰهُ تَعَالٰی غَیْرُ مَحْصُورَةٍ فَاِنْ لَمْ یَعْبُدُوا لِسَائِرِ نِعْمِهِ سَبْحَانَهُ فلیعبُدوا لہذہ النعمۃ الجلیلۃ اور چونکہ یہاں شرط محقق نہیں ہے اس لئے یہ فادرجحیت زائدہ ہے، لہذا ما بعد معمول کا اس پر مقدم کرنا ممنوع نہیں ہے اس لئے لا یلّف قریش الخ کو مقدم رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (روح المعانی) لیعبُدوا فعل امر (محل جزم میں) ضمیر واو فاعل، رب مضاف لهذا البیت اسم اشارہ اپنے مشا الیہ (اہل عرب اسم اشارہ کو مبدل منہ اور مشار الیہ کو بدل کہہ کر ترکیب کرتے ہیں) سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول، اطعمہم من جوع معطوف علیہ (من جوع متعلق اطعمہم کے) واو حرف عطف آمنہم من خوف معطوف (من خوف متعلق آمن کے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر جواب شرط، شرط مقدر اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذی الخ یہ رب هذا البیت کی صفت بھی بن سکتا ہے۔) (اعراب القرآن)

فائدہ اطلق الایلف فی الاول وقیدہ فی الثانی برحلتی الشتاء والصیف تفخیماً لامر الایلف وتعظیماً لہ وتذکیراً بسواغ النعم۔ (اعراب القرآن)

سورۃ الماعون مکیہ

أَرَعَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالذِّينِ ۱ فذٰلِكَ الَّذِي يُدْعُ الْيَتِيمَ ۲ وَ لَا يَحْضُ عَلٰی

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے • سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے • اور محتاج کو کھانا دینے

۱۔ یا فل محذوف أعجبوا کا متعلق، یا فل محذوف فقل کا متعلق ای فقل اھلاک اصحاب الفیل لا یلّف قریش الخ، یا انا اھلکنا اصحاب الفیل مقدر مانا جائے، یا جار مجرور ما قبل سورت کے آخری فعل جعل کے متعلق ہے، مگر پیارے بچو! یہ واضح رہے کہ ترکیب کے بدلنے سے ترجمہ بدل جائیگا۔

طَعَامِ الْمَسْكِينِ ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ﴿۱۱﴾ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿۱۲﴾ الَّذِينَ

کی ترغیب نہیں دیتا • سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے • جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں • جو ایسے ہیں کہ ریا کاری

هُم يُرَاءُونَ ﴿۱۳﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿۱۴﴾

کرتے ہیں • اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے •

ربط سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے کفر و نفاق سے بچنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں کفار و منافقین کے بعض افعال قبیحہ کا ذکر ہے اور ان پر جہنم کی وعید ہے، یہ افعال اگر کسی مومن سے بھی سرزد ہوں تب بھی اگرچہ شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں مگر یہاں وعید مومنین پر نہیں اسی لئے شروع سورت میں اس شخص کا ذکر فرمایا کہ جو یوم جزا یعنی قیامت کا منکر ہے ظاہر ہے کہ انکار قیامت جیسا سنگین گناہ مومن کی شان سے بعید ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس سورت میں وعید کے مصداق کفار و منافقین ہیں۔

”ارَاءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالذِّينِ ﴿۱۰﴾“ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے برے اعمال کے بدلے کے لئے کوئی دن متعین نہیں ہے، یہ استفہام برائے تشویق ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر آپ اس کا حال سنا چاہیں تو سنئے ”فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ﴿۱۱﴾“ وہ، وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، یعنی یتیم کی ہمدردی تو درکنار اس کے ساتھ سنگ دلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے ”وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ﴿۱۲﴾“ اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، یعنی دوسروں کو بھی یہ ترغیب نہیں دیتا کہ محتاج و مسکین کو کھانا کھلایا کریں، یعنی ایسا سنگ دل ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسروں کو احسان پر آمادہ کرے۔ ”فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ﴿۱۳﴾ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿۱۴﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿۱۵﴾“ جب معاملہ ایسا ہے (یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور کھانا دینے پر ترغیب نہ دینا جو کہ بندوں کے حقوق ہیں ایسا مذموم ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو بدرجہ اولیٰ مذموم ہے) تو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں یعنی یہ منافقین کبھی تو نماز کو بالکل ہی بھلا دیتے ہیں اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو محض دکھلاوا مقصود ہوتا ہے، کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ علانیہ پڑھی جاتی ہے اس لئے نماز کو اگر بالکل ترک کر دیں گے تو ان کا نفاق سب پر ظاہر ہو جائے گا، اس لئے نماز کو محض دکھلاوے کے لئے پڑھ لیتے ہیں (یعنی گاہ بگاہ اظہار کے لئے پڑھ لیتے ہیں اور جب نگاہ نیچی تو چھوڑ دیتے ہیں، یہی مطلب ہے غفلت کا) ”وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿۱۶﴾“ اور یہ لوگ زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے یعنی زکوٰۃ میں چونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب کے سامنے ظاہر کر کے دی جائے اس لئے یہ لوگ زکوٰۃ کو

بالکلیہ ترک کر دیتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ اس کا اظہار شرعاً مامور بہ ہے یعنی جماعت کے ساتھ پڑھنا اس لئے اس کو کبھی پڑھ بھی لیتے ہیں۔ (ماعون کے متعلق مزید تفصیل بعض لغات)

لغات یُکذِّبُ بالذین، (دیکھئے سورۃ الانفطار میں کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُونَ بِالذین) یُدْعُ مضارع واحد مذکر غائب، دَعَّاهُ (ن) دَعَّاهُ، دَعَّاهُ دینا۔ الیتیم (متر فی سورۃ الفجر) لَا یَحْضُ (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، حَضَّهٗ عَلٰی الامر (ن) حَضَّاهُ: کسی کام پر ابھارنا، ترغیب دینا۔ طَعَامٌ، کھانا، جمع اطعمۃ، (یہاں طعام بمعنی اطعام ہے یا پھر طعام سے پہلے لفظ بتدل مضاف محذوف مانا جائے) المسکین، (سورۃ الفجر میں گذر چکا) المصلین، (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، (مزید تفصیل سورۃ الاعلیٰ میں وَذَكَرْ اَسْمَ رَبِّهِ فَصَلِّ کے تحت) صلاة (متر فی سورۃ البینۃ) سَاهُونَ جمع ساه (ن) اسم فاعل جمع مذکر، سها عنه (ن) سَهَوَا وَسَهَوَةٌ وَسَهْوَةٌ: بھولنا، غافل ہونا، دراصل سَاهِیُونَ تھا، ضمہ ی پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ما قبل کو دید یا پھری بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گئی۔ یُرَاءُونَ (مفاعلت) مضارع جمع مذکر غائب، رَآَهُ مُرَائًا وَرِئَاءَ وَرِیَاءَ: دکھاوا کرنا۔ یَمْتَعُونَ (ف) مضارع جمع مذکر غائب، مَتَعَهُ الشَّيْخُ وَمَنَّهُ (ف) مَتَعًا: محروم رکھنا، روکنا۔ الماعون، زکوٰۃ، اسکی اصل مَعْوُونَ ہے، قلب مکانی کر کے مَوَعُونَ ہوا یعنی عین کو واؤ کی جگہ اور واؤ کو عین کی جگہ رکھا پھر واؤ کو الف سے بدل دیا، ماعون ہو گیا (اسم مفعول) اِزَاعَانَ نَعِیْنُ باب افعال، وزن مشہور مفعول کے برخلاف (روح) مادہ عَوَّنُ ہے (بیان القرآن، حاشیہ جلالین، روح المعانی)۔

ترکیب اَرَأَيْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالذِّیْنِ... ہمزہ استفہام برائے تشویق (استفہام اُرِئِدْ بہ تشویق السامع الی تعریف المكذب وفيه ایضاً تعجیب، روح المعانی) رأیت فعل بافاعل، (أَرَأَيْتَ بمعنی اَخْبِرْنِی) الذی اسم موصول یُکذِّبُ بالذین جملہ ہو کر صلہ (بالذین متعلق یُکذِّبُ کے) موصول مع صلہ کے مفعول بہ اول، اور مفعول ثانی محذوف ہے، آئی مَنْ هُوَ، (وقیل الرویۃ بصریۃ او بمعنی المعرفة فلا حاجة الی تقدیر المعقول بہ) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یُدْعُ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحْضُ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْکِیْنِ... فاسیبیہ، جو سبب پر داخل ہے اور اس کا سبب وہ تشویق ہے جس پر کلام سابق دال ہے، (روح المعانی و بیان القرآن) (حضرت تھانوی نے اسی کو اختیار کیا ہے) یا فاجزائیہ ہے اور شرط محذوف ہے ای اِنْ لَمْ تَعْرِفْ فَذٰلِکَ اِلْح (روح المعانی، اعزاب القرآن) ذٰلِکَ مبتدا الذی اسم موصول یُدْعُ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل، الیتیم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف، لَا یَحْضُ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْکِیْنِ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل

بعض نے کہا کہ یہ بروزن فاغول ہے مشتق من المعن، بمعنی شویسیب جو عموماً ایک دوسرے کو عاریتہ دے دی جاتی ہیں جیسے پھاڑو، چائے کا برتن، نمک، زکوٰۃ بھی چونکہ مال کا تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس لئے زکوٰۃ کو بھی ماعون کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اس کی اصل مَعْوَنۃ ہے، تاء کے بالعوض الف بڑھا دیا گیا، کیونکہ جو چیز دوسرے کو دے دی گئی وہ اس کے لئے باعث معونت بن گئی۔ (کلمہ من روح المعانی)

کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ماقبل کا مسبب یا جواب شرط، شرط اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ **قَوْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ...** فا جزائیہ اور شرط مقدر ہے آی اذا کان الامر کذلک (آی اذا کان دع الیتیم وعدم الحض موجبا للذم فالسهو عن الصلاة والریا ومنع الزکوٰۃ اولیٰ بذلک، تفسیر مظہری) **وَيَلِّ** مبتدا، لام جارہ المصلین موصوف الذین اسم موصول، **هُم** مبتدا عن صلاتہم متعلق مقدم **سَاهُونَ** کے، ساهون صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت اول الذین اسم موصول، **هُم** مبتدا، **يُرَءُونَ** فعل بالفعل جملہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف یمنعون الماعون جملہ ہو کر معطوف (الماعون مفعول بہ ثانی اور مفعول اول مخدوف ہے یعنی الناس یا الطالبین) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی المصلین کی، موصوف اپنی ذنون صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا شرط مقدر کی، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذین ثانی کو الذین اول سے بدل بھی بنا سکتے ہیں)

اختیاری مطالعہ

قولہ عن صلاتہم ساهون: لفظ عن کا مفہوم یہ ہے کہ اصل نماز ہی سے بے پروائی کرتے ہیں جو کہ منافقین کی عادت ہے اور نماز کے اندر کوئی سہو اور بھول ہو جاتا تو اس سے کوئی مسلمان خالی نہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بھی خالی نہیں، لہذا وہ اس کلمہ کی مراد نہیں ہے، اگر یہی مراد ہوتی تو عن صلاتہم کے بجائے فی صلاتہم کہا جاتا۔

سورۃ الْکُوْثُرِ مَکِّيَّةٌ

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكُوثُرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ۝ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے • سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے • بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے حضور ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت اور آپ کے مخالف کے ساتھ بغض و عداوت ہے، اس سورت کی اول و آخر آیت میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیانی آیت میں اس کو پہلی آیت کے تابع بنا کر آپ ﷺ کو نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

تشریح و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے اندر حضور ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم کا انتقال ہو گیا تو عاص ابن وائل اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی پس آپ نعوذ باللہ اہتر یعنی بے نام و نشان اور مقطوع النسل ہیں، مطلب یہ تھا کہ اب آپ کے دین کا خیر جا چند روزہ ہے پھر

آپ کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا کیونکہ جب پسری اولاد ہی نہ رہی تو نام و نسل کیسے باقی رہے گی، چنانچہ اس پر آپ ﷺ کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل ہوئی، ”اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْکُوثرَ ۝۱“ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، کوثر ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے، یعنی خیر دنیا بھی مثلاً بقاء دین، ترقی اسلام وغیرہ، اور خیر آخرت بھی مثلاً درجات علیا کا حصول، اور تقرب خداوندی وغیرہ، لہذا بیٹے کی وفات پر یہ کفار و مشرکین اگر مذاق اڑاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ دو تیس عطا فرمائی گئی ہیں۔

فائدہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے اور وہ میدان محشر میں ہوگی اور بعض احادیث میں ہے کہ کوثر نام کی نہر جنت میں ہوگی، چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق باس طور ہو سکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ باذن الہی میدان محشر میں آجائے گی یعنی میدان محشر میں جو حوض کوثر ہے اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ سے جنت کی نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا۔ ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝۱“ سو آپ مذکورہ نعمتوں کے شکر میں اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے (کیونکہ سب سے بڑی نعمت کے شکر میں سب سے بڑی عبادت ہونی چاہئے اور وہ نماز ہے) اور تکمیل شکر کے لئے جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی ہونی چاہئے لہذا آپ اسی کے نام کی قربانی کیجئے، اور رہا یہ سوال کہ دوسری آیات مثلاً اَقِمْوَالصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ وغیرہ میں تو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے تو اس آیت میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر کیوں کر ہے تو جواب یہ ہے کہ شاید ذکر قربانی اس لئے اختیار کیا گیا کہ قربانی میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ مشرکین کی مخالفت بھی ہے کہ وہ بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے، ”اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۱“ اس آیت میں حضور ﷺ کو مزید تسلی دینا مقصود ہے کہ مشرکین جو آپ کو مقطوع النسل ہونے اور بے نام و نشان رہ جانے کا طعنہ دیتے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں بلکہ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے، یعنی اس دشمن کی ظاہری نسل خواہ چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا برخلاف آپ ﷺ کے کہ آپ کا نیک نام قیامت تک باقی رہیگا، اور پسری اولاد آپ کی نہ سہی مگر اولاد سے جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے یعنی نیک نامی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ظاہر ہے کہ آپ کی روحانی اولاد بلکہ بچہ بچہ آپ کے نام سے واقف ہی نہیں بلکہ بچے اور بڑے سب کے سب نہایت حسن عقیدت اور غایت درجہ عظمت و محبت کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں، (اور دختری اولاد تو حضور ﷺ کی ملکوں میں بکثرت پھیلی ہوئی ہیں)

لغات اَعْطَيْنَا، باب افعال سے ماضی جمع متکلم، اَعْطَى فَلَانًا الشَّيْءَ: دینا، عَطَا الشَّيْءَ وَالِيه (ن) عَطْوًا: لینا۔ الْکُوثر، بروزن فَوْعَلٌ، صِيغَةٌ مَبَالِغَةٌ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْكَثْرَةِ شَيْءٌ كَثِيرٌ، مراد خیر کثیر کَثْرًا (ک) كَثْرَةٌ۔ زیادہ ہونا۔ اِنْحَرْ، (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَحْوَهُ، (ف) نَحْوًا: گلے پر مارنا، مراد قربانی کرنا۔ شَانِي، دشمن، (ف) اسم

۱ اونٹ کی قربانی کو نحر کہا جاتا ہے عرب میں چونکہ قربانی عموماً اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے یہ لفظ استعمال ہوا، بعض اوقات لفظ نحر مطلقاً قربانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

فاعل واحد مذکر، شَنَاةُ (ف) شَنَا و شَنَاْنَا: دشمنی کرنا، بغض رکھنا۔ الْاَبْتَرُ، صفت مشبہ، بے نام و نشان کہ اس کا ذکر خیر باقی نہ رہے، بَتْرًا (س) بَتْرًا: کٹ جانا، مراد بے نام و نشان رہ جانا۔

ترکیب اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ... اِن حرف مشبہ بالفعل ضمیر نا اسم اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ جملہ ہو کر خبر (الکوثر مفعول بہ ثانی) حرف مشبہ بالفعل مع اپنے اسم و خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ ہوا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ اِنْحَرْ اِن شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَرُ... فا حرف عطف برائے ترتیب (روح المعانی) بالفاظ دیگر فاسیہ (تفسیر مظہری) صَلِّ فعل، ضمیر انت فاعل لربك متعلق (اور ضمیر سے لفظ رب کی جانب التفات تعظیم رب اور اداء فرائض کی ترغیب و تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے) لَانَّ مِنْ يُرِيْكَ يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ، (روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف اِنْحَرْ فعل با فاعل جملہ انشائیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل ملا کر جملہ متانفہ (صلّ چونکہ انشاء ہے، لہذا جملہ انشائیہ کا عطف جملہ انشائیہ پر کرنے کے لئے فصل سے پہلے معطوف علیہ مخذوف مان لیا جائے، آئی اِنْتَبِهْ لِهَذَا فَصَلِّ اِنْح (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِن شَانِكَ اِنْح اِن حرف مشبہ بالفعل شَانِكَ مرکب اضافی ہو کر اسم اِن، ہو ضمیر فصل الابتداء خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

اولادِ رسولِ ہاشمی | آں حضرت ﷺ کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ قاسم، عبد اللہ۔ (جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ صاحبزادیوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق چار تھیں، حضرت ابراہیم آپ کی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، حضرت ابراہیم کے سوا تمام حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

قوله اَعْطَيْنَاكَ: آیت میں لفظ اَعْطَيْنَا استعمال ہوا، آتینا نہیں، کیوں کہ اِعْطَاء کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں وہ چیز کسی خدمت وغیرہ کا معاوضہ اور صلہ نہیں ہوتا، برخلاف اِيتَاء کے کہ وہ عام ہے کسی چیز کا صلہ ہو یا محض بر بنائے کرم اور مفت، لہذا آیت میں لفظ اعطاء کے استعمال سے پتہ چلا کہ کوثر کا آپ ﷺ کو عطا کیا جانا محض فضل خداوندی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اَعْطَيْنَا ماضی کا صیغہ لایا گیا نہ کہ مضارع کا تو وہ اس بناء پر کہ ماضی وقوع اور تحقق پر دلالت کرتی ہے گویا یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ایسا یقینی ہے کہ گویا آپ کو دے دیا گیا۔ نیز اعطیناک کا مفعول اول کاف ضمیر ہے (نہ کہ لفظ الرسول وغیرہ تو اس میں اس بات کو بتلانا ہے کہ یہ اعطا غیر معلل ہے یعنی بوجہ رسالت نہیں بلکہ محض اللہ کی مشیت اور اس کے فضل کی بناء پر ہے۔ (روح)

سورۃ الکافرون مکیہ

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿١﴾ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَا آتَمُّ عِبْدُونَ مَا أَعْبُدُونَ ﴿٣﴾ وَلَا

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافر! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں • اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو • اور نہ

أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ ۝ مَا آعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِى دِينِ ۝

میں تمہارے معبودوں کی پستش کروں گا • اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے • تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ توحید اور شرک سے برأت ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار چند رؤساء کفار نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آئیے ہم اور آپ صلح کر لیں، کہ ایک سال تک ہمارے معبودوں کی آپ عبادت کیا کیجئے، اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کیا کریں، اس طرح دو توں فریق دین میں شریک رہیں گے تو جو نسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ نہ کچھ حاصل جائے گا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں کفار کے اعمال اور باہم مشارکت سے برأت کا اظہار ہے۔

”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ ۝ مَا آعْبُدُ ۝“ اے محمد آپ

ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، یعنی مطلب یہ ہے کہ میرا اور تمہارا طریقہ ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو فی الحال ایسا ہو رہا ہے کہ میں تمہارے

معبودوں کی عبادت کروں، اور تم میرے معبود کی عبادت کرو، (گویا لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ

عِبَادُونَ مَا آعْبُدُ ۝ میں زمانہ حال میں عبادت کی نفی مراد ہے) ”وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ

عِبَادُونَ مَا آعْبُدُ ۝“ اس میں آئندہ زمانہ میں عبادت کی نفی ہے کہ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں

گا، اور نہ تم (شرک پر قائم رہتے ہوئے) میرے معبود کی پرستش کرو گے، مطلب آیات کا یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک

نہیں کر سکتا، نہ اب اور نہ آئندہ، اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دئے جا سکتے نہ اب اور نہ آئندہ، یعنی توحید اور شرک جمع

نہیں ہو سکتے، آگے ”لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِى دِينِ ۝“ اس میں توحید و شرک کا انجام مذکور ہے کہ تم کو تمہارا بدلہ ملے گا

اور مجھ کو میرا بدلہ، (اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سنائی گئی کہ جیسا کرو گے ویسا ہی بھگتو گے)“

لغات الکافرون، الکافر کی جمع (دیکھئے و یقول الکافر سورۃ النبأ میں) لا اعبد (ن) مضارع منفی واحد

متکلم، عَبَدَ اللّٰهَ (ن) عبادۃ و عبودیتۃ: عبادت کرنا، تعبدون، جمع مذکر حاضر از باب نصر، عابدون، اسم فاعل جمع

مذکر، از باب نصر، دین بدلہ، (۲) دین (مزید تفصیل در سورۃ الانفطار)

ترکیب قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا آعْبُدُ... قُلْ امر، ضمیر انت

فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر قول (لا محل لها) یا حرف ندائی مبدل منہ، ہا برائے تشبیہ الکافرون بدل، مبدل منہ

اپنے بدل سے ملکر منادئ، حرف ندائی اپنے منادی سے ملکر ندا، لا اعبد فعل منفی، ضمیر انا فاعل، ما اسم موصول تعبدون

فعل با فاعل، (اور عائد مخدوف ہے ای تعبدونہ) جملہ فعلیہ صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل

اور مفعول بہ سے ملکر معطوف علیہ (لا محل لها) واؤ حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدأ عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل، ما عابد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف۔ وَلَا اَنَا عَبْدٌ مَّا عَبَدْتُمْ وَلَا اَنْتُمْ عَبْدُونَ مَّا اَعْبُدُ... واؤ حرف عطف لا نافیہ انا مبتدأ عابد صیغہ اسم فاعل، ضمیر هو فاعل ما عبادتہ اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدأ عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل ما عابد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر جواب ندا، ندا اپنے جواب ندا سے ملکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِي دِينٌ... لکم جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دینکم مرکب اضافی ہو کر مبتدأ مؤخر، مبتدأ مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لی جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دین (در اصل دینی تھا وہو مرفوع و علامۃ الرفع الضمۃ المقدرة علی ما قبل الیاء المحذوفۃ للتخفیف) مرکب اضافی مبتدأ مؤخر پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فضیلت سورۃ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو بچھونے کاٹ لیا تو آپ نے نمک اور پانی منگایا آپ ﷺ قل یا ایہا الکافرون، قل اعدو برب الفلق اور قل اعدو برب الناس پڑھتے رہے اور اس جگہ پر پانی ڈال کر ہاتھ پھیرتے رہے۔ (منظہری)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو تم کو شرک سے نجات دے دے؟ سوتے وقت قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرو۔

سورۃ النصر

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝

جب خدا کی مدد اور فتح آچنی • اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں •

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے • اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے • وہ بڑا قبول کرنے والا ہے •

ل قولہ ما تبدون، ماکرہ موصوف، اور مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے اگر مصدر یہ ہو تو عبارت ہوگی لا عابد عباد تکم المبنیۃ علی الشک، ولا انتم تبدون مثل عبادتی المبنیۃ علی یقین، گویا تین صورتیں جائز ہیں (۱) چاروں ما بحتی الذی (۲) چاروں ما مصدریہ (۳) پہلے دو بحتی الذی اور آخر کے دو مصدریہ (اعراب القرآن)

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے تکمیل فیوض کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں حضور ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے اس سورت کو سورۃ التودیع بھی کہا گیا ہے، (تودیع کا معنی ہے کسی کو رخصت کرنا) مقاتل کی روایت میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی، جن میں حضرت ابوبکر، عمر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ موجود تھے، سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباسؓ نے رونے لگے، حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اس میں تو آپ ﷺ کی وفات کی خبر مضمون ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی، ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے یعنی اے محمد (ﷺ) جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح آپہنچے اور اس فتح کے آثار، وعلامات یہ ہوں گی کہ ”وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَنْدَخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا“ اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ اللہ کے دین سے مراد دین اسلام ہے چنانچہ قرآن میں ہے ان الدین عند اللہ الاسلام، لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے ایک بڑی تعداد تھی جو رسالت و اسلام کی حقانیت کا تو یقین رکھتی تھی مگر قریش کی مخالفت کے خوف سے اسلام میں کھلم کھلا داخل نہ ہو سکتی تھی ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا مگر فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آگے اذاکا جواب ہے یعنی ”فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ“ تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے یعنی اے محمد ﷺ جب فتح مکہ کے یہ آثار ظاہر ہونے لگے تو اس وقت یہ سمجھئے کہ آپ کی بعثت کا مقصود جو کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اس پر خدا کا شکر ادا کیجئے اور یہ سمجھئے کہ اب بس سفر آخرت قریب ہے اس کی تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے۔ ”وَاسْتَغْفِرْ لَهُ“ اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ یعنی خلاف اولیٰ امور واقع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے، کیوں کہ اللہ تواب ہے، فرمایا ”إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا“ وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔ (انہ کان توابا، یہ امر بالاستغفار کی علت ہے)

تنبیہ: خلاف اولیٰ امور مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی آئے اور آپ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر زور دیا جبکہ آپ رؤسائے کفار کو سمجھا رہے تھے۔ جس کا مکمل واقعہ سورۃ عبس میں گزر چکا، اگرچہ آپ کا یہ فعل بھی عبادت تھا۔ مگر جو متروک ہو گیا وہ اس سے زیادہ عبادت تھا۔ بس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے۔

فائدہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ میں فتح سے فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں، لفظ اِذَا جَاءَ سے بظاہر فتح مکہ سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ایک روایت اس کے موافق نقل کی ہے جس میں اس سورت کا نزول، غزوہ خیبر سے لوٹنے کے وقت بیان کیا ہے اور خیبر کی فتح، فتح مکہ سے مقدم ہونا معلوم و معروف ہے۔ (فتح خیبر ۷ھ اور محرم میں ہوئی اور فتح

مکہ رمضان ۸ھ میں ہوئی)

فائدہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے گویا ہر وقت یہ دعاء پڑھتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔

لغات نصر، باب نصر کا مصدر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا وَنُصْرَةً: مدد کرنا، الفتح کامیابی (مراد فتح مکہ) بطور اسم مستعمل ہے، فتح الباب (ف) فتحا: دروازہ کھولنا، الناس (مرفی سورۃ المطففین) یدخلون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، دخل (ن) دخولا: داخل ہونا، دین دین، مذہب، (دیکھئے سورۃ الانقطار میں لفظ الدین) افواجا، فوج کی جمع، بمعنی گروہ، جماعت، جمع الجمع آفواج و آفواج، سبّیح صیغہ امر از باب تفعیل، خدا کی پاکی بیان کیجئے، یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص سے برتر اور پاک ہے۔ (دیکھئے سبوح سورۃ الاعلیٰ میں) حمد، تعریف، ثنا، دراصل باب سبوح کا مصدر ہے، حمد، (س) حمدا: تعریف کرنا، (یعنی اللہ تعالیٰ تمام خوبیوں اور صفات کمال سے متصف ہے) استغفر (استفعال) امر کا واحد مذکر حاضر، بمعنی معافی چاہنا، غفر اللہ لہ ذنبہ، (ض) غَفَرًا وَغُفْرَانًا وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا، تو اباً، اسم مبالغہ، از باب نصر، (مراد توبہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا، قرآن شریف میں جتنی جگہ بھی توبہ کا لفظ آیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی صفت کے لئے آیا ہے) مزید معلومات سورۃ البروج میں ثم لم یتوبوا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

ترکیب إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا..... اذا ظرفیہ، مضاف، متضمن بمعنی الشرط، جاء فعل نصر مصدر مضاف، اللہ مضاف الیہ فاعل، (اور مفعول بہ محذوف ہے ای ایاک والمؤمنین) مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ محذوف سے ملکر معطوف علیہ (محل جر میں) واو حرف عطف، الفتح معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف رأیت فعل با فاعل، الناس ذوالحال یدخلون فی دین اللہ افواجا جملہ ہو کر حال (محل نصب میں) افواجا حال از ضمیر یدخلون ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف ہوا اپنے جواب و جزا سبوح کا، فارابطہ سبوح فعل، ضمیر انت ذوالحال، بحمد ربک ملتبس محذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر معطوف علیہ، واو حرف عطف، استغفر فعل با فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا جو اذا کا جواب و جزا ہے (لا محل لہا جواب شرط غیر جازم)

انہ کان تو اباً..... ان حرف مشبہ بالفعل ہاء ضمیر اسم کان فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم تو اباً خبر، جملہ فعلیہ خبر حرف مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔

۱۔ قولہ یدخلون الخ اگر آیت میں رویت بصری مراد نہ ہو بلکہ رویت قلبی مراد ہو تو پھر یدخلون الخ مفعول بہ ثانی ہوگا۔

اختیاری مطالعہ

ہو کہ اِنَّہ کان تو ابا: اس سے پہلے ہے واستغفرہ تو قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تو ابا کے بجائے غفار ا کہا جاتا۔ تو بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ استغفار کرنے والے کو توبہ بھی کرنی چاہیے، بعض نے کہا کہ عہدت اس طرح تھی واستغفرہ انہ کان غفار ا وتبالیہ انہ کان تو ابا۔ یعنی یہاں صنعت و احتباک ہے کہ معطوفین میں ہر ایک طرف میں احد المتعلقین اور حذف اور احد المتعلقین کو ذکر کر دیا گیا تاکہ مذکور مخدوف پر دلیل بن سکے۔

سورۃ اللہب

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے • نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی • وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں

لَهَبٍ ۝۳ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝۵

داخل ہوگا • وہ بھی اور اس کی بیوی بھی • جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے • اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے مخالفت رسول سے بچنا ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو جمع کر کے دعوت اسلام دی اور کہا کہ میں تم کو ایک عذاب سے ڈراتا ہوں جو کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، یہ سن کر ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا کہنے لگا تباً لک الہذا جمععتنا، ہلاکت ہو تیرے لئے کیا تو نے ہمیں اسی کام کے لئے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لئے پتھر اٹھالیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس ابولہب کی ایک بیوی تھی جو خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی، گویا دونوں کو حضور ﷺ سے دلی عداوت تھی، چنانچہ اس سورت میں اس کی عورت کی بھی مذمت مذکور ہے۔

”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱“ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ دونوں جملے بددعا کے لیے ہیں، اور پہلے جملہ میں يَدَا أَبِي لَهَبٍ مرکب اضافی ہے دراصل يَدَا ن تھا بوجہ اضافت نون ساقط ہو گیا اور دونوں ہاتھوں سے کنایہ ذات سے ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے کاموں میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، اور یہاں ہاتھوں کی تخصیص کا نکتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہاتھوں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا مثلاً پتھر وغیرہ مارتا تھا لہذا جب ہاتھ سے مراد ذات ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ابولہب ہلاک و برباد ہو جائے پھر بطور تاکید کے فرمایا وَتَبَّ، اور وہ برباد ہو جائے، اور اس بددعا سے مراد اس کی ہلاکت کی خبر دینا ہے، بطور پیشین گوئی کے لہذا یہ کلام اس درجہ میں ہوا کہ وہ ہلاک ہوگا اور ہلاکت چوں

کہ یقینی تھی اس لیے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ ذکر کر دیا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کی گلٹی نکلی جس کو عربی میں عذسہ کہتے ہیں، اور اس خوف سے کہ مرض دوسروں کو نہ لگ جائے گھروالوں نے اس کو الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گیا، اور تین روز تک اس کی لاش یوں ہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھوا کر اس کو دبوادیا گیا، مزدوروں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی کے ذریعہ اس کو اندر ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے، اس طرح بصد ذلت و رسوائی وہ ناری جہنم رسید ہوا، الغرض مذکورہ کلام اس درجہ میں ہے کہ گویا یوں کہا گیا کہ وہ ہلاک ہو گیا، اس پر یہ دشمن رسول یہ شبہ کر سکتا ہے کہ میں اپنے مال اور تدبیر کی بدولت بچ جاؤں گا اس لیے آگے ارشاد ہے کہ: ”مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۗ“ اور نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ مال سے مراد اصل سرمایہ ہے اور مَا كَسَبَ سے مراد اس اصل مال کا نفع ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مَا كَسَبَ سے مراد اولاد بھی ہو سکتی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ یہ میرا ہمتیجہ کہتا ہے اگر وہ حق ہی ہو تو میں اپنے مال و اولاد کو فدیہ میں دے کر عذاب الیم سے اپنی جان بچا لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور یہاں ماضی سے مراد مستقبل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا مال اس کو ہلاکت سے نہ بچائے گا۔

الغرض یہ حالت تو اس کی دنیا میں ہوئی کہ گل سڑ کر مر گیا اور اس کے بیٹے عثیبہ کو شام کے راستہ میں شیر نے پھاڑ کھایا (روح، صاوی) اور آخرت کا حال یہ ہے کہ ”سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۗ وَ امْرَأَتُهُ ۗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۗ“ وہ عنقریب (یعنی مرتے ہی، قبر میں یا قیامت میں) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ وہ خاردار لکڑیاں جمع کر کے حضور ﷺ کے راستہ میں بچھا دیتی تھی) الحطب بطور جنس مستعمل ہے اور جنس قلیل و کثیر ہر دو کو شامل ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا لکڑیاں۔ ”فِي جَنَّةٍ هَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۗ“ اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی جہنم کی زنجیر و طوق کورسی سے تشبیہ دی گئی لہذا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں پہنچ کر اس عورت کے گلے میں دوزخ کی زنجیر اور طوق ہوگا کقولہ تعالیٰ: اِذَا الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ گویا کہ وہ ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی، (تشبیہ شدت استحکام میں ہے یعنی جہنم کی زنجیر اور طوق شدید درجہ مستحکم و مضبوط ہوں گے)

ایک اعتراض | مشبہ بہ میں جو صفت ہوتی ہے وہ زیادہ معروف ہوتی ہے جیسے زید کا لاسد زید شیر کی طرح ہے دیکھئے یہاں شجاعت کے معنی شیر میں زیادہ معروف ہے، یہاں جہنم کے طوق و زنجیر مشبہ ہیں اور بٹی ہوئی رسی مشبہ بہ تو یہاں تو مشبہ صفت استحکام و مضبوطی میں زیادہ معروف ہے مشبہ بہ سے تو پھر اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس اعتبار سے مشبہ بہ زیادہ معروف ہے کہ جملۃ الحطب کے معنی سے حبل من مسد کی طرف جلدی ذہن منتقل ہوتا ہے۔

فائدہ ابولہب کا اصل نام عبدالعزی تھا، آگ کے شعلہ کی طرح اس کا رنگ سرخ اور چمکدار ہونے کی بناء پر اس کی

کنیت ابولہب مشہور تھی، اور قرآن شریف میں اس کا نام چھوڑ کر کنیت اختیار کرنا اس کے چہنمی ہونے سے کنایہ ہے، دوسری وجہ اس کا نام نہ لینے کی یہ ہے کہ عزی ایک بت کا نام ہے جس کا یہ بندہ بنا ہوا تھا تو ایسا شرکیہ نام قرآن میں ذکر کرنے کے قابل نہ تھا۔ حمالة الحطب بعض نے کہا کہ حمالة الحطب سے مراد چغل خور ہے کہ جیسے کوئی سوختہ کی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانے کا سامان کرتا ہے تو اسی طرح یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے چغل خوری کرتی تھی، اور اپنی چغل خوری کے ذریعہ خاندانوں اور افراد میں آگ بھڑکاتی تھی، اس کا نام اروی بنت حرب تھا اور کنیت ام جمیل اور لقب عوراء (کانی)

لغات تبت، (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، تَبَّ الشَّيْءُ (ض) تَبَّأ و تَبَّأَتَا: ہلاک ہونا، ٹوٹنا، ید، اید کا تشبیہ، بوقت اضافت نون تشبیہ ساقط ہو گیا، بمعنی ہاتھ، جمع اید، ابی، اب کے معنی باپ، اسماء ستہ مکبرہ سے ہے اور حالت جبری میں یاء کے ساتھ مستعمل ہے، ابو لہب، عبد العزی ابن عبد المطلب نامی شخص کی کنیت ہے، لَہَبٌ، شعلہ، ذات لہب، کا ترجمہ ہوگا شعلہ والی، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، لَہَبَتِ النَّارُ (س) لَہَبَا و لَہَبَا: شعلہ بھڑکنا، اغلی، ماضی واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ اللیل میں وما یغنی) کَسَبَ، (ض) ماضی کا واحد مذکر غائب، کَسَبَ (ض) کَسَبَا: کمانا، سیصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ الانفاطر میں یصلونہا) ذات، ذو کا مؤنث، والی، صاحب، امرأۃ عورت، بیوی، جمع نساء، (من غیر لفظہ) حَمَالَةٌ صیغۃ مبالغہ، خوب اٹھانے والی، حَمَلُ الشَّيْءِ (ض) حملا: اٹھانا، الحطب، لکڑی، ایندھن، جمع احطاب، حطب (ض) حَطَبًا: ایندھن جمع کرنا، جید، اسم جامد، گردن، جمع اَجْبَادٌ و جَبُودٌ، حبل رسی، جمع اَجْبَالٌ و جَبُولٌ و جَبَالٌ، (مصباح اللغات) حَبْلَةٌ (ن) حَبْلًا: رسی سے باندھنا، مَسَدٌ، اسم جامد، خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی، جمع مَسَادٌ و مَسَادٌ، مَسَدٌ (ن) مَسَدًا: رسی بٹنا۔

ترکیب تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ... تبت فعل یدایدا مضاف ابی مضاف الیہ مضاف، لہب مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہو مضاف کا، مضاف مع مضاف الیہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف، تب فعل، فاعل جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ ابتدائیہ (لا محل لہا) مَا أَغْلَى عَنَّهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ... ما اغلی فعل منفی عنہ اس کے متعلق مالہ مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ما کسب، اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ مستانفہ (استیناف جوابا عما کان یقول انا افتدی بئالی) سَيَصْلِي نَارًا اِذَا تَلَّهَبٌ وَاَمْرًا اِنَّ حَمَالَۃَ الْحَطَبِ... سین برائے استقبال، یصلی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، نارا موصوف (والتنوبین للتعظیم ای نارا عظیمة) ذات لہب مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ، واو حرف عطف امرأۃ مرکب اضافی معطوف ہے یصلی کی ضمیر فاعل پر (ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا ضروری ہے لیکن مفعول کے درمیان میں آنے کی بناء پر ضمیر منفصل کے ذریعہ فصل لانے کی ضرورت نہیں رہی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ مستانفہ بیانیہ، حمالة الحطب مرکب اضافی ہو کر منصوب علی الذم ای اذم

حمالة الحطب، یا اعنی فعل محذوف کا مفعول بہ۔

فِي جَيْدِهَا حَبْلٌ قَمَسِدٌ..... فی جیدھا متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم حبل موصوف من مسد جار مجرور کانن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا موخر، مبتدا مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر امرأۃ سے حال یا پھر جملہ مستانفہ ۱

اختیاری مطالعہ

قولہ ثبت ید ابی لہب وثبت: کے متعلق فزانے کہا کہ پہلا جملہ دعائیہ ہے یعنی برائے بددعا اور دوسرا جملہ خبریہ ہے (تفسیر ابن کثیر میں بھی اسی طرح ہے) اب وثبت کے معنی میں خبر ہوگی کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

یعنی وہ بددعا اس کو لگ گئی، اور یہ جملہ ثبت ید ابی لہب مسلمانوں کے غصہ کی تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کیوں کہ جس وقت ابولہب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں تبنا کہا تو مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ وہ (مسلمان) اس کے لیے بددعا کریں، حق تعالیٰ نے گویا ان کے دل کی بات خود فرمادی اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ یہ بددعا اس کو لگ بھی گئی۔

اچھے برے نام | قرآن نے ابولہب کا نام نہیں لیا کیوں کہ وہ مشرکانہ نام ہے کیوں کہ عبدالعزی کا معنی ہے عزیزی نامی بت کا بندہ، عبد کے معنی چوں کہ غلام کے بھی ہیں اس لیے غلام رسول، غلام محمد، نام درست ہیں مگر عبدالرسول، عبدالنبی، نام رکھنا مکروہ ہے، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع و غلام ہو مگر یہ بوائے شرک سے خالی نہیں، اور عبدالعزی تو کسی بھی طرح درست نہیں، ہر ایسا نام جس میں عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ہو شرعاً درست نہیں، اچھے نام عبداللہ و عبدالرحمن ہیں اسی طرح عبدالرحیم، عبدالخالق، حارث ہمام، اور فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے جیسے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، وغیرہ۔ اور حدیث میں ہے کہ میرے نام پر تم نام رکھا کرو مگر میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو، مگر یہ ممانعت آپ ﷺ کے زمانہ حیات تک تھی ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح قول ہے۔ لہذا ابوالقاسم کنیت پر اپنا نام رکھنا اب درست ہے امام شافعیؒ اب بھی ممانعت کے قائل ہیں، بعض نام دنوں یا مہینوں کے نام پر رکھے جاتے ہیں وہ بھی اچھے نام نہیں جیسے پیرو، منگلو، بدعو، جمراتی، جہا، بارو، اتواری، غیدا، رمضان، ایسے ہی برے القاب سے پکارنا درست نہیں جیسے لبو، آلو، موٹو، لالو، چھجو، گھسو، ٹونڈا، نکلا، کن کٹا، بھینگا، کالا، آٹھو، سڑیل، سوہڑ، پھوہڑ۔

غلط نسبت: بعض لوگ عقیدت و محبت میں اپنی طرف غلط نسبت کرتے ہیں جیسے اپنے کو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں تلبیس و تدلیس پائی جاتی ہے۔ سننے والے سمجھیں گے کہ ان کا یہ نسب تعلق ہے اور غلط نسبت جتلانا حرام ہے۔ اسی طرح بلا ثبوت اپنے کو شیخ، انصاری، سلمانی، داؤدی، قریشی نہ کہا جائے۔

تفسیر مظہری میں فی جیدھا الخ کو حملہ کی ضمیر سے حال ہونے کو متع لکھا ہے بایں وجہ کہ حال و ذوالحال کے زمانہ میں اتحاد نہیں ہے لان حمل الحطب کان فی دنیا، الا ان قال معنی حمالة الحطب انہا تحمل حطب جہنم کالزقوم والضریح۔

سورۃ الاخلاص

مکیہ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَ لَمْ يُولَدْ ۝ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے • اللہ بے نیاز ہے • اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے • اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے توحید ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے آپ سے کہا کہ اپنے رب کی

صفات اور نسب بیان کیجئے (بعض روایات میں ہے کہ مشرکین کے سوال میں یہ بھی تھا کہ اللہ کس چیز کا بنا ہوا

ہے، سونے کا یا چاندی کا یا کسی اور چیز کا) اس پر یہ سورت نازل ہوئی، ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ آپ کہہ دیجئے کہ وہ

یعنی اللہ ایک ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے (کمال

ذات تو یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور کمال صفات یہ ہے کہ علم، قدرت وغیرہ اس

کے قدیم اور محیط ہیں) لفظ اللہ کی تعریف آپ حضرات نے شرح تہذیب کے صفحہ اول پر پڑھ لی کہ اللہ نام ہے اس

ذات کا جو واجب الوجود ہے اور تمام کمال کی صفتوں کا جامع ہے، یعنی اس کے اندر تمام صفات کمالیہ موجود ہیں اس جملہ

سے ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو اللہ تعالیٰ شانہ کے وجود ہی کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو وجود کے تو قائل ہیں مگر

واجب الوجود ہونے کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا کہ جو وجود اور واجب الوجود ہونے کے تو قائل ہیں مگر کمال

صفات کے منکر ہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو سب کچھ مانتے ہیں مگر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، ”اللَّهُ

الصَّمَدُ“ اللہ بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو

حاجت روا اور کار ساز اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں، ”لَمْ يَلِدْ ۝ وَ لَمْ يُولَدْ ۝“ نہ اس نے کسی کو جنا یعنی

اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد نہیں، لہذا اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہو گیا

جو اللہ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہودی قائل

تھے کہ عزیر کا باپ خدا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا تھا۔ اور ان کا بھی جواب ہو گیا جنہوں نے نسب کے

بارے میں سوال کیا تھا لہذا جواب ہو گیا کہ وہ مخلوق نہیں کہ اس کے نسب کا سوال پیدا ہو، (کیوں کہ ہر مخلوق و مولود

حادث ہے اور اللہ تعالیٰ حادث سے پاک ہے) ”وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ اور نہ کوئی اس کی برابری کا ہے،

اس میں مجوس کے قول کا رد ہو گیا کہ خالق دو ہیں ایک خیر کا خالق یعنی یزداں، اور ایک شر کا خالق یعنی اہرمن، نیز ہنود کی

بھی تردید ہو گئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

فضیلت سورۃ الاخلاص | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لے تو یہ

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احد (صرفی سورۃ الفجر) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلَ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوائج، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدَ الشَّيْءِ وَلَهُ وَالِيَهُ (ن) صمدنا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی جمد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) وِلَادًا وِوِلَادَةً: بچہ جنما، لم یولد (ض) نفی جمد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کفوا اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، وادو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فعل، ضمیر اَنْتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هُوَ ضمیر شان مبتدا (والجمله بعده خبر مفسرۃ له ومثلها لایكون له رابطه لانها عين المبتدا فی المعنی) اللہ احد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، اللہ الصمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لَمْ یلدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یُولَدْ لَمْ یُکُنْ لَهُ کُفُوًا أَحَدٌ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (کہ متعلق ہو کر کُفُوًا سے حال اور کُفُوًا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور أَحَدٌ اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا (لا محل لہا) ۲۔

۱۔ لفظ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استغراق جنس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے مافی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تنہا ایک کے اثبات کے ساتھ مافوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تنہا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احد کما فیسقی ربہ خمرًا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی و صغی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل هو اللہ احد۔

فائدہ: احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہذا مافی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل انسان نہیں کہہ سکتے جبکہ مافی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا یقال مائة واحدة ولا یقال مائة احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، وادو ہمزہ سے بدل دیا۔

فائدہ: هو اللہ احد میں هو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمونی هو اللہ الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہوگا یا ہوگی خبر ثانی (مظہری)

۲۔ **قوله** لَمْ یُولَدْ یہ کُفُوًا بمعنی شمایلاً کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن أَحَدٌ کُفُوًا لہ ای مکافئہ، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، ویجوز أن یكون الظرف (لہ) حالاً من احد، فُؤدِم علیہ رعایۃ للفاصلة ولئلا یلتبس بالصفیة، قوله أَحَدٌ اجاز الزمخشری ان یكون أَحَدٌ بدلًا من اللہ تعالیٰ علی ما هو المختار من جواز ابدال النکرۃ من المعرفیۃ ویجوز أن یكون خبر المبتدا محذوف ای هُوَ أَحَدٌ، واجاز ابو البقاء أن یكون الاسم الاعظم بدلًا من هُوَ أَحَدٌ خبرہ (روح المعانی) قوله الصَّمَدُ قیل الصَّمَدُ نعت والخبر ما یبعده (روح)

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احد (مرفی سورۃ الفجر) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلَ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوانج، یعنی صمد و سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَدَّ الشَّيْءُ وَلَهُ وَالْيَهُ (ن) صمدا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی، حمد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) و لا ذَا و ولادة: بچہ جنما، لم یولد (ض) نفی، حمد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کفو اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اللهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فعل، ضمیر آنت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هو ضمیر شان مبتدا (والجمله بعده خبر مفسرہ له و مثلها لا یكون له رابطه لانها عین المبتدا فی المعنی) الله احد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، الله الصمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفو احد باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (لہ متعلق ہو کر کفو سے حال اور کفو فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور احد، اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا (لا محل لہا) لم

۱ لفظ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استفراق جنس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے مافی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تو ایک کے اثبات کے ساتھ مافوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو توہا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد و عشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احد کما فی سفی رہہ خمر ا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی وصفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل هو الله احد۔

خلافہ: احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتدا میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہذا مافی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل اثنان نہیں کہہ سکتے جبکہ مافی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا

یقال مائة واحدة ولا یقال مائة احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، واو کو ہمزہ سے بدل دیا۔

خلافہ: هو الله احد میں ہو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمونی هو الله الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہوگا یا ہوگی خبر ثانی (مظہری)

۲ **قولہ لہ یہ کفو بمعنی مماثلہ کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن احد کفو لہ ای مکافئہ، اعراب القرآن و صرفہ دیکھنا، و يجوز أن یکون الطرف (لہ) حالاً من احد، فقدم علیہ رعاية للفاصلۃ و لا یلتبس بالصفة، قولہ احد اجاز الزمخشری ان یکون احد بدلاً من الله تعالی علی ما هو المختار من جواز ابدال النکرۃ من المعرفۃ و يجوز أن یکون خبر المبتداً محذوف ای هو احد، و اجاز ابو البقاء أن یکون الاسم الاعظم بدلاً من هو و احد خبرہ (روح المعانی) قولہ الصمد قبیل الصمد نعمت و الخبر ما بعدہ (روح)**

اختیاری مطالعہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب | اعتراض یہ ہے کہ لم یلد سے تو یہ پتہ چلا کہ اس نے کسی کو جنا نہیں یہ کہاں لازم آیا کہ وہ آئندہ بھی کسی کو نہیں جنے گا، جواب بے باک یہ ہے کہ اللہ کا والد نہ ہونا دوامی ہے، وہ ہر زمانہ میں جننے سے پاک تھا اور ہے اور رہے گا۔ اور رہا لم یلد کا سینہ جو ماضی پر دلالت کرتا ہے وہ کافروں کے قول کی تردید میں فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد والا جملہ یعنی لَمْ یُولَدْ بھی ماضی پر دال ہے اور اس کا ماضی ہونا ضروری ہے ورنہ بے معنی ہو جائے گا، اس کی رعایت میں پہلا صیغہ بھی ماضی پر دلالت کرنے والا استعمال کیا (مظہری)

سورۃ الفلق مَدَنیَّة

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ

آپ کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں • تمام مخلوقات کے شر سے • اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجادے • اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر

النَّفْثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝۵

پھونکنے والیوں کے شر سے • اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی پناہ لینا ہے اس سورت میں اور اس کے بعد والی سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح و شان نزول: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ساتھ ساتھ نازل ہوئیں اور ان کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ پر لبید ابن عصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ ﷺ بیمار ہو گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں، جن کا مجموعہ گیارہ آیات ہیں، اور بذریعہ وحی آپ ﷺ کو سحر کی جگہ بھی بتلا دی گئی، چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں، چنانچہ آپ کو بالکل شفاء ہو گئی، الغرض ان دونوں سورتوں میں مختلف شرور سے استعاذہ اور سب امور میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم ہے، اول سورت میں دنیوی آفات سے اور دوسری سورت میں اخروی آفات سے (یعنی شیطانی وساوس سے) (بیان القرآن)، اور جادو کا اثر ہونا اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جانا ایک امر طبعی ہے اس سے پیغمبر اور انبیاء بھی مستغنی نہیں ہوتے، بس جس طرح آگ میں جلانے کی تاثیر ہے اسی طرح جادو میں بھی ایک تاثیر ہے، ”قُلْ

أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲“ آپ کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، یعنی آپ اپنے استعاذہ کے لئے بھی اور دوسروں کو استعاذہ سکھانے کے لئے بھی جس کا حاصل توکل اور تعلیم توکل ہے، یوں کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، (صبح کی تخصیص بایں وجہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح

حق تعالیٰ لیل کا ازالہ کر دیتا ہے اسی طرح اٹھ لیل یعنی سحر کا ازالہ بھی کر سکتا ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ رات کی اندھیری کو جو اکثر شرور و آفات کا سبب بنتی ہے، زائل کر کے صبح کی روشنی نکالتا ہے اسی طرح سحر کا اثر بھی زائل کر سکتا ہے) ”وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝“ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے۔ من شر ما خلق میں ساری مخلوقات کا شر داخل تھا مگر پھر بطور خاص تین چیزوں کو علیحدہ سے بیان کیا گیا، نمبر ایک اندھیری رات کے شر سے پناہ جب کہ وہ رات آجائے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ رات میں شرور و آفات کا احتمال زیادہ ہے اور جادو کی ترکیب و ترتیب اکثر رات ہی کو ہوتی ہے تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے، اسی لئے عربی مثل ہے اللیل الخفی للویل رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے، نمبر دو ”وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝“ اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہی جادو کا واقعہ ہے، خواہ مردوں نے جادو کیا ہو یا عورتوں نے، پس نفاثات کا موصوف یا تو نفوس ہے کہ مرد و عورت دونوں کو شامل ہے یا پھر موصوف نساء ہے کہ جادو کا کام عموماً عورتیں کرتی ہیں، ”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝“ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے تیسری چیز جس کو بطور خاص بیان کیا وہ حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنا ہے جب وہ حسد کرنے لگے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ آپ پر جادو کرنے کا اقدام اسی حسد کی وجہ سے ہوا۔

اہم بات: حسد کہتے ہیں دوسرے کی زوال نعمت کی تمنا کرنا، آیت میں غاسق کے ساتھ اذا وقب کی قید اور حاسد کے ساتھ اذا حسد کی قید اس لئے لگائی کہ رات کی مضرت اسی وقت ہوتی ہے جب اندھیری پوری ہو جائے، اسی طرح حاسد کے حسد کا نقصان محسوس کو اسی وقت پہنچتا ہے جب وہ حسد کرنے لگے یعنی حسد پر اقدام کر کے ایذا رسانی کی کوشش کرنے لگے اور اگر حاسد ایذا پہنچانے کا اقدام نہ کرے تو اس وقت محسوس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حاسد کو ہی نقصان پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جلتا اور کڑھتا رہتا ہے۔

نکتہ: حاسد اور غاسق کو نکرہ اور النفثات جمع معرف باللام ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، وجہ یہ ہے کہ لبید کی بیٹیاں جو نفاثات تھیں وہ معین تھیں، چنانچہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کا حکم بصیغہ خصوصیت (معرف باللام) دے دیا، لیکن غاسق اور حاسد معین نہ تھے، بلکہ حاسدین بے شمار تھے اس لیے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کا حکم بصیغہ عموم نکرہ ذکر کیا۔ (مظہری)

لغات: **أَعْوَدُ** (ن) مضارع واحد متکلم، عَادَ بِهِ مِنْ كَذَا (ن) عَوْدًا وَعَيْتًا وَمَعَادًا پناہ لینا۔ **الْفَلَقُ** (ص) روح المعانی میں ہے کہ فَلَقٌ يَوْمَ قَلْبٍ صِفَتٌ مَشْبُوهٌ بِمَعْنَى مَفْلُوقٍ، فَلَقَى الشَّيْءَ (ض) فَلَقًا: پھاڑنا، صبح کو فَلَقَ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر نمودار کیا جاتا ہے۔ **هَدَّرَ** برائی، فساد، جمع سُورِدٌ۔ **غَاسِقٍ** (اندھیری رات) باب ضرب سے اسم فاعل، **غَسَقَ اللَّيْلُ** (ض) **غَسَقًا**: رات کا تاریک ہونا، **غَسَقَ** کے اصل معنی ہیں ”بھر جانا“ رات کو غاسق اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تاریکی بھر جاتی ہے۔ (روح المعانی) **وَقَبَ** (ض) ماضی واحد مذکر غائب، **وَقَبَ** (ض) **وَقَبًا**: آنا، متوجہ ہونا (اس کے اصل معنی کھود کرید کرنے کے ہیں پھر دخول کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) **النَّفَّاثَاتِ** کی جمع جو اسم مبالغہ کا صیغہ ہے، **نَفَثَ** (ن، ض) **نَفَثًا**: پھونک مارنا، دم کرنا۔ **العُقَدُ**

عُقْدَةُ کی جمع بمعنی گرہ۔ حاسِد (ن) اسم فاعل واحد مذکر، حَسَدًا (ن) حَسَدًا: حسد کرنا یعنی غیر کے زوالِ نعمت کی تمنا کرنا (اور یہ مذموم ہے البتہ اگر حسد بمعنی تنافس اور سابق بالخیرات ہو تو محمود ہے جیسے حدیث میں ہے لا حسد الا فی اثین الخ اور غبطہ یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ تمنا کرے کہ وہ بھی فلاں صاحبِ نعمت جیسا ہو جائے یہ مذموم نہیں ہے)

ترکیب قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَتْ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ..... قُلْ فعل فاعل ہو کر قول، اَعُوذُ فعل، ضمیر انا فاعل، بِرَبِّ الْفَلَقِ متعلق اَعُوذُ کے، مین جار مشر مضاف ما خلق اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ (والعائد محذوف ای خلقہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف مین حرف جر مشر مضاف غاسق مضاف الیہ اذا ظرفیہ مضاف وَقَبَتْ فعل، ضمیر فاعل، جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو غاسق کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف، مین حرف جار مشر، مضاف النَّفَّاثَاتِ، شبہ فعل مضاف الیہ (ای النفوس النفاثات او النساء النفاثات) فی العُقَدِ متعلق نَفَّاثَاتِ کے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف مین حرف جار مشر مضاف حاسد شبہ فعل مضاف الیہ، اذا ظرفیہ مضاف، حَسَدًا جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف مع مضاف الیہ کے ظرف ہو حاسد کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر متعلق اَعُوذُ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا۔ (اعراب القرآن) بعض لوگوں نے اذا وقب اور اذا حسد کو شر کا ظرف مانا ہے۔

سورۃ الناس

مدنیۃ

قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴

آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک • آدمیوں کے بادشاہ • آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں • وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے •

الَّذِي يُوسِّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے • خواہ وہ جن ہو یا آدمی •

ربط سورۃ الفلق کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

تشریح سورۃ الفلق کی تفسیر کے ضمن میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، اور اس سورت میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے یعنی شیطانی وسوسوں سے کہ جو تمام گناہوں کا سبب ہے اور گناہ آخرت میں آفت و عذاب کا سبب ہے، ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ

الْوَسْوَاسَ الْخَنَّاسَ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ آپ کہتے کہ میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا آدمی، عبارت بالا میں پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور یہ بات شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں اس طرح ہے کہ وسوسہ ڈالنے والا انسان اپنے کو ناصح اور مشفق ہونا ظاہر کرتا ہے مگر جب اس کو زجر کر دیا جائے تو پھر وسوسہ سے باز آ جاتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے، دوسری بات عبارت بالا میں یہ تحریر کی گئی کہ خواہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا انسان، یعنی وسوسہ جن اور انسان دونوں ڈالتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت و کذلک جعلنا لكل نبي عدواً شياطين الانس والجن میں جنات اور انسان دونوں میں شياطين ہونے کا ذکر ہے، لہذا ”مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ کا مطلب یہ ہے کہ میں شياطين الانس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شياطين الجن سے بھی۔

انسان کا وسوسہ ڈالنا | انسانی شياطين اکثر ایسی باتیں جو کہ غیر واضح ہوں دوسروں کے سامنے کہتے ہیں جن سے ان کے دل میں کسی معاملہ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اور مخاطب حیران و مضطرب ہو جائے۔

اہم بات: سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ کی صرف ایک صفت ذکر کر کے کئی چیزوں کے شرور سے پناہ مانگی گئی، اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کی گئیں اور پناہ صرف ایک چیز سے مانگی گئی یعنی شیطان کے شر سے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا شر جملہ شرور سے بڑھا ہوا ہے۔

لغات الناس (متر فی سورة المطففين) إِلِكِ بادشاہ، صفت مشبہ جمع مُلُوكٌ۔ إِلَهُ معبود، جمع إِلِهَاتٌ الْوَسْوَاسِ اسم مصدر، یعنی الْوَسْوَسَةُ جیسے الزلزال بمعنی الزلزلة، کثرت وسوسہ کی وجہ سے مبالغہ شیطان پر اس کا حمل کر دیا گیا کہ وہ خود وسوسہ ہے، اور وسوسہ کا معنی ہے ”صوت خفی“ یعنی پوشیدہ آواز جیسے زیور کی ہلکی جھنکار، اور اصطلاح شرع میں وسوسہ کے معنی ہیں، دل میں خیال بد ڈالنا (الْوَسْوَاسِ بکسر الواو و رباعی مجرد کا مصدر ہے وَسْوَسَهُ اور وَسْوَسُوا) الْخَنَّاسِ باب ضرب سے اسم مبالغہ، پیچھے ہٹ جانے والا۔ خَنَّسَ (ض) خَنَّسًا وَخَنَّوَسًا: پیچھے ہونا۔ يُوَسْوِسُ باب فاعل (رباعی مجرد) سے مضارع واحد مذكر غائب۔ صُدُورٍ صُدُورٌ کی جمع، سینہ۔ الْجِنَّةِ جنوں کا گروہ، جِنَّةٌ کی جمع (لغات القرآن)

ترکیب قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَهُ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ... قُلْ فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، اَعُوذُ فعل، ضمیر انا فاعل بِرَبِّ النَّاسِ الخ با حرف جر رب الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ ملک الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ الہ الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل ثانی، مبدل منہ اپنے دونوں بدلوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اَعُوذُ فعل کے، مِنْ شَرِّ الخ مِنْ حرف جر مضاف الوَسْوَاسِ موصوف الْخَنَّاسِ صفت اول،

ل یا صفت یا عطف بیان، قولہ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ مِنْ ابتدائی بھی ہو سکتا ہے، لہذا یوسوس کے متعلق ہوگا ای یوسوس فی صدورہم من جهة الجنة ومن جهة الناس (اعراب القرآن) من الجنة والناس، کائنات کے متعلق ہو کر یوسوس کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

الذی اسم موصول، یوسوس فعل (لا محل لها) ضمیر هو فاعل، فی صدور الناس متعلق یوسوس فعل کے، من حرف جر، الجنة والناس معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور پھر متعلق یوسوس کے یا الذی یوسوس کا بیان اور من بیانیہ (روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جارح مجرور متعلق اعود فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا یہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

انسان و شیطان دونوں دشمنوں کا الگ الگ علاج شیطان کے شر سے بچنے کا علاج اللہ کا ذکر، اور اللہ کی پناہ مانگنا اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا ہے، اور انسانی دشمن کو اول تو حسن خلق اور مدارات اور ترک انتقام و صبر کے ذریعہ مغلوب کیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے خدا العفو و امر بالعرف و اعراض عن الجاہلین، اذ فاع باللتی ہی احسن الخ۔ اور اگر ان تدبیروں سے باز نہ آئے تو اس کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم ہے۔ (معارف)

دشمن کی نگاہ سے کیسے بچا جائے کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ اگر جانی دشمن اور شریر النفس انسان سے خطرہ لاحق ہو تو تین آیتوں کو پڑھ لیا جائے۔

(۱) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَفْقَهُوْهُ وَفِیْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ (پارہ: ۱۵، رکوع: ۱۹)

(۲) اَوْ لَیْسَ الَّذِیْنَ ظَلَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ سَمِعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (پارہ: ۱۴، رکوع: ۲۰)

(۳) اَفَرَأٰیئْتُمْ مِمَّنْ اَتَّخَذَ اللّٰهُ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمِهِ وَخَسَمَ عَلٰی سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهِ عِثَابًا (پارہ: ۲۵، رکوع: ۱۹)

نکتہ: رب الناس کے بعد ملک الناس اور اس کے بعد الہ الناس کیوں بڑھایا گیا، رب کے معنی مربی اور مالک کے ہیں، اور مربی کا اطلاق باپ پر بھی ہوتا ہے اور سرپرست پر بھی مگر مربی بایں معنی نہ ملک ہوتا ہے نہ معبود، اس لیے ملک الناس بڑھایا کہ وہ مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ اور چون کہ ہر بادشاہ معبود نہیں ہوتا اس لیے الہ الناس بڑھایا کہ وہ معبود بھی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مربی ہے اور نہ صرف مربی بادشاہ بلکہ معبود بھی ہے۔ (مظہری)

نکتہ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں استعمال ہوا ضمیر کیوں نہیں لائی گئی (علماء نے کہا کہ ہر جگہ الناس کا مصداق جدا جدا ہے اگر ضمیر استعمال کی جاتی تو ایک ہی مفہوم مراد ہوتا پہلے الناس سے مراد بچے ہیں جو محتاج پرورش ہوتے ہیں لہذا لفظ رب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے الناس سے مراد جوان ہیں جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں لفظ ملک اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تیسرے الناس سے مراد بوڑھے ہیں جو اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اس پر لفظ الہ دلالت کر رہا ہے جس میں عبادت کا مفہوم ہے چوتھی جگہ الناس سے مراد اہل صلاح و تقویٰ ہیں کیوں کہ شیطان ان ہی کا دشمن ہوتا ہے پانچویں جگہ الناس سے مراد مفسدین ہیں کیوں کہ یہ وہی خناس ہیں جن سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مظہری)

اللہ تعالیٰ شانہ و عم نوالہ کے بے پایاں فضل و کرم سے پارہ ۵ کی تفسیر مع ترکیب و لغات و اختیاری مطالعہ مکمل ہو گئی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو مقبول عام و تام بنائے، آمین۔

غرق بحسب محصیت ہوں آہ آہ ☆ انتظار معرفت ہوں آہ آہ